سلسلۂ تصوف نمبر ۱۶۲

اردو ترجمہ کتاب

مناقب سلطانی

یعنی

مکمل سوانح عمری معہ مناقب و حالات جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سرتاج مشتاقانِ غوثیہ فخر خاندان عاشقان قادریہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ العزیز

جسے
اللہ والے کی قومی دکان اور رسالہ "اسرار تصوف" کے
مالک و ایڈیٹر
ملک چنن الدین خلف الرشید ملک فضل الدین ککے زئی نقشبندی مجددی تاجر کتب
منزل نقشبندیہ
کوچہ ککے زئیاں بازار کشمیری
لاہور نے

سلسلۂ تصوف نمبر ۱۶۲

اردو ترجمۂ کتاب

مناقبِ سلطانی

یعنی

سوانح عمری حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

از تصنیف لطیف

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سرتاج مشتاقان غوثیہ و فخر عاشقان خاندان عالیہ قادریہ
حضرت سلطان حامد بن حضرت شیخ غلام باہو قادری سروری رح

جسے

اللہ والے کی قومی دکان رجسٹرڈ

ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین ککے زئی نقشبندی مجددی تاجر کتب قومی

بازار کشمیری لاہور

نے بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر نہایت صحت اور صفائی کے ساتھ
محبان رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم و عاشقان دربار عالیہ قادریہ کے لئے
تعلیمی پریس لاہور میں طبع کرایا

بار دوم　　قیمت مجلد نو روپے (للعہ)　　بلا جلد ۸ روپے

تصنیفات حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز

اردو ترجمہ
محک الفقر کلاں
درویشوں کی کسوٹی
قیمت للعہ

بیر جات
مخزن فیض
[illegible]

اردو ترجمہ
مناقب سلطانی
قیمت ۸/

اردو ترجمہ کتاب

کلید التوحید کلاں

یعنی

کلید جنت الفردوس

یوں تو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔ لیکن اس سراپا برکت ورحمت کتاب کیلئے صرف اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ جو شخص اس کو پڑھکر صحیح معنوں میں عمل کریگا اس کیلئے حضرت رح نے جنت کی خوشخبری دی ہے، اسی لئے اس کا نام کلید التوحید یعنی کلید جنت الفردوس رکھا گیا۔ خوش خط ٹائٹل دوبار قیمت: صہ/

فارسی
دیوان باہو
۶/

پنجابی
ابیات باہو
۵/

شرح ابیات
گلزار باہو
عہ

اللہ والے کی دکان کشمیری بازار لاہور

اردو ترجمہ شمس العارفین	قیمت عہ
اردو ترجمہ عین الفقر	قیمت عہ
اردو ترجمہ مجالسۃ النبی	قیمت ۶/
اردو ترجمہ گنج الاسرار	قیمت ۶/
اردو ترجمہ توفیق ہدایت	قیمت ۸عہ
اردو ترجمہ مفتاح العارفین	قیمت ۱۲/
اردو ترجمہ قرب دیدار	قیمت ۱۵/
اردو ترجمہ امیر الکونین	قیمت عہ
اردو ترجمہ حجت الاسرار	قیمت ۸/
اردو ترجمہ کلید التوحید خورد	قیمت ۷/
اردو ترجمہ کلید جنت	قیمت عہ

اردو ترجمہ محبت الاسرار	قیمت ۸/
اردو ترجمہ نور الہدیٰ	قیمت ۱۲/
اردو ترجمہ محکم الفقرا	قیمت ۸/
اردو ترجمہ کشف الاسرار	قیمت ۶/
اردو ترجمہ اورنگ شاہی	قیمت ۸/
اردو ترجمہ تیغ برہنہ	قیمت ۶/
اردو ترجمہ عقل بیدار	قیمت عہ
اردو ترجمہ جامع الاسرار	قیمت عدر
اردو ترجمہ اسرار قادری	قیمت عہ
اردو ترجمہ رسالہ روحی	قیمت ۲/
اردو ترجمہ فضل اللقا	قیمت ۱۲/



دربار حضرت سلطان باہوؒ

نذر

نیاز مند نہایت ادب و دلی ارادت کے ساتھ اردو ترجمہ کتاب مستطاب مناقب سلطانی یعنی سوانح عمری حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ۔ یادگار مخدوم معظم حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سرتاج مشتاقان غوثیہ و فخر عاشقان آستانہ عالیہ قادریہ حضرت محمد امیر سلطان صاحب قادری سروری گدی نشین دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ واقعہ شورکوٹ ضلع جھنگ کی خدمت بابرکت بصد ادب میں نذر کرتا ہے امید ہے کہ حضرت قبلہ صاحب اپنی مہربانیوں اور عنایتوں کے صدقہ میں جو وہ ہمیشہ اس ذرہ بیمقدار کی حالت پر مبذول فرمایا کرتے ہیں اس ناچیز سعی لیکن تحفہ بے بہا کو قبول فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں گے۔ زیادہ حد آداب ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

نیاز مند خاکپائے اولیاءؒ

۱۰ محرم ۱۳۴۵ھ — ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین تاجر کتب واللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین مناقب سلطانی یعنی سوانح عمری حضرت سلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ

اُردو ترجمہ

کتابِ

مُناقبِ سُلطانی

بسمِ اللہِ الرحمٰنِ الرحیم

اِس ذات پاک کا شکر ہے جس نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ اور شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔ اور تنزیل فرقان سے مکرم فرمایا۔ اور خود شناسی کی فضیلت عنایت فرمائی۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ہم اللہ تعالےٰ کے حبیب اور رسول نبی امی حجازی مکی تہامی۔ عربی قریشی ہاشمی ابوالقاسم محمد ابن عبداللہ پر درود اور سلام بھیجتے ہیں۔ کہ "سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" وہ ذات پاک ہے۔ جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے چلا۔ جس کے گرد ونواح کو برکت بخشی۔ تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے" اس کا منشور فرمان ہے۔ قولہ تعالیٰ "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى" "آنکھ چوکی اور نہ اس نے سرکشی کی" اس کی شان میں ہے۔ قولہٗ تعالیٰ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ

الھوی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی" وہ خواہش سے نہیں بات کرتا۔ تاوقتیکہ وحی نازل نہ ہو؛ اِس کا بیان ہے "یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ جب اس نے پھینکا تو در اصل اُس نے نہیں پھینکا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے پھینکا؛ اس کی دلیل ہے۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ ایمان والو! اس پر کماحقہ درود اور سلام بھیجو۔ اللھم صل وسلم وبارک علی محمدن المبعوث وعلی الہ وصحبہ واھل بیتہ وعترتہ وذریتہ الطاہرین وخدامہ وازواجہ امہات المومنین اجمعین۔ وعلی سائر النبیین والمرسلین والملائکۃ المقربین وعلی عبادہ الصالحین صلوۃ وسلاما لا ینقطع اولہ ولا ینفد آخرہ وانتہا ابد الابد اً۔

بعد ازاں فقیر حقیر۔ زیادہ گنہگار اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگنے والا سلطان حامد قادری سروری بن حضرت شیخ غلام باہو۔ بن حضرت شیخ سلطان حافظ محمد بن حضرت شیخ سلطان محمد حسین بن حضرت شیخ ولی محمد بن عارفوں کے بادشاہ۔ سالکوں کے ہادی۔ طالبوں کے مرشد۔ کملین کے قطب فنافی اللہ۔ بقافی ہو۔ ہمارے شیخ۔ شیخ المشائخ مولانا حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض پرداز ہے۔ کہ اہل ارادت اور اصحاب سعادت کے شوق اور خصوصاً بزرگی اور عزت والے خادموں کے پیشرو مولانا مخدوم الانام بھائی حضرت مخدوم سلطان حافظ صالح محمد اللہ تعالےٰ آپ کی برکات و فیوض ہمیشہ رکھے۔ اور آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مسلمانوں اور مریدوں کو فائدہ پہنچائے، کے شوق کی وجہ سے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کے بعض حالات میں یہ چند کلمات لکھتا ہوں۔ گو اپنے علم اور عمل کی کوتاہی کے سبب عرصہ تک سوچ بچار میں رہا۔ لیکن آخر اہل ارادت کے جذبات کے سبب جب تحمل نہ کرسکا تو ناچار مشغول ہوا۔ میں اس معاملہ میں مدد اور پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس تالیف کو ظاہر و باطن میں حقیقی علام الغیوب اور تحقیقی دولتوں کے قبول والے کے سپرد کرتا ہوں۔ اور نفسانی خطرات اور شیطانی وسوسوں اور فریبوں سے اس کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس مقام پر بلکہ ہر عمل مخلص حقیقی سے اخلاص چاہتا ہوں۔ اور موفق مطلق سے توفیق کی درخواست کرتا ہوں۔ اور اس سے مدد چاہتا ہوں۔ وماتوفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ÷

اہل فضل کے لئے یہ زیادہ مناسب اور لازم ہوگا۔ کہ اس مسکین کے قصوروں سے چشم پوشی فرمائیں۔ اور مجھ زیادہ گنہگار اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنے والے کو معذور سمجھ کر بلا تکلف اصلاح فرمائیں۔ میں منکروں کی جرح اور ان کے حسد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ۔۔

اب میں حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے وہ حالات جو مجھے بعض کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوئے یا اپنے بزرگوں کی زبانی سینہ بہ سینہ پہنچے جمع اور مرتب کرتا ہوں۔ جہاں تک ہو سکا میں نے ان حالات کی تحقیق میں غفلت اور کوتاہی نہیں کی۔ اور یہ مبالغہ سے بالکل خالی ہیں۔ جو کچھ کتابوں میں دیکھا یا زبانی سُنا حرف بحرف لکھ دیا۔ کیونکہ اس معاملہ میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں دیکھی۔ واللہ اعلم بالصواب +

اس تالیف کا نام "مناقب سلطانی" رکھا۔ یا اللہ! یہ کتاب اس سلطانی فیض مآب جناب میں قبول ہو۔ اللھم آمین ثم آمین یارب العالمین۔

اس کتاب کو میں نے حسبِ ذیل دس بابوں پر منقسم کیا۔ ہر باب میں چند فصلیں ہیں +

فہرست ابواب

کے والدین شریفین کی وفات کے بیان میں +

چھٹا باب - پہلے مقبرہ سے دوسرے مقبرہ منورہ میں جو کہ اہل جہان - عاشقوں مشتاقوں اہل اللہ اور حاجت مندوں کی زیارت گاہ ہے - دفن ہونے کی کیفیت معہ تاریخ کے بیان میں +

ساتواں باب - خانقاہوں کے مجاروں اور خلفا کے پہلے دوسرے اور تیسرے طبقہ کے مجمل حالات کے بیان میں +

اٹھواں باب - آنحضرت کی بعض اولاد - والدین شریفین - بھائی - بہنوں - بھانجوں اور بھتیجوں کے مختصر حالات میں +

باب نہم - میرے سید و سند اور ولی نعمت شیخ اور والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ نور اللہ مرقدہٗ کے حالات زندگی - حالات بعد وفات اور بعض روحانی واقعات کے بیان میں - اور میرے مخدوم بھائی حضرت مخدوم صاحب شیخ سلطان حافظ صالح محمد دام فیوضہٗ کا مولانا و شیخنا حضرت والد بزرگوار کی خدمت میں تلقین حاصل کرنا - اور ان کا مرید ہونا +

باب دہم - آنحضرت کے سلسلہ میں بعض صالحین و فقراء صحبت کی فضیلتوں اور حالات کے بیان +

باب اوّل

آنحضرت کے حسب و نسب اور جائے پیدائش کے بیان میں

فصل اوّل

آنحضرت کے حسب و نسب کے بیان میں

واضح رہے کہ آنحضرت کا عرف عوان ہے - پہلے پہل امیر شاہ ولد قطب شاہ اعوان کے

لقب سے ملقب ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب خراسان کے سادات حوادث میں مبتلا تھے۔ اور سادات عظام محض گوشہ نشینی اور مسکینی میں اپنے دن کاٹتے تھے۔ تو امیر شاہ والئے ہرات نے سادات بنی فاطمہ کی اعانت و مدد کی۔ تاریخ اور سیر کی کتابوں سے آخر اسی قدر تحقیق ہوا کہ قبیلہ اعوان حضرت قطب شاہ علیہ الرحمۃ کی نسل سے ہے۔

حضرت قطب شاہ کا سلسلہ نسب حضرت امیر زبیر بن خازن خزائن اللہ فقیر اسد اللہ الغالب سیدۃ الاماماں۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰ بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے۔ کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اٹھارہ صاحبزادے تھے۔ سید امام حسن۔ سید امام حسین۔ سید محسن۔ امیر ابو بکر۔ امیر عمر۔ امیر عثمان۔ امیر علی۔ امیر سعد۔ امیر سعید۔ امیر طالب۔ امیر ابراہیم۔ امیر عقیل۔ امیر زید امیر عباس۔ امیر طلحہ۔ امیر عبداللہ۔ امیر زبیر اور امیر محمد حنفیہ۔ کالاباغ کے رئیسوں کے ملک خاندان کے کتب خانہ میں ایک کتاب انساب موجود ہے۔ اس میں فتاویٰ غیاثی سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ زبیر کی والدہ کا نام میمنہ ہے۔ جو رستم پہلوان کی اولاد سے ہے۔ اور اعوان زبیر کی پشت سے ہیں۔ فتاویٰ غیاثی میں سلسلہ نسب یوں مندرج ہے:۔

مخدوم سلطان حافظ صالح محمد صاحب و فقیر سلطان حامد (مؤلف کتاب) ہر دو بن مولٰنا حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ بن حضرت سلطان حافظ محمد بن حضرت سلطان حافظ محمد بن حضرت شیخ سلطان محمد حسین بن شیخ المشائخ صاحب الولایت حضرت شیخ محمد سلطان ولی محمد بن سلطان العارفین مرشد الطالبین ہادی السالکین۔ در دریائے ملکوت ہمائے اوج لاہوت فنا فی اللہ بقا باللہ بقائی ہو مولٰنا بندگی حضرت شیخ سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ بن حضرت شیخ سلطان بازید محمد قدس سرہٗ بن حضرت شیخ سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ اللہ دتہ بن شیخ محمد تمیم بن شیخ محمد منان بن شیخ موغلا بن شیخ محمد پیدا بن شیخ محمد سگھرا بن شیخ محمد انون بن شیخ محمد سلا بن شیخ محمد بہاری۔ بن شیخ محمد جیمون۔ بن شیخ محمد ہرگن۔ بن انور شاہ بن شیخ امیر شاہ بن حضرت شیخ قطب شاہ بن حضرت امان شاہ بن حضرت سلطان حسین شاہ بن حضرت شیخ فیروز شاہ بن حضرت محمود شاہ بن حضرت فرملک شاہ بن حضرت شیخ نواب شاہ بن حضرت شیخ دراب شاہ بن حضرت ادہم شاہ بن حضرت شیخ عبیق شاہ بن حضرت شیخ احمد شاہ بن حضرت جحر شاہ بن حضرت امیر زبیر بن

اسد اللہ الغالب امام امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب بن مطلب بن ہاشم۔ بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادا بن ادو بن الہمیسع بن حمل بن نبیت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن شارخ بن ارغوش بن فالخ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن یرو۔ بن ادریس بن اسمٰعیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام آدم مٹی سے۔ مٹی زمین سے زمین جھاگ سے۔ جھاگ لہر سے لہر آسمان سے آسمان درہ سے۔ درہ ارادۃ سے اور ارادہ اللہ تعالےٰ سے ÷

اس میں شک نہیں کہ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی نسل سے ہیں۔ جب سادات نے حادثوں اور تفرقات کے سبب وطن چھوڑا اور ایران اور ترکستان کے مختلف حصوں میں بود و باش اختیار کی۔ تو قبیلہ اعوان نے چونکہ سادات عظام کے قریبی تھے۔ اس لئے عرب و عجم میں حادثوں۔ مصیبتوں۔ تنگی اور غریب الوطنی میں ان کی مدد اور جانفشانی کی اور ان کے رفیق اور معاون بنے اس وجہ سے ان کی نسب اعوان میں تبدیل ہوگئی۔ یعنی سادات بنی فاطمہ کی مدد کرنے والے علویت اور ہاشمیت کا لقب اعوان سے تبدیل ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب ÷

یہ ظاہر ہے کہ قبیلہ اعوان نے عرب کو سادات عظام کی رفاقت اور مدد کے واسطے ترک کیا۔ اور ہوتے ہوتے پنجاب اور ہند میں آئے۔ سادات عظام نے ملک خراسان میں آکر بدستور صرف یاد الٰہی میں مشغول رہے اور دنیاوی سلطنت اور ریاست کی ہوس نہ کی۔ لیکن قبیلہ اعوان نے وہی قزاقی۔ لڑائی اور رہزنی کا پیشہ جاری رکھ کر ہرات پر قبضہ کرلیا۔ آخر قطب شاہ نے تخت ہرات پر وفات پائی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ ابتک بھی اعوان اپنے ناموں کے ساتھ لفظ "شاہ" استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ملک ہند میں 'شاہ' کا لقب سادات اور قریش کے ناموں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یہ رسم ہے کہ ہر قبیلے میں اپنے بزرگوں کے نام تبرکاً رکھے جاتے ہیں۔ اور اولاد کے نام بھی ویسے ہی رکھتے ہیں۔ قبیلہ اعوان میں بہت سے شخصوں کے نام شیر شاہ۔ مزمل شاہ۔ عادل شاہ۔ محمد شاہ۔ محمود شاہ۔ وغیرہ لقب شاہ سے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے اسلاف کی اسمیت کو جاری رکھا ہے۔ یعنی علوی ہاشمی لقب کی علامت 'شاہ' کو جاری رکھا ہے۔ جب سادات عظام خراسان سے بھی بسبب تفرقہ نکل کر ہند میں آئے۔ تو قبیلہ اعوان بھی بدستور سادات بنی فاطمہ کے رفیق اور معاون بن کر کالا باغ

کے پہاڑوں میں دریائے اٹک یا سندھ کے کنارے پر ملک پنجاب میں آئے۔ سادات عظام حسب دستور امامیہ صدری علم اور جدی باطنی بھید کے سبب دنیاوی جاہ و حشمت کو چھوڑ عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے اور مختلف مقامات پر گوشہ گیری اختیار کی۔ چنانچہ اوچ شریف میں بخاری۔ بھوٹ مبارک میں گیلانی۔ چوہا سیدن شاہ میں شیرازی۔ دندا شاہ بلاول میں ہمدانی سادات خلق خدا کی ہدایت اور فیض رسانی کے لئے سجادہ نشین ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس خاندان کو دونوں جہان کی ہدایت عنایت فرمائی ہے یا اللہ! ہمارے نصیب بھی کیجو۔ لیکن قبیلہ اعوان نے کالاباغ پر قبضہ کرکے دریائے اٹک کے مشرقی کنارہ کا ارادہ کیا۔ مشرقی کوہستان کے ہندو راجاؤں نے جو خٹک اور جنجوہا وغیرہ اقوام کے تھے مختلف ریاستیں قائم کرکے مضبوط قلعے اور قدیمی یاغستان بنا رکھے تھے۔ ان ریاستوں کا حدود اربعہ یہ ہے۔ مغرب دریائے جہلم تک شمال ملک دھنی وپوٹھوہارہ۔ جنوب ملک ریگستان یعنی چوستان۔ مشرق کوہستان میں حسب ذیل پہاڑ ہیں۔ کوہ پکھڑو۔ کوہ سبون۔ کوہ سکیسر۔ کوہ تیاور۔ کوہ تاڑہا۔ کوہ کھون وغیرہ۔ اعوان نے ان راجاؤں سے لڑنا شروع کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان راجاؤں کو تہ تیغ کرکے کوہستان مذکورہ پر قبضہ کرلیا۔ اب تک ان ہندو راجاؤں کے وقت کی سخت پتھر کی بنی ہوئی عمارتیں۔ قلعے بت خانے۔ دیوان خانے۔ کچہریاں بمعہ چھت کھڑی ہیں۔ جو اب بھی بیٹھنے کے قابل ہیں۔ کوہ سکیسر میں امب کوٹ نہایت عالیشان قلعہ ہے جو ایک بلند اور سخت پہاڑ کے پاس بنا ہوا ہے۔ ایک طرف اونچا پہاڑ سربفلک اور دوسری طرف پتھر کا قلعہ ہے۔ جس کی پتھر کی ہر ایک اینٹ یا سل پانچ گز مربعہ ہے۔ عوام حیران ہیں۔ کہ یہ سلیں کس طرح اوپر لیجا کر دیواریں بنائی گئی ہوں گی۔ اسی طرح پتھر کے بنے ہوئے عبادت خانے۔ بت خانے سالم کے سالم کھڑے ہیں۔ اور اس شہر کی عمارتیں میلوں تک ویران پڑی ہیں۔ اور ان کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ اور مذکورہ بالا کوہستان کے دروں پر مضبوط برج بنے ہوئے ہیں۔ جن کے سبب وہ پہاڑ دشوار گذار ہیں۔ پھٹکڑی کے کارخانے حوض اور لوہے کے بڑے بڑے کراہ اس کے قرب وجوار میں پڑے ہیں۔ اور اس پہاڑ کے دامن میں نمک کی کانیں بکثرت ہیں۔ یعنی کالاباغ سے لیکر بھیرہ تک حلقہ کی طرح دامن کوہ میں واقع ہیں۔ کھیوڑا۔ کالاباغ۔ چوہا۔ وڑچھا۔ ترچھا۔ نلی ناوڑی۔ کھٹا سیانی۔ اور کوٹ کلانچ نمک کی مشہور کانیں ہیں۔ اس کوہستان میں جابجا شہروں اور عمارات کے کھنڈرات ہیں۔ اعوان کے مختلف قبیلوں نے جو نہایت دیندار مسلمان ہیں اپنے الگ الگ گاؤں اور شہر آباد کئے

ہیں۔ اس ملک کا نام ہی اعوان کار پڑ گیا۔ ہندو راجاؤں کی نسل کے بقیہ کو اس علاقے سے نکال دیا۔ جو پہاڑوں کے دامن میں رہتے ہیں۔ اور تا حال کٹھ۔ احمد آباد۔ لارکھانہ اور پنڈدادنخان وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور مذکورہ بالا واقعات اپنی زبانی سناتے ہیں۔ انہوں نے قبائل اعوان کے غلبہ اور اسلام کے زور کی وجہ سے مجبور ہو کر اسلام قبول کیا +

اعوان کے قبیلوں میں اپنے ہاشمی اور علوی نسب کے خصائل اور فضائل کی بعض علامتیں ابتک پائی جاتی ہیں۔ یعنی تمام مرد اور عورتیں سخی۔ بہادر۔ صاحب حیا۔ صاحب وفا۔ دیانت دار۔ امین۔ عہد کے پکے۔ بامروت۔ مہمان نواز خیرات و خرچ کرنے والے ہیں۔ گویا اپنا گوشت و پوست بھی مہمان اور مسکین کے لئے خرچ کر ڈالتے ہیں۔ وہ اپنا سارا مال مذکورہ بالا اخلاق و خصائل میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اور نیک اور دینی امور میں صرف کرتے ہیں۔ اس قوم کا ہر اعلیٰ و ادنےٰ کبھی آسودہ حال نہیں۔ بلکہ ان کاموں میں مال صرف کردینے کے سبب ہمیشہ مقروض ہی رہتے ہیں۔ اس علاقہ میں دینداری اور پرہیزگاری کا بڑا چرچا ہے حرام کا یہاں مطلق رواج نہیں۔ اگر اتفاقاً ہو جائے تو حلال اور مشکوک کو الگ الگ رکھتے ہیں اور جو مسلمان مسافر آجائے وہاں عام رسم ہے کہ پہلے میزبان مہمان سے پوچھتا ہے کہ آپ حلال کھانے کے عادی ہیں یا مشکوک کے۔ یہاں تک کہ وہی دودھ اور گھی بھی حلال الگ رکھتے ہیں۔ آپس میں ملاتے ہیں۔ بلکہ ان کے لئے برتن جدا جدا ہیں۔ اس ملک میں اکثر حلال کا رواج ہے۔ وہاں کے علماء فقیہ دیندار اور پرہیزگار حلال کی زیادہ تحقیقات کرتے ہیں۔ بدعتیوں اور بے دینوں کو اپنے ملک میں بغیر ناتو ورکنار داخل نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ ان پر سختی کر کے جہانتک ہوسکے ان سے توبہ کراتے ہیں۔ حتیٰ کہ کوئی نشہ کرنے والا۔ رنڈیاں۔ ہیجڑے رافضی وغیرہ ابتک اس علاقے میں کوئی نہیں اور نہ وہاں رہنے پاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے مسجدوں۔ طالب علموں قرآن مجید کے حافظوں۔ علم فقہ کے طالب علموں اور مسافروں کی ایسی خدمت کرتے ہیں۔ کہ ملک ہند میں اور کہیں نہیں کی جاتی۔ اس گئے گذرے آخری زمانہ میں بھی اس علاقے میں ہزارہا آدمی۔ صالح متقی۔ اور دیندار ہیں۔ اور یہ مردم خیز علاقہ ہے۔ کہ کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جس میں صاحب اثر و ہدایت اور صاحب احوال باطن آدمی نہ ہوں۔ ہزار ہا آدمی حافظ قرآن۔ شب بیدار اور تہجد خوان ہیں۔ ہر مرد اور عورت پانچوں وقت کی نماز فریضہ مسجدوں میں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ مسجدوں کی خدمت اور تعظیم اس درجہ کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے

اپنے اپنے گاؤں میں ایک ایک دربار آراستہ کر رکھا ہے۔ اور ہر مسجد میں کلام اللہ شریف اور علم فقہ کا درس جاری رہتا ہے۔ ماہ رمضان میں دن کے وقت کھانا پینا ممکن ہی نہیں۔ واللہ علیٰ کل شیءٍ شہید۔

فصل دوم

آنحضرت کی جائے ولادت اور والدین کے بیان میں

مَیں نے اپنے بزرگوں کی زبانی حسب ذیل حالات بارہا سُنے اور کتابوں میں سے بھی دیکھے اور سینہ بسینہ بھی یہی معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت قدس سرہٗ کے والد بزرگوار کا اسم مبارک حضرت بازید محمد قدس سرہٗ ہے۔ اور جناب کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک بی بی راستی قدس سرہا ہے۔ چنانچہ آنحضرت خود اپنی کتابوں کے دیباجہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں "تصنیف فقیر باہو ولد بازید عرف اعوان ساکن قرب وجوار شورکوٹ حرسہا اللہ تعالےٰ من الفتن والجور" یعنی تصنیف فقیر باہو ولد بازید عرف اعوان ساکن شور۔ اللہ تعالےٰ اسے فساد اور ظلم سے محفوظ رکھے کی تصنیف ہے؛ اور کتاب "عین الفقر" میں فرماتے ہیں۔ کہ اس کی ماں پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو جس نے اس کا نام باہو رکھا۔ جو ایک ہی نقطہ سے یا ہو ہو جاتا ہے ؎

رحمت حق بر رواں راستی

راستی از راستی آراستی

راستی کی جان پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو   راستی کو تو نے راستی سے آراستہ کیا

جناب کے والد بزرگوار کا مزار قصبہ شورکوٹ میں ہے۔ جو آنحضرت کی جائے پیدائش ہے۔ قصبہ مذکور کے شمال مغربی گوشہ میں قریشی صاحبان کی مسجد کے صحن میں شیخ طلحہ قریشی کی قبر کے پاس خانقاہ اور مزار ہے۔ جناب کی والدہ ماجدہ کے مزار کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہی مسجد میں جو دو مزاریں ہیں۔ آنحضرت کے والدین کے مزار مبارک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ملتان کے گرد و نواح میں لطف آباد کے قریب بی بی پور کے سادات عظام کے قبرستان میں ہے۔ کہ دراتواں کلاں نام گاؤں سلطنت دہلی کی طرف سے آنحضرت

کے والد ماجد کو بطور جاگیر ملا تھا۔ اور بود و باش بی بی پور مذکور میں نیک لوگوں، شریفوں اور سادات عظام کے پڑوس میں اختیار کی تھی۔ وہیں وفات پائی۔ اور سادات شریف کے مقبروں کے پاس جگہ پائی۔ اور اسرار باطنی کے مکاشفہ میں بھی آنحضرت کی والدہ ماجدہ کی روح مقدسہ کی زیارت اسی قبرستان سے ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب ؏

آنحضرت کے والد ماجد قدس سرہٗ شروع میں ایک صالح۔ شریعت کے پابند۔ حافظ قرآن فقیہ مسلمان۔ دنیاوی تعلقات میں گرفتار۔ علاقہ دار شاہی۔ ملک کوہستان اعوان کار کے صاحب استمرار اور سلطنت دہلی کے منصب دار تھے۔ آپ نے اولاد کی خاطر وسط عمر یا آخری عمر میں نیا نکاح کیا۔ کیونکہ آپ کے ہاں کوئی فرزند نہ تھا۔ چونکہ حضرت بی بی صاحبہ نیک اور شریف خاندان سے اور ہم کفو تھیں۔ اس لئے آپ کی پرہیزگاری کا اثر حضرت بازید محمد پر ہوا۔ اور آپ کی کرامت ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ اسی اثر کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت بازید کے دل میں محبت الٰہی جوش زن ہوئی۔ اور خیال آیا کہ افسوس اس قدر عمر مفت گنوائی۔ اور یہ کہ یہ مردمی اور مناسبت نہیں۔ کہ بیوی تو خدا دوست ہو اور اس کا شوہر غفلت اور حرص دنیا میں مبتلا ہو۔ آخر فیض ازلی نے آپ کو متنبہ کیا۔ اور آپ نے فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ کے بموجب دنیا ترک کر دی۔ چنانچہ تلافیٔ مافات کے لئے تن تنہا گھوڑی پر سوار ہتھیار لگائے ریاست اور دنیا کو چھوڑ مفرور ہو گئے۔ چونکہ آپ نسلاً بعد نسلٍ رئیس اور شریف تھے۔ اور روزی کمانے کا کوئی اور ڈھنگ نہ جانتے تھے۔ اس واسطے بمجبوری ملتان کا رخ کیا۔ جب وہاں پہنچے۔ تو ملتان کے ناظم کے پاس سلطنت دہلی کے قانون کے مطابق دریا کے گھاٹ اور شہر پناہ کے دروازے پر جو آپ کا حلیہ لکھا گیا پہنچا تو فوراً تلاش کر کے آپ پیش کئے گئے۔ جب ناظم ملتان نے حضرت بازید محمد قدس سرہٗ کا چہرہ مبارک۔ لباس۔ آلات جنگ اور سواری کی گھوڑی جس کا نام سون پری تھا دیکھی۔ تو اصل حالات دریافت کئے۔ لیکن آپ نے اصل حالات چھپائے رکھے۔ آخر ناظم مذکور کی طرف سے دو روپے روز بطور تنخواہ مقرر ہوئے۔ حضرت بازید محمد نے تین شرطوں سے ملازمت اختیار کی :-

اوّل یہ کہ میرا مکان علیحدہ پاک گوشے میں ہو ؏

دوم۔ کسی کو افسر اور اپنے آپ کو فرمانبردار نہیں مانوں گا ؏

سوم سلام نہیں کروں گا ؏

چنانچہ آپ کی تینوں شرطیں منظور ہوئیں +

پھر آپ ملتان میں ایک مکان کے اندر گوشے میں یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے - اور آخر ایک ولی اور بارگاہ الٰہی کے خاص بندے ہوئے +

چنانچہ حضرت غوث الثقلین قدس اللہ سرہ العزیز اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں - کہ اللہ تعالےٰ کا قرب واصل صرف ایک قدم میں نصیب ہو سکتا ہے - یعنی دُنیا سے قدم اُٹھا کر قربِ الٰہی میں رکھنا +

پس جس شخص کو ہادی مطلق ظاہری وسیلہ اور سبب بغیر خود بخود فیض و فضل سے اپنے قرب کی طرف کھینچ لے - اُسے مجاہدات کی کیا ضرورت ہے - اور وہاں دیر ہی کیا ہے - اس راہ میں عقل کا گھوڑا لنگڑا ہے - یہ فضل الٰہی ہے جسے چاہے عنایت کرے - اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے - اگرچہ یہ دُور دراز راہ منزلوں اور فرسنگوں کی قید میں نہیں آسکتی، اور نہ اسے زور بازو سے طے کر سکتے ہیں - لیکن غیر حق سے قطع تعلق کرنے اور جذبہ الٰہی سے اس راہ کا قطع کرنا آسان ہے - کیونکہ عشق ایسی آگ ہے جو غیر حق کو جلا دیتی ہے - جذبہ دو قسم کا ہوتا ہے - ایک جو مجاہدات کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے - دوسرا محض اللہ تعالےٰ کے فیض و فضل سے نصیب ہوتا ہے - اس میں کوئی سبب یا وسیلہ نہیں ہوتا - جو مجاہدہ کے سبب سے ہوتا ہے - وہ اس شخص کے مادہ کی قابلیت کے موافق چالیس سال کے مجاہدہ بعض کو بارہ سال کے مجاہدہ بعد بعض کو اس سے کم عرصے کے بعد جذبہ ہوتا ہے - چنانچہ یہ بات کتابوں میں مشائخ کے احوال سے معلوم ہو سکتی ہے - دوسرے جو محض فضل و فیض سے ہوتا ہے - اس کے لئے کوئی وقت یا مدت مقرر نہیں - کیونکہ اللہ تعالےٰ قادرِ مطلق ہے - ایک دم میں ایک قدم پر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے - جیسا کہ حضرت ابراہیم ادہم - حضرت رابعہ بصری - حضرت فضیل عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ و قدس اسرارہم کو ایک دم میں ایک قدم پر خدا رسیدہ ہوئے - حضرات اصحاب کہف کا قصہ تفسیروں میں دیکھ سکتے ہیں "اِنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا" - واقعی اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب نشانیاں تھیں +

حضرت شیخنا جدی حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ اپنی تالیفات میں فرماتے ہیں - کہ کامل مرشد کی توجہ اور نظر طالب اللہ کو ایک دم میں اور ایک قدم پر خدا رسیدہ بنا دیتی ہے آمدم بر سر مطلب - چونکہ حضرت بایزید محمد قدس سرہٗ صاحب شان اور شاہی منصب دار تھے -

اس لیئے ان کے بھاگتے ہی اس خاندان کے خدمتگار اور نوکر چاکر آپ کی جستجو میں نکلے۔ چند ماہ بعد ایسا اتفاق ہوا کہ دریائے ستلج کے مشرقی کنارہ اور بیکانیر کے روہی ریگستان کے بارے میں راجہ مروٹ اور صوبہ دار ملتان میں جھگڑا ہوا حتیٰ کہ لڑائی تک نوبت آ پہنچی۔ اور ملتان کے صوبہ دار نے اس پر چڑھائی کی۔ حضرت بایزید محمد قدس سرہٗ چونکہ تنہا ملازم تھے۔ اس لیئے آپ کو اس خدمت کے لیئے کسی نے یاد نہ کیا۔ آپ خود یکہ و گھوڑی پر ضروری اسباب باندھ اور ہتھیار لگا سوار ہو کر ملتان کے صوبہ دار کی خدمت میں پہنچے۔ اور کار خدمت کی درخواست کی۔ صوبہ دار نے پوچھا آپ کس برادری میں ہو کر فوج کے ساتھ شریک جنگ ہونگے۔ عرض کیا۔ صاحب! چونکہ میں اکیلا اپنے سر پر تنخواہ کھا رہا ہوں۔ اب جو کچھ مجھ سے ہو گا۔ اکیلا ہی خدمت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ عالی ہمت اشخاص سے پیار کرتا ہے۔ آپ کی یہ بات سن کر کچہری کے تمام آدمی مسکرائے۔ ناظم نے کہا۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ جس طرح یہ مرد کہے اسی طرح کرنا چاہیئے۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ ایک شخص رستے کا واقف اور ایک تصویر مخالف کی یعنی راجہ مروٹ کی عنایت ہو۔ چنانچہ ایک شخص رستے کا واقف اور راجہ مروٹ کی تصویر عنایت کی گئی۔ آپ سلام کر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر روانہ ہوئے جب مروٹ کے قریب پہنچے۔ تو ساتھی کو رخصت کیا۔ اور خود شہر کی راہ لی۔ حتیٰ کہ دروازے پر جا پہنچے۔ چونکہ آپ پر ایلچی یا وکیل کا گمان تھا۔ اس لیئے کچہری میں بلا روک ٹوک چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ نے توبرہ زین کے قربوس سے لٹکایا ہوا تھا۔ جب کچہری میں داخل ہوئے۔ تو گھوڑی کو ایک جگہ کھڑا کیا۔ جو وہیں کھڑی رہی۔ آپ نے تمام حاضرین کچہری کے لباس اور ان کی ہیئت کو بنظر غور دیکھا۔ جب راجہ کے قریب جا پہنچے اور معلوم کیا کہ یہاں سے راجہ پر وار ہو سکتا ہے۔ تو شیروں کی طرح تلوار سونت کر بجے کہ ہمادرو! خبردار! میں تمہاری جان کا خواہاں ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب پر غالب آئے۔ کہتے ہیں۔ کہ تلوار کے ایک ہی وار سے راجہ کا سر کاٹ کر قربوس سے لٹکے ہوئے توبرہ میں رکھ لیا۔ اور گھوڑی پر سوار ہوئے۔ کہ اتنے میں کہرام مچ گیا۔ اگرچہ محالات کا ذکر کرنا اچھا نہیں۔ لیکن معذور ہوں۔ کیونکہ میں نے بزرگوں سے ایسا ہی سنا ہے۔ اگر اسے آج اس کتاب میں درج نہ کروں تو مدت دراز گذرنے پر کسی کو کب یاد آئے گا۔ اور کس قرینے سے قرار پائے گا۔ اس واسطے ضروری سمجھ کر اس کا ذکر کرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دروازوں کا کھولنے والا اور مہمات کا سرانجام کرنے والا ہے۔ اپنی قدرت کاملہ سے سیون پری گھوڑی کو بطور خرق عادات اور ظہور کرامت ایسی توفیق

عنایت فرمائی کہ قلعہ کی ایک دیوار پر سے صحیح وسلامت کودگئی۔ واقعی اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگرچہ میں اس کو بیان کرتا ہوا ڈرتا ہوں کہ کہیں مخالف اور نکتہ چین حرف گیری نہ کریں۔ اور میرا دل اور ہاتھ کانپتے ہیں۔ لیکن اہل یقین بھائیوں اور دینی بھائیوں کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ ذرا از راہ احسان اور علو ہمت واقدی کی فتوح الشام اور فتوح المصر کو دیکھیں۔ جن میں صحابہ کبار کی روایات سند بہ سند اس قسم کے واقعات کے متعلق مندرج ہیں۔ یہ کتابیں پہلے پہل عربی زبان میں لکھی گئیں۔ اور ہندوستان میں عوام کو فیض رسانی اور ان کی سہولت کے لئے اُردو زبان میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ اور چھپ چکی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجاہدین اسلام علیہم الرضوان سے اس قسم کے محال معاملات کس قدر وقوع میں آئے۔ اور کیسی کیسی جوانمردیاں اُن سے ظہور میں آئیں۔ اگر ان میں سے تھوڑی سی بھی بیان کروں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔ اور اپنے اصلی مطلب سے رہ جاؤں گا۔ اس لئے ان میں سے چند ایک اشارۃً ذکر کرتا ہوں۔ تاکہ اگر اس کتاب کے مطالعہ کے وقت بہ تقاضائے بشریت دل میں اعتراض پیدا ہوں تو فاسد وہم وخیال کو دور کرنے کے لئے کافی ہو۔ پس دیکھیں صفحہ ۲۱۰ و ۲۲ حرب یرموک میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے صرف ساٹھ سواروں کو ساتھ لے جبلہ ابن الیہم بادشاہ غطفان کے ساٹھ ہزار جری جوانوں پر حملہ کیا۔ اور اسی لڑائی میں وہ کامیاب ہوا۔ فتوح المصر کے صفحہ ۵۰ کو دیکھئے کہ صرف چالیس عرب سوار قلعہ دامیاط پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ جس میں امیر یامرک معہ اپنے بارہ بیٹوں کے تھا۔ جن میں سے ہر بیٹے کے پاس پانسو بہادر سوار تھے۔ جب پہلے ان کی قلعہ کے باہر صف آرائی ہوئی تو حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اکیلے ہی ان کا مقابلہ کر کے اس کے بڑے لڑکے ہربیہ کو پچھاڑ کر جان سے مار ڈالا۔ مخالف کی صف کو تہ تیغ کیا۔ یامرک لشکر اسلام سے پناہ مانگ قلعہ نشین ہو گیا۔ اس لڑائی کی کیفیت شروع سے لیکر اخیر تک پڑھنی چاہیئے۔

فتوح الشام کے صفحہ ۳۲۳ پر شام کے سب سے مضبوط قلعہ حلب کی فتح کا حال پڑھیں۔ جس کے فتح کرنے سے بڑے صحابہ کا لشکر مدت تک محاصرہ کرتے کرتے تنگ آگیا۔ اور آخر حضرت دامس ابوالہول غلام سرقہ بن مرداس کندی رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے صرف تیس پیادہ سپاہیوں کی مدد سے راتوں رات اس قلعہ کو فتح کیا۔ ان تمام حالات کو توجہ اور غور سے دیکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

واقعی صاحب فضل عظیم ہے +

حضرت بازید محمد قدس سرہٗ ملتان کے صوبہ دار کے پاس راجہ مروٹ کا سر لے آئے اور سلام کیا۔ ابھی لشکر اور اہل لشکر راہ میں تھے۔ کہ یہ عجب کام ظہور میں آیا۔ اور گرد و نواح اور خصوصاً بادشاہ دہلی کے حضور میں حضرت بازید محمد کی تصویر اور حلیہ اور گھوڑی کی تصویر پہنچ گئی۔ جب آپ کی تلاش کرنے والوں نے حضرت بازید محمد قدس سرہٗ کا نام سُنا تو یقین کیا کہ یہ گھوڑی اور سوار آپ ہی ہیں اور یہ کام بفضل الٰہی آپ نے ہی کیا ہے +

پس پہلے نمک پر وردہ میراثی جو جستجو میں تھے۔ ملتان پہنچے اور پوشیدہ طور پر پوچھتے رہے اور آخر پہچان لیا۔ اور ملتان میں رہے۔ ان میں سے بعض حضرت بازید محمد کے گھر خوشخبری لیکر واپس گئے۔ یہ خبر سُنتے ہی حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے دو ماموں جو آنحضرت کی والدہ ماجدہ کے حقیقی بھائی تھے ملتان آئے۔ اور حضرت بازید محمد قدس سرہٗ سے ملاقات کر کے واپس تشریف لیجانے کے لئے ملتمس ہوئے حضرت بازید محمد نے فرمایا۔ کہ آپ وطن واپس تشریف لے جائیں۔ اور اپنی حقیقی بہن بی بی راستی قدس سرہا (اہلیہ حضرت بازید محمد) سے پوچھیں۔ اگر انہوں نے بھی واپس جانے کے لئے کہا۔ تو میں وطن چلا آؤں گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جب وطن جا کر مائی صاحبہ سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ الٰہی بھید ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرے پیٹ میں سلطان باہو نام فرزند نرینہ ہے۔ جو مادر زاد ولی ہونے والا ہے۔ اس کی پیدائش اور اس کا ظہور ملک پنجاب میں ہوگا۔ یہ لڑکا تارک الدنیا ہوگا۔ ہمیں بھی اس کی متابعت میں دنیا کے ترک کرنے کا حکم ہے اور ملک مذکور میں رہنا سہنا ہوگا۔ اس لئے مجھے اس کے باپ حضرت بازید محمد قدس سرہٗ کے پہنچاؤ۔ پس مائی صاحبہ قدس سرہا کے بھائیوں نے ویسا ہی کیا۔ چنانچہ آپ کو ملتان میں حضرت بازید محمد کی خدمت میں پہنچایا۔ چونکہ سلطنت دہلی کی طرف سے حضرت بازید محمد کی تلاش کے لئے اشتہار جاری ہو چکے تھے۔ جب یہ خبر تحقیق ہو گئی۔ تو ملتان کے صوبہ دار کے نام حکم جاری ہوا کہ بازید کو اس کی ریاست میں بھیجدو تاکہ اپنے منصب پر قائم ہو جاوے۔ لیکن آپ نے جانے سے انکار کیا۔ اور عرض کیا۔ کہ میں نے باقی عمر اللہ تعالےٰ کی عبادت کی نذر کی ہے اور دُنیاوی شغل کو ترک کر دیا ہے۔ میں یاد الٰہی کروں گا۔ چونکہ اسلامیہ سلطنت تھی۔ اس لئے یہ آپ کی درخواست منظور ہوئی۔ بعد ازاں آپ نے شور کوٹ میں رہنا سہنا

اختیار کیا جو پرگنہ ملتان میں واقع ہے۔ کیونکہ شورکوٹ بہت متبرک مقام تھا۔ اس واسطے کہ وہاں بزرگوں اور شہیدوں کی زیارت گاہیں اور مقبرے بکثرت ہیں۔ اور وہاں کے باشندے بھی قریباً سب کے سب عالم۔ شریعت کے پابند اور دیندار تھے۔ وہاں پر جمعہ اور دونوں عیدوں کی نمازیں حاصل ہو جاتی تھیں۔ اور بادشاہ شاہ جہان کی طرف سے جاگیر بطور وجہ معاش اکثر اسی علاقہ میں مقرر ہوئی۔ اور آپ معہ بی بی صاحبہ قدس سرہا شورکوٹ میں رہنے سہنے لگے ۔

فصل سوم

آنحضرتؒ کے تولد کے بیان میں

واضح رہے کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ شورکوٹ میں پیدا ہوئے اب حسب ضرورت قرینۃً آپ کے چند خوارق۔ عادات بیان کئے جاتے ہیں۔ دین محمدی کے سچا ماننے اور اہل یقین محبوں پر روشن ہو کہ حضرت سلطان العارفین مادر زاد ولی اللہ ہیں۔ آپ کو ازلی فیض حاصل تھا۔ اور نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کی پرورش ہوئی تھی۔ جناب غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرح آپ بھی ماہ رمضان میں دن کے وقت ماں کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ جب آپ چلنے پھرنے لگے۔ تو جب کبھی گلیوں اور بازاروں میں چلتے تو ہندو لوگ آپ کے چہرہ اور آپ کی پیشانی کو دیکھتے ہی بے اختیار کلمہ طیب اور کلمہ شہادت پڑھتے اور مسلمان ہو جاتے۔ چنانچہ شہر کے ہندو اکٹھے ہو کر آپ کے والد ماجد حضرت بازید محمد قدس سرہٗ کی خدمت میں ملتمس ہوئے۔ کہ دایہ وقت بے وقت آپ کے فرزند کو بازار اور گلیوں میں لے جاتی ہے۔ ان کے جانے کے لئے کوئی وقت مقرر ہونا چاہئے۔ حضرت بازید محمد اپنے بیٹے کو گھر سے سیر کے لئے لائیں۔ یا وہ بچہ خود اپنے ارادے سے نکلے۔ تو بازاروں اور گلی کوچوں میں اس کے آنے سے پہلے بآواز بلند منادی کر دیں۔ جب وہ نوکر منادی کرتے۔ تو ہندو لوگ اپنی دکانوں یا اپنے مکانوں میں گھس جاتے۔ میں (مؤلف کتاب) نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کی زبان درفشان سے خاص وقتوں میں جبکہ آپ اسرار

بیان فرمایا کرتے تھے۔ یہ سنا کہ شروع سے لے کر آخری دم تک سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی نگاہ مبارک جس ہندو پر پڑی وہ مسلمان ہو گیا۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ یہ تمام محمدی معجزے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیا میں ایسے خوارق عادات اور اثر ہدایات تھے۔ مَیں نے شور کوٹ کے اردگرد کے معتبر لوگوں کی زبانی سُنا کہ ایک دفعہ جب سلطان العارفین سُلطان باہو قدس سرہٗ بیمار ہوئے تو مریدوں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو فلاں برہمن طبیب کو علاج کے لئے حاضر خدمت کیا جائے۔ فرمایا بہتر۔ جب مرید برہمن مذکور کے پاس گئے تو اس نے کہا مَیں ڈرتا ہوں۔ کہ اگر مَیں وہاں گیا۔ تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ ان کا قارورہ یہاں بھیجدو۔ جب قارورہ لے گئے تو قارورہ دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا واللہ اعلم بالصواب ؛

آپ کی یہ کرامت گردو نواح میں بہت مشہور ہے۔ مَیں نے خود سُنی ہے۔ اور یہ تو اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ اور ہزاروں عام خاص دیکھتے ہیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک دیکھتے رہیں گے۔ کہ ہزاروں آدمی مزار مقدس کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ تو اکثر خانقاہ میں داخل ہوتے ہی اور مزار شریف کی زیارت کرتے ہی بے اختیار ذات الٰہی کے شوق سے رونے لگ جاتے ہیں۔ اور ذکر جہر ان کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ سینکڑوں بانصیب آدمی صاحب حال۔ زندہ دل۔ صاحب تاثیر۔ ذکر قلبی اور ذاکر روحی ہو جاتے ہیں۔ اور اب تک یہی سلسلہ جاری ہے۔ جو سمجھ گیا سمجھ گیا۔ جس نے آزمایا آزما لیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ کرامت ازلی فیض کا نتیجہ ہے۔ مشائخ قادری کا فیضان ابد الآباد تک رہے گا۔ یا اللہ ہماری قسمت میں بھی کرنا ؛

باب دوم

آنحضرت کے فضائل۔ اشغال۔ سیر اطراف۔ اور بعض خوارق عادات ہیں۔
اس میں کشف و کرامت کا ذکر تک نہیں۔

فصل اوّل

فضائل کے بیان میں

یہ واضح ہو چکا کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ مادر زاد ولی ہیں۔ جب آپ کچھ سیانے ہوئے تو دن بدن واردات و جذبات الٰہی طاری و ساری ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت کے سبب ظاہری علم حاصل کرنے کے لئے کوئی وقت نہ بچتا۔ چنانچہ خود ہی اپنی کتاب عین الفقر میں فرماتے ہیں کہ مجھے اور محمدؐ عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہری علم نہ تھا۔ لیکن واردات غیبی کے سبب علم باطن کی فتوحات اس قدر تھیں کہ کئی دفتر درکار ہیں۔ لیکن ہمارے بزرگ مَاقَلَّ وَدَلَّ کے کاربند رہے ہے

اگرچہ نیست مارا علم ظاہر
زعلم باطنی جان گشتہ ظاہر

اگرچہ ہمیں ظاہری علم تو نہیں۔ لیکن باطنی علم سے ہماری جان پاک ہو گئی۔

اپنی تصنیفات میں کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ ہمیں ذات الٰہی کے انوار کی تجلیات کے مکاشفوں کے سبب ورد و وظیفہ کی فراغت نہیں۔ کیونکہ ہم وحدانیت کے گہرے سمندر میں مستغرق رہتے ہیں +

مَیں نے اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی زبانی سُنا ہے کہ حضرت شیخ سلطان العارفین قدس سرہٗ نے اپنی ساری عمر میں ایک مستحب بھی ترک نہیں کیا۔ سبحان اللہ! باطنی واردات جذبات الٰہی اور انوار ذات کے مکاشفات اس قدر اور ظاہری استقامت کی یہ کیفیت کہ مدت العمر ایک مستحب بھی ترک نہ ہو۔ اور ظاہر و باطن میں سنت نبوی کا اتباع۔ اس کی استقامت اور استعداد کیوں نہ ہو۔ جبکہ آپ کی ازلی پرورش ہی نور محمدی سے ہوئی۔ اس کا ذکر انشاء اللہ آپ کے احوال میں آئے گا۔ کہ آپ کی عمر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مطابق ہی تھی +

مَیں نے اپنے بزرگوں سے سند بہ سند سُنا ہے کہ جب حضرت سلطان العارفین سن

رشد و تمیز یا سنِ بلوغت کو پہنچے۔ تو ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ قصبہ شورکوٹ کے قریب اس کے گرد و نواح میں کھڑے تھے۔ کہ اچانک ایک صاحب نور۔ صاحب حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا جس نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ آپ ڈرے کانپے اور پوچھا۔ کہ آپ کون ہیں۔ پہلے توجہ کی اور بعد ازاں فرمایا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ پھر آپ نے عرض کیا کہ مجھے کہاں لئے جا رہے ہیں؟ فرمایا حسب الارشاد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور پر نور میں۔ لئے جاتا ہوں۔ اسی وقت حاضر مجلس کر دیا۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر۔ حضرت امیر عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہم بھی مجلس اہل بیت میں حاضر تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی پہلے پہل حضرت صدیق اکبر نے مجلس منور سے اُٹھ کر حضرت سلطان العارفین کی ملاقات کی اور توجہ فرما کر مجلس سے رخصت ہوئے بعد ازاں حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ۔ بعد ازاں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ۔ جب تینوں اصحاب کبار باری باری اُٹھے۔ اور توجہ اور ملاقات کے بعد مجلس شریف سے رخصت ہو گئے۔ تو مجلس شریف میں صرف اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی رہ گئے۔ میں نے اپنے قدس سرا ہم سے سینہ بسینہ بات سنی ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے تھے۔ کہ مجھے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کے چہرہ مبارک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میری بیعت حضرت علی کرم وجہہٗ کے سپرد فرماتے تھے۔ لیکن بظاہر خاموش تھے +

چونکہ حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی مرتضےٰ ابن ابی طالب میرے پہلے وسیلہ اور اکمل ہادی تھے ـــــ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا میرے ہاتھ پکڑو۔ اور مجھے دونوں مبارک ہاتھوں سے بیعت اور تلقین فرمایا۔ حضرت سلطان العارفین اپنی کتاب عین الفقر اور دوسری تصانیف میں اکثر مقامات پر فرماتے ہیں۔ کہ کامل مرشد ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کہ مجھے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب باقی نہ رہا۔ چنانچہ اول و آخر یکساں ہو گیا۔ یعنی النہایت ھو الرجوع الی البدایت کا مرتبہ اور درجہ حاصل ہو گیا۔ جب میں تلقین سے مشرف ہوا تو حضرت سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرا علیٰ ابیہا وعلیہا السلام نے مجھے

فرمایا کہ تو میرا فرزند ہے۔ میں نے حضرت سبطین الشریفین امامین السعدین حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک چومے اور اپنے کانوں میں غلامی کا حلقہ پہنا۔ حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تلقین کے بعد فرمایا کہ خلق خدا سے ہمت کرنا۔ کیونکہ تمہارا درجہ دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہوگا۔ اور ابدالآباد تک ایسا ہوتا رہے گا۔ کیونکہ یہ حکم سروری سرمدی ہے۔ بعدازاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے جناب غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت پیر دستگیر سید شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے سپرد فرمایا۔ حضرت پیر دستگیر نے سرافرازی کے بعد مجھے خلقت کے ارشاد و تلقین کا حکم دیا۔

اپنی ایک کتاب میں حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ میں نے دیکھا۔ اِن ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ جو سر میں ہوتی ہیں۔ اور اس ظاہری بدن سے دیکھا اور مشرف ہوا۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔ اِس روز سے آپ پر ذات الٰہی کے جذبات و انوار اس طرح متجلی ہونے شروع ہوئے۔ کہ سینکڑوں آدمیوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم پر خدارسیدہ بنا دیتے تھے۔ جس کا ذکر انشاء اللہ اپنے موقع پر مفصل کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے لاکھوں طالبوں کو بامراد کرتے تھے۔ سبحان اللہ! یہ نصیبہ فیض ازلی فضل سے ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بلا محنت و مشقت ایک دم میں اپنے تک لے آتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ جسے چاہے عنایت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

اس فیض یابی کے بعد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ ہر وقت اور ہر گھڑی وحدانیت میں مستغرق اور ذات حق کی تحقیقات کے مشاہدوں سے مشرف رہتے۔ آپ ہر وقت ذات مطلق کے جلال و جمال کے دیدار میں مست رہتے تھے۔ اور جس طرف بھی زندہ مشائخ کی خدمت میں جاتے یا اولیاء اللہ کے مزاروں اور مقبروں پر جاتے "ھل من مزید" پکارتے ہوئے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرح دیدار الٰہی کے شوق عشق کے کوہ طور پر "رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" میرے پروردگار! تو مجھے اپنا آپ دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں، اور مشائخ اور اولیاء اللہ سے عشق الٰہی کے جذبہ میں تجلیات دیدار اور محویت ذات کے لئے التجا کرتے۔ سبحان اللہ! یہ کیسا مقام ہے۔ کہ یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے "رَبِّ اَرِنِیْ" کہا

تو "لن ترانی" کا جواب پُر عتاب سُنا۔ لیکن اس پر آرام نہ کر کے آخر "فلمّا تجلّی ربّہ للجبل جعلہ دکّاً وّخرّ موسیٰ صعقاً" جب اِس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلّی ڈالی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور حضرت موسےٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، کے مقام اور درجہ پر پہنچے۔ اور حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اس کے مشاہدات دیدار کے مست تھے۔ ذات جلال کی وحدانیت کی تجلیات کے لئے براہین دکھایئں "وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین" اور ایسا ہی ہم نے ابراہیم کو زمین و آسمان کی بادشاہت دکھائی تاکہ اُسے یقین آجائے"۔ اور آپ ازلی خمخانہ سے لم یزلی جذبات کے جام سے "انی وجّہت وجہی للّذی فطر السّمٰوٰت والارض حنیفاً وّما انا من المشرکین" میں نے یکسو ہو کر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی طرف رخ کیا ہے اور میں مشرک نہیں ہوں"۔ کی شراب پی کر بیدریغ اپنے چچا سے کہدیا کہ کیا آپ بتوں کو اپنا خدا مانتے ہیں۔ میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو علانیہ گمراہی میں دیکھتا ہوں۔ اور بتوں یعنی کافروں کے معبودوں کو تن تنہا دلیرانہ توڑ ڈالا۔ حالانکہ اس وقت جہان میں ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور کفر کا رواج تھا۔ پھر آپ "تم اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ اور اسے آگ میں جلا دو"۔ کے درجہ پر پہنچے۔ اور دیدار الٰہی میں مست رقص کرتے ہوئے خوشی خوشی ڈھینکلی پر جا بیٹھے۔ جب آپ آگ کے سر پر پہنچے۔ تو تنے بس حکم الٰہی سے جبرائیلؑ نے آکر پوچھا۔ کہ یا حضرت! جو آپ کا مدعا ہو اللہ تعالےٰ سے مانگیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے دیدار کی مستی اور اس کی رضاء تسلیم میں حضرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداء کی طرح عرض کی۔ کہ چونکہ اللہ تعالےٰ کو میرے حال کا علم ہے اس لئے میرے سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فترۃ الوحی کے دنوں میں مکہ معظمہ کے گرد و نواح میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر جو آپ نے عبادت الٰہی کے لئے جگہ مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہی آپ کی گوشہ نشینی کا مقام تھا۔ پہنچکر ارادہ کیا کہ آپ اپنے آپ کو چوٹی پر سے نیچے گرا دیں۔ اور گرا ہی چاہتے تھے۔ کہ "یا نار کونی بردًا وّسلٰماً علیٰ ابراھیم" کی طرح اچانک جبرائیلؑ نے جناب کا دست مبارک پکڑ لیا۔ اور عرض کیا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم! آپ صبر کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ بذات خود آپ کے دیدار کا طالب اور مشتاق ہے۔ اور جبرائیل آپ کا ہر دم خادم

اور رفیق و غمخوار ہے +

پس یہ احقر العباد (مؤلف کتاب) سلطان حامد قادری عرض کرتا ہے کہ یارو! اگرچہ میرا یہ بدن گنہگار ہے۔ لیکن میری روح ایک سر الٰہی ہے۔ اگر میں اپنے آپ کو جبراً نہ نکالوں تو روحی واردات اور توارد مجھے کبھی اصلی قصہ بیان نہ کرنے دیں۔ اور اسرار کے اظہار کے لئے کئی دفتر مطلوب ہوں۔ اب میں اصلی مطلب کو بیان کرتا ہوں۔ اگرچہ انبیاء علیہم السّلام اور شہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقامات بہت اعلٰے اور بلند ہیں۔ لیکن اولیاء اللہ کے احوال بھی کچھ کم نہیں۔ جن کی نسبت خود اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے کہ بیشک اولیاء اللہ کو کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے +

نیز ابی ذر غفاری رضؓ کی روایت سے حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم غم و فکر میں بیٹھے تھے۔ اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ میں یہ حال دیکھ کر خاموش بیٹھا تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بخود فرمایا۔ کہ ابی ذر! کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھے کس بات کا غم و فکر ہے اور یہ کہ میں کس چیز کا مشتاق ہوں؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ خود ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا آہ! آہ!! مجھے اپنے اِن بھائیوں کے دیکھنے کا کس قدر شوق ہے۔ جو میرے بعد آنے والے ہیں۔ اور جن کی شان انبیاء کی شان کی سی ہوگی۔ اور جن کا درجہ اللہ تعالٰے کے ہاں شہیدوں کا سا ہوگا۔ یہ لوگ اپنے ماں باپ۔ اپنے بھائی اپنی بہنوں۔ اپنے بیٹوں سے محض اس واسطے بھاگیں گے۔ کہ اللہ تعالٰے کی پسندیدہ باتیں حاصل کریں۔ وہ اللہ تعالٰے کی خاطر اپنے مال و متاع سے دست بردار ہوں گے۔ اپنی جانوں کو متواضع بنائیں گے۔ شہوات کی رغبت نہیں کریں گے۔ دنیا کو حاصل کرنے کی خواہش نہیں کریں گے۔ اللہ تعالٰے کی محبت کے سبب دیوانہ وار اکٹھے ہوں گے۔ ان کے دل اللہ تعالٰے کی طرف ہوں گے۔ اور ان کی روحیں اللہ تعالٰے سے ہونگی۔ اور ان کا علم بھی اللہ تعالٰے کی خاطر ہوگا۔ جب ان میں سے کوئی بیمار ہوگا۔ تو اس کا بیمار ہونا اللہ تعالٰے کے ہاں ہزار سال عبادت سے افضل شمار ہوگا۔ اے ابی ذر! اگر چاہو تو اور زیادہ بتاؤں؟ عرض کیا فرمائیگا۔ فرمایا اگر ان میں سے کسی ایک کو اس کے کپڑوں کی ایک جوں ستائیگی تو اللہ تعالٰے کے ہاں اس کا اجر اُسے ستر حج اور عمرہ کے برابر ملے گا۔ اور اُسے اس قدر اجر ملے گا۔ کہ گویا اُس نے حضرت اسماعیل ؑ کی اولاد سے چالیس آدمیوں کو فی کس بارہ دینار دیکر آزاد کرایا اے ابا ذر!

اگر چاہو تو اور زیادہ بتاؤں؟ عرض فرمایئے گا۔ فرمایا۔ اگر ان میں سے کوئی دوست کو یاد کر کے غم کرے تو ہر سانس کے بدلے ہزار ہزار درجہ ملتا ہے اے اباذر! اگر چاہو تو زیادہ بیان کروں؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ فرمایئے گا۔ فرمایا اگر ان میں سے کوئی ایک تسبیح پڑھتا ہے تو قیامت کے دن اس کا بدلہ اُسے یہ ملے گا کہ گویا دنیا کے تمام پہاڑ سونا بن کر اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ پھر فرمایا اگر چاہو تو اور کچھ زیادہ بیان کروں؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ فرمائیگا۔ فرمایا۔ جب کوئی ان میں دوسرے کو دیکھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کو بیت اللہ کے دیکھنے سے زیادہ پسند آتا ہے۔ اور جو شخص اس کی طرف دیکھتا ہے۔ گویا اللہ تعالےٰ کی طرف دیکھتا ہے۔ جو اُسے خوش کرتا ہے گویا اللہ تعالےٰ کو خوش کرتا ہے۔ جو اُسے کھانا کھلاتا ہے گویا اللہ تعالےٰ کو کھانا کھلاتا ہے۔ اے اباذر! اگر چاہو تو اور زیادہ بیان کروں؟ عرض کیا یا رُسول اللہ! فرمایئے گا۔ فرمایا۔ ان کے پاس ایسے لوگ بیٹھتے ہیں جو گناہوں پر اصرار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ گناہوں میں دبے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے وعدوں کو پُورا نہیں کرتے +

جب اس قسم کے کلمات اولیاء اللہ کی شان میں ہوں۔ اور یہ بھی ان کے حق میں فرمایا جائے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علمائے باطن اولیاء اللہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے، تو پھر ان کی شان اور قدر و منزلت کا کیا ٹھکانا +

جب حضرت سلطان العارفین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم اور اہلبیت علیہم السلام کے فیض کے جذبات سے پُر نور اور معمور ہوئے۔ تو کوہ طور کی طرح حیران و پریشان ہو کر دوڑ دھوپ کرنے لگے ؎

سادکا منہ وانشق الجبل ۔۔۔ ھل رایتم من جبل رقص الجمل

پہاڑ کانپ اُٹھا۔ اور پھٹ گیا (عجیب بات ہے) تم نے پہاڑ کو اونٹ کی طرح رقص کرتے دیکھا ہے ؎

ہمچو موسیٰ مست شو بر طور خویش
رب ارنی گو تجلی حق نگر

اپنے کوہ طور پر حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرح مست ہو۔ تو رب ارنی کہ اور حق تعالےٰ کی تجلی دیکھ +

نیز حضرت ممدوح خود فرماتے ہیں۔ کہ ہم امت محمدی کے درویشوں کا درجہ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا خاص مقام کوہ طور تھا۔ جس پر تجلیات کا دیدار کرتے اور ذات حق سے ہم کلام ہوتے۔ لیکن ہم امت مرحومہ کے درویشوں کا کوہ طور ہمیشہ سینے میں ہے۔ کہ جب کبھی اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی وقت دیدار کی تجلیات اور الہامات الٰہی کے تکلم سے مشرف ہوتے ہیں ؎

طور سینا چیست دانی اے بے خبر
طور سینا سینہ خود را نگر

او بے خبر! کیا تجھے معلوم ہے۔ کہ طور سینا کیا ہے۔ بس اپنے سینے کو طور سینا سمجھو۔ ؎

ہمچو موسیٰ مست شو بر طور خویش　　　ربّ ارنی گو تجلی حق نگر

حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرح اپنے کوہ طور پر مست ہو۔ اور رب ارنی۔ کہکر حق کی تجلی دیکھ +

مطلب یہ کہ یہ درویش نفس و شیطان کے مجاہدات کی تلواروں کے مقتول اور سبحان کے مرکاشفوں گے تیروں سے بنا۔ھے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہاں پر ہر وقت نور جلال کی بجلیاں کوندتی ہیں۔ جسے دیکھ کر حضرت موسےٰ علیہ السلام مع پہاڑ حیران ہو گئے۔ امت محمدی کے اولیاء قدس سرہم جہاد اکبر کے شہید ہیں۔ جن کی شان میں۔ قد رجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر " ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں +

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مردے کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے زندہ کرتے تھے۔ وہ ایک دو روز سے زیادہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ وہ معجزے سے زندہ ہوتا اور پھر مرجاتا چنانچہ سورہ بقر میں یہ قصہ مذکور ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے عہد نبوت میں بنی اسرائیل میں سے ایک شخص عامیل نامی کو اس کے دو بھتیجوں نے جنگل میں لیجا کر قتل کر ڈالا۔ اور غائب ہو گئے۔ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص عامیل کے ثبوت سے عاجز آکر حضرت موسےٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ تو آپ نے ایک خاص رنگ ڈھنگ کی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ جب بصد مشکل اسی رنگ ڈھنگ کی گائے لاکر ذبح کی گئی اور اس کے بعض اعضا عامیل کی لاش پر رکھے گئے۔ تو وہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے معجزے سے زندہ ہوگیا۔ اور اٹھا۔ تو اس کی گردن سے خون جاری تھا۔ وہ قاتلوں کے نام

اور سبب بتلاکر پھر مر گیا۔ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا کَذٰلِکَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی وَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر جھگڑا کیا تم نے اس میں۔ اور اللہ تعالےٰ اس بات کو ظاہر کرنے والا ہے۔ جسے تم چھپاتے تھے۔ پس کہا ہم نے مارو اس مردہ کو گائے کا ایک ٹکڑا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ مردے کو زندہ کرتا ہے۔ اور اپنی نشانی دکھاتا ہے۔ تاکہ تم سمجھ جاؤ +

اور ہم امت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے درویش جس مردہ دل کو "یُحْیِ الْعِظَامَ" یعنی اسم اعظم اسم اللہ ذات کی توجہ سے زندہ کرتے ہیں۔ وہ قیامت بلکہ ابدالآباد تک نہیں مرتا اور ابدی زندگی حاصل کرتا ہے۔ قولہٗ تعالےٰ "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ" تم اچھی امت ہو۔

چونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ اس لئے روز پیدائش سے ہی صاحب اسرار تھے۔ نیز آپ خود فرماتے ہیں۔ کہ مجھے انوار ذات کی تجلیات کے مکاشفات کے سبب ظاہری علم اور ورد و وظیفہ کے لئے فرصت نہیں۔ میں ہر وقت وحدانیت میں مستغرق اور سیر فی الذات میں رہتا ہوں۔ "وفی انفسکم افلا تبصرون" وہ تمہاری جانوں میں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ نور محمدی کے علم لدنی کی پرورش کے سبب اقرأ باسم ربک الذی خلق، کے خزانہ سے ایک نور آپ پر چمکا۔ میں نے اپنے بزرگوں سے صحیح طور سے سنا ہے کہ حضرت سلطان العارفین واقعی علم ظاہری سے اُمی تھے۔ چنانچہ خود ہی عین الفقر میں اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اور محمد عربی کو ظاہری علم نہ تھا۔ لیکن علم باطنی کی فتوحات کی واردات اس قدر کھلی ہوئی تھیں۔ کہ ان کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ بزرگوں نے قل و دل فرمایا ہے ؎

اگرچہ نیست ما را علم ظاہر
زعلم باطنی جاں گشتہ طاہر

اگرچہ ہمیں ظاہری علم نہیں۔ لیکن باطنی علم سے جان پاکیزہ ہو گئی +

نیز میں (مولف کتاب) نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے خلیفہ سید ابو صالح موسیٰ شاہ المعروف بہ موسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "جن کا مزار ملک سندھ روہڑی شکارپور والہ میں خاص گھوٹکی المعروف لوصاحیاں ولد موسن شاہ

میں ہے - یہاں ایک عالی شان مسجد ہے - اس مسجد کی ایک طرف حضرت موسن شاہ علیہ الرحمۃ کا مزار ہے - موسن شاہ نے ایک لاکھ طالب اللہ کو باتاثیر تلقین فرمایا - اور باقی ذکر خاص مقام پر کیا جائے گا - اپنے مرشد حضرت سلطان باہو کی ایک سو چالیس تصنیفات کو جمع کیا - واللہ اعلم بالصواب ٭

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

دیدہ ام در علم صحبت صد کتاب
کردہ ام یک بیت ذیشان انتخاب

میں نے علم صحبت میں سو کتابیں دیکھی ہیں - ان میں سے صرف ایک شعر چنا ہے ٭
آنجناب کی تصنیفات میں سے - جو ملک میں رائج ہیں - ان میں سے بعض کے نام لکھتا ہوں :-

(۱) عین الفقر کبیر - (۲) عین الفقر صغیر - (۳) عین الفقر متوسط (۴) عقل بیدار کبیر (۵) عقل بیدار صغیر (۶) تلمیذ الرحمٰن (۷) مجالسۃ النبی (۸) محبت الاسرار (۹) اسرار قادری (۱۰) توفیق الہدایت (۱۱) تیغ برہنہ (۱۲) مجموعۃ الفضل (۱۳) محک الفقر کبیر (۱۴) محک الفقر صغیر (۱۵) فضل اللقا (۱۶) شمس العارفین (۱۷) دیوان باہو کبیر - (دیوان باہو صغیر (۱۹) رسالہ روحی (۲۰) اورنگ شاہی (۲۱) امیر الکونین (۲۲) جامع الاسرار (۲۳) مفتاح العاشقین (۲۴) قرب دیدار - (۲۵) نور الہدیٰ (۲۶) عین النما (۲۷) قطب الاقطاب (۲۸) محکم الفقرا (۲۹) کشف الاسرار (۳۰) شمس العاشقین۔
ان میں سے ہر ایک کتاب میں صرف فقر کے احوال اور مقامات کا ذکر ہے - ان میں اشعار - استعارات شیرازہ تمہیدات اور گذشتہ قصے کہانیاں بیان نہیں کیں - ان میں فقر کے احوال - اور شریعت طریقت - حقیقت اور معرفت الٰہی - ذکر و فکر کے اشغال - مراقبہ - تصورات اور علم دعوت کا بیان ہے - جو دیکھنے کے قابل ہے ٭

حاجی مشتاق احمد اینڈ سنز تاجران کتب و جلد ساز

فصل دوم

دُنیا کو ترک کرنے کے بیان میں

یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے اپنی تالیفات میں سے ہر ایک کتاب میں اپنے بنائے ہوئے ہندی شعروں میں اصحاب صفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی طرح شغل کی مذمت کی ہے۔ یہ امر آپ کی تصنیفات کے مطالعہ اور نصیحتوں کے سننے سے واضح ہو سکتا ہے۔ کہ آپ نے عمر بھر کبھی دنیاوی تعلق یا شغل سے دست مبارک آلودہ نہیں فرمایا۔ ہاں صرف دو دفعہ بیل لے کر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا اور کھیتی باڑی کی۔ لیکن مَیں نے اپنے والد بزرگوار کی زبانی سُنا ہے کہ دونوں مرتبہ ہی عشق الٰہی کے جذبات کے سبب آپ نے بیلوں کو جتے جتائے کنوئیں پر کھڑے چھوڑا اور خود تجلیات اور مکاشفات کے دیدار میں مست ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر کو نکل گئے اور بیل اور سامان زراعت کسی کے سپرد نہیں کیا۔ بلکہ جو جس کے ہاتھ آیا لے گیا۔ مطلب یہ کہ دونوں مرتبہ ہی کھیتی کا کام سرانجام نہ ہوا۔ اس بارے میں آپ خود فرماتے ہیں کہ مَیں اس جہان کی جَو کی روٹی کھاتا ہوں اور کام اُس جہان کا کرتا ہوں۔ جیسا کہ اونٹ کانٹے کھاتا ہے اور بوجھ اُٹھاتا ہے

تا مست نگردی نکشی بارِ غمِ عشق
آرے آرے شتر مست کشد بارِ گراں را

جب تک تُو مست نہ ہو گا عشق کے غم کا بوجھ نہیں اُٹھا سکے گا۔ ہاں ہاں مست اونٹ بھاری بوجھ اٹھاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اگر دُنیا کچھ اچھی چیز ہوتی۔ تو جناب رسولِ خدا اور اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام اُسے قبول اور اختیار فرماتے۔ نیز آپ اپنی کتابوں میں تین رہزنوں یعنی نفس شیطان اور دُنیا کو تین طلاق دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا۔ تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ اگر یزید بھوکا ہوتا۔ تو سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کی

بیعت سے انکار نہ کرتا ۔

آپ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے صبح اپنے مریدوں کو فرمایا۔ کہ آج رات مجھے عبادت الٰہی کا لطف حاصل نہیں ہوا۔ دیکھو میرے حجرے میں کہیں دنیاوی اسباب تو نہیں۔ جو رات کو یہیں رہ گیا ہو۔ مریدوں نے تلاش کی تو کچھ نہ ملا۔ پھر فرمایا کہ حجرے کا فرش باہر نکالو۔ اور جھاڑو دو۔ کیونکہ یہ شومت دنیاوی خلل کے سوا نہیں ہوتی۔ جب انہوں نے فرش نکال جھاڑو دی۔ تو آپ کے مصلے تلے سے کھجور کا ایک دانہ نکلا۔ جو آپکے پیش کیا گیا۔ آپ نے اُسے ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ جس شخص کے گھر میں اِس قدر دنیا ہو اُسے عبادت الٰہی کا حظ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ ترک دُنیا کا عموماً ذکر کرتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم اور حضرت رابعہ بصری کی مثال دیتے ہیں۔ اور جس طرح اِن دونوں نے دُنیا کو ترک کیا اُسے پسند فرماتے ہیں ۔

واضح رہے کہ بزرگوں نے فقر اور دولتمندی کے بارے میں بہت کچھ تحقیق سے کام لیا ہے۔ بعض کی رائے ہے۔ کہ دولتمندی فقر سے اچھی ہے۔ کیونکہ اس سے دل کو فراغت ہوتی ہے۔ دُنیا داروں میں معزز سمجھا جاتا ہے۔ اور دولتمندی کے اور بہت سے فائدے بیان کئے ہیں۔ لیکن بعض کی رائے ہے۔ کہ فقر دولتمندی سے افضل ہے۔ آخر میں سب کا اتفاق رائے اِس بات پر ہوا ہے۔ کہ فقر دولتمندی سے اچھا ہے۔ اس واسطے کہ انبیاء علیہم السّلام نے فقر کو اختیار کیا ہے۔ یہانتک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی صوف کا لباس پہنا کرتے اور جَو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی دُنیاوی جاہ و جلال کی خاطر آپ کے بارے میں اخبار و آثار میں آیا ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک ہزار سال بہشت کے دروازہ پر اِس میں داخل ہونے کے منتظر کھڑے رہیں گے۔ اور تمام نبیوں اور مرسلوں کے بعد بہشت میں داخل ہوں گے ۔

حضرت سید مرسلین ۔ خاتم النبیین ۔ اہل بیت ۔ خلفاء الراشدین اور صحابہ کبار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات دیکھنے چاہئیں۔ کہ انہوں نے کیسا کیسا مجاہدہ کیا۔ اور زہد سے کام لیا۔ اس بارے میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اگر اس موقع پر ان کا مختصر ذکر بھی کروں تو بھی ایک کتاب مرتب ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی جذبات شوق کے سبب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و مجاہدات کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ کہ جس شخص کے

سر پر لولاک لما خلقت الافلاک کا تاج ہو۔ اور جس کے بدن پر لولاک لما اظہرت الربوبیہ کی قبا ہو۔ اور جس کے کندھوں پر وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کی چادر ہو۔ وہ اس دنیا کے اس قدر ظلم وستم اور رنج ومصائب اٹھائے۔ زہد کمائے اور دنیا کو ترک کرے۔ چنانچہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ذکر کیا گیا۔ کہ عام طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہر وقت ستر ہزار اونٹ سونے کے لدے ہوئے رہتے تھے۔ جن سے رعایا کو تقاوی پر روپیہ دیتے تاکہ ملک آباد ہو۔ اور وہ روپیہ رعایا سے واپس نہیں لیتے تھے۔ یہ سن کر اور صحابہ کی تنگی کا خیال کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک پر ملال سا آیا۔ اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ کہ جب کبھی جناب کی طبیعت پر ملال آتا۔ تو فوراً وحی نازل ہوتی ؎

بھر وصل دوست تعویذ و دعا در کار نیست
میل دل از سدرہ مے آرد فرو جبرئیل را

دوست کے وصل کے لئے تعویذ اور دعا کی ضرورت نہیں۔ صرف میلان دل ہی جبرائیل کو سدرہ سے اتار لاتا ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملال ہوتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا۔ کہ بارگاہ الٰہی سے حکم ہوتا ہے۔ علیہ السلام کے پاس ستر ہزار اونٹ سونے کے لدے ہوئے رہتے تھے۔ ہم مدینہ منورہ کے دائیں بائیں کے دو پہاڑوں کو خالص سونا بنا کر حکم دیتے ہیں۔ کہ جدھر آپ چاہیں یہ آپ کے ساتھ ساتھ چلیں۔ ان میں سے جس قدر چاہیں صرف کریں۔ ان میں کمی نہ آئے گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عشق الٰہی کے غلبہ میں آنسو بھر کر فرمایا کہ میں تو اللہ تعالےٰ سے متواتر دو روز گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں چاہتا۔ بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز مجھے پیٹ بھر کھانا دے۔ تاکہ میں کھا کر شکر کروں۔ اور شاکروں کا درجہ پاؤں۔ اور دوسرے روز مجھے بھوکا رکھے تاکہ بھوک میں صبر کر کے صابروں کا درجہ پاؤں ؎

عن نفسہ فاراھا ایما شمم ۔۔۔ در اودسا الجبال الشم من ذھب

سونے کے پہاڑ آپ کی پابوسی کو دوڑ دوڑ کر آئے۔ کون ہے جو آپ کے پائے مبارک کے حسن کو پہنچ سکے +

واکدت زھدہ فیھا ضرورتہ ۔۔۔ ان الضرورۃ لا تعدو علی العصم

آپ کا زہد بڑھا تھا۔ کیونکہ اس کی ضرورت تھی۔ یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ پر ضرورت کا نعوذ باللہ غلبہ تھا۔ کیونکہ معصوموں پر غلبہ کیسا!

فکیف تدعو الی الدنیا ضرورة من　　　لولاه لم تخرج الدنیا من العدم

بھلا دنیا کو اپنی ضرورت رفع کرنے کے لئے کوئی کیوں منعطف کرے۔ کیونکہ اگر آپ کی ذات بابرکات نہ ہوتی۔ تو دنیا بھی عدم سے وجود میں نہ آتی ۔

محمد سید الکونین و الثقلین　　　و الفریقین من العرب و العجم

وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دونوں جہان۔ دونوں عالم۔ انس وجن اور عرب اور عجم ہر دو فریقین کے سردار ہیں ۔

یہ واقعہ ہے۔ کہ جنگ احزاب میں عرب کے مشرکوں کے سات گروہوں کے لشکروں نے مدینہ منورہ کا ایک مہینے تک محاصرہ رکھا۔ اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالے عنہ کی مصلحت کے بموجب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جنگ کے لئے شہر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اور مدینہ منورہ کے اطراف میں جہاں جہاں ضروری تھا۔ دیوار نہ ہونے کے سبب خندق کھودنا پڑی خندق کھودتے کھودتے ایک مقام پہ پتھر نکلا۔ جس کے توڑنے اور باہر نکالنے سے صحابہ قاصر رہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے آہنی اوزار لے کر خود دست مبارک سے اللہ اکبر کہہ کر چوٹ لگائی۔ تو اس اوزار سے ایسی روشنی نکلی کہ اس کے سبب صحابہ کو فارس کے شہر۔ قلعے اور محل دکھائی دیتے۔ اور پتھر کچھ ٹوٹا۔ جب دوسری مرتبہ اللہ اکبر کہکر چوٹ لگائی۔ تو پتھر سے ایسی روشنی نمودار ہوئی کہ یمن کے قلعے اور کھڑکیاں تک دکھائی دیں۔ اور پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ جب تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہکر چوٹ لگائی۔ تو پتھر سے ایسا شعلہ نکلا کہ روم کے شہر اور قلعے دکھائی دیئے۔ اور پتھر سیاہ راکھ ہو گیا۔ پھر صحابہ نے اسے خندق سے باہر پھینکا۔ جابر بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دونوں دست مبارک پتھر پر اوزار مارنے کے لئے اٹھاتے تو میری نگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر پڑتی تھی۔ کیونکہ جبہ مبارک کا دامن اوپر ہو جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا ہے کہ بھوک اور خالی پیٹ ہونے کے سبب پیٹھ نہ جھک جائے ۔

وشد من سغب احشاءه وطوی

تحت الحجارة کشحا مترف الادم

بھوک کے باعث انتڑیوں کے گڑگڑانے اور پیچیدگی کے خوف سے آپ کپڑوں کے نیچے پیٹ پر اس طرح پتھر باندھے رہا کرتے تھے جس طرح کوئی توشہ کے لئے مکھن یا پنیر اور روٹی باندھے رہتا ہے +

سُبحان اللہ و بحمدہٖ وہ شخص جس کے غلاموں یعنی امت مرحومہ کے اولیاؤں کی نظر ایک بے قیمت پتھر کو جواہر اور مٹی کو سونا بنا دیتی ہے۔ وہ سلطان انبیاء فقر کی اس قدر سختیاں اپنی ذات مبارک خاندان رسالت اور اپنے پاک اہل بیت کے لئے اختیار کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اور طریقہ یہ تھا۔ کہ بدن کو پاک کریں اور جسمانی ریاضت کریں۔ تاکہ ارواح کو ترقی ہو۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اور اخروی اعلیٰ درجات حاصل ہوں +

یہ ظاہر ہے کہ جنگ احزاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بسبب محاصرہ قریش مکہ و عرب بہت تنگی تھی۔ پس حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھ کر فوراً اپنے گھر جا کر اپنی بیوی کو حکم دیا کہ میں آج جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت ضرور کروں گا۔ آپ کی بیوی نے کہا۔ چھ سیر جَو اور ایک بھیڑ کا بچہ کنبے کی خوراک کے لئے موجود ہے۔ اور کچھ نہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ موجود ہے۔ اُسے ہی پکا لینا چاہیئے۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے۔ اور آپ کی بیوی نے وہ جو پیس کر بھیڑ کے بچہ کو ذبح کیا اور کھانا تیار کرنے لگی +

چونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں لڑکے ابھی بچے ہی تھے۔ بھیڑ کے بچے کو ذبح ہوتے دیکھ کر ایک نے چھری لی اور دونوں کوٹھے پر چلے گئے۔ ایک نے چھری لے دوسرے کو بھیڑ کا بچہ تصور کر ذبح کر ڈالا۔ جب آپ کی بیوی نے ذبح کی آواز۔ اور حلق سے خون بہنے کی آواز سُنی تو دَوڑی دَوڑی کوٹھے پر گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک کے ہاتھ میں چھری ہے۔ اور دوسرا ذبح کیا ہوا تڑپ رہا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر چیخ اُٹھی۔ جس کے ہاتھ میں تھی وہ ماں کے ڈر سے نیچے کود پڑا۔ گرتے ہی ان کی ہڈیاں چُور چُور ہو گئیں۔ اس کی ماں نے اس بچے کی لاش کو اوپر لیجا کر دونوں کو اکٹھا کر کے اوپر چادر ڈال دی۔ اور دروازہ کو تالا لگا نیچے آ کر نہایت صبر و استقلال سے بدستور کھانا تیار کرنے میں مشغول ہو گئی۔ جب کھانا تیار ہو چکا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کھانا تناول فرمانے کے لئے بُلایا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سینکڑوں صحابہ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔ جابرؓ نے

عرض کیا۔ کہ حضرت چھ سیر جَو اور ایک بھیڑ کا بچہ تیار کیا ہے۔ جنابؐ نے فرمایا کافی ہے۔ ہر ایک کو کھلاؤ۔ جب سب کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ تو سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اور پھر بھی کچھ بچ رہا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔ تو بارگاہ الٰہی سے حکم ہؤا۔ کہ جابرؓ کے دونوں بیٹوں کو بلاؤ۔ اور انہیں اپنے ساتھ کھلاؤ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑکوں کو لانے کے لیۓ حکم دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ تو اس نے کہا بچے ہیں۔ کہیں کہیں کھیلتے کھیلتے نکل گئے ہوں گے۔ جابرؓ نے آکر عرض کیا۔ بچے ہیں۔ کھیلنے کے لیۓ کہیں نکل گئے ہیں۔ آپ بسم اللہ کیجیۓ گا۔ اتنے میں جبرائیل نے آکر کہا۔ یا رسول اللہ حکم الٰہی ہے کہ آپ ان لڑکوں کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔ انہیں ضرور اپنے ساتھ کھانا کھلائیں۔ پس آنحضرتؐ نے حکم الٰہی سُنایا۔ جابرؓ پھر اپنی بیوی کے پاس گئے۔ اور کہا بچوں کا پتہ دو۔ اس نے کہا بچے نہیں آنے کے۔ جابرؓ نے حکم الٰہی سنایا۔ تو بیوی زار زار روئی۔ اور سارا بھید کہہ دیا۔ جابرؓ روتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور عرض حال کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حکم الٰہی کے بموجب اُٹھے اور اوپر جاکر بچوں کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ دونوں کو دیکھا کہ چادر تلے مردہ پڑے ہیں۔ ایک ذبح کیا ہؤا۔ اور دوسرے کی ہڈیاں چُور چُور۔ آنحضرت نے دُعا کے لیۓ ہاتھ اُٹھائے۔ تو فوراً دونوں زندہ اور صحیح و سلامت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فقر اختیاری کا یہ عالم تھا۔ کہ جناب نے اپنی ساری عمر میں تین وقت متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ جس پیراہن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہؤا۔ اس کے چار پیوند تھے۔ اور چاروں ہی مختلف رنگ کے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آنحضرت کے تمام اہل بیت کے حجروں میں کوئی دنیوی چیز اس قدر بھی نہ تھی۔ کہ اس سے تیل خرید کر روشن چراغ کرکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت کرتے۔ ہمسایہ کے گھر سے تیل مانگا۔ کہ دونوں جہان کے سردار اور دنیا اور آخرت کے بادشاہ دار فانی سے رخصت ہوتے ہیں۔ تھوڑا تیل دو تاکہ ہم سید المرسلین و خاتم النبیین کی آخری زیارت تو کرلیں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ وتقدس اسمأء وتعالیٰ کبریائہٗ +

روایت ہے کہ چند اشرفیاں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی ملکیت میں تھیں۔ وہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض موت میں مسکینوں کو بانٹ دیں +

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد آپؐ امہات المومنین کے حجروں میں تشریف لے جاتے۔ پہلے آپ مہمانوں کو کھانا کھلاتے۔ بعد ازاں خود تناول فرماتے۔ پھر اصطبل میں جاکر اپنی سواری کی خبر گیری کرتے۔ کہ کوئی ان میں سے بھوکا تو نہیں رہ گیا۔ بعد ازاں امہات المومنین کے گھروں میں آکر جس قدر اہل بیت کے پاس روپیہ پیسہ ہوتا سب اپنے دامن مبارک میں ڈال باہر لے جا خود دست مبارک سے مسکینوں کو بانٹ دیتے۔ تاکہ رسالت کے خاندان میں دنیاوی مال اسباب کو رات نہ آجائے۔ سبحان اللہ! جہاں وحی آئے اور ہر وقت رحمت الٰہی نازل ہو۔ اور تنزیہہ و تقدیس ہو۔ بھلا وہاں دنیائے دنی کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے *

تفسیر فتح العزیز مفصل دیکھنی چاہیئے۔ امام محمد غزالی قدس سرہٗ نے احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت میں فقر اور دولت مندی کے مسائل مفصل بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے بھی چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں *

کہ ایک روز جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر بیمار پرسی کے لئے گئے۔ جناب کی عادت تھی کہ حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر پوچھتے کہ اندر آنے کی اجازت ہے۔ جب اجازت ہوتی۔ تو آپ اندر تشریف لے جاتے۔ اس دن جواب آیا کہ اجازت نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی کیوں اجازت نہیں۔ عرض کیا میرا کپڑا درست نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کپڑے کو بدن پر درست کرو۔ عرض کیا یا رسول اللہ بدن پر درست نہیں آتا۔ کیونکہ چھوٹا ہے۔ اگر ایک طرف کھینچتی ہوں۔ تو دوسری طرف سے چھوٹا ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کندھوں پر سے اتار خود باندھی اور اپنا تہ بند حجرہ کے اندر پھینکا۔ تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک طرف وہ پہلا کپڑا اوڑھا۔ اور سر کی جانب آنحضرت کا تہ بند مبارک۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور پوچھا۔ کہ اب بیماری کا کیا حال ہے۔ تو عرض کیا کہ مرض میں تو تخفیف ہے لیکن مرض سے بڑھ کر ایک اور مصیبت ہے۔ جو اٹھنے بھی نہیں دیتی۔ پوچھا وہ کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! چند روز سے کھانے کو کچھ نہیں ملا۔ مارے بھوک کے اٹھ نہیں سکتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی! دنیاوی تنگی کا گلہ نہ کر۔ تیرے لئے دنیا اور آخرت میں تیرا شوہر علیؑ کافی ہے۔ اور وہ تجھ سے بہتر ہے *

اسی سے آپ خاندان نبوت کے زہد کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے کس قسم کا فقر اختیار کیا۔ اور فقر کو کیسا افضل سمجھا۔ بلکہ خاندان رسالت اور اہل بیت اطہر کے لئے فقر نبوت کی ایک خاص فضیلت ہے ٭

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کو اطلاع ہوئی کہ سلطان طیب حضرت شیر شاہ بن حضرت شاہ شہ علی کے مرید ہو گئے۔ اس واسطے آپ سلطان طیب پر ناراض ہو گئے۔ چونکہ حضرت شیر شاہ قدس سرہٗ مادرزاد ولی اللہ صاحب اثر اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ اس لئے انہوں اس کی نعمت سلب کر لی۔ کیونکہ وہ ان کا مرید تھا۔ اور اُسے نعمت انہیں سے حاصل تھی۔ پس سلطان طیب گونگے اور لنگڑے ہو کر گھر میں پڑے رہے۔ جب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کو علم باطنی سے اس بات کا علم ہوا۔ تو از راہ جذبہ حضرت شیر شاہ قدس سرہٗ پر ناراض ہوئے۔ حضرت شیر شاہ علیہ الرحمۃ نے اس ناراضگی کا اظہار جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا۔ وہاں یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت شاہ سلطان طیب کو پہلے سے ساٹھ حصے زیادہ نعمت عطا کریں۔ واللہ اعلم بالصواب ٭

سلطان حمید کی زبانی منقول ہے۔ کہ حضرت سلطان العارفین بھکر میں بھکر کے گرد و نواح کی سیر کے لئے نکلے اور اکیلے ہی بھکر کے باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ صرف ایک آدمی سلطان حمید تھا۔ جو آپ کا خلیفہ تھا۔ اور جس کا مزار بھکر کے شمال کی طرف دامن چول پر میاں عثمان کے قبرستان میں ہے۔ پس آنحضرت پہلے قصبہ سے باہر مشرق کی طرف میدان چول میں ایک ویران ٹیلے پر پہنچے۔ جب آپ نے بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ تو فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ حمید اس ٹیلے سے جلدی اترو۔ یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔ اب مشہور ہے کہ وہ ٹیلہ ایک ہندو کا ہے۔ جو اپنے وقت میں ظالم تھا۔ بعد ازاں آنحضرت ایک اور جگہ ریت کے میدان میں سوئے اور اپنا مبارک سر سلطان حمید کے زانوں پر رکھا۔ اور ایک گھڑی آرام کیا۔ جس سے آپ کا بدن مبارک خاک آلود ہو گیا۔ سلطان حمید کے دل کو بہت قلق ہوا۔ کہ کاش میرے پاس دُنیاوی دولت ہوتی۔ تو آج میں بھی اپنے مرشد اور ہادی کا بستر اطلس اور مخمل کا بنواتا۔ میں چونکہ مسکین ہوں اس لئے میرے ہادی کا جسم مبارک خاک آلود ہوا ہے۔ اتنے میں آنحضرت نے اپنا سر مُبارک اس کے زانوں پر سے اُٹھایا۔ اور فرمایا۔ حمید! تو نے کیا خیال کیا۔ اس نے عرض حال کیا۔ فرمایا آنکھ بند کر۔ سلطان حمید نے آنکھیں بند کیں۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ میں ایک باغ میں

ہوں۔ جس میں ایک مجلس دیبا کے فرش فروش سے آراستہ ہے اور اس میں ایک خوبصورت عورت جڑاؤ زیور اور ریشمی کپڑے پہنے سلطان حمید سے رغبت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے نکاح کر لو۔ سلطان حمید نے اُسے اشارہ اور نرم زبان سے کہا کہ دُور دُور ادب کا مقام ہے۔ میں اپنے ہادی کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرے پاس نہ آ۔ دُور ہو جا۔ اِسی اثناء میں مراقبہ سے سر اُٹھایا۔ تو آنحضرت نے اِس سے پوچھا۔ حمیدا تو نے کیا دیکھا۔ جو کچھ دیکھا تھا عرض کیا۔ فرمایا۔ تو جو دنیاوی مال کے نہ ہونے کی اپنے دل میں شکایت اور غم کرتا تھا۔ یہ جو کچھ تو نے دیکھا۔ یہ وہی دُنیا تھی۔ کیوں اُسے قبول نہ کیا۔ اگر اس کو قبول کر لیتے تو مال و دولت تمہارے گھر سے ختم نہ ہوتا۔ سلطان حمید نے عرض کیا۔ یا مرشد کامل! میں اللہ تعالےٰ سے اِس کی ذات کا نور چاہتا ہوں۔ میں مال و دولت نہیں چاہتا۔ پھر فرمایا کہ فقر محمدی کا اثر تیرے خاندان سے نہیں جائے گا +

فصل سوم

دربیان مناقب دیگر

ایک روز سلطان العارفین چولستان مذکور کی سیر کو گئے۔ دُور سے آپ کی نگاہ ایک شخص پر پڑی۔ جو جنگل میں ایندھن کا بوجھ باندھ رہا تھا۔ آپ سیر کرتے کرتے آگے نکل گئے۔ دیر بعد اسی راہ سے واپس آئے۔ وہاں سے ابھی دُور ہی تھے کہ کھڑے ہو گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ درویشوں نے عرض کیا۔ جناب آپ کو کھڑے ہوئے دیر ہوئی۔ فرمایا کہ اس طرف کسی ولی اللہ کا مقبرہ یا اس کی روح ہے۔ جس سے نور آسمان تک پہنچ رہا ہے۔ اس نور کی طرف آپ قدم قدم چل کر پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص بے ہوش بیٹھا ہے اور ایندھن کا گٹھا اس کے پاس دھرا ہے۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ وہ شخص ایک گھڑی بعد ہوش میں آیا۔ اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ عرض کیا۔ حضرت! شاید کل آپ ہی اِس رستے جا رہے تھے کہ میں نے آپ کو دیکھا۔ پھر مجھے کوئی خبر نہیں رہی۔ آنحضرت نے پھر اُسے از سیر تو لامکاں پہنچایا +

آپ اپنی تالیفات میں فرماتے ہیں۔ کہ اس فقیر نے لاکھوں بلکہ بے شمار طالبوں کو ایک دم

میں ایک قدم پر خدا رسیدہ کیا ہے۔ جن کے حالات کی کسی کو خبر نہیں مصرعہ

گم قبر گم جثہ گم نام و نشان

واللہ اعلم بالصواب ٭

مَیں نے اپنے بزرگوں کی زبانی تحقیق کیا ہے۔ کہ جب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ انوار ذات کی تجلیات اور اسرار الٰہی کے جذبات مکاشفات کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح دیدار الٰہی کی زیادتی کی طلب میں دَوڑ دھوپ کرتے تھے۔ اور آپ سے رب ارنی کے کلمات ظاہر ہوتے تھے ؎

گفت پیغمبر بود از امتم

کہ بود ہم جوہر و ہم ہمتم

جناب پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایسے شخص بھی ہونگے جو میرے ہم جوہر اور ہم ہمت ہوں گے ٭

اور اولیاء اللہ کی قبروں پر قبر کی دعوت کے لئے سواری کیا کرتے تھے۔ علم دعوت وہ علم ہے۔ جو اولیاء اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ جو ولی اللہ درویش دعوت کے لئے قبر پر سواری کرتے ہیں۔ وہ طلب دیدار کے مست ہوتے ہیں۔ اور اپنی جان سے گذر کر حیات فانی سے ہاتھ دھو کر جاودانی زندگی کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام "رب ارنی" کی آرزو میں کوہ طور پر فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا کے درجہ کمال پر پہنچے۔ اور جسم بشریت کی فنا سے بقا کے اعلےٰ سے اعلےٰ مقام سے مشرف ہوئے۔ کہ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی جب افاقہ ہُوا تو کہا۔ تو پاک ہے۔ مَیں تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ اور مَیں سب سے پہلا مومن ہوں۔ یعنی بشری جسم کی فنا کے بعد کہ آپ تجلی جلالی کی بجلی سے فانی ہوئے تو فیضان الٰہی نے جو خود ہادی اور رہبر ہے۔ پھر جمال کی تجلی سے اُسے زندہ اور باقی کیا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مرسل تھے۔ لیکن فنا و بقا کے احوال کے حصول کے بعد اپنے سابقہ مقامات کو ایسا پایا۔ کہ گویا پہلے آپ کو حق الیقین اور کامل یقین کا درجہ حاصل نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں پہلا مومن ہوں۔ جو سمجھ گیا۔ سمجھ گیا۔ اولیاء اللہ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ قُرب الٰہی کی کوئی انتہا نہیں۔ اور انوار ذات کی کوئی حد نہیں۔ جیسا کہ ۶۷ صفحہ

ثناءك سبحانك ما عرفناك حق معرفتك سے ظاہر ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کو ستر مرتبہ رویت الٰہی عنایت ہوئی۔ جب رویت حق کے مراقبہ اور مکاشفہ سے سر اٹھاتے تو گلے میں جینوڈال لیتے۔ اور از سر نو پھر مسجد مقدس میں جاکر تجدید دین اسلام کرتے۔ پس ستر مرتبہ ہی آپ نے اس طرح کیا۔ پس فلما افاق قال سبحانك تبت الیك وانا اول المؤمنین" پس جب افاقہ ہوا۔ تو کہا۔ تو پاک ہے۔ مَیں توبہ کرتا ہوں۔ اور میں پہلا مومن ہوں" صادق آیا۔ اس واسطے کہ اپنے پہلے حالات کو موجودہ درجات قرب کے مقابلہ میں غفلت اور حجاب تصور کرتے تھے۔ کیونکہ قرب اور قریب کا درجہ حاصل کرکے نئے ایمان اور اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ اس واسطے کہ صاحب رعب وحشمت محبوب کو بیچارہ عاشق نیم نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ایک لحظہ بھر دیکھتا ہے۔ پھر اس کے جلال باکمال کی توجہ کی بجلی کے خوف سے ہٹا لیتا ہے وہ رویت ایسی ہے۔ جیسے رات کو سیاہ بادل میں بجلی چمکتی ہے۔ اس سے آنکھیں چندھیا جاتی ہے ؎

تو دو چشمے کہ ز دلہا گزرہ مژگانش
من و دز دیدہ نگاہے کہ مژگان نرسد

ایک تو اور تیری آنکھیں ہیں۔ جن کی پلکیں دلوں سے گذر جاتی ہیں۔ ایک مَیں ہوں اور میری دزدیدہ نگاہیں جو پلکوں تک بھی نہیں پہنچتی +

معشوق جس قدر اپنے محجوب اور مہجور عاشق کو اپنے قرب دیدار سے زیادہ محرم اور مقرب کرتا ہے۔ اور تجلیات دیدار کی رویت کا حوصلہ اور ظرف عنایت کرتا ہے۔ پس جس قدر دیدار قریب قریب ہوتا جاتا ہے۔ تو جلال اور جمال کی تجلیات کی کشف اور معرفت اور معشوق کے خط وخال اور زلف کی ماہیت درجہ بدرجہ زیادہ زیادہ منکشف اور متعارف ہوتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا پہلے اس تعارف کو وہ جانتا ہی نہ تھا۔ اور جب واقعی معرفت نہ ہو۔ تو واقعی اسلام اور ایمان بھی نہیں ہوتا۔ جو سمجھ گیا۔ سمجھ گیا +

جب حضرت سلطان العارفین اس مقام پر پہنچے تو کامل اولیاء اللہ کی قبروں پر سوار ہوتے تھے۔ اگر کسی طالب کو علم دعوت قبور کی ضرورت ہو۔ تو آپ کی مصنفہ کتابوں کا مطالعہ کرے۔ ان میں مشرح طور پر مندرج ہے +

پس حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ پیر عبدالرحمٰن قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جن کا مزار شریف تو وہ زر ہمدر کے پہلو میں ہے سوار ہوئے۔ یہ صاحب تجرید و تفرید اور صاحب جلال و کمال تھے۔ اس مزار پر سوار ہونے کے سبب آپ کے دونوں پاؤں پر آبلے پڑ گئے جب آپ مزار سے نیچے اُترے تو حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ نامراد یعنی لا ولد فقیر ہے۔ ہم سب اولاد ہیں۔ ہماری اولاد میں سے کوئی بھی تمہاری قبر پر نہیں آئے گا۔ چونکہ یہ کلمات بوقت جذبہ جناب کی زبان مبارک سے نکلے۔ اس لئے ان کا اثر اب تک ہے۔ یعنی اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی حضرت پیر عبدالرحمٰن کے مزار پر جائے تو مالی اور جانی نقصان اُٹھاتا ہے +

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ انہیں دنوں ملتان میں غوث الملک شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤ الدین ابو بکر محمدؒ ذکریا قدس سرہٗ کے مزار منور پر سوار ہوئے۔ پہلے تو حضرت غوث الملک کی قبر جنبش میں آئی۔ لیکن فی الفور حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خطاب ہوا۔ کہ اے غوث بہاؤ الدین ذکریا! یہ ہمارا محبوب ہے اس سے الفت کرنا۔ اور جو کچھ یہ کہے بجا لانا۔ پس حضرت غوث الملک نے مزار سے نکل کر ملاقات کی اور فرمایا کہ جو حکم ہو فرمائیں۔ تاکہ میں بجا لاؤں۔ اس حالت جذبہ میں حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں +

جب حضرت غوث الملک نے اس بارے میں بار بار کہا۔ تو حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ اپنے شہر میں سے ایک پاکیزہ آدمی کا بازو دو۔ اتنا کہہ کر اسی مستی اور جذبہ کی حالت میں روضہ مبارک سے نکل شمال کی جانب روانہ ہوئے۔ جب ظہر کی نماز کے لئے دریا کے کنارے پر وضو کر کے نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک کنواری عورت نوجوان جوتی ہاتھ میں لئے پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے روتی ہوئی آپ کے پیچھے آ کھڑی ہے۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ عرض کیا میں فلاں ساہوکار کی لڑکی ہوں۔ پوچھا یہاں کیوں آئی؟ عرض کیا جب آپ حضرت غوث الملک کے مقبرہ منورہ میں گئے اور وہاں سے نکلے میں اسی وقت مسلمان ہو گئی۔ اور آپ کے پیچھے روانہ ہوئی۔ کیونکہ مجھے حضرت غوث الملک نے آپ کی خدمت میں بلکہ آپ کی لونڈی ہونے کا حکم دیا تھا۔ حضرت سلطان العارفین حکم الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے جب حکم الٰہی ہوا۔ تو اسی وقت اپنے باطنی جذبہ سے اردگرد کے گاؤں کے بڑے بڑے مسلمانوں کو حاضر کیا

اور اسی وقت نکاح کر لیا۔ پھر نماز ادا کی۔ پھر اسی لباس میں منزل بمنزل قصبہ شورکوٹ میں اپنے گھر تشریف گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ پہلے ہی آپ کی بیویوں کو فرماتی تھیں۔ کہ آج تمہاری ایک سوکن میرا بیٹا لائے گا۔ جب آپ نے والدہ کی قدم بوسی حاصل کی تو انہوں نے ناراض ہوکر فرمایا کہ بیٹا! کیا تمہیں، اللہ تعالےٰ نے بہت عورتیں جمع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ یا کسی اور کام کے لئے آپ نے پوچھا مجھے اللہ تعالےٰ نے کس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ فرمایا اپنی معرفت کے لئے۔ نہ کہ بہت سی عورتوں کے لئے۔ آپ نے عرض کیا۔ مجھے معرفت الٰہی حاصل ہے۔ حضرت مائی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ جب تک مرشد نہ پکڑو گے۔ معرفت حاصل نہ ہوگی۔ آپ نے عرض کیا۔ مجھے ظاہری مرشد کی کیا ضرورت ہے۔ میرے مرشد کامل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپکی والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ بیٹا ظاہری مرشد بغیر انسان خدا رسیدہ نہیں ہوتا کیا تمھیں معلوم نہیں۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی کا مشرف حاصل تھا اور اس مطلب کے لئے کوہ طور پر جایا کرتے تھے۔ حصول ارشاد اور تلقین کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ مجمع البحرین پر جانا پڑا۔ جیسا کہ سورہ کہف میں اس کا ذکر کیا گیا ہے یہ سُن کر آپ نے عرض کیا۔ کہ آپ میرے لئے کافی مرشد ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا! عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کا حکم نہیں۔ کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے بیعت اور تلقین نہیں کی۔ پھر عرض کیا کہ میں کہاں تلاش کروں۔ فرمایا روئے زمین پر ڈھونڈو۔ اور اشارہ مشرق کی طرف کیا۔ آپ نے نئی بیوی کو اسی لباس میں بغیر ہم بستری کئے اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چھوڑا۔ اور خود مشرق کی طرف روانہ ہوئے +

فصل چہارم

زندہ پیروں کی صحبت سے فیض حاصل کرنیکے بیان میں

جب سلطان العارفین دریائے راوی کے کنارے آئے۔ تو حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا شہرہ سُنا۔ چنانچہ شہر بغداد میں حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ حبیب اللہ کی یہ کرامت تھی۔ کہ پانی کی دیگ نرم آنچ

پر ہر وقت گرم رکھا کرتے۔ جو طالب حق آتا۔ اُسے اس دیگ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیتے۔ وہ ہاتھ ڈالتے ہی صاحب کشف ہو جاتا۔ جب حضرت سلطان العارفین نے یہ کرشمہ دیکھا تو خاموش بیٹھے رہے۔ بعد ازاں اپنا مقصد عرض کیا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ نے فرمایا۔ کہ اے درویش! تو نے اپنے ہاتھ دیگ میں کیوں نہیں ڈالے۔ اگر ڈالتے تو مراد کو پہنچ جاتے۔ آپ نے عرض کیا کہ حضرت میں دیگ میں ہاتھ ڈالنے والوں کا حال دیکھتا تھا۔ اس سے میری مراد پوری نہیں ہوتی۔ پھر حضرت شاہ حبیب اللہ نے فرمایا۔ کہ اے درویش! ٹھیر چند روز مجاہدہ کر مسجد کا پانی بھر۔ حضرت سلطان العارفین نے پانی کے لئے مشک مانگی۔ لنگر کے خدمت گزاروں نے ایک مشک دی۔ آپ نے ایک ہی مشک بھر کر ڈالی۔ تو حمام اور صحن پانی سے پُر ہو گئے۔ درویشوں نے یہ حال حضرت حبیب اللہ شاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے حضرت سلطان العارفین کو فرمایا۔ اے درویش! کیا تمہارے پاس دنیاوی مال ہے۔ عرض کیا ہے۔ فرمایا۔ دوُ سُوال نہیں ہو سکتی۔ پہلے مال و متاع سے فارغ ہو لو۔ یہ سُنکر آپ فوراً واپس آئے۔ آپکی والدہ ماجدہ نے آپ کی مستورات کو فرمایا کہ میرا بیٹا دُنیاوی مال و متاع کے پھینکنے کے لئے آرہا ہے۔ تم اپنا اپنا زیور اور نقدی کو بچالو۔ کہیں دبا دو۔ تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔ آپ کی مستورات نے ایسا ہی کیا جب حضرت سلطان العارفین آئے اور والدہ محترمہ نے آنے کی وجہ پوچھی۔ تو عرض کیا کہ شیخ نے دنیاوی مال کو چھوڑنے اور دُور کرنے کا حکم دیا ہے آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ اگر کوئی مال ہے تو لے کر دُور کر دو۔ اس وقت آنجناب کے فرزند نُور محمد شیر خوارگی کی حالت میں گہوارے میں تھے۔ بد نظری سے بچاؤ کے لئے سونے کی انگوٹھی بچے کی انگلی میں تھی۔ آپ نے وہ انگوٹھی بچے کی انگلی سے اُتار گلی میں پھینکدی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اور کوئی دنیاوی مال ہے۔ تو دو تاکہ میں پھینک دوں۔ آپ کی والدہ نے فرمایا۔ کہ آپکے گھر میں مال کہاں۔ آپ نے عرض کیا۔ کہ ابھی مجھے گھر سے بدبُو آتی ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے فرمایا۔ اگر بُو آتی ہے تو نکال کر پھینک دو۔ پس جس جگہ زیور وغیرہ دبا ہوا تھا۔ وہاں سے نکال باہر پھینک دیا۔ اور فارغ ہو کر پھر حضرت شاہ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے حضرت شاہ حبیب اللہ نے فرمایا۔ کہ تم دنیاوی مال سے فارغ ہو گئے۔ اب اپنی عورتوں کا کیا کرو گے آیا اللہ تعالے کا حق ادا کرو گے یا اُن کا۔ جاکر انہیں آزاد کر دو۔ تاکہ تم پورے طور پر راہ حق کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ دیدار ذات کے طالب مست الست

اُسی وقت پھر گھر کی طرف لوٹے ؎

کیست صائب زہرہ کس را سینہ بر سنداں زدن
از دو صد عاشق یکے بے باک مے آید بروں

اے صاحب! یہ کس کی جرأت ہے۔ اور کس میں حوصلہ ہے کہ اپنا سینہ سنداں پر دے مارے۔ دو سو عاشق میں سے صرف ایک آدھ ایسا منچلا نکلتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی مستورات کو اطلاع دی۔ کہ میرا بیٹا تم سے قطع تعلق کرنے کے لئے آرہا ہے۔ ہوشیار ہو۔ میری پیٹھ پیچھے بیٹھ جانا۔ ایسا نہ ہو کہ شوق الٰہی کے سبب تمہارے حق میں کوئی مشرعی کلمہ زبان سے نکال بیٹھے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اتنے میں آپ بھی جا پہنچے آپ کی والدہ ماجدہ نے پوچھا۔ کہو بیٹا اب کیسے آنا ہوا۔ آپ نے اصل مدعا عرض کیا۔ تو والدہ محترمہ نے فرمایا۔ سُنو بیٹا! جو حقوق عورتوں کی طرف سے تمہارے ذمے ہیں۔ مثلاً خرچ وغیرہ وہ سب برائے خدا تمہیں بخشتی ہیں۔ تم ان کے حقوق ادا کرنے سے فارغ ہو۔ اللہ تعالےٰ کے حقوق ادا کرو۔ اور تمہارے حقوق جو ان کے ذمے ہیں۔ وہ بدستور قائم رہیں گے۔ اگر تم حق کو حاصل کر کے آگئے تو بہتر ورنہ تمہیں ان کے حقوق ادا کرنے کے لئے آنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ آپ میں شرع کی حمایت بدرجہ کمال پائی جاتی تھی۔ اس لئے والدہ صاحبہ کے کلمات نے آپ پر پُورا پُورا اثر کیا۔ اپنی مستورات کی زبان سے حقوق مذکور کی معافی قبول کر کے پھر حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ جب حضرت شاہ صاحب نے ماجرا سُنا۔ تو جائز قرار دیا۔ اور نظر کاملہ سے توجہ فرمائی۔ واردات کے القا کے بعد حصول مراد کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے عرض کیا۔ یا شیخ! جو مقامات مجھے آج منکشف ہوئے۔ ان سے تو میں اپنے گہوارے ہی میں گذر چکا تھا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ صاحب کے دل میں خیال گذرا کہ اس بات کی آزمائش کرنی چاہیئے۔ چنانچہ امتحان کے طور پر آپ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی نظر مبارک سے غائب ہو گئے۔ حضرت سلطان العارفین بھی آپ کے پیچھے اڑے۔ حتیٰ کہ ایک ملک کے ایک جنگل کے کونے میں شاہ صاحب کو اس صورت میں پایا۔ کہ ایک بوڑھا آدمی بیلوں کی جوڑی لئے ہل چلا رہا ہے۔ حضرت سلطان العارفین نے ایک کمبل پہنے ہاتھ میں گھنڈی لئے خرقہ پوشوں کی طرح حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ بابا آپ کیوں تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ آپ آرام کریں۔ مَیں ہی آپ کی جگہ ہل چلاؤں گا۔ یہ سُن کر حضرت

شاہ صاحب اپنی اصلی صورت میں آئے۔ اور حضرت سلطان العارفین بھی۔ پھر دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چل دیئے۔ پھر حضرت شاہ صاحب نظر سے غائب ہو گئے۔ حضرت سلطان بھی آپ کے پیچھے گم ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہندوؤں کے ایک شہر میں شاہ صاحب کو دیکھا کہ ایک بوڑھے برہمن کی صورت میں ہاتھ میں زعفران وغیرہ رنگ سے بھرا ہوا ایک برتن لیکر بازار کے ہندوؤں کے تلک لگا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت سلطان العارفین بھی ایک ہندو جوان کی صورت میں ہو کر ایک دکان پر بیٹھ گئے۔ جب حضرت شاہ صاحب وہاں سے گذرے تو حضرت سلطان العارفین نے عرض کیا۔ بابا! میری پیشانی پر بھی تلک لگاتے جانا۔ حضرت شاہ صاحب حال سے واقف ہو کر اصلی حالت پر آ لئے۔ اور حضرت سلطان العارفین کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہوئے۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت شاہ صاحب نظر سے غائب ہو گئے۔ تو حضرت سلطان العارفین بدستور پیچھے ہو لئے۔ تلاش کے بعد آپ کو ایک اسلامی شہر کے ایک گوشے میں ایک غیر مشہور مسجد کے اندر بچوں کو قرآن شریف کے قاعدہ کی تعلیم دیتے ہوئے دیکھا حضرت سلطان العارفین بھی ایک خورد سالہ بچے کی شکل میں قاعدہ ہاتھ میں لئے ہوئے جا حاضر خدمت ہوئے۔ جب تین مرتبہ اچھی طرح امتحان کر چکے تو حضرت شاہ صاحب آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مسکن بغداد میں آ لئے۔ اور حضرت سلطان العارفین کو فرمایا۔ کہ اے درویش! جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے امکان سے باہر ہے۔ البتہ ہم تمہاری رہنمائی کرتے ہیں۔ اور جہاں تمہارا نصیبہ ہے ہم بتائے دیتے ہیں وہاں سے اپنا نصیبہ لے لو۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے آپ کو ارشاد فرمایا۔ کہ تم میرے شیخ سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمٰن دہلوی قادری کی خدمت میں جاؤ۔ جو بظاہر شاہی منصب دار ہیں۔ جب حضرت سلطان العارفین دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ تو راستے میں ابدال اوتاد اور مجذوبوں سے ملاقات ہوئی جو خود بخود آ کر آپ سے ملاقات کرتے تھے +

فصل پنجم

دھلی کے سفر اور حضرت پیر سیّد عبدالرحمٰن دہلوی قادری کی خدمت سے مشرف ہونے اور تلقین پانے اور نعمت عظمیٰ حاصل کرنے کے بیان میں

منقول ہے۔ کہ جب سلطان العارفین قدس سرہٗ دہلی کی طرف جا رہے تھے۔ تو سلطان حمید بھکر والے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے، کا ایک خلیفہ مجذوب مست اور لاوبالی آپ کے پیچھے سے آیا اور اس نے ایک لکڑی سلطان حمید کی پشت پر ماری۔ جس سے سلطان حمید بیہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ مست دوسری لکڑی مارنا چاہتا تھا۔ کہ حضرت سلطان العارفین نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور فرمایا۔ صاحب ہم درویش اہل صحو اور اہل سنت والجماعت ہیں۔ بس کر۔ وہ مست باز آیا۔ اور چلا گیا +

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے توجہ کر کے سلطان حمید کو حالت سکر سے صحو میں لا کر روانہ ہوتے وقت فرمایا۔ اے حمید! اگر ہمیں خبر نہ ہوتی۔ اور وہ مست دوسری لکڑی مار بیٹھتا تو ہم بھی مستی سے ہوش میں نہ لا سکتے +

حضرت سلطان العارفین حق کی تلاش میں ففروا الی اللہ کے مطابق دہلی کے پاس آ پہنچے اِدھر سے سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمٰن دہلوی قدس سرہٗ نے ایک درویش کو بھیجا کہ فلاں رستے ایک اس شکل وصورت کا درویش آ رہا ہے۔ اُسے فوراً ہمارے پاس لاؤ۔ حضرت سلطان العارفین اس بدرقہ کی رہنمائی سے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت سید السادات پیر صاحب آپ کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے +

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل قال

ایکہ تیرا دیدار ہر سوال کا جواب ہے۔ تجھ سے بغیر کسی قیل قال کے مشکل حل ہوتی ہے +

پس آپ نے مرشد کامل سے اپنا ازلی نصیبہ ایک قدم میں ایک ہی دم میں پالیا۔ جو چاہتے تھے۔ مل گیا۔ اسی وقت آپ کو رخصت کیا گیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپ الستی فیض سے مستفیض۔ نعمت سے پُر۔ اور فیض رسانی کے جذبات سے لبریز تھے۔ دہلی کے بازاروں میں گشت کرنے لگے۔ اور ہر خاص عام پر توجہ کرنے لگے۔ جس کا خاص اثر ہوا۔ اور خلق خدا عام فیض حاصل کرنے لگی۔ اور خلقت کا اس قدر انبوہ ہوگیا۔ کہ رستے بند ہوگئے۔ شہر میں غل سا مچ گیا۔ درویشوں نے یہ ماجرا حضرت سید السادات پیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ ایک ولی اللہ دہلی کے بازاروں میں پھرتا ہے۔ اور خلق خدا کو عام توجہ سے جذباتِ الٰہی میں لایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاکر دریافت کرو کہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور کس خاندان اور سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ درویشوں نے جاکر دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور آکر عرض کیا۔ کہ یہ وہی درویش ہے۔ جسے آپ نے آج تلقین فرمایا تھا۔ آپ سن کر ملول ہوئے اور فرمایا۔ اس درویش کو فوراً یہاں لاؤ۔ جب حضرت سلطان العارفین پیر صاحب کی خدمت میں لائے گئے تو پیر صاحب نے جھڑک کر فرمایا۔ کہ اے درویش! ہم نے تجھے یہ خاص نعمت عنایت کی اور تو نے عام کردی۔ عرض کیا سیدی! جب بڑھیا عورت روٹی پکانے کو توا بازار سے خریدتی ہے۔ تو اسے بجاکر دیکھتی ہے کہ کیسا کام دے گا۔ آیا درست ہے یا نہیں۔ اور جب ایک لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے۔ تو اسے کھینچکر دیکھتا ہے کہ اس میں لچک کافی ہے یا نہیں۔ سو میں نے جو آپ سے نعمتِ عظمیٰ حاصل کی۔ میں بھی اس کی آزمائش کرتا تھا۔ کہ مجھے آپ سے کس قدر نعمت عطا ہوئی۔ اور اس کی ماہیت کیا ہے +

پس جس طرح حضرت سید المرسلین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور سے مجھے حکم ہوا تھا۔ کہ خلق خدا سے ہمت کر اسی طرح آپ نے بھی حکم دیا تھا۔ کہ اسے آزماؤ اور فیض کو عام کردو۔ انشاء اللہ قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہوگی۔ آپ نے اپنے مرشد کامل پیر عبدالرحمٰن سے اس وقت اور تازہ مہربانے اور بے اندازہ ارشاد حاصل کیا۔ اور رخصت پائی۔ چونکہ فیض رسانی کے جذبات بدرجہ غایت تھے۔ اس لئے آپ پھر بازار میں آئے وقت جمعہ کا وقت تھا۔ اور اورنگ زیب بادشاہ ارکان دولت سمیت نماز کے ادا کرنے میں مشغول تھا۔ اس مسجد میں اس قدر بھیڑ تھی۔ کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اس لئے حضرت

سلطان العارفین قدس سرہٗ سب سے پیچھے جہاں جوتیاں رکھتے ہیں۔ کھڑے ہوئے۔ اور جب آپ نے توجہ کی۔ تو تمام مسجد میں شور اور وجد ہو گیا۔ یہاں تک کہ صرف تین آدمی یعنی اورنگ زیب بادشاہ۔ قاضی اور کوتوال جذبہ کی تاثیر اور نگاہ کے اثر سے غیر مؤثر اور محجوب رہے۔ انہوں نے دست بستہ آکر عرض کیا۔ کہ ولی اللہ۔ مرد خدا! ہمارا کیا گناہ اور ہماری کیا تقصیر کہ ہمیں اس نعمت سے محروم رکھا۔ اور توجہ نہ دی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم نے تو توجہ یکساں کی تھی۔ تم پر اس واسطے اثر نہیں ہؤا۔ کہ تمہارے دل سخت تھے۔ انہوں نے پھر دست بستہ ہو کر فیض کے لئے التجا کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے یہ شرائط ہیں کہ تم اور تمہاری اولاد ہماری اولاد اور پس ماندوں کے لئے دنیاوی مال و متاع کی مروت نہ کریں۔ اور ہمارے مکان پر نہ آئیں۔ تاکہ تمہارے دنیاوی اموال کے سبب ہمارے عیال و اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں۔ اور گمراہ نہ ہو جائیں۔ آپ نے اورنگ زیب سے یہ اقرار لے کر ان پر توجہ کی اور خاص فیض تک پہنچایا۔ اور بعد ازاں وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا۔ اورنگ زیب نے آپ سے یادگار کے لئے التجا کی۔ تو آپ نے وہیں کھڑے کھڑے کتاب اورنگ زیب شاہی تالیف فرمائی۔ جسے شاہی محرروں نے اسی وقت لکھ لیا۔ اور اس ارشاد نامہ کو بطور یادگار رکھا۔ آپ اسی وقت لوٹ آئے +

اس اثناء میں ایک دفعہ آپ شاہراہ پر لیٹے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں ہندو سنیاسیوں کا ایک گروہ وہاں سے گذرا۔ آپ بدستور لیٹے رہے۔ ان میں سے ایک نے بطور حقارت آپ کو پاؤں کی ٹھوکر سے اُٹھا کر کہا کہ ہمیں رستہ بتلاؤ۔ آپ نے اُٹھتے ہی فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہ سنیاسیوں کا سارا گروہ کلمہ طیبہ کی ایک ضرب اور آپ کی نظر مبارک کے جذبہ سے مشرف بہ اسلام ہؤا۔ اور اولیاء اللہ کا ایک گروہ بن گیا۔ اور یہ مشہور ہو گیا۔ کہ وہ سب کے سب ابدال ہو گئے۔ اور ان کی حالت اس

مصرعہ
گم قبر گم جثہ گم نام ونشاں

کے مطابق ہو گئی۔ جو آنحضرت بعض طالبان حق کے احوال میں فرماتے ہیں۔ اور یہ مناقب بہت مشہور ہیں۔ اور اپنے بزرگوں کی زبانی سینہ بسینہ سنتے آئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب +

ان حالات سے تیس سال پہلے بھی آپ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کے حکم حضرت محمد رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کی اجازت اور سرفرازی سے ہزار طالب اللہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ اور آپ کی تصنیفات سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں تیس سال مرشد کی طلب میں پھرتا رہا۔ اور کئی سال طالب اللہ کی طلب میں بسر ہوئے +

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تیس سال بعد مجھے کامل مرشد ملا۔ اور اب مدت ہوگئی ہے۔ کہ میں سچے طالب کی تلاش میں ہوں۔ یعنی جیسا صدق طلب کا حق ہے۔ میں نے نہیں پایا اور یہ ظاہر ہے۔ کہ طالب حق کے صدق کی کوئی حد نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ذات الٰہی کے عشق میں نہایت کامل تھے۔ چنانچہ ذات حق کے انوار تجلیات کی شمع پر پروانہ کی طرح جلے۔ بلکہ سمندر کے کیڑے کی طرح عین انوار کی آگ میں رہے۔ لیکن پھر بھی آنحضرت کو علم باطنی کا اُستاد مقرر کرنے کا حکم بارگاہ الٰہی سے ہوا۔ اور مجمع البحرین میں حق کی رہبری اور ہدایت کے بموجب حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں آکر شاگرد بنے۔ اور حصول علم سے مشرف ہوئے۔ اور تین روز حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں رہے اور ان کے ساتھی بنے اور آخر کار جب خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں علوم باطنی کے فیضان حاصل کرنے کی استعداد اور قابلیت نہیں۔ تو اُن سے جدائی اختیار کی۔ چنانچہ یہ سارا قصہ سورہ کہف میں لکھا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے کئی سال سے سچا طالب نہیں ملا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی +

باب سوم

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کے ازدواج اور فرزندوں۔ زندگی بسر کرنے اور آپ کے حلیہ مبارک کے بیان میں۔

فصل اوّل

آنحضرت کے ازواج کے بیان میں

واضح رہے کہ آنحضرت قدس سرہٗ کی منکوحہ بیویاں چار تھیں:۔
ایک حضرت مخدوم برہان علیہ الرحمۃ لنگر مخدوم والہ کے خاندان سے تھیں۔ یہ حضرت مخدوم حضرت غوث الملک شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین ابوبکر زکریا کے خلیفہ صاحب ارشاد و مقامات عالی تھے +

دوسری اپنے ہی کفو یعنی قوم اعوان سے تھیں +

تیسری بھی اپنے قریبی رشتہ داروں سے تھیں +

چوتھی ملتان کے ہندو ساہوکار کے خاندان سے تھیں۔ جو حضرت غوث الملک شیخ بہاؤ الدین محمد ابوبکر زکریا قدس سرہٗ کی قبر پر سواری کرنے سے حکم الٰہی سے بطور کرامت عنایت ہوئی تھی۔ چنانچہ اس کی مفصل کیفیت دوسرے باب میں بیان ہو چکی ہے +

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حبب الیّ من الدنیا ثلثۃ الطیب والنساء وقرت عینی فی الصلوٰۃ۔ مجھے تین چیزوں سے انس ہے۔ یعنی ان تین سے محبت کرنا میری سرشت میں داخل ہے۔ اول خوشبو۔ دوسرے عورت منکوحہ۔ تیسرے نماز۔ اور میری آنکھوں کو نماز میں ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ یہ محبت اور دوستی کا اعلیٰ درجہ ہے۔ یعنی حبیب محبوب سے ملتا ہے تو اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنکھ اور دل کا مزاج بہت گرم ہے۔ اور ان میں حرارت بدرجہ کمال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کارکنان قدرت نے آنکھ کو پانی سے بھرے ہوئے چشمخانہ میں رکھا ہے۔ نیز آنکھیں سرد ہوا کا احساس کرتی ہیں۔ اور جب سرد پانی آنکھوں پر ڈالا جاتا ہے۔ تو انھیں فرحت اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ دل کو پھیپھڑے کا پنکھا عنایت کیا ہے۔ جو ہر وقت دل کو تازہ ہوا پہنچاتا رہتا ہے۔ منہ، ناک اور مسام کے رستے اکثر شریانیں سرد اور تازہ بتازہ ہوا دل کو پہنچاتی ہیں۔ دل بھی آنکھ کی طرح ہر وقت پانی میں غوطہ لگاتا ہے۔ دل کی گرمی سے سینہ گرم رہتا ہے۔

اور سینہ کے سرد ی مساموں کی راہ دل پر پہنچتی ہے۔ کیونکہ سینے کی احشاء دل کی مجاور اور اس کا غلاف ہیں ✦

نیز حدیث میں ہے۔ کثرۃ النکاح من سُنتی و من سُنن الانبیاء من قبلی بکثرت نکاح کرنا میرا اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا طریقہ ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نو سو بیویاں تھیں۔ اور سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی تین سو ساٹھ عورتیں تھیں ✦

انیس الواعظین میں نکاح کے باب میں لکھا ہے۔ کہ نکاح کرنا دنیاوی معاملہ نہیں بلکہ ایک دینی معاملہ ہے۔ کیونکہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی مرتضےٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ صحابہ کرام میں سب سے بڑھ کر زاہد تھے۔ لیکن پھر بھی زیادہ نکاح کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے ساتویں روز ایک اور نکاح کیا۔ اگر نکاح کرنا دنیاوی معاملہ شمار ہوتا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ کیونکہ آپ کو کسی دنیاوی مال و متاع سے رغبت نہ تھی۔ بلکہ نفرت تھی۔ آپ دنیاوی مال اسباب کو ترک کر دیا کرتے تھے ✦

چنانچہ امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ بادشاہی اور خلافت ترک کر کے اپنے نانا جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں معتکف ہوئے اور یہ واضح اور روشن ہے کہ آپ نے بہت نکاح کیے ✦

سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا دنیا میں شامل نہیں۔ کیونکہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی چار منکوحہ بیویاں اور ستّرہ لونڈیاں تھیں حالانکہ آنحضرت کرم اللہ وجہہٗ تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر زاہد تھے۔ یہ حالات مَیں نے انساب نامہ سے اور انساب نامہ والے نے نہج المجالس سے نقل کیے ہیں ✦

پس ثابت ہوا کہ بکثرت نکاح کرنا دین میں داخل ہے نہ دنیا میں۔ اگرچہ بظاہر اس شغل میں نفسانی حظ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی کا موجب ہے کیونکہ یہ اشرف المخلوقات یعنی انسان کی پیدائش کا سبب ہے۔ جس طرح فریضہ نماز باوجود وسوسوں اور خطرات کے ریا سے پاک ہے۔ اس میں ریا کی خواہش کا اثر نہیں اور ہرگز ہرگز ریا کا اس میں دخل نہیں۔ کیونکہ فقہ میں ہے کہ نماز فریضہ ریا سے پاک ہے ✦

اسی طرح اگرچہ کثرت نکاح سے نفس کو حظ حاصل ہوتا ہے لیکن اور ہر طرح سے ثواب

ہی ثواب ہے۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ عورت سے جماع کر کے انزال کے بعد بھی بدستور آغوش میں لینا اور ٹھیرنا نہایت ضروری اور مستحب ہے۔ بلکہ سنت ہے ٭

اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ماہ رمضان کا روزہ جماع سے افطار فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ مجھے اس حلال سے بڑھ کر افضل کوئی حلال معلوم نہیں ہوتا۔ میں اس سے روزہ افطار کرنا افضل جانتا ہوں۔ اور جہاں کہیں مسئلہ کا موقعہ ہوتا ہے۔ میں حتی الامکان اُسے بیان کرتا ہوں۔ اگر کوئی اعتراض تو اس کا یہ جواب کافی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔ جیسا کہ عرفات اور خانہ کعبہ میں ٹھیرنا ٭

پس اولیاء اللہ کے کام بہت اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اِن سے شریعت کی فضیلتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ اور طریقت کے درجے بھی۔ کیونکہ یہ لوگ حکم اور الہام کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے والسلام خیر الکلام ٭

فصل دوم

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کے بیان میں

واضح رہے۔ کہ حضرت سلطان العارفین کی اولاد تعداد میں آٹھ تھی :۔

اوّل حضرت سلطان العارفین نور محمدؐ قدس سرہٗ ٭

دوسرے شیخ سلطان ولی محمدؐ قدس سرہٗ ٭

تیسرے سلطان لطیف محمدؐ قدس سرہٗ

چوتھے حضرت شیخ سلطان صالح محمدؐ قدس سرہٗ ٭

پانچویں۔ حضرت شیخ سلطان اسحاق محمدؐ قدس سرہٗ ٭

چھٹے حضرت شیخ سلطان فتح محمدؐ قدس سرہٗ ٭

ساتویں حضرت شیخ سلطان شریف محمدؐ قدس سرہٗ ٭

آٹھویں۔ حضرت شیخ سلطان حیات محمدؐ قدس سرہٗ ٭

جو بچپن میں ہی دار فانی سے رخصت ہوئے۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ

نے اپنے تمام فرزندوں کو ظاہری علوم حاصل کرائے۔ جو کچھ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سُنا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ آٹھویں باب کی اس فصل میں مفصّل طور پر لکھوں گا۔ جس میں آنحضرت قدس سرہٗ کی بعض اولاد کے فضائل مندرج ہیں ۔

فصل سوم

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی زندگی بسر کرنے کے طریق میں

واضح رہے کہ اس سکین (مؤلف کتاب) نے جو کچھ اپنے بزرگوں کی زبانی سُنا۔ اور آنحضرت کی مؤلفہ کتابوں سے معلوم ہوا۔ اور قرب و جوار کے بزرگوں کی سرگذشت سے مفہوم ہوا۔ یا اور قرائن سے معلوم ہوا۔ ان سے قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا۔ کہ آپ نے روزی خاطر کوئی دنیاوی شغل کیا ہو۔ صرف اسی قدر ہوا کہ آپ نے کھیتی باڑی کے ارادہ سے صرف دو دفعہ دو دو بیل خرید کر کھیتی باڑی شروع کی۔ لیکن ابھی فصل پکنے نہ پائی تھی کہ اسی صورت میں چھوڑ آپ نکل جاتے۔ چنانچہ بیل بھی جو چاہتا لے جاتا۔ کسی کے سپرد نہ کرتے۔ اور جذبات الٰہی میں ادھر اُدھر کی سَیر کو نکل جاتے۔ آپ کے معہ عیال و اطفال اللہ تعالےٰ کا وصال ہوتا ہے ؎

اندروں از طعام خالی دار
تا دراں نور معرفت بینی

تو اپنا پیٹ کھانے سے خالی رکھ۔ تاکہ تو اس میں معرفت کا نور دیکھے۔

اگرچہ مغلیہ بادشاہوں کی طرف سے شاہ جہان کے عہد سے لے کر دریائے چناب کے کنارے ایک وسیع جاگیر صوبہ ملتان میں شور کوٹ کے پرگنہ کے متعلق جس میں ایک پختہ اینٹوں کا قلعہ بھی شامل تھا۔ اور جس میں کئی آباد کنوئیں جاری تھے۔ اور ہزارہا بیگھہ زمین بارانی شامل تھی۔ ملی ہوئی تھی ۔

ہم نے بزرگوں کی زبانی سُنا ہے۔ کہ پچاس ہزار بیگھہ سے زیادہ زمین اس جاگیر میں تھی۔

رجس کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے :-
شمالی حد ڈیرہ سارنگ خاں بلوچ مرڑانی - مشرقی حد ڈھوڑ کوٹ - جنوبی حد پر انا نوشہرہ مغربی حد ....
اب تک وہ جاگیر آنحضرت کے مزار کے سجادہ نشینوں کے قبضہ میں ہے - مذکورہ بالا جاگیر اپنے بزرگوں کی زبانی سُنی - اور موجودہ سندوں میں لکھی دیکھی - کہ قلعہ شاہ نگر پر انا کے دروازے پر جو گر چکا اور برباد ہو چکا ہے - آنحضرت کی جاگیر کے چند کنوئیں تھے -- جو سندوں کے بموجب اب سجادہ نشینوں کے کارخانہ میں موجود ہیں +
لیکن آنحضرت نے اپنی زندگی میں اس جاگیر کے متعلق پرواہ نہ کی - اور محض فقر محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اختیار کیا - اور تارک اور فارغ رہے - واللہ اعلم -
آپ کی زندگی میں جاگیر کی کیا حالت ہو گی جبکہ آپ تارک اور فارغ تھے - آنحضرت کی مصنفہ کتابوں - اور ہندی اشعار کو دیکھنا چاہیئے - سبحان اللہ ! عقل باور نہیں کرتی - کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے سوا اور کوئی آپ سے ترک اور فقر سے افضل ہو آپ نے دنیاوی شغل اور مال و اسباب کو اپنے پر مطلق حرام کر دیا - اور ساری عمر فقر اور متابعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسر کر ڈالی - آپ کی وفات بھی اسی قلعہ جاگیر میں ہوئی - جو دریائے چناب کے مغربی کنارے پر ہے - جس کا مفصل ذکر انشاء اللہ مقبرا ولی العین کے بیان میں کیا جائے گا - مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کے فرزندوں نے کیا مشغلہ رکھا - لیکن جس قدر تحقیق سے معلوم ہُوا ہے - وہ آپ کی اولاد کے ذکر میں بیان کیا جائے گا +
آپ کی حسب ذیل کرامت بہت مشہور اور صحیح ہے اور جو سینہ بسینہ اور روایت بروایت اپنے بزرگوں کی زبانی میرے مرشد ولی نعمت میرے والد بزرگوار نے سُنی اور اُن سے میں نے سُنی - کرامت یہ ہے - کہ

جن دنوں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ شورکوٹ کے قرب وجوار میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے - ایک خاندانی سفید پوش نے مفلسی سے تنگ آکر کسی بزرگ کی خدمت میں اپنی حالت عرض کی - کہ اب میری سفید پوشی رہ گئی ہے - مفلسی حد سے گذر گئی ہے - اب تو فقر و فاقہ میں بسر ہوتی ہے - قرض خواہوں کا دروازے پر جمگھٹا رہتا ہے - اور عیال و اطفال کی شادی اور کار خیر مفلسی کے سبب ملتوی رہے ہیں - باہر سفید پوشی ہے - اور اندر

خاک بھی نہیں۔ مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا ہوں۔ کیونکہ مردانِ خدا کی دعا بغیر یہ مشکل آسان نہیں ہو سکتی۔ اور میری کار براری نہیں ہو سکتی۔ اور میں مفلسی کے بھنور سے نکل نہیں سکتا اس مردِ خدا نے اس سفید پوش کو خوشخبری دی کہ ایسا مردِ مکمل اور مشکل کشائے کامل حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ دریائے چناب کے کنارے قصبہ شورکوٹ میں ہے۔ تمہاری یہ مشکل ان کی دعا سے حل ہوگی۔ وہ سفید پوش اپنے رفیقوں اور نوکروں چاکروں سمیت منزل بمنزل قصبہ شورکوٹ میں آیا۔ اور پوچھتا پوچھتا حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ کو ہل چلاتے ہوئے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اَور لَوٹا۔ اور اپنے سفر کی محنت کا غم کیا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ کہ میں افلاس اور فقر کا مارا پریشان اور حیران امداد کی اُمید پر یہاں آیا تھا۔ سو جو شخص خود مفلسی میں گرفتار ہے اور ہل چلا رہا ہے۔ وہ میری مدد کیا کرے گا ابھی لوٹا ہی تھا۔ کہ حضرت سلطان باہو نے اُسے آواز دی کہ اے فلاں سید فلاں ملک سے اس قدر فاصلہ طے کرکے آیا ہے۔ اور سفر کی سختیاں سہی ہیں۔ تو ہم سے ملاقات کئے بغیر کیوں جا رہا ہے۔ یہ سُنکر اُس سفید پوش کے دل کی کلی کھل گئی۔ اور دل میں کہنے لگا۔ کہ خیر کام کا بننا تو اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کا اتنا شکر ہے کہ مجھے مردِ خدا تو کامل ملا ہے۔ اسی وقت لوٹا اور گھوڑے سے اُترا آداب بجا لایا۔ اور دست بستہ ہو کر اپنا حال زار عرض کیا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تھوڑی دیر میرا ہل چلاؤ۔ میں پیشاب کر لوں۔ اس سید مرد نے ہل چلانا شروع کیا۔ اور آپ جب پیشاب کرکے آکر کھڑے ہوئے۔ تو ڈھیلے سے بَول کی طہارت کی تھی۔ فارغ ہو کر اسی کھیت میں جس میں ہل چل رہے تھے۔ دے مارا۔ جس کے مارتے ہی اس کھیت کے ڈھیلے اور مٹی سونا ہو گئے۔ آپ نے اس سفید پوش سید کو فرمایا۔ کہ اپنی حاجت کے مطابق یہاں سے سونا اُٹھا لو۔ اس نے گھوڑے اور ساتھیوں کو خالص سونے سے لاد لیا۔ اور لوٹا۔ اور یہ ہندی شعر بھی اس کی زبان کا ہے

نظر جنہاں دی کیمیا سونا کردے وٹ
قوم اُتّے موقوف نہیں کیا سید کیا جٹ

یعنی جن لوگوں کی نگاہ کیمیا ہے اور اکسیر کی خاصیت رکھتی ہے۔ وہ ایک ہی نگاہ سے مٹی کو خالص سونا بنا دیتے ہیں۔ یہ ذاتِ الٰہی کا فیض ہے۔ خواہ سید ہو یا جٹ ✣

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے جو اس سفید پوش کا نام لے کر پکارا۔ اس کی وجہ

یہ ہے۔ کہ اولیاء اللہ جب حاجت مندوں اور محتاجوں پر فیض کرنا چاہتے ہیں۔ تو ایسا کرنے سے کم یقین آدمیوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اور ان میں ایک گونا اعتقاد پیدا کرتے ہیں۔ اور پھر انہیں بامراد کرتے ہیں۔ جب اولیاء اللہ کو حکم ہوتا ہے کہ تم عوام کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاؤ یا فیض پہنچاؤ۔ تو وہ ان کی اعتقاد بخشی کی ضرورت کے مطابق ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی خاطر اور انہیں فیض پہنچانے کے واسطے ایسا کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا سُنتِ نبویؐ ہے ورنہ جو لوگ ہر وقت دیدارِ الٰہی کے مست ہیں۔ اور دریائے وحدت میں مستغرق ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ عوام پر اپنا آپ ظاہر کریں اور انہیں کشف و کرامات دکھائیں۔ پس محض خلقت کو حق کی طرف بلانے کے واسطے غافل اور سنگ دلوں کو اپنی توجہ کے مقناطیس سے اپنی طرف کھینچکر توجہ کے سنگِ پارس اور نظر کی اکسیر سے ان کے وجود کے لوہے کو خالص سونا بناتے ہیں۔ یا ان کے قالبوں اور معاد کی قابلیت اور ان کی طلب کی استعداد کے موافق انہیں مطالب تک پہنچاتے ہیں۔ اور محض اسی ضرورت کے واسطے حکمِ الٰہی کے موافق محویت فی اللہ اور سیر فی الذات جیسے عالی مقامات سے نزول فرما کر اور مجبوراً ان اولیائی تحت قبائی لا تعرفھم غیری واقعی میرے اولیاء میرے قبا تلے ہیں انہیں میرا غیر نہیں پہچان سکتا، کے برقع اور پردہ سے نکل کر خلق اللہ کو فیض پہنچاتے ہیں ورنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ارواحِ مقدسہ اور ان کی ذات منبعِ فیوضات کو کیا ضرورت کہ دیدارِ خدا کے شوق اور دریائے وحدتِ الٰہی کے استغراق جیسے عالی مقامات سے نزول فرمائیں۔

فصل چہارم

حضرت سلطان العارفین سلطان باہُوؒ کے حلیہ منورہ کے بیان میں

اس بات کا یقین کرنا چاہیئے۔ کہ جو کچھ اس مسکین نے اپنے بزرگوں سے تحقیق کیا ہے۔ وہ بالکل سچ ہے۔ نیز اہلِ مراقبہ اور اہلِ کشف سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حضرت شیخ سلطان العارفین قدس سرہٗ کا سر مبارک متوسط درجے کا گول نہ بہت بڑا نہ چھوٹا تھا۔ اکثر

سر منڈوا ڈالتے۔ آپ کی پیشانی فراخ۔ آپ کی پلکیں اور بھویں بڑی بڑی موٹی اور چمکدار تھیں آنکھیں سیاہ اور سفیدی میں سُرخ رگیں بکثرت تھیں۔ بلکہ بہ سبب جلال مست تھیں۔ ناک مبارک بلند۔ رُخسارے پُرگوشت موزون نہ بالکل گول نہ بالکل لمبوترے متوسط درجے کے تھے۔ جناب کی ٹھوڑی نہ بہت لمبی تھی نہ بہت چھوٹی۔ جس سے چہرہ مبارک نہایت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی۔ تریسٹھ سال کی عمر میں آپ ڈاڑھی میں مہندی لگایا کرتے۔ مگر سارے بال سفید نہ تھے۔ گو ٹھیک معلوم نہیں کہ سفید بال زیادہ تھے۔ یا سیاہ۔ لیکن اغلب ہے کہ سیاہ زیادہ تھے۔ آپ کا سینہ مبارک جو انوار الٰہی کا مصدر تھا۔ فراخ اور خوبصورت تھا۔ بازو موٹے اور مضبوط اور آپ کا سارا بدن مبارک ایسا موزون تھا۔ کہ عاشق لوگ آپ کے جمال مبارک پر نگاہ جمائے رکھتے تھے۔ آپ کے دوست عرض کیا کرتے کہ آپ اپنا بدن مبارک ڈھانپ کر رکھا کریں۔ ایسا نہ ہو آپ کو نظر لگ جائے آپ کے سینہ مبارک اور اعضاء پر بال تھے۔ لیکن بہت زیادہ نہ تھے۔ بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔ آپ کے جسم مبارک کا گوشت نہ زیادہ تھا۔ نہ کم۔ جناب کی ہڈیاں گو موٹی تھیں۔ لیکن گوشت میں چھپی ہوئیں آپ کی انگلیاں قد کے مطابق ذرا لمبی تھیں۔ اور چہرہ مبارک کا رنگ سانولا تھا۔

باب چہارم

خلفاء اور مریدوں کو فیض عطا کرنے۔ سلوک۔ اشغال۔ اذکار۔ افکار اور مراقبات کے طریقوں کے بیان میں

فصل اوّل

خلیفہ نورنگ کھتران علیہ الرحمت کے ذکر میں

حضرت سلطان نورنگ کھتران کی فیض یابی کا حال باب سیر میں مفصل ہو چکا ہے صرف اس قدر باقی ہے۔ کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کی وفات کے بعد حضرت

سلطان نورنگ زندہ رہے اور خلقِ خدا کو بہت فیض پہنچایا۔ چنانچہ ان کا ایک خلیفہ حضرت سلطان سید شاہ مراد ہوئے ہیں۔ جن کا مزار شریف ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے گرد و نواح میں لونڈا نام گاؤں میں ہے۔ سید شاہ مراد سے ہزار ہا کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ اگر ان کرامات اور مناقب کو مفصل بیان کیا جائے۔ تو ایک الگ کتاب بن جائے اور پڑھنے والوں کے لئے ملال کا باعث ہو +

منقول ہے کہ حضرت سلطان مراد شاہ علیہ الرحمۃ بہت عرصہ اپنے مرشد کامل حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہے اور خدمت بجا لاتے رہے۔ یہاں تک کہ جو ڈھیلے اپنے مرشد کی عبادت کے واسطے تیار کرتے انہیں اپنے رخساروں پر ملکر صاف کرتے۔ جس کے سبب آپ کی دونوں طرف کی ریش مبارک کے بال حتیٰ کہ کھال بھی گھس گئی تھی۔

حضرت شاہ مراد علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک پر ہزارہا سائل اور زائر معتکف ہو کر بہرہ مند ہوتے ہیں۔ آپ کا روضہ مبارک ایک منور اور پاک مقام پر ہے +

الغرض اس مسکین (مؤلف کتاب) کو جوانی کے دنوں میں اس ملک میں سفر کا اتفاق ہوا۔ جس میں سخت خطرہ تھا۔ اس دن میں روزے سے تھا۔ اور موسم گرمی کا تھا۔ اور وہ ملک بھی دامن کوہ میں سخت گرم تھا۔ اسی دن مجھے دوپہر کے وقت آپ کے مزار مبارک پر جانے کا اتفاق ہوا۔ میں فاتحہ پڑھ کر خانقاہ کے باہر بشارت کے اشارہ کی امید اور التماس میں خواب کے ارادہ سے لیٹ گیا۔ چونکہ بسبب روزہ اور گرمی سخت پیاس تھی۔ اس لئے نیند تو نہ آئی صرف آنکھیں بند کر کے پڑا رہا۔ کہ حضرت شاہ مراد علیہ الرحمۃ ہمارے گھر کے معتبر آدمی کی صورت میں نمودار ہوئے۔ جو گویا ابھی ابھی گھر سے آیا ہے۔ جن باتوں کی مجھے فکر تھی ایک ایک اس سے پوچھی۔ اس نے ہر ایک بات کا جواب تسلی بخش دیا۔ اور گھر اور وطن کے تمام حالات جس طرح گذرے تھے مفصل بیان کئے۔ جس سے مجھے پورا پورا اطمینان ہو گیا۔ اور اس سفر میں جن جن باتوں کا ڈر تھا۔ وہ سب ایک ایک کر کے مجھے بتائیں۔ حتیٰ کہ اس سارے سفر کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ آخر میں یہ بھی بتایا۔ کہ خوف امن سے بدل جائے گا۔ وہ ڈر اور رُعب جو مجھ پر طاری تھا۔ جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ ملک یاغستان کے سفر میں اس مسکین کو فتح ہوگی۔ اس سے میرا خوف بالکل جاتا رہا۔ اور جب میں یاغستان پہنچا۔ تو وہاں کے بڑے بڑے آدمی مطیع اور فرمانبردار ہو گئے +

حضرت شاہ مراد قدس سرہ کے خلیفہ بھی تھے۔ مثلاً حضرت شیخ علی محمد قریشی نویں ڈیرہ والا اور حضرت مرتضٰے شاہ کھریانوالہ۔ اور حضرت پیر خیر شاہ لسکانوالہ۔ جن کا مزار شریف سید السادات حضرت مخدوم حامد المعروف پیر محمد راجن حسینی البخاری قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے پہلو میں ہے۔ پیر خیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ منورہ ہے۔ جس کا ذکر انشاء اللہ دسویں باب میں مفصل لکھا جائے گا +

حضرت سلطان نورنگ کے ایک فرزند سلطان الہ داد خاں ہیں۔ جن کا مزار ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے قریب جنگل میں گڑھ حبیب کورائی کے پاس مغرب کی طرف واقع ہے۔ آپ صاحب تجرید و تفرید اور صاحب جلال تھے۔ آپ کی خانقاہ پر بہت سائل اور حاجت مند لوگ آتے ہیں۔ اور ان کی روحانیت سے جواب باصواب حاصل کر کے فیض اٹھاتے ہیں۔ حضرت سلطان نورنگ کی اولاد میں سے کوئی نہیں رہا۔ صرف دو تین مستورات کی میں نے زیارت کی ہے۔ جو صاحب یمن و برکت ہیں۔ وہ مستورات اب سادات عظام کی منکوحہ ہیں۔ ان کی مستورات کی اولاد میں سے میں نے لڑکا (حضرت سلطان نورنگ کے دہتے) دیکھے ہیں جن میں سے ایک کا نام شاہنواز اور دوسرے کا نام کوڑو شاہ ہے۔ دونوں ہی صاحب یمن و ہدایت ہیں۔ برکات کے اثر ان کی پیشانیوں میں موجود تھے۔ اور ان کے دلوں میں شوق الٰہی غالب تھا +

علاوہ ازیں ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں قلعہ کے پاس سلطان احمد سٹھو کا مزار ہے۔ جس کی زیارت کے لئے سینکڑوں سائل آتے ہیں۔ اور ان کی روحانیت کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی سے مرادیں پاتے ہیں +

منقول ہے کہ آپ کا لقب سلطان سٹھو اس واسطے ہوا کہ آپ نے ساٹھ آدمیوں کو اپنی نظر اکسیر سے خدارسیدہ بنا دیا +

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ یہی حضرت سلطان احمد علیہ الرحمۃ فیض حاصل کرنے کی خاطر جنوبی ممالک کی سیر کو نکلے اور حضرت سید عثمان مروندی لعل شہباز قدس سرہٗ کے مزار پر بطریق دعوت قبر پر سوار ہوئے۔ تو جناب ممدوح نے اس بات سے ناراض ہو کر سہوان شریف میں آپ سے ساری نعمت سلب کر لی۔ حتیٰ کہ حواس بھی سلب کر لئے۔ اس وقت حضرت سلطان احمد نے حضرت سلطان العارفین۔ قطب الکاملین۔ ہادئے سالکین۔ مرشد طالبین۔ فنا فی اللہ

بقائی ہو۔عین ذات ہو۔مولانا شیخ الشیوخ بندگی حضرت شیخ سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں فریاد کی اور مدد طلب کی۔ اسی وقت حضرت سلطان العارفین نے باطن میں آپ کی مدد کے لئے تشریف فرما ہو کر حضرت سید عثمان کی جناب فیض مآب سے پہلے سے ساٹھ گنی نعمت عطا کروائی۔ پھر آپ صحیح و سالم اپنے وطن کی طرف لوٹے اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے قریب سکونت اختیار کی۔ واللہ اعلم بالصواب +

یہ عجیب و غریب نقل ہے کہ حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمت کی یہ عادت تھی۔ کہ آپ ہر روز جب مراقبہ کے لئے سر جھکاتے تو طالب اور مرید آپ کے گرد اگرد احلقہ میں بیٹھتے جب آپ مراقبے سے سر اٹھاتے تو طالبوں اور مریدوں پر توجہ کرتے۔ اس توجہ کے اثر سے وہ صاحب احوال و کشف ہو جاتے۔ اور ذات خدا کا نور ان کے سینوں میں چمکتا۔ اور انہیں وجد اور جذبات الٰہی حاصل ہوتے۔

اسی طرح حسب معمول ایک روز حضرت سلطان نورنگ جذبہ احوال میں اچانک اُٹھے اور جنگل میں چلے گئے۔ اور وہاں جا کر مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ جب سر اُٹھایا۔ تو کوئی مرید نہ پایا۔ ناچار شکر الٰہی کے جذبات آپ پر غالب آئے۔ اور اسم اللہ ذات کے جذبہ کا دریا لہریں مارنے لگا۔ ایک کتا جو آپ سے مانوس تھا۔ گاؤں سے آپ کے پیچھے چلا گیا۔ وہ اس وقت موجود تھا۔ اِس واسطے مجبوراً۔ اس پر توجہ کی۔ توجہ کرتے ہی اس کتے میں جذبہ پیدا ہو گیا۔ وہ کتا جس طرف جاتا تھا۔ شہر اور گاؤں کے کتے اس کے پیچھے ہو لیتے تھے اور ٹکڑے مانگ کر اس کے سامنے لا رکھتے تھے۔ اور جہاں بیٹھتا تھا۔ باقی کتے اس کے گرد حلقہ میں بیٹھتے۔ جب سلطان العارفین سلطان باہو کو نور باطنی سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ سلطان نورنگ نے کتے پر توجہ کی ہے تو ناراض ہو کر ان سے نعمت سلب کرنی چاہی۔ حضرت سلطان نورنگ بھاگ کر حضرت سید المرسلین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دامن میں جا لٹکے۔ جب حضرت سلطان العارفین ان کے تعاقب میں وہاں پہنچے۔ تو حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سلطان باہو اسے معاف کرو۔ اس میں جذبات کا جوش اس قدر تھا۔ کہ اگر یہ ایسا نہ کرتا۔ تو شاید اس کا سینہ پھٹ جاتا اور اس کا پتہ پھٹ جاتا۔ آئندہ یہ خیال رکھے گا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے حضرت سلطان نورنگ کو معاف کر دیا۔ اور لوٹ آئے۔ تمام ملک اور مشائخ وقت میں یہ

بات مشہور ہوگئی - اب ہم صرف ایک عجیب واقعہ کا بیان کر کے ختم کرتے ہیں ؎

سگِ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند روز نیک آدمیوں کی صحبت میں گذارے - اس لئے وہ بلحاظ خصلت آدمی ہوگیا +

رُباعی

بہتر از سگ مے ندانم خویش را بر در گہت
بلکہ شرمندہ ترم ہم از سگانِ کوئے تو

تیری درگاہ میں میں اپنے آپ کو کتے سے اچھا نہیں جانتا - بلکہ تیری گلی کے کتوں سے بھی میں شرمندہ ہوں ؎

مدعائے ہر دو عالم اندریں دارم بدل
کہ بہ بینم دائمائی جلوہ پاک روئے تو

دونوں جہان میں میرا دلی مدعا یہ ہے کہ میں ہمیشہ تیرے پاک چہرے کا جلوہ دیکھوں +

ہم نے طالبان راہ خدا سے سُنا ہے - کہ حضرت سلطان نورنگ قدس سرہٗ کی یہ عادت تھی - کہ کئی نئے طالبوں کو ہر روز آپ حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر کرتے +

کہتے ہیں کہ حسب ذیل اشعار حضرت نورنگ کے ہی ہیں ؎

عرض سازم پیش باہو شیخ باہو آیدم
ہست باہو چونکہ باہو شیخ باہو بایدم

وصل فصل شیخ باہو داشتہ باہو مدار
عرض حالات جدائی نیز باہو شایدم

گوئی باسلطان باہو ربنا نعم الوکیل
تا کہ پائے عرش سائے خویش بر سایدم

بسکہ از اعمال زشتِ خویش در باشم گذشت
آں شہ رضوان چوں باغ بہشت آرایدم

درہماں ساعت رسم تا ظل عرش از ذل فرش
گر ہمایوں پر بافر ہما بکشایدم

از کفش گفش جمیلم کشف را باشد کفیل
زیں سرفرازی سر و پائے زسر پالایدم

بسپردہ ام ایمان و جاں من باتوا ے سلطانِ جاں
غرضے ست زاں غرض نہاں زاں ذوق شوق افزایدم

گفت منت شرم منت در دامنت جو خداوندی
گفت خودیکے گفتہ پالایدم

چوں پستہ می شو بستہ لب آمام باداش طلب
چوں سایۂ رب ہمچوں آب در سایہ آسایدم

چوں از راہش آگاہ شوم زاں بعد عبداللہ شوم

الحق بدید مست حق مستی زاید فزایدم

منقول ہے ۔ کہ حضرت سلطان نور محمدؒ موچی جن کا مزار شہر اسمٰعیل خاں کے مغرب میں حضرت سلطان احمد سنھو کے شمالی گورستان میں ہے ۔ حضرت سلطان نورنگ کے خلیفہ تھے ۔ آپ اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور صاحب عیال مرد تھے ۔ چنانچہ اب تک آپ کے خاندان کے اکثر مرد اور عورتیں نور خدا اور محبت و عشق الٰہی کے طالب ہیں ۔ کہتے ہیں ۔ کہ حضرت سلطان نور محمدؒ اپنے شیخ یعنی حضرت سلطان نورنگ کے غلبۂ اشتیاق سے ہر وقت روتے رہتے تھے ۔ ایک روز حضرت سلطان نورنگ آپ کے گھر میں تشریف فرما ہوئے ۔ تو آپ ان کے رو برو کھڑے ہو کر رو رہے تھے ۔ حضرت سلطان نورنگ نے آپ سے پوچھا ۔ کہ نور محمدؒ اب جبکہ مَیں تمہارے سامنے ہوں ۔ تم رو رہے ہو ۔ جب میں تمہارے سامنے نہیں ہوتا ۔ تو تمہاری حالت کیا ہوتی ہوگی ؟ عرض کیا جب میں آپ کی خدمت سے مہجور ہوتا ہوں ۔ تو میری آنکھوں سے بجائے پانی کے خون نکلتا ہے ۔ اور یہ مشہور ہے کہ واقعی آپ خون رویا کرتے تھے ۔ اور آپ آنکھوں کے نیچے روئی کے رفادے رکھا کرتے تھے +

منقول ہے کہ آپ کی زندگی میں ڈیرہ جات قوم بلوچ کے ماتحت تھا ۔ اس وقت ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا حاکم ہوت بلوچ تھا ۔ جو اپنی بدمستی کے سبب ایک لڑکے پر عاشق تھا ۔ جسے وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا ۔ اُسے نفس شیطانی نے اس درجہ بھکا دیا تھا ۔ کہ ایک روز ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے علماء کو بلا کر مواخذہ کیا ۔ کہ تم اس لڑکے سے میرا نکاح کرو ۔ تاکہ مَیں اس سے شادی کرلوں ۔ علماء نے آپس میں مشورہ کیا ۔ کہ حضرت سلطان نور محمد موچی کو جو فی زمانہ فاضلوں میں سے افضل اور بارگاہ الٰہی کے مقبول ہیں ۔ اس مصیبت میں شریک اور رفیق بنانا چاہیئے ۔ ممکن ہے کہ ان کی تشریف آوری کی برکت سے ہم اس ظالم کے مواخذہ کی بلا سے بچ جائیں ۔ اور اس ہلاکت کے بھنور سے سلامتی کے کنارے پر پہنچ جائیں +

چنانچہ اُن سب نے متفق ہو کر حاکم مذکور سے کہا ۔ کہ ہم سب حضرت سلطان نور محمدؒ موچی کے شاگرد ہیں ۔ اور ہم سب نے اُسے علم و فضل میں اپنا اُستاد مانا ہوا ہے ۔ ہم سب اسی کے خرمن کے خوشہ چین ہیں ۔ جب تک وہ اس نازک معاملہ میں فتویٰ اور رائے نہ دیں ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ حاکم مذکور چونکہ بدمست تھا ۔ اُس نے فوراً حضرت نور محمدؒ کو منگا مواخذہ کیا اور کہا ۔ کہ تم اس بارے میں حکم اور فتویٰ دو ۔ کہ میرا نکاح اس لڑکے سے

ہو جائے +

حضرت سلطان نور محمدؒ نے فرمایا۔ اے حاکم وقت! یہ تمام بیچارے علماء اس نازک مسئلہ کے فتوے سے عاجز ہیں۔ پہلے انہیں رہا کرو۔ پھر میں تم سے یہ مسئلہ بیان کروں گا۔ حاکم مذکور نے حکم دیا کہ ان تمام علماء کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یہی ایک سب کا اُستاد ہے۔ اس بارے یہی ایک کافی ہے۔ تمام عالم فاضل رہائی پاکر اپنے اپنے گھروں کے کونوں میں جا دبکے بعد ازاں حاکم نے جب حضرت سلطان نور محمدؒ سے فتویٰ طلب کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے حاکم بدست بلوچ! تجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر اب تک کسی مذہب وملت میں لڑکے کیساتھ مرد کا نکاح حلال یا جائز قرار نہیں دیا گیا۔ آج یہ شرع محمدی میں کیسے رائج ہو سکتا ہے۔ اور دین اسلام میں ایسا کرنا بڑے سے بڑا گناہ ہے +

جب حضرت سلطان نور محمدؒ علیہ الرحمۃ نے اس ظالم سے روبرو محاسبہ کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنے امن میں رکھا۔ چنانچہ حاکم مذکور نے حکم دیا۔ کہ اس فیلسوف کو سخت قید میں رکھو۔ اگر یہ فلاں دن اور فلاں وقت تک میری مرضی اور مراد کے موافق فتویٰ نہ دے گا تو میں اسے بڑی طرح عذاب دے کر سولی چڑھاؤں گا۔ سپاہیوں نے آپ کو لیجاکر کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ حضرت سلطان نور محمد موچی بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوئے۔ اور فریاد کی۔ اسی قید میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کی جناب میں ایک مدح استغاثہ واستمداد پنجابی زبان میں بنائی۔ جو ملک میں عام طور پر مشہور ہے اور بخوف طوالت اس کتاب میں درج نہیں کی گئی +

کہتے ہیں کہ اسی مقررہ میعاد کے اندر کابل کا بادشاہ اس حاکم مذکور پر ایسا سخت ناراض ہؤا۔ کہ بادشاہی چپڑاسی آکر اسی عرصہ میں اسے قید کرکے کابل لے گئے۔ جہاں وہ قید خانے ہی میں مرگیا جب وہ چپڑاسی ڈیرہ اسمٰعیل خان میں آئے۔ اور حضرت نور محمد کے احوال سے واقف ہوے۔ تو انہوں نے آپ کو فوراً رہا کر دیا۔ اس طرح آپ کو اس ظالم کے پنجے سے رہائی نصیب ہوئی۔ اور اس ولی اللہ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی +

فصل دوم

در ذکر احوالات میاں حسین روونہ یعنی رُونے والا

آپ حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ حضرت سلطان پہریا کے خلیفہ اور مرید ہیں۔آپ کا مزار نور محمد علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے احاطہ کے باہر جنوب مشرق کی طرف ایک سادہ سی قبر ہے۔

آپ کا لقب اس واسطے میاں روونہ ہوُا۔کہ ہر وقت عشق الٰہی کے جذبات کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔

ایک روز کا ذکر ہے۔کہ آپ دریائے سندھ کے مشرقی کنارہ پر کلور کوٹ کے نزدیک ایک گاؤں پپل نام میں اپنے سُنار مریدوں کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ایک سُنار عورت جو نابینا ہوگئی تھی۔عشا کے وقت ہاتھ میں عصا لئے ہوئے آپ کی خدمت حاضر ہو کر عرض کرنے لگی۔کہ اے مرشد کامل! میں بڑھاپے میں اندھا ہونے کے سبب محتاج ہوگئی ہوں میری حالت زار پر نظر عنایت فرمائیں۔کہ میں عاجز ہوگئی ہوں۔آپ نے رحم اور جذبہ میں آکر فرمایا کہ انشاء اللہ سوُرج نکلنے سے پہلے تمہاری آنکھوں میں نور پیدا ہو جائے گا یعنی سوُرج تمہاری آنکھوں میں نور لائے گا۔

جب معراج کی رات ہر شخص اپنے بستر پر آرام کئے ہوئے تھا۔وہ سُنار جو آپ کا مرید تھا۔تمام رات انتظار اور تشویش کے سبب سو نہ سکا۔بلکہ بے قرار ہو کر ہر گھڑی اپنی عورت کے پاس جاتا۔اور کہتا۔کہ مجھے اپنی حالت بتاؤ۔کہ ہمارے مرشد نے عام مجلس میں یہ لفظ فرمائے ہیں۔اللہ تعالےٰ ہمارے مرشد کی عزت درویشانہ نگاہ رکھے۔اور ہمیں سرخرد کرے۔عورت اسے تسلی دیتی تھی۔کہ میرے خاوند مجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے۔کہ میرے مرشد کا کہنا رائگاں نہیں جانے دیگا۔میرے دل کو پورا یقین ہے۔کہ میں صبح کو سُورج کی روشنی اِن آنکھوں سے دیکھوں گی۔اس کا خاوند کہتا تھا۔کہ ایسی باتیں نہ کر۔کوٹے میں چلی جا۔اور دروازہ بند کرلے۔واللہ اعلم خدا کو کیا منظور ہے۔اگر رات کو خلقت تیری آواز

سُن لے گی۔ تو صبح چاروں طرف سے ہمارے دیکھنے کو آئے گی۔ قدرت خدا سے جب افق کی سفیدی نے رات کے پردوں کو پھاڑا۔ تو اس عورت کی پیشانی میں دونوں ابروں کے اوپر کچھ کھجلاہٹ سی پیدا ہوئی۔ وہ پیشانی کو اپنے ہاتھ سے ملتی رہی۔ اور جب سورج کی ٹکیا نکلی تو اس کی آنکھوں میں بھی نور آگیا۔ یہ بات جہاں میں مشہور ہوگئی۔

اور جب یہ مسکین (مصنفؒ) اس ملک کی سَیر کو گیا۔ اور اس گاؤں میں جا نکلا۔ تو ایک دو دن انہیں سُناروں کے گھر رہا۔ اور ان کے نواسوں سے ملا۔ جو براہ ارادت میری خدمت میں حاضر رہے۔ اس بات کی تصدیق ان کی زبان سے بھی میں نے کی۔ انہوں نے آپکی ایک اور کرامت کا بھی ذکر کیا۔ اور وہ یہ کہ انہیں سُناروں کے خاندان میں ایک عورت کو فالج ہوا۔ جس کے سبب سے اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ چونکہ اس عورت نے آپ کی کرامت دیکھی تھی۔ اس لئے جب میاں حسین رووہ تشریف لائے تو وہ بھی حاضر خدمت ہو کر عرض گذار ہوئی۔ کہ حضرت میرا بازو خشک ہو گیا ہے۔ اور میں عاجز ہو گئی ہوں۔ آپ دُعا کریں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ میرے بازو کو درست کرے۔ آپ نے فرمایا کہ سوت کا تنے کا چرخہ لاؤ۔ جب لایا گیا۔ تو آپنے اس عورت کو فرمایا۔ کہ چرخہ کی ہتھی پھراؤ۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اُس نے اس مفلوج ہاتھ سے چرخہ کی ہتھی پھرائی۔ تو ہاتھ درست ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

آپ نے بہت طالب اللہ کو مرید کیا اور راہ خدا دکھائی۔ مَیں نے (مصنف کتاب) ابتدائے حال میں اس ملک کی سَیر کی۔ تو آپ کے نواسے میاں محمدؐ کی زیارت کی۔ جن کی عمر اس وقت سو سال بلکہ زیادہ ہو چکی تھی۔ وہ بہت صاحب احوال تھے۔ آپ کا چہرہ منور۔ جسم قوی۔ ہیئت عمدہ اور چاک چوبند تھے۔ گویا ضعف کا نام ونشان بلکہ نوجوانوں کی نسبت آپ کا جسم مبارک زیادہ قوی تھا۔ حالانکہ آپ کی خوراک صرف درویشانہ خشک روٹی تھی۔ چونکہ وہاں میاں حسین رووہ اور اور نیک آدمیوں اور مردان خدا کے مزار تھے۔ اور جا بجا اللہ تعالےٰ کے بندے پائے جاتے تھے۔ اس لئے میں چند روز ان کی خدمت میں رہا۔ آپ مجذوب سالک اور مرد مجرد تھے۔ میاں محمد حسین رووہ کا مزار شریف بلوٹ شریف کے جنوب اور دریائے سیحون کے مشرق کی طرف پہاڑ کی چوٹی پر کرڑی خسوران میں ہے۔ والسّلام +

فصل سوم

حضرت خلیفہ ملا معالی علیہ الرحمۃ سیبوی ڈھاڈہر والہ (ملک قندہار) کی فیضیابی کے احوال میں

ڈہاڈہر والا کوہ بلوچستان کے دامن ہے جہاں قوم مری آباد ہے۔ آپ کی قبر شریف ملک سیبوی مذکور میں شہر کوڑک کے نزدیک نہایت عالی خانقاہ اور ایک بڑا منور اور متبرک مزار ہے۔ جہاں لاکھوں کی تعداد میں زیارت کرنے والے آتے ہیں۔ اور مدد طلب کرتے ہیں۔ اور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ آپ کی اولاد میں اب بھی عشق الٰہی کا نور متجلی ہے۔ میں نے آپ کی اولاد میں سے خلیفہ خدا بخش سجادہ نشین دیکھا۔ یہ خلیفہ خدا بخش درویشوں کی جماعت کے ساتھ پا پیادہ سخت اور خوفناک پہاڑ کو طے کرتے ہوئے دیدار الٰہی کے مست و مشتاق میرے دادا صاحب حضرت سلطان العارفین باہو قدس سرہٗ کے دربار فیض آثار کی زیارت سے مشرف ہوئے اور فیض یاب ہو کر رخصت ہوئے۔ اور چند مرتبہ تن تنہا بھی جذبات عشق کے سبب اس دربار میں حاضر ہو کر فیض یاب اور بہرہ ور ہو کر رخصت ہوئے۔ آپ تارک الدنیا اور عجیب الاحوال درویش ہیں +

منقول ہے۔ کہ جب حضرت ملا معالی نے شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر تلقین کا شرف حاصل کیا۔ تو آپ کے ساتھ دو درویش یعنی ملا مصری اور عالم شاہ بھی تھے۔ ملا مصری کی خانقاہ خاص قصبہ ڈہاڈہر والہ میں اور عالم شاہ کی خانقاہ قندہار کے نواح میں ہے۔

کہتے ہیں کہ ملا معالی عرصہ دراز تک اِن دونوں درویشوں سمیت شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفین کے حضور فیض حاضر خدمت رہے۔ مدت بعد پورا پورا فیض حاصل کر کے اُن دونوں درویشوں سمیت رُخصت حاصل کی +

منقول ہے کہ رخصت کے وقت شیخ المشایخ حضرت سلطان العارفین مرشد مکمل نے آپ کو اس لقب سے سرفراز فرمایا۔ کہ ملا معالی درویشوں میں مثل کل ہے +

فصل چہارم

حضرت موسن شاہ گیلانی گھوٹکی والہ کی فیضیابی کے بیان میں

آپ نے اپنے شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفین کے حضور لامع النور سے شرف تلقین حاصل کیا۔ موضع گھوٹکی ملک سندھ جنوبی میں روہڑی شریف کے قریب واقع ہے۔ اب یہ گاؤں لو صاحبان کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی لو موسن شاہ۔ اس گاؤں میں حضرت سید موسن شاہ رہتے تھے۔ آپ کا مزار بھی یہیں مسجد معظم کے صحن کے گوشہ میں ہے۔ وہ مسجد بہت بڑی اور عالیشان وسیع عمارت ہے۔ جو قابل زیارت ہے۔

جب حضرت سید موسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فیض پایا۔ تو کمال درجے کا مرشد پیدا ہوا۔ شرع شریعت کی متابعت اور عبادت الٰہی کے اشغال میں مشغول رہتے تھے۔ اور لاکھوں کی تعداد میں خلق خدا اور گروہ در گروہ طالب اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور آپ سے ارشاد پا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے۔ اس لئے آپ نے ایک نہایت وسیع خانہ خدا یعنی مسجد اپنی زندگی میں بنوائی۔ جس کے ساٹھ ستون تھے۔ اسی مسجد میں پانچوں وقت نماز جمعہ کی نماز ادا کی جاتی اور وعظ اور ذکر اذکار الٰہی کے حلقہ کئے جاتے +

حضرت سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد میں یہ اعمال بحال رہے اور لنگر کا خرچ بے شمار تھا۔

القصہ شروع میں حضرت سید موسن شاہ کم سن اور یتیم تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ گھوٹکی میں رہا کرتی تھیں۔ ایک کلال شخص نے شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی فیض رسانی کا شہرہ سُن کر ملک پنجاب کا رُخ کیا۔ اور علاقہ ملتان کے شہر شورکوٹ میں جو حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کی جائے پیدائش اور جائے سکونت ہے۔ حضرت

سلطان العارفین کی خدمت میں جا پہنچا۔ اور فیض یاب ہو کر پھر گھوٹکی میں پہنچا۔ اس پر ہدایت کے آثار اور فیضان الٰہی کے انوار متجلی ہوئے۔ اور اس کے حالات اعلےٰ درجے کے ہو گئے خلقت اس کی طرف رجوع کرنے لگی۔ اور وہ بھی صاحب ارشاد شیخ ہو گیا ؎

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آیند

جہاں کہیں میٹھا چشمہ ہوتا ہے۔ لوگ۔ پرند اور چونٹیاں سب جمع ہو جاتے ہیں +

جب حضرت موسن شاہ علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ نے اس کلال شخص کے حالات اس طرح دیکھے تو اس کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔ کہ اب کی مرتبہ جب آپ اپنے شیخ یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خدمت میں جائیں۔ تو میرے لڑکے مسمی موسن شاہ کو بھی اپنے ساتھ اپنے پیر کی خدمت میں لے جائیں۔ اور ان کی خدمت میں مشرف کریں۔ اور اس عاجزہ کی طرف سے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں یہ عرض کریں۔ کہ ہم نے سُنا ہے۔ کہ آپ بہت تارک الدنیا ہیں۔ اور ہر ایک مرید اور طالب اللہ کو دنیا کے ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہم چونکہ از حد مسکین ہیں۔ اور فقر و فاقہ اور مسکینی کا بوجھ عمر بھر اُٹھاتے اُٹھاتے تنگ آ گئے ہیں۔ میرے اس بیٹے کو آپ دونوں نعمتیں عطا فرمائیں۔ یعنی دینی بھی اور دُنیوی بھی۔ کیونکہ ہم میں اب باقی عمر فاقہ کشی کی برداشت نہیں ہو سکتی۔ ہم پہلے ہی بہت کچھ سختیاں جھیل چکے ہیں۔ اور مصیبتیں اُٹھا چکے ہیں +

وہ درویش بزرگ سید موسن شاہ کو اپنے ساتھ حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں لایا۔ اور جو کچھ آپ کی والدہ نے عرض کر بھیجا تھا۔ عرض کیا۔ حضرت سلطان العارفین نے مرحمت فرما کر جواب میں فرمایا کہ سیّد موسن شاہ کی والدہ کو ہماری طرف سے کہنا۔ کہ انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک یہ دونوں نعمتیں تمہارے گھر میں رہیں گی۔ اور فرمایا یہ بچہ چھوٹی عمر کا ہے۔ اس کی ماں کو کہنا کہ پہلے اسے ظاہری تعلیم دلوائے۔ اور جب فارغ ہو چکے تو پھر ہماری خدمت میں آئے اس بچے کے لئے ہمارے پاس نعمت ہے۔

آپ موضع گھوٹکی میں اپنے گھر آئے اور اپنی والدہ کو پیغام سُنایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مدرسہ میں داخل کیا۔ جب آپ فارغ التحصیل ہوئے تو پھر اسی کلال مرد کے ساتھ سیّد موسن شاہ کو حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں بھیجا۔ جب رنگ پور کھیڑا میں پہنچے

تو اچانک سُنا کہ شیخ المشائخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ اس جہان فانی سے دار البقا کو روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ جانگاہ واقعہ سُنتے ہی وہ فنا الشیخ مرد کامل بھی راہیٔ ملک بقا ہؤا ؎

قرص خورشید در سیاہی شد
یونس اندر دہان ماہی شد

سُورج کی ٹکیا سیاہی میں چلی گئی۔ اور یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔
ایک ہی صدمہ سے اس مرد کی رُوح پرواز ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

چونکہ در راہ عشق کامل بود
جان با جان دوست شامل بود

چونکہ عشق کی راہ میں وہ کامل تھا۔ اس لئے اس کی جان دوست کی جان سے والبستہ تھی۔
چونکہ یہ امر واقعی ہے۔ کہ اگر فوراً غم بدرجہ افراط لاحق ہو۔ تو روح منافذ اور شرائین کی راہ تحلیل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ غم کی زیادتی لطیف روحوں کو ہلاک کر ڈالتی ہے۔
چنانچہ جب دمشق میں حضرت سید الشہداء امیر المومنین حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو حضرت امام علی اصغر یعنی امام زین العابدین علیہم السّلام نے شقی ازل شامی سے جس کا نام زبان پر لانا بھی اچھا نہیں۔ اور زبان کو اس کے ذکر سے آلود کرنا بہتر نہیں۔ طلب فرمایا۔ تو اس سر مبارک کو دیکھتے ہی حضرت خاتون سکینہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ اس مبارک منہ پر رکھا۔ اور افراط غم سے جان بحق تسلیم ہوئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔
نیز فتح مکہ معظمہ کے دن جب کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلہ پر بھیجا۔ خالدؓ کو اس قبیلہ کے ساتھ دشمنی تھی۔ گو وہ قبیلہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا الیف اور مطیع تھا۔ تاہم خالد نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت بغیر انہیں قابو میں لا کر ایک ایک کو قتل کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے عین قتل میں عرض کیا۔ کہ صاحب! میری ایک محبوبہ ہے۔ جو میرا منظور ہے۔ مجھے اُسے دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ جب میں اُسے دیکھ لوں گا۔ تو مرنا میرے لئے آسان ہو جائے گا۔ اور مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ آپ اتنی مروت کریں۔ خالد بن ولید نے حکم دیا کہ اسے اس کی محبوبہ کے گھر لے جا کر اس کے رو برو کر کے پھر لا کر قتل کرو۔ جب اُسے لا کر پھر مقتل میں

بٹھایا۔ تو اس نے کہا کہ اب میرا کام تمام کردو۔ اب مجھے قتل اور موت کی شکایت نہیں۔ میں خوشی سے موت قبول کرتا ہوں۔ کہ میری مراد پوری ہو گئی ہے۔ پس خالدؓ کے حکم سے اُسے قتل کیا گیا۔ اس کے پیچھے اس کی محبوبہ آئی اور اپنے مشتاق کا احوال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔ اس نے پوچھا اس کا سر اور نعش کہاں ہیں۔ جب اُسے اس کی نعش پر لایا گیا۔ تو اس نے اس کا سر اپنے زانوں پر رکھا۔ اور ایک آہ سرد بھری اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اور اپنے عاشق سے جا ملی +

جب یہ عجیب ماجرا جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ کہ ایسے شخصوں سے ایسی بے رحمی کرنا مناسب نہ تھی۔ کیوں ایسے لوگوں کو ایسی بے مروتی سے قتل کیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے مستغیثوں سے جو استغاثہ کے لئے آئے معافی مانگی۔ اور ان مقتولوں کا خونبہا ادا کیا۔ اور خالد کو بھی معاف کیا۔

جس طرح غم کی افراط سے روح پرواز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خوشی کی زیادتی سے بھی شادی مرگ لاحق ہوتی ہے۔ اچانک خوشی سے بھی روح تحلیل ہو جاتی ہے۔ بہت سے عاشق ایسے گذرے ہیں۔ جنہیں محبوب کا وصال ہوتے ہی اس قدر خوشی ہوئی کہ راہیے ملک بقا ہوئے۔

آمدم بر سر مطلب۔ جب وہ مرد کلال فوت ہو گیا۔ تو سید موسن شاہ رنگپورہ سے اکیلے ہی روتے دھوتے شکستہ حال گرتے پڑتے شیخ المشائخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار مقدس پر پہنچے۔ دیکھا کہ صاحبزادے فرش ماتم بچھا فیض رسانی عالم کی مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں +

جب وصال کے وقت حضرت شیخ باکمال قدس سرہٗ سنت نبوی کے مطابق زمین پر مصلے بچھا کر لیٹے ہوئے تھے۔ اور آپ کی روح مقدس اعلیٰ العلیٰ ہو الرفیق الاعلےٰ کی بلندی پر پرواز کر رہی تھی۔ اور دونوں جہان کی چاروں طرفوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ موسن شاہ نامی نوجوان جنوب کی طرف سے رب الربوب کی طلب کے لئے آرہا ہے اُسے خاص نعمت دینا۔ قدرت الٰہی سے جناب صاحبزادہ صاحب کی زبان سے نکلا۔ کہ یا حضرت اُسے کیا دینا چاہئے۔ چونکہ اس وقت گنجائش کم تھی۔ اس لئے حضرت قدس سرہٗ نے اپنا دست مبارک بڑھا کر انگشت سبابہ سے خود اسم ذات لکھا۔ اور اس کے حق میں کچھ نہ کہا۔ صاحبزادہ نے

وہی اسم اللہ کا نقش مٹی کی رکابی سے ڈھانپ رکھا رکھا۔

دو تین روز کے بعد سید موسن شاہ آ پہنچے اور آداب بجالائے صاحب زادوں نے جب دیکھا کہ وہی نوجوان صاحب مقسوم اور اہل نصیب ہے۔ تو فوراً اس اسم اللہ ذات کے نقش پر سے رکابی اُٹھائی اور سید موسن شاہ علیہ الرحمت کو دکھایا۔ آپ دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور صاحبزادوں نے بدستور اس نقش کو ڈھانپ دیا۔

کہتے ہیں کہ سید موسن شاہ تین دن رات بے ہوش اور مست پڑے رہے۔ بعد ازاں ہوش میں آئے اور دوسری مرتبہ اسم اللہ ذات کے اس نقش کو دیکھا۔ تو پھر مست ہو گئے۔ دو دن رات کے بعد ہوش آئے۔ تیسری مرتبہ جب دیکھا تو ایک دن رات پھر مست رہے۔ جب چوتھی مرتبہ دیکھا۔ تو مستی غالب نہ آسکی۔ یعنی نعمت نے دل میں قرار پکڑ لیا۔ جیسا کہ کتب آثار میں لکھا ہے +

عین العلم میں امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ قرآن شریف کی تلاوت کے باب میں فرماتے ہیں کہ ایک بدو مسجد نبوی میں آکر قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ اور زار زار روتا تھا۔ جناب امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے ہماری بھی یہی حالت ہوا کرتی تھی۔ اب ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ یعنی شروع حال میں ہماری بھی یہی کیفیت تھی۔ یعنی نور اسلام ایمان۔ وجد اور حلاوت قرآن کی نعمت ہمارے دلوں میں قرار کر گئی +

پس صاحبزادوں علیہ الرحمۃ والرضوان نے دیکھا کہ نعمت واقعی اس کے دل میں قرار کر گئی ہے۔ تو فرمایا۔ کہ انہیں الفاظ کے نقش کی خاک پاک کو صاف کر کے پانی میں گھول کر نہایت کوشش سے سید موسن شاہ علیہ الرحمت کو حسب الامر پلا۔ چنانچہ خادموں نے ایسا ہی کیا۔ پس حضرت سید موسن شاہ رحمت اللہ علیہ ارشاد اور تلقین کا فیض حاصل کر کے رخصت ہوئے اور اپنے گاؤں گھوٹکی میں آکر رہنے سہنے لگے۔ اور اہل جہان کو فیض پہنچانے لگے۔ گھوٹکی کا نام لو صاحبان اور لو موسن شاپڑ گیا۔

کہتے ہیں کہ سید موسن شاہ نے ملک سندھ میں ایک لاکھ آدمیوں کو ارشاد اور تلقین فرمایا +

میں نے اپنے مرشد قدس سرہٗ کی زبانی سُنا ہے کہ حضرت سید موسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے امر معروف کے خوف و لحاظ کے سبب ملک سندھ میں ٹنو ٹلو کوس تک کسی قسم کی بدعت

بھنگ خوری - چلم کشی - نشہ کا استعمال - طوائف - سرود - راگ اور بانسری وغیرہ کچھ بھی مستعمل نہ ہوتا ÷

حضرت سیدّ موسن شاہ رحمت اللہ علیہ کے لنگر خانہ اور سرائے میں ایک مکان علیحدہ بنا ہوا تھا - جس میں صاحب راز خلفا چلم - بنج - بھنگ - کوکنار وغیرہ بدعت کے اسباب مخفی طور پر موجود رکھتے تھے - اور اس مکان کا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا تھا - جب شام ہوتی - تو راز دار خلفا مسجد اور سرائے کے مسافروں سے ایک ایک کر کے پوچھتے کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور کون ہے ؟

حضرت موسن شاہ کا حکم تھا - کہ جو شخص یہ کہے کہ میں ملک چناب کا رہنے والا ہوں اس کی اطلاع مجھے فوراً دو - جب آپ اس قسم کی اطلاع پہنچتی - تو اسی وقت اٹھ کھڑے ہوتے اور خدمت کے تمام کام خود دست مبارک سے سرانجام فرماتے - یعنی پاؤں دبانا - بستر کرنا - کھانا کھلانا - وضو اور غسل وغیرہ - پھر چپکے سے اُسے پوچھتے کہ اگر تمہیں کسی منشی یا بدعتی چیز کی عادت ہے تو بلا دھڑک کہدو - اگر وہ کسی چیز کا عادی ہوتا تو آپ پوشیدہ طور پر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس مقفل مکان کے اندر لے جاتے - اور جس چیز کی عادت ہوتی - خود دست مبارک سے وہ چیز تیار کر کے اُسے دیتے - یعنی چلم - بنج - بھنگ - اور پوست وغیرہ - پھر اُسے عزت سے اچھے بچھونے پر سلاتے - اور اس کی تعظیم و تکریم میں مشغول ہوتے - اس کے پاؤں خود دست مبارک سے دھوتے - اس کے برابر نہ بیٹھتے - نہ اس کی طرف پیٹھ کر کے چلتے -

حضرت سیدّ موسن شاہ اپنے شیخ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کی وفات کے بعد تین مرتبہ خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آئے - اور آپ کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آئے -

آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت پیر صالح شاہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے مزار مقدس کی زیارت کے لئے آتے رہے - اِن کے بعد حضرت پیر جمال شاہ ولد حضرت پیر سیدّ صالح شاہ بن حضرت سیدّ موسن شاہ علیہم الرحمۃ مزار مقدس کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے -

میں نے اپنے والد بزرگوار کی زبانی سُنا ہے - آپ فرماتے تھے - کہ جب کبھی حضرت سیدّ

جمال شاہ ولد حضرت پیر سید صالح شاہ بن حضرت سید موسن شاہ علیہم الرحمۃ مزار مقدس کی زیارت کے لئے آتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کے خلیفے ہر وقت آپ کے گرد حفاظت کے لئے کھڑے رہتے تھے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اسم اللہ ذات بلند آواز سے کہتا تو پیر سید شاہ جمال ممدوح رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت جذبہ میں آکر وہاں سے گم ہو جاتے یعنی دو تین کوس پر بیابان میں مست پڑے رہتے۔ آپ کے خلیفہ تلاش میں نکلتے تو آپ کو مستی کی حالت میں پڑا ہوا پاتے اور اُٹھا کر آبادی میں لاتے۔

آپ نے ہزارہا طالب اللہ کو مرید کیا۔ اور فیض پہنچایا۔ لوگ آپ کے جمال کے مشتاق اور طالب دیدار عزلیں گاتے۔ مدح پڑھتے حلقہ در حلقہ آپ کی خدمت میں آتے۔ جسے ازلی شراب سے لم یزلی نوشدارو موہبت کے ساغر میں ڈال کر بخشتے۔ واقعی اس ساقی کے شراب خانہ سے بادہ نوش اور قدح خوار اپنی قسمت کے موافق اپنا حصہ باری باری پیتے اور مست الست اور بے سرو سامان ہو جاتے اور سرو سامان کو اس بادہ فروش پُر خروش کی مستی پر قربان اور فدا ہوتے ہیں ؎

ازاں افیوں کہ ساقی در مے افگند
حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

ساقی نے جو شراب میں افیون ملائی۔ اس کے سبب حریفوں کو نہ سر کا ہوش رہا نہ پگڑی کا۔
لیکن میری اپنی حالت یہ ہے ؎

چو رفت از دست خم و جام ساقی
بما جز غم نماندہ ہیچ باقی

جب ہاتھ سے ساقی کا جام اور مٹکا جاتا رہا۔ تو ہمارے لئے غم کے سوائے اور کچھ نہ رہا۔

کہتے ہیں کہ حضرت پیر صالح شاہ ولد ابو صالح حضرت پیر سید موسن شاہ شریف گیلانی ملک سندھ میں امر معروف فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شیعہ سیدوں سے تابوت اور تعزیہ کے منع کے بارے میں مقدمہ پڑھ گیا۔ دونوں طرف سے جھگڑا اور مقدمہ بازی شروع ہوئی آخر وہ مقدمہ حیدرآباد سندھ کے حاکم میاں صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ جس میں میاں صاحب میاں غلام شاہ بن میاں نور محمد صاحب بن میاں شاہ محمد صاحب علیہم الرحمۃ والئے سندھ نے حضرت پیر سید صالح شاہ ممدوح کو گرفتار کر کے حیدرآباد میں قید کر دیا۔ حضرت پیر سید

صالح شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد کامل مکمل حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی جناب میں فریاد کی اور مدد کے لیئے التجا کی۔ اسی رات حضرت سلطان العارفین نے میاں غلام شاہ کو اس کے تخت پر پکڑ لیا۔ اور نیچے پھینک کر ایک دھپڑ ایسا رسید کیا۔ کہ میاں غلام شاہ منہ کے بل جا پڑا۔ اور اس کی دونوں آنکھیں تاریک ہوگئیں۔ وہ پکار اٹھا کہ تو کون ہے؟ جو مجھے اس طرح بُری حالت میں گرا چلا ہے حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ کہ میں صالح شاہ کا مرشد ہوں۔ اسی وقت میاں صاحب ممدوح نے پیر صالح شاہ کو بلا کر نوازش کی اور رخصت کیا۔ مگر میاں صاحب ممدوح اس واقعہ کے بعد جلدی ہی اس دنیا سے رُخصت ہوئے۔ بعد ازاں میاں صاحب کے خاندان میں خلل آگیا۔ پھر مسند نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ میاں غلام شاہ صاحب کے بعد اس کا بھائی میاں سرفراز خاں صاحب بن میاں نور محمد صاحب علیہ الرحمت جو مسند پر بیٹھا تو اُسے میر بجر خاں ولد میر شاہزاد خلل بلوچ ٹالپور والہ نے خدا آباد اور چالاک واہ کی لڑائی کے دن ہزار بے عزتی سے قید کر لیا۔ اور اُسے اور اس کے بھائی میاں خان محمد خانصاحب اور اس کے بیٹے صاحبزادہ میر محمد خاں صاحب کو مع یارو غلام اپنے رو برو اپنے حقیقی بھائی میر صوبہ دار خاں ولد میر شہزاد خاں کے خون کے بدلے قتل کروا ڈالا۔

مختصر یہ کہ اس کے بعد میاں صاحبان کے خاندان میں سے کوئی بھی مسند نشین نہ ہوا اگرچہ میاں محمد سرفراز خاں کے قتل ہونے کے بعد میاں عبدالنبی صاحب ولد میاں نور محمد صاحب کو جو کہ مسکین۔ خدا یاد۔ مسافر۔ تارک۔ اور فارغ دیکھ کر حاجی میر بجر خاں نے شہر گوجہ سے جو نگر ٹھٹھہ والا کے مضافات سے ہے۔ اس واسطے منگایا کہ اس کا تعلق پیر خانہ سے ہے۔ اور خود مریدانہ اعتقاد کا خوف دل میں لا کر اس کے سامنے سر خاک پر رکھا اور گذشتہ لڑائی اور قتل کی بابت معافی مانگی۔ اور اسے مسند نشین کر کے خود بدستور سابق اس کی وزارت کا عہدہ اختیار کیا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ ہی میں ان کے خاندان کی مسند نشینی نامنظور تھی۔ اس لیئے میاں عبدالنبی نے راجہ بیجا سنگھ والیئے جودھ پور سے دو ساؤں راجپوت مسمی مان سنگھ و برنامتھ سنگھ بظاہر بطور وکیل و سفیر منگائے اور انہیں حاجی میر بجر خاں کی خدمت میں لایا۔ وقت مقررہ پر حسب وعدہ ان دونوں راجپوتوں نے میر صاحب کے دونوں پہلوؤں میں دو زہر میں بجھے ہوئے خنجر گھونپ دیئے۔ جن سے میر صاحب شہید ہوئے۔ لیکن میاں عبدالنبی کا منصوبہ اور فریب طشت از بام ہوگیا۔ کیونکہ میاں عبدالنبی صاحب نے راجہ صاحب موصوف

کو اقرار نامہ لکھ دیا تھا۔ کہ اگر تمہاری مدد سے یہ کام سرانجام ہو گیا۔ تو دو قلعے ایک عمر کوٹ اور دوسرا.......... آپ کے حوالے کئے جائیں گے۔ بشتر سواروں نے فی الفور یہ خبر راجہ بیجا سنگھ کو پہنچائی۔ کہ میر صاحب شہید ہوئے۔ اور دونوں راجپوت مذکور قتل ہو گئے ہیں۔ راجہ نے اسی وقت عہد نامہ جس پر میاں عبد النبی صاحب کی مہر اور دستخط تھے اپنی فوج کے افسروں کو دیا۔ کہ ان دو قلعوں پر قبضہ کر لو۔ چنانچہ وہ جا کر دونوں قلعوں پر قابض ہو گئے +

جب یہ بات تحقیق ہو گئی۔ تو حاجی میر بجر خاں صاحب نے زخمی ہونے کی حالت میں اپنے فرزندوں میر عبد اللہ خاں۔ میر بہرام خاں۔ اور میر غلام حسین خاں اور اپنے بھتیجوں میر سہراب خاں ولد میر چاکر خاں وغیرہ کو بلا کر دعائے خیر کی اور یہ وصیت کی کہ تم ہاتھ میں تلوار لیکر اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے کمر ہمت باندھو۔ اور عبد النبی سے میرا بدلہ لو۔ کیونکہ تمہیں معلوم ہے۔ کہ انہوں نے پہلے میرے والد یعنی تمہارے دادا شہزاد خاں بے گناہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور تمہارے چچا میرے حقیقی بھائی میر صوبہ دار خاں کو بے گناہ کیسی رسوائی سے قتل کیا۔ اور پھر جب حق تعالےٰ نے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد امداد سے ہمیں کلہوڑا پر فتح نصیب کی۔ اور ہم نے ملک بزور شمشیر فتح کیا۔ تو پیر خانہ کے بزرگوں کا لحاظ کر کے میاں عبد النبی مسافر اور بے نوا کو شہر گوجہ سے منگا کر بادشاہ بنایا۔ اور مدت تک تہ دل سے اس کی خدمت اور فرمانبرداری کی۔ پھر دوبارہ میاں صاحب نے بغیر کسی گناہ و قصور کے جو کچھ میرے ساتھ کیا وہ تم خود اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہو۔ اب بفضل خدا ملک کی فتح و نصرت تمہارے ہی نصیب ہے۔ خبردار کلہوڑا کی دغا بازی اور مکاری میں نہ آنا۔ کیونکہ انشاء اللہ تعالےٰ کلہوڑ کبھی قیامت تک بھی بادشاہی نہیں کرے گا۔

مختصر یہ بلوچ کا لشکر جمع ہوا۔ اور انہوں نے خدا آباد میں لڑائی شروع کر دی۔ میاں صاحب کی طرف سے لشکر بے شمار آیا۔ اور افسر اور سپہ سالار محمد حسین خاں اور اس کے بھائی محمد قاسم خاں کھوہاڑو تھے۔ یہ دونوں ہی بلوچوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور فتح و نصرت ٹالپور کے نصیب ہوئی۔ اور میاں عبد النبی صاحب وہاں سے بھاگ کر لیہ کمال خان میں پہنچا۔ وہاں بادشاہ تیمور سدوزئی کی طرف سے کابل بطور جاگیر ملا۔ لیکن پھر نواب

محمد خاں بہادر سدوزئی سے شکست کھا کر کابل چلا گیا۔ کیونکہ اس کا بیٹا صاحبزادہ محمد عارف صاحب قصبہ لیہ مذکور میں جنگ کے روز نواب محمد خاں بہادر کے لشکریوں کے گولہ سے شہید ہوا۔ چنانچہ اس کا مزار شہر لیہ میں ہے۔ اس جنگ کی ساری کیفیت اور اس خاندان کا سارا حال تاریخ سندھ میں مفصل مندرج ہے۔ وہاں سے دیکھ لیں +

مختصر یہ کہ پیر سید موسن شاہ علیہ الرحمت کے خاندان میں اللہ تعالےٰ کا یمن اور اس کی برکات اور اپنے پیر مکمل حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کی جناب فیض مآب میں رسوخ اور ارادت بہت پشتوں تک بحال رہا۔ ان کا شجرہ اور سلسلہ جو ان کے سجادہ نشینوں کے ملفوضات میں مندرج ہے۔ بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ شجرہ مبارکہ حضرات سادات لوصاحبان اس ترتیب سے ہے۔

سید مبارک معروف امام الدین بن سید محمد صالح عرف مولیٰ رکھیا بن سید مبارک ثانی بن سید محمد صالح ثانی بن سید مبارک بن سید شیخ جمال محمد محقق بن سید الشیخ محمد صالح اولی ولی اللہ مادرزاد۔ بن سید الشیخ ابوصالح موسیٰ شریف عارف باللہ بن سید محمد عابد بن سید عبد الجلیل۔ بن سید کمال الدین۔ بن سید محمد مبارک عادل پوری۔ بن سید حسین دہلوی۔ بن سید محمد مکی العربی بن سید یونس۔ بن سید احمد۔ بن سید جعفر بن سید عبد القادر بن سید حسین بن ابو نعمان بن سید حمید الدین بن سید عبد الجلیل بن سید عبد الجبار بن شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر حسنی جیلانی قدس سرہٗ +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ سلسلہ حضرات موصوف کا اس طرح پر ہے

سید مبارک عرف امام الدین۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید محمد صالح عرف اللہ رکھیا آپ کے شیخ آپ کے والد سید محمد مبارک ثانی۔ آپ کے شیخ آپ کے والد محمد صالح ثانی۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید مبارک۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید شیخ جمال محمد محقق۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سید شیخ محمد صالح اولیٰ۔ آپ کے شیخ آپ کے باپ سید شیخ ابو صالح موسیٰ شریف عارف

آپ کے شیخ سلطان نور محمد۔ آپ کے شیخ آپ کے والد سلطان العارفین سلطان باہو۔ آپ کے شیخ سید عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی۔ آپ کے شیخ سید عبدالجلیل۔ آپ کے شیخ سید عبدالقادر۔ آپ کے شیخ سید عبدالستار۔ آپ کے شیخ سید عبدالفتاح۔ آپکے شیخ شیخ نجم الدین برہانپوری آپ کے شیخ محمد صادق یحییٰ۔ آپ کے شیخ عبدالجبار۔ آپ کے شیخ آپ کے بھائی سید عبدالرزاق آپ کے شیخ آپ کے والد سید السادات شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز تھے۔

فصل پنجم

حضرت سلطان العارفین شیخ المشائخ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے اِن حالات میں جو شیخ جنید قریشی سے قصبہ سردار پور میں گذرے

کہتے ہیں کہ جب حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ صوبہ ملتان سے متعلق دریائے راوی کے مشرقی کنارہ پر جلال خاں قوم ڈیدہ کے بسائے ہوئے قصبہ سردار پور میں سیر کرتے ہوئے آنکلے۔ شیخ جنید سے ملاقات کی۔ تو شیخ جنید نے آپ کی ضیافت میں درخت جنڈ کا پھل جسے سنگری کہتے ہیں۔ اور شکل وصورت میں لمبا اور باریک ہوتا ہے، پکانے کا حکم دیا۔ جب درویشوں اور خادموں نے پکا کر دیگ سے باہر نکالا۔ تو حضرت شیخ جنید قدس سرہٗ کے تصرف سے وہ پھل سویّوں (پنجابی سویاں) میں تبدیل ہوگیا۔ جو ملک ہند میں اکثر اہل اسلام عید فطر کے دن پکاتے ہیں۔ پہلے انہیں جوش دیتے ہیں۔ پھر نکال کر ان پر گھی اور شکر ڈال کر کھاتے ہیں۔ وہ سنگری پھل سویوں میں تبدیل ہوگیا۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے حکم دیا کہ چوہے کے بل سے چوہے کیر (چوہے کے بل کی مٹی) لاؤ۔ اور ان سویّوں پر ڈال دو۔ وہ مٹی حکم خدا سے شکر بن گئی۔

نیز حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ زمین پر جو بارش کا پاک پانی کھڑا ہے۔ اس میں سے پانی لاؤ۔ جب لائے تو وہ پانی حکم خدا سے گھی بن۔ اُسے گھی کی بجائے ان سویّوں پر ڈال کر ساری مجلس کو کھانا کھلایا۔ اس کی کرامت اور تصرف کا ماجرا شیخ جنید علیہ الرحمت کے

خاندان میں مفصل مشہور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب +

شیخ جنید علیہ الرحمۃ کے فرزند شیخ کالو شاہ جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے معتقد اور مرید تھے۔ شور کوٹ میں آئے جب سلطان العارفین کے مکان میں آئے۔ تو حجرہ کے اندر سے ہو کے ذکر کی آواز سُنی۔ شیخ کالو شاہ زیارت کے لئے حجرہ کے اندر آئے۔ نگاہ کی تو کچھ بھی نہ پایا۔ سوچ میں پڑھ گئے۔ اتنے میں باہر سے ہو کی آواز آنے لگی۔ آپ باہر گئے تو کسی کو نہ دیکھا۔ پھر اندر سے ہُو کی آواز آنے لگی۔ جب اندر جاکر دیکھا تو کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ اور باہر سے ہُو کی آواز آنے لگی۔ جب باہر جاکر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ پھر حجرہ کے اندر سے ہُو کی آواز آنے لگی۔ شیخ کالو کئی مرتبہ اندر باہر جانے آنے بعد خاموش کھڑے ہو گئے۔ اور سوچ میں پڑ گئے۔ زیارت کے از بس شوق کے سبب آہ بھر کر یہ شعر کہا ؎

اندر ہُو باہر ہُو باہو کتھ لبھیندا ہُو دا داغ محبت والا دم دم نال ٹرینداؔ

اندر بھی ہُو ہے اور باہر بھی ہو ہے۔ ہو کہاں سے مِلتا ہے۔ ہُو کا محبت والا داغ ہر دم جلتا رہتا ہے +

جب جدائی اور مفارقت اور نا اُمیدی کے یہ کلمات شیخ کالو شاہ سے ظاہر ہوئے۔ اور اِن کلمات سے حضرت شیخ سلطان العارفین سلطان باہو۔ ترحم کا باعث ہوئے۔ تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے حضور سے یہ شعر ارشاد ہوئے ؎

جتھے ہو کرے روشنائی چھوڑ اندھارا دیندا
دوہیں جہان غلام تھیندے باہو جیہڑا ہونوں صحیح کریندا

جہاں پر ہُو روشنی کرتا ہے وہاں سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اے باہو! جو شخص ہُو کو صحیح کر لیتا ہے دونوں جہان اس کے صحیح ہو جاتے ہیں۔

اسی اثنار میں سلطان العارفین قدس سرہٗ نے شیخ کالو شاہ کو دیدار دیا۔ اور درمیان میں جو حجاب تھا۔ وہ از راہ ترحم اٹھا دیا۔ اور اپنی ذات بابرکات سے مشرف فرمایا۔ شیخ جنید اور شیخ کالو شاہ دونوں کے مزار قصبہ سردار پور مذکور میں ہیں +

فصل ششم

سلوک شغل۔ ذکر اور فکر کے مختلف طریقوں کے بیان میں

پہلے اشارتاً ذکر ہو چکا ہے۔ کہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کا طریقہ قادری سروری ہے۔ چنانچہ خود ہی کتاب عین الفقر میں فرماتے ہیں۔ کہ قادری دو قسم ہے۔ ایک قادری زاہدی دوسرے قادری سروری +

قادری زاہدی وہ ہے۔ کہ مرشد طالب سے زہد و ریاضت میں چلہ کشی کرائے اور دس بارہ یا چالیس سال بعد اُسے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حضور میں لے جائے۔ اور حضرت پیر قدس اللہ سرہ العزیز اُسے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف فرمائیں۔ لیکن قادری سروری وہ ہے کہ محض ازلی فیض و فضل سے ظاہری وسیلہ بغیر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش سے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کر کے تلقین و ارشاد فرما کر اس کا ہاتھ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے دست مبارک کے سپرد کرے۔ اسے سروری قادری کہتے ہیں۔ سروری سرمدی ہوتا ہے۔ اسی کو اویسی بھی کہتے۔

واضح رہے کہ طریقہ قادریہ عالیہ میں شروع میں نفی اثبات کا ذکر جہر کرایا جاتا ہے۔ اور طلب اللہ کے لئے واجب ہوتا ہے کہ ضروری ضروری مسائل فقہ سے واقف ہو۔ بعد ازاں قرآن شریف کو صحیح طور پر پڑھنا سیکھے۔ بعد ازاں نماز روزہ۔ فرض۔ سنت اور مستحب پر قائم ہو۔ اور پانچ سپارے یا پانچ پا یا کم از کم سو آیت کی تلاوت روزانہ ضروری کرے۔ مطلب یہ کہ ان تینوں میں سے جو بہ سہولت کر سکے اپنے لئے واجب کرے۔ اور اس میں ناغہ ہرگز نہ کرے کیونکہ سورہ مزمل شریف اور بہت سی آیات کریمہ میں حکم آیا ہے۔ کہ قرآن شریف رات کے وسطی حصہ اور صبح شام ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اور باترتیل یعنی اونچی آواز سے صحیح صحیح پڑھنا چاہیئے +

چنانچہ تفسیر حرخی اور فتح العزیز میں سورہ مزمل کی تفسیر میں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

کی تفسیر یوں فرمائی ہے۔ کہ لفظ لفظ جدا جدا کر کے پڑھے۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ جلدی اور تیزی بالکل نہ کرے۔ کیونکہ ایسا کرنا سخت منع ہے۔ دل کی توجہ سے زانو کے بل باادب بیٹھے۔

اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں اللہ تعالےٰ ہم کلام ہونے کا شوق ہوتا ہے۔ تو ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور جب ہم کو اللہ تعالےٰ کا کلام سننے کا ذوق ہوتا ہے۔ تو ہم قرآن شریف سنتے ہیں +

نیز حدیث میں ہے کہ تم میں سے افضل وہ ہے۔ جو دوسروں کو قرآن پڑھائے۔ یا پڑھ کر سنائے +

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو مومن قرآن شریف پڑھتا ہے۔ اس کی مثال ترنج کی سی ہے۔ کہ اس کی خوشبو اور اس کا ذائقہ ہر دو اچھے ہیں +

نیز حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور اُسے حفظ کرتا ہے اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے بہشت میں داخل کرتا ہے۔ اور اس کے طفیل اس کے گھر کے آدمیوں کو جو دوزخ کے لائق ہوں بخش دیتا ہے۔

قرآن شریف پڑھنا خاص انسانی کرامت ہے۔ جو فرشتوں کو حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتے انسانوں سے قرآن شریف سنتے ہیں +

نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کے ماں باپ کے سر پر فضل کا تاج رکھا جائے گا۔ جس کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہوگی +

نیز حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ کہ جس چمڑے میں قرآن شریف ہوگا۔ اُسے آگ نہیں جلائے گی۔ یعنی جس شخص کو قرآن شریف یاد ہوگا۔ وہ شخص اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بہشت میں داخل ہوگا۔ قرآن شریف سیکھنے کے فراموش کرنا کبیرہ گناہ ہے +

سنن ابو داؤد میں لکھا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو پڑھ کر بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اُسے خیر و برکت سے خالی رکھتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک +

فصل ہفتم

تلاوت قرآن شریف کے آداب میں

مسواک اور وضو کرنے کے بعد پاک مکان خلوص دل سے رو بقبلہ بیٹھے۔ اگر مسجد ہو تو بہتر ہے۔ اور قرآن شریف کو کسی پاک اور بلند چیز مثلاً رحل وغیرہ پر نہایت ادب سے اپنے سامنے رکھے۔ پہلے آعوذ باللہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ اور خشوع وخضوع اور حضور دل سے با ترتیل تلاوت کرے اور سورہ توبہ کے سوا باقی تمام سورتوں کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ اگر اتفاقاً کسی سے گفتگو کرے۔ تو پھر تلاوت کرتے وقت از سر نو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ اور دل میں یقیناً یہ تصور کرے میں اللہ تعالےٰ سے ہمکلام ہوتا ہوں۔ اور اس کی ذات مقدس کے سامنے حاضر ہوں۔ اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ اگر اتنا نہ کر سکے۔ تو اتنا یقیناً جان لے۔ کہ اللہ تعالےٰ ضرور مجھے دیکھتا ہے۔ اور وہ حاضر و ناظر ہے۔ اور مجھے اوامر و نواہی فرما رہا ہے۔ جہاں ڈر اور خوف والی آیتیں ہوں۔ وہاں تلاوت اس طرح کرے جیسے کوئی تعریف کرنے والا زانو کے بل بیٹھ کر شہنشاہ کے حضور میں مدح کرتا ہے۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

کلام اللہ کی منزل ختم کرنے کے بعد ماثورہ دعائیں بہت ہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہ تلاوت کے بعد یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ اور حرف اسی کے عادی تھے۔ اور اسی کو پسند کر رکھا تھا۔ جو ملا علی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عین العلم میں لکھی ہے +

نیز صحابہ رضی اللہ عنہم اس درود شریف کو تلاوت کے بعد بکثرت پڑھا کرتے تھے۔

اللھم صل علی محمدٍ وعلیٰ الہ وصحبہ بعدد مافی جمیع القرآن حرفا حرفا وبعدد کل حرف الفا الفا۔

اس بارے میں ماثورہ دعائیں بہت ہیں۔ لیکن ان میں سے حسب ذیل دعائیں انتخاب کر کے میں نے اپنا معمول بنایا۔ کیونکہ یہ دعا جامع قل و دل ہیں +

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا .... الخ" تفسیروں میں لکھا ہے۔ کہ یہی مذکورہ دعا "ربنا لا تواخذنا ...." جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات فرمان الٰہی سے عرش منور پر پڑھی۔ اور عرش کے فرشتے آمین آمین کہتے گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب قرآن شریف کی تلاوت کرتے کرتے سورہ بقر کے آخیر پر لفظ فانصرنا علی القوم الکافرین پر پہنچتے تو آمین کہتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورہ بقر کے آخر میں فانصرنا علی القوم الکافرین پر پہنچتے تو آمین کہتے۔ کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام پر ہمیشہ آمین کہا کرتے تھے۔ قاری کو حسب طبیعت پڑھنے کی اجازت ہے۔ اب دعائیں لکھی جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صلے علے محمد و علیٰ آل محمد و صحبہ وسلم۔ اللّٰھم ارحمنی بالقرآن واجعلہ اماما و نورا و ھدی و رحمۃ۔ اللّٰھم ذکرنی منہ ما نسیت و علمنی منہ ما جھلت وارزقنی تلاوتہ اٰناء الیل و النھار و اجعلہ حجۃ لی یوم القیامۃ یا رب العالمین۔ اللّٰھم صلے علے محمد و علیٰ الہٖ وصحبہٖ بعدد ملائی جمیع القرآن حرفا حرفا و بعدد کل حرف الفا الفا ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا و تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہٖ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ آمین۔ اللّٰھم آمین یا رب العالمین اللّٰھم صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذالک من الشھدین والحمد للہ رب العالمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ اللّٰھم انفعنا وارفعنا بالقرآن العظیم و اھدنا و بارک لنا بالآیات والذکر الحکیم۔ ربنا تقبل منا ختم القرآن دعائنا یا رب العالمین ھو لانا انک انت السمیع العلیم و لا تضرب وجوھنا انک انت خیر الناصرین۔ اللّٰھم ارزقنا بکل حرف من القرآن حلاوۃ و بکل کلمات من القرآن کرامۃ و بکل آیات من القرآن امانا و بکل

سورۃ من القرآن جزاء وبکل نصف من القرآن نعمۃ و بکل ثلث من القرآن ثباتا وبکل ربع من القرآن رحمۃ و بکل رکوع من القرآن رافتہ وبکل منزل من القرآن محبۃ۔ اللھم ارزقنا بالالف ایمانا وامنا و بالباء بہاء و برکۃ و بالتاء توبۃ و توفیقًا و بالثاء ثوابا و تاو ثوابا و بالجیم جباها وجلالۃً و بالحاء حیاء و حلما و بالخاء خشوعا وخشیۃ وبالدال دولتہ و دلیلا و بالذال ذھنا وذکاء و بالراء راحۃ ورجاء و بالزاء زھدا و زکاء وبالسین سعادۃ، وسلامۃ و بالشین شکرا وشرافتہ و بالصاد صبرا وصداقتہ و بالضاد ضوء وضیاءۃ و بالطاء طوعًا و طہارۃ و بالظاء ظفرا وظرافتہ و بالعین عفوا و عافتہ و بالعین غنا وغنیمتہ وبالفاء فوزا وفلاحا وبالقاف قربا و قناعتہ و بالکاف کمالۃً کراامتہ وباللام لطفا و لقاء و بالمیم مغفرۃ ومتاعا و بالنون نورًا و نجاتًا ۔ و بالواو سعتہ وولایتہ و بالھاء ھمۃ وھدایتا وبالیاء یسرا ویقیناً اللھم طہر قلوبنا وقر عیوننا واستر عیوبنا واشف مرضنا واقض دیو ننا وبیض وجوھنا وارفع درجاتنا وارحم اباء نا واغفر امھا تنا و اسم سیاتنا واصلح دینتا و دنیا نا ورطب لساننا وقوا جسادنا وسطت شمول اعداء نا واحفظ اھلنا واموالنا وانصر اولادنا و بلادنا وثبت اقدامنا علی دین الاسلام وانصرنا علی القوم الکافرین بحرمت ھٰذا القرآن العظیم ۔

اللھم تقبل منا قراتنا وتجاوز عنا ما کان منا فی تلاوت القران من خطاء او نسیان او تحریف کلمت عن مواضعنا او تقدیم او تاخیر او زیادۃ او نقصان او تاویل علیٰ غیر ما انزلتہ علیہ او ریبا او سک او سھوا وسور الحان او تعجیل عند تلاوت القران او کسل او سرعۃ او زیغ لسان او وقف بغیر وقوف او ادغام بغیر مدغم او ظھار بغیر بیان او مد او تشدید او ھمزۃ جزم او عراب بغیر ما التبتہ او قلتہ رغبتہ و رھبتہ عند آیات الرحمۃ او آیات العذاب فاغفر لنا ذنوبنا واکتبنا مع الشاھدین ۔

اللھم نور قلوبنا بتلاوت القراٰن وزین اخلاقنا بجاہ القراٰن وحسن
ابدل اننا بنور القراٰن ونجنا من النار بکرامۃ القراٰن وادخلنا
الجنۃ بشفاعت القراٰن ۔

اللھم اجعل القراٰن لنا فی الدنیا قرینا وفی القبر مونسا وفی القیمت
شافعا وعلی الصراط نوراً وفی الجنت رفیقاً ومن النار ستراوحجابا ۔

اللھم ارحمنی بالقراٰن واجعلہ لی اماما ونورا وھدی ورحمت
اللھم ذکرنی منہ مانسیت وعلمنی منہ ماجھلت وارزقنی تلاوتہ
اناء اللیل والنہار واجعلہ حجت لی یوم القیامت یارب العالمین ۔

اللھم اھدنا بھدایت القراٰن ونجنا من لتکرار بکرامت القراٰن
ویسر لنا امورنا امور الدنیا والآخرۃ بالقراٰن الکریم وحصل مقاصدنا
مقاصد الدنیا والآخرۃ واقض حاجاتنا حاجات الدنیا والآخرۃ بالقراٰن
العظیم ۔

اللھم اشفا سقامنا واعلا لنا بحرمت کلام ملک الکریم وھون علینا
سکرات الموت برحمتک یاارحم الراحمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ
سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین یارب العالمین و
صل علی محمد وعلی آل محمد بعدد ما فی جمیع القراٰت حرفا وبعدد
کل حرف الفا الفا ۔

ہر روز تلاوت کے بعد مذکورہ بالا دعاؤں میں سے جس قدر ہو سکے پڑھے اُسے
اختیار ہے۔ لیکن کلام اللہ شریف کو ختم کرنے کے بعد بالضرور تمام مذکورہ بالا دعائیں
نہایت خشوع وخضوع سے پڑھے۔ کیونکہ حدیث صحیح سے حصن حصین مبارک میں قبولیت
کے وقت کے بارے میں لکھا ہے کہ کلام مجید ختم کرنے کے بعد قاری جو دعا مانگتا ہے
وہ قبول ہو جاتی ہے ۔

فجر کی نماز اگر تہجد اور وظائف کے وضو سے پڑھے تو بہت اچھا ہے۔ کیونکہ صبح
سے پہلے جو وضو کیا جاتا ہے ۔ وہ تحیۃ الوضو کے ادا کرنے سے ہے یعنی وہ وضو پاک ہوتا
ہے ۔ وضو کا تزکیہ شکرانہ کے نفلوں کا ادا کرنا ہے ۔ اس کا فائدہ یہ ہے ۔ کیونکہ وہ وضو

باشرائط حضور دل۔ خشوع وخضوع۔ ادعیہ ماثورہ اور نوافل تحیۃ سے کیا جاتا ہے۔ اور نہایت اہتمام سے درست طور پر کیا جاتا ہے۔ اِس لئے جو نماز اور وظیفہ مذکورہ بالا وضو سے ادا کیا جاتا ہے۔ وہ اس وضو کی برکت سے تمام نقصوں اور وسوسوں سے پاک ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی مدد سے بالکل درست ہوتا ہے۔ وہی توفیق دینے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اگر صبح کے وقت دوبارہ کرے تو اصلاح کی اور دعائیں تو ممکن ہیں۔ لیکن نفل تحیۃ ممکن نہیں۔ اِس واسطے تزکیہ کی تکمیل حاصل نہیں ہوتی۔ بہتر ہے کہ صبح ہونے سے پہلے وضو کرے۔ اور اگر ناچار دوسرے وضو کی ضرورت پڑے تو اور تازہ وضو کر کے بدستور ورد وظائف میں مشغول ہوجائے۔ اور اس میں سونا۔ لذت نفسانی اور دنیائے دوں فانی کے کام دھندے میں مشغول نہ ہووے۔ اور دنیاوی کلام نہ کرے۔ تاکہ نماز میں حضور قلب میسر ہو۔

پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرے۔ اور فجر کی نماز کے بعد جہاں پر فرض باجماعت ادا کرے۔ اسی جگہ لاالٰہ الااللہ کے ذکر۔ وظیفہ اور سورہ یٰسن کے پڑھنے میں مشغول رہے کیونکہ فجر کی نماز کے بعد سورہ یٰسن کا ایک مرتبہ پڑھنا ضروری ہے۔ اور بیٹھا رہے۔ لیکن اِس اثناء میں دنیاوی کلام نہ کرے۔ جب سورج ایک یا دو نیزہ بھر آجاوے۔ تو اٹھ کر اسی جگہ دوگانہ نفل اشراق اِس طرح ادا کرے۔ نیت یوں کرے نویت ان اُدّی اللّٰہ تعالیٰ رکعتیں صلوٰۃ الاشراق خالصہ۔ للّٰہ تعالیٰ متوجھا الیٰ جھتہ عرصت الکعبتہ الشریفتہ" اللہ اکبر۔ پھر ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ اور دعا مانگ کر اٹھ کھڑا ہووے۔ اور پھر جس کام میں چاہے مشغول ہوجائے +

حدیث صحیح میں آیا ہے۔ کہ جو شخص دو رکعت نماز اشراق اس طرح ادا کرتا ہے۔ جناب رسُول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اُسے حج مبرور اور عمرہ تام کا ثواب ملتا ہے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بشیر امت نے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے اور امت مرحومہ کو خوشخبری دی۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے حصن حصین شریف میں اوراد نبی کریم کے بیان میں دیکھنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ صاحب فضل عظیم اور تھوڑا قبول کر کے زیادہ بخشنے والا ہے +

اِس بشیر و نذیر کو ہم گنہگاروں کا ذریعہ معافی بنایا۔ اور ہمارے گناہوں کے بخشوانے والے کو وسیلہ جزیلہ بنایا +

مشائخ کرام بھی اِن نفلوں کو ہمیشہ ادا کرتے آئے ہیں۔ کیونکہ یہ نعمت عظمیٰ ہے۔ اگر ہوسکے تو دو رکعت کی بجائے چار ادا کرے۔ یعنی دو رکعت اس کے ساتھ ہی اور ادا کرے۔ کیونکہ صالحین ایسا کرتے آئے ہیں۔ شاید اس کے ساتھ توفیق پائے یا نہ پائے۔

اصل میں اشراق کی نماز بارہ رکعت ہے۔ اور زوال کی نماز یعنی دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے یہ بھی بارہ رکعت ہے۔ بارہ رکعت نماز اوابین اور بارہ رکعت نماز تہجد یہ پانچوں نمازیں زاید یعنی مستحب ہیں۔ مگر نماز تہجد جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی +

حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ اگر نبوت کی خصلتوں کے دس حصے کیے جائیں۔ تو دسواں حصہ تہجد کی نماز ہے +

امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے نور الٰہی کی طلب کی تو اُسے رات کی نماز یعنی نماز تہجد میں پایا +

تفسیروں میں لکھا ہے۔ کہ مذکورہ بالا پانچوں زاید نمازیں آیت کریمہ سے ثابت ہیں۔ مگر فرض نہیں۔

پہلے پانچ مفروضہ نمازوں کا ذکر کر کے بعد میں پانچ نفلی نمازوں اشارہ کیا ہے۔ یعنی تہجد اشراق۔ چاشت۔ زوال اور اوابین۔ پس ان دسوں نمازوں کا ذکر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جناب رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ بالا پانچ نفلی نمازوں کو بھی ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور مشائخ کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان نے اپنے اوپر واجب کرلیں۔ اور فرضی نمازوں کی طرح ادا کیں

قولہٗ تعالےٰ۔ ان الانسان خلق ھلوعاً اذا مسہ الشر جزوعاً و اذا مسہ الخیر منوعاً الا المصلین الذین ھم علیٰ صلوٰتھم دائمون و الذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم والذین یصدّقون بیوم الدین والذین ھم من عذاب ربھم مشفقون ان عذاب ربھم غیر مامون و الذین ھم لفروجھم حافظون۔ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغیٰ وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون والذین ھم لامٰنٰتھم و عھدھم راعون۔ والذین ھم بشھٰدٰتھم قائمون۔ والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون اولٰئک فی جنّٰت مکرمون

اِس آیت کے شروع میں الا المصلین الذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون کا اشارہ فریضہ نمازوں کی طرف ہے۔ اور والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم

والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون اولئک فی جنات مکرمون - کا اشارہ پانچوں نفلی نمازوں کی طرف ہے - کل دس نمازیں ہوئیں - گذشتہ مشائخ کرام نے دسوں نمازوں کو اپنے لئے واجب کر لیا تھا - تاکہ قرب نوافل حاصل ہو - اور حدیث قدسی "لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنت سمعہ وبصرہ ویدہ ورجلہ بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی - میرا بندہ جب نفلوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے - تو میں اس کا کان - آنکھ - ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں - مجھ سے ہی سنتا - دیکھتا پکڑتا - اور چلتا ہے - کے شرف سے مشرف اور مقبول بارگاہ الٰہی ہو جاتے +

اللہ تعالےٰ نے ان دسوں نمازوں کے ادا کرنے والے کے لیئے دائمی جنت نعیم کا وعدہ یوں فرمایا ہے - کہ اولئک فی جنات مکرمون انشاء اللہ تعالےٰ ان پانچوں زائد نمازوں کا ذکر کیا جائے گا -

جس شخص کو ان دس سے زیادہ کا شوق ہو - اور توفیق رفیق ہو - وہ حضرت سید السادات سید جلال الدین بخاری قدس سرہٗ کی کتاب خزانہ جلالی کو دیکھے - اور حضرت غوث الملک حضرت شیخ ابابکر بہاؤالدین ذکریا قدس سرہٗ کی تالیف اوراد کبیر کا مطالعہ کرنا چاہیئے - کیونکہ اس مختصر میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں - والسلام -

اب میں نماز کی ترتیب ضروری بیان کرتا ہوں - اس سے پہلے وضو کا بیان کروں گا -

واضح رہے کہ نماز مومن کا معراج ہے - نمازوں کے بیان سے پہلے اسلامی بھائیوں کی طبیعت کے موافق نماز کی ترتیب بیان کرتا ہوں - تاکہ لمبے چوڑے مسائل کے مطالعہ سے گھبرا نہ جائیں - اور اس مختصر سے فوائد حاصل کرکے عمل کریں وباللہ التوفیق وما توفیقی الا باللہ بہ نمتسک وبہ نستعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم +

فصل ہشتم

وضو کی ترتیب کے بیان میں

نمازی کو چاہیئے۔ کہ وضو کامل کرے۔ یعنی پاک چشمہ سے پاک برتن میں اپنے ہاتھ سے پانی بھرے اور پاک اور بلند مکان پر قبلہ رُخ بیٹھے اور اپنی پگڑی سر سے اُتار کر بائیں زانو پر رکھے۔ اور پہلے دونوں ہاتھ دھوئے اور ہاتھ دھوتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بسم اللہ العلی العظیم والحمد للہ علیٰ دین الاسلام الاسلام حق والکفر باطل یعنی میں نے دین اسلام کو قبول کیا۔ اور جو کچھ اس میں ہے قبول کرتا ہوں۔ اور کفر و کافری اور جو کچھ اس میں ہے۔ اس سے بیزار ہوں۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ پڑھے اور تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور آخری مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے بعد ازاں مسواک کرے اور یہ کہے۔ اللھم اجعل تمسیکی تمحیصاً للذنوب اور مسواک کو اس طرح دائیں ہاتھ میں پکڑے کہ سبابہ اور وسطی انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا اور خنصر اور بنصر مسواک کے نیچے رکھے پہلے مضمضہ کے لئے پانی منہ میں ڈالے اور مسواک کو بھی پانی سے دھو کر اوپر کے دانتوں پر پہلے دائیں طرف سے بائیں طرف کو تین مرتبہ باہر کی طرف کرے۔ پھر تین مرتبہ نیچے کے دانتوں پر اندر اور باہر ملے۔ پھر تین مرتبہ زبان پر طول کے بل یعنی سرے سے لے کر حلق تک کرے اور ہر مرتبہ مضمضہ کر کے لعاب دہن باہر پھینکے تاکہ منہ غلاظت سے صاف ہو جائے اور ہر دفعہ مسواک کو بھی غلاظت سے پاک کرے۔ اور اس کے سر اور صوف کو دھوئے +

اور مسائل فقہ میں آیا ہے کہ غنی کے لئے واجب ہے کہ مسواک کی صوف کو تیسرے روز نیا کرے اور فقیر ساتویں روز۔

پھر تین مرتبہ غرغرہ اور مضمضہ کرے۔

علمائے دین فرماتے ہیں کہ ہاتھ دھونے سے پہلے مسواک کرنی چاہئے اور اس کے

بعد دونوں ہاتھ دھوکر مضمضہ اور ناک میں پانی ڈالنا وغیرہ ارکان وضو بجالانے چاہئیں +
میری رائے بھی اسی روایت کے مطابق ہے۔ کیونکہ مسواک پہلے کرنے میں کئی فائدے ہیں۔ مثلاً اگر دانتوں یا حلق سے خون نکلے تو پھر ہاتھ دھونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اِس لئے افضل اور انسب یہی ہے۔ کہ پہلے مسواک کرے۔ اور منہ کو نہایت احتیاط کے ساتھ تمام الائشوں سے صاف کرے۔ اور اسمار مقدس کے ذکر کے لئے پاک اور صاف کرے کیونکہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت مسواک کرنے کو اچھا سمجھتے تھے۔ اور وضو سے پہلے اور پیچھے بھی بسا اوقات وضو کیا کرتے تھے +

حدیث صحیح میں ہے کہ میری امت میں سے جو شخص کھانا کھانے کے بعد مسواک کرتا ہے اُسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے +

جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گوش مبارک پر سبز شاخ کی مسواک دیکھی تو فرمایا کہ یہ مسواک اپنے دانتوں میں چباکر اور نرم کر کے مجھے دو۔ حضرت عائشہؓ نے ویسا ہی کیا۔ جب آپ نے مسواک کو دانتوں سے دبا کر نرم کر کے باہر نکالا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسواک دھوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دینا چاہا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا عائشہؓ! مسواک بن دھوئے مجھے دیدو۔ پھر اسی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسواک کی +

علمائے دین فرماتے ہیں کہ کنگھی اور مسواک میں شراکت جائز نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک مذکورہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے شراکت کی۔ یہ محبت کا معاملہ ہے۔ یہ شرعی شراکت نہیں +

مسواک ہر وقت لازمی طور پر اپنے پاس رکھنی چاہئے۔ یہ بڑی سنت ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں ذکر الٰہی کا پاس ادب کیا جاتا ہے۔ اور منہ کی بو دور ہوتی ہے ؎

هزار بار بشویم دهن به مشک و گلاب
هنوز نام تو گفتن هزار بے ادبی است

اگر میں ہزار دفعہ بھی کستوری اور گلاب سے منہ کو دھوؤں۔ تو بھی تیرا نام لے نا ہزار بے ادبی ہے +

مسواک کرنے اور ہاتھ دھونے سے فارغ ہوکر دائیں ہاتھ سے تین مرتبہ منہ میں پانی ڈال کر مضمضہ کرے اور غرغرہ کرے۔ روزے کی حالت میں صرف منہ بھر کر مضمضہ کرنا ہی کافی ہے۔ جب مضمضہ کرے تو ہر مرتبہ کلمہ طیب لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ یا اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم پڑھے۔

بعدازاں دائیں ہاتھ سے تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے اور یہ پڑھے۔ اللھم رحنی رائحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ بعدازاں بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ناک کا خلال کرے۔

بعدازاں اپنی دونوں ہتھیلیوں پر پانی ڈال کر چہرے پر ڈالے۔ چہرے پر پانی ڈالتے ہی دل میں وضو کی نیت درست کرے۔ اور اونچی آواز سے یہ کہے نویت ان اتوضا لرفع الحدث ولاستباحۃ الصلوٰۃ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ بعض وضو کرنے والے یا نور یا نور بھی پڑھتے ہیں اور یہ کلمہ بھی کہے اللھم بیض وجھی یوم تبیض وجوہ احبائک ولا تسود وجھی یوم تسود وجوہ اعدائک ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

یہ مسکین کہتا ہے۔ کہ تمام دعائیں پڑھنی چاہئیں۔ تاکہ ساری فضیلتیں حاصل ہوں ڈاڑھی کا خلال بڑی کوشش سے کرنا چاہئے۔ بھوؤں اور مونچھوں کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا چاہیئے۔ تاکہ ہر ایک بال کی جڑ تک وضو کا پانی پہنچ جائے۔ اور خشک نہ رہے۔ تمام وضو آہستہ آہستہ اور کوشش سے کرنا چاہئے۔ ہر عضو میں تین مرتبہ پانی رواں کرنا سنت ہے۔ لیکن پہلے ہر عضو کو تر کر لینا اور پھر تین مرتبہ دھونا مستحب ہے اگر پہلے تر نہ کیا جائے۔ تو ہر ایک بال اور مسام کی جڑ تک پانی نہیں پہنچتا۔ اغلب ہے کہ اکثر مسام خشک رہ جائیں۔ خصوصاً سردی کے دنوں میں سرد پانی سے وضو کرتے وقت۔

بعدازاں تین مرتبہ دائیں ہاتھ کو کہنی تک دھوئے۔ اور پھر تین مرتبہ بائیں ہاتھ کو کہنی تک دھوئے۔ اور ہتھیلی پر پانی ڈالکر کہنی پر ڈالے اور کہنی کے نیچے کرے۔ اور ہر دفعہ جب پانی ڈالے۔ تو پہلے مستعمل پانی کو دوسرے ہاتھ سے صاف کرلے۔ تاکہ مستعمل پانی استعمال نہ کیا جائے۔ اور وضو صرف غیر مستعمل پانی سے۔ اور تین دفعات میں بھی تمیز اور فرق ہوجائے ہر بازو کو ہر دفعہ دھوتے وقت کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

واللھم صل علے سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم کہے۔ بازوؤں کے آہستہ دھونے میں تمام فضائل حاصل ہوتے ہیں۔

بعدازاں سر کا مسح کرے۔ جس کا طریقہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کرکے دونو ہاتھوں کی خنصر بنصر اور وسطی انگلیوں کو ملائے اور دونوں ہاتھ کے انگوٹھے اور سبابہ انگلیاں تکلف سے جدا کرے۔ ان ملی ہوئی انگلیوں کو مع ہتھیلیوں کے پیشانی سے گدی تک ملتا ہوا لیجائے۔ تاکہ سر اور بالوں کو پانی کی تری پہنچے۔ اور وامسحوا برؤسکم کی فضیلت ادا ہو جائے اور وہ دو انگوٹھے اور دو سبابہ انگلیاں تر و تازہ جداگانہ غیر مستعمل رکھی تھی ان سے دونوں کانوں کا ضرور خلال کرے۔ اور ذکر الٰہی بدستور شروع کرے۔ اور سر کے مسح کے وقت یہ دعا دوبارہ پڑھے اللھم استوعیوہنا ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم اس کے بعد تازہ پانی سے پھر دونوں ہاتھ تر کرے اور انگلیوں کی پشت کو گردن کی طرفوں پر رکھے۔ لیکن انہیں کھینچے نہیں۔ بعدازاں دایئں پاؤں کو پہلے پانی سے چھبو کر اور تر کرکے تین مرتبہ پاؤں کو دھوئے۔ اور ہر طرف سے بڑی کوشش کے ساتھ دھوئے ٹخنے کے اوپر بہت ملے اور دھوئے۔ تاکہ آگے پیچھے اور اندر باہر کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ اور فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ کے فضائل حاصل ہوں +

چاروں مذہب اور بارہ اماموں کا پاک مذہب سچا ہے۔ تمام مجتہد بارہ اماموں کے اقوال اور افعال ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور انہیں پر سہارا لیتے ہیں۔

پاؤں کو پاک اور صاف کپڑے سے خشک کرکے جوتی پہنے۔ کیونکہ ایسا کرنا مستحب ہے +

علمائے دین فرماتے ہیں۔ کہ اگر گیلے پاؤں کو جوتی میں ڈالیں۔ تو ایسا ہے۔ گویا کتے کے منہ میں ڈالے ہیں۔ اور جتنی مرتبہ پاؤں کو دھوئے دعائیں اور ذکر بدستور پڑھے۔ اور یہ دعا بھی دایاں پاؤں دھونے کے ساتھ پڑھے اللھم ثبت قدمی یوم تثبت اقدام المتقین۔ اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھے۔ اللھم ولا تزل قدمی یوم تزل اقدام المنافقین اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد عبدہ

و رسولہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال نہایت احتیاط سے کرے۔ کیونکہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ دوزخ کی آگ سے پہلے اپنی انگلیوں کا خلال کرو۔

وضو کرتے وقت جب تک وضو سے فارغ نہ ہولے دنیاوی کلام نہ کرے۔ اور نہایت خشوع خضوع اور حضور دل سے رہے۔ کیونکہ اسلام اور مشائخ کرام فرماتے ہیں۔ کہ وضو عبادت کی عمارت کی بنیاد ہے۔ اگر بنیاد پاکیزہ اور مضبوط ہوگی۔ تو اس پر کی عمارت بھی پاکیزہ اور عمدہ ہوگی۔ یعنی اگر وضو کے وقت اذکار الٰہی کے یمن و تاثیر اور حضور دل کے سبب دل نفسانی اور شیطانی خطرات اور وسوسوں سے امن میں رہے گا۔ تو اس تمام عبادت کے وقت بھی جو اس وضو سے ادا کی جائے گی امن اور اخلاص نصیب ہوگا۔ کیونکہ عمارت بنیاد کی صحت و درستی پر ختم ہوتی ہے۔

وضو سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یا ایک مرتبہ سورہ انا انزلنانی لیلۃ القدر پڑھے بعد ازاں دو رکعت نفل تحیۃ الوضو ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اس نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر یہ دعا تین مرتبہ پڑھے۔ اللّٰھم اغفر للمومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات حیھم ومیتھم وشاھدھم وغائبھم انک تعلم متقلبھم ومثواھم۔ یہ دعائے ابدال ہے۔ اور اس کی فضیلت بہت بڑی ہے۔

یہ روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے خطاب ہوتا ہے۔ کہ اے میرے بندے! تو نے وضو اچھی طرح کیا ہے اور وضو کے شکرانہ کی نماز ادا کی ہے۔ اگر ہم سے اس وقت سوال نہ کرے تو تو ذمہ وار ہے۔ اور اگر میں قبول نہ کروں تو میں ذمہ وار ہوں۔ اسی واسطے بزرگان دین نے اس مقام اجابت میں یہ دعائے ابدال تجویز فرمائی ہے۔ جو افضل ہے۔ بعد ازاں اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ اس وقت یہی دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ یا اللہ جان کی صحت ایمان کی سلامتی اور تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں +

صحت بدنی پہلے اس واسطے مانگی ہے کہ جسم سے ہی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔ اگر یہ ٹھیک رہے تو منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔ وہی توفیق دینے والا اور تواب الرحیم ہے قل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

فصل نہم

ترتیب نماز کے بیان میں

چونکہ یہ ظاہر ہے کہ نماز فرض۔ واجب۔ سُنت اور مستحب ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے واجب الادا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی کا موجب ہے۔ نماز مومن کا معراج ہے +

جناب رسُول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کسی وقتی نماز میں ناغہ نہیں کیا۔ بلکہ اپنی عمر شریف میں پانچوں وقت نماز باجماعت ادا فرمائی ہے۔ صرف سوموار کی ایک نماز عشا۔ جو جناب کے وصال کی رات تھی۔ وہ بھی اس واسطے کہ خود بدولت سرور کائنات و خلاصۂ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام دردِ سر کی شدت کے سبب مسجد میں نماز ادا نہ کر سکے اور عشاء مذکور کی جماعت اور امامت کا حکم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمایا +

جب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے جناب سرور کائنات و خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے معشاد مصلے پر نہ دیکھا اور آنحضرت کے مقام امامت کو خالی پایا تو مسجد نبوی میں اس قدر آہ و زاری اور واویلا کیا۔ کہ گویا در و دیوار۔ درخت۔ پتھر۔ اہل زمین۔ فرشتے اور آسمان فریاد کر اٹھے ہیں۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانوں پر سر مبارک رکھے ہوئے تھے۔ اور گھر میں آرام کئے ہوئے تھے۔ کہ اس جانگداز آہ و زاری سے جناب کی آنکھ مبارک کھلی۔ اور پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سارا ماجرا عرض کیا۔ تب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم عصاء مبارک ہاتھ میں لئے مسجد شریف تک قدم قدم تشریف لے گئے
اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وعظ اور کلام اللہ شریف اور مہربانی کی توجہ سے تسلی
اور تشفی دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملال حالت سے نکالا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کو اپنے مصلے پر کھڑا کر کے امام بنایا۔ اور صحابہ اور امت مرحومہ کے حق میں بہت بہت
دعائیں کیں۔ پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

اے اللہ کے بندو! اور اے امت مرحومہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
اس بارے میں ذرا غور و انصاف کی نگاہ سے دیکھو۔ کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
نے باوجود شدت درد سر نماز ادا کی۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خلقت اللہ تعالیٰ
کی طرف بلانے۔ ادائے عبادت۔ اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کو بجالانے اور نماز ادا
کرنے کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ بلکہ انہیں کاموں کے لئے مخصوص اور مبعوث تھے۔

نہایت غور کا مقام ہے کہ جنگ احد میں عتبہ وقاص۔ ابن قمیہ اور ان کے ساتھی کافروں
کے ہاتھ سے پتھروں کی بوچھاڑ کے ستر زخم آنحضرتؐ کے سر اور چہرہ مبارک پر ہوئے۔ اور
جناب کا دانت مبارک بھی شہید ہو گیا تھا۔ اور آنحضرتؐ کے چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ
اسّی زخم کھائے اور ابو سفیان کے غلام وحشی کے نیزہ سے شہادت اور قرب حق کا درجہ پایا
اور میدان جنگ میں شکم اور سینہ چاک ہو گیا۔ اور منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔

امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی المرتضےٰ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ زخموں کی کثرت کے
سبب میدان جنگ میں تین مرتبہ بے ہوش ہوئے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو رحمت کی نظر سے دیکھتا
تھا۔ اس وقت آپ کو روح الامین کے تکلم و مکالمہ سے سرفراز فرمایا۔ کہ جبرئیل امین علیہ السلام
بار بار حیدر کرار کو بے ہوشی سے آگاہ کرتے۔ اور قادر بے نیاز کی بارگاہ کی طرف سے
آپ کی تحسین و آفرین کرتے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سلامتی سنا کر تسکین دیتے اور
کفار کے مقابلہ میں حضرت امیر المومنین کو دلیری دیتے اور فرماتے کہ اے نوجوان! ہوشیار
اور خبردار ہو۔ اور جہاد میں دلیری اور سختی سے کام لے۔ کیونکہ تیرے بھائی یعنی حضرت
سید الانبیاء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم صحیح و سلامت زندہ ہیں۔

اسی جنگ میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے بدن مبارک پر تیر کا زخم لگا۔ کہ
تیر کا پھل بدن مبارک میں رہ گیا۔

جب کافروں کو شکست ہوئی اور آپ پہاڑ کی کھوہ میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مجاہدین سمیت کافروں سے لڑ بھڑ کر بیٹھے اور آرام کیا۔ تو دانت مبارک کے شہید ہونے کے سبب جو لہو منہ سے بہا۔ اس کے دھونے اور چہرہ مبارک کے زخموں کے صاف کرنے کے لئے پانی طلب فرمایا۔ اس وقت حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہٗ اس پہاڑ کے ایک چشمہ سے اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے اپنا منہ اور چہرہ مبارک اور زخموں کا خون دھویا اور صاف کیا۔

کہتے ہیں۔ کہ جس وقت زخموں سے خون بہتا تھا۔ اس وقت وہ خون جناب سرور کائنات وخلاصۂ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم آستین اور دامن سے صاف کرتے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ اس ظلم کے سبب زمین اور اہل زمین پر غضب الٰہی نازل ہو۔

اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مقام صبر میں ہو کر فرماتے تھے۔ یا اللہ میری قوم کو ہدایت دو۔ کیونکہ وہ اصل معاملہ سے واقف نہیں۔

مطلب یہ کہ ایسے سخت واقعات اور مصیبت کے وقت بھی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز با جماعت ادا کی۔

اور روایت ہے کہ جناب امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے بدن مبارک میں جو تیر کا پھل رہ گیا اور نکل نہ سکا۔ جب یہ ماجرا جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ تو حضرت سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب علی المرتضےٰ نماز میں مشغول ہوں۔ تو جراحی آلات سے ان کے جسم سے تیر کا پھل نکالنا۔ جب علی کرم اللہ وجہہٗ نماز میں مشغول ہوئے۔ تو یاروں نے تیز آلات سے جناب کے جسم مبارک کا گوشت کا ٹکڑا بیچ میں سے تیر کا پھل نکالا۔ اور پھر زخموں کو باندھ دیا۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو یاروں سے پوچھا۔ کہ مصلے پر خون کیسا ہے؟ انہوں نے پوچھا۔ یا علی المرتضےٰ! کیا آپ کو خبر نہیں۔ ہم نے تو آپ کے جسم مبارک کا گوشت تیز خنجروں سے کاٹ کر بیچ میں سے تیر کا پھل نکالا ہے۔ ہم یہ کام کر رہے تھے۔ اور آپ نماز میں مشغول تھے۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا مجھے مطلق خبر نہیں۔ اسی

قصہ کو مولوی جامیؔ نے تحفہ میں یوں منظوم کیا ہے ؎

شیر خدا شاہ ولایت علی صیقلیٔ شرک خفی و جلی

شیر خدا۔ شاہ ولایت۔ شرک خفی و جلی کو صیقل کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ

روز احد چوں صف ہیجا گرفت تیر مخالف بہ تنش جا گرفت

جنگ احد کے دن جب آپ لڑ رہے تھے۔ تو مخالف کا تیر آپ کے بدن میں رہ گیا۔

غنچۂ پیکان بگل او نہفت صد گل محنت زگل او شگفت

تیر کا پھل آپ کے پھول جیسے بدن میں رہگیا۔ آپکے پھول سے محنت کے سو پھول کھل گئے

روئے عبادت سوئے محراب کرد پشت بدرد سر اصحاب کرد

جب عبادت کے لیئے محراب کی طرف رُخ کیا۔ اور درد والی پیٹھ اصحاب کی طرف کی۔

خنجر الماس بینداختند چاک بتن چوں گلش انداختند

تو صحابہ نے خنجر الماس سے۔ آپ کا پھول جیسا جسم مبارک چاک کر ڈالا۔

غرقہ بخوں غنچۂ زنگار گوں آمد ازاں گلبن احسان بروں

اور زنگار کے رنگ والا تیر کا پھل۔ اس احسان کے گلبن کے بدن سے نکالا۔

گل گل خونش بمصلے چکید گشت چوں فارغ ز نماز آں بدید

مصلے پر خون ٹپکا۔ اور جب آنحضرت کرم اللہ وجہہ نماز سے فارغ ہوئے اور دیکھا۔

کیں ہمہ گل چیست تہ پائے من ساختہ گلزار مصلائے من

تو پوچھا کہ یہ میرے پاؤں تلے کیچڑ کیسا ہے جس نے میرے مصلے کو گلزار بنا دیا ہے۔

صورت حالش چو نمودند باز گفت کہ سوگند بدانائے راز

جب صحابہ نے اصل معاملہ عرض کیا۔ تو فرمایا مجھے بھیدوں کے جاننے والے کی قسم۔

کز الم تیغ ندارم خبر گرچہ ز من نیست خبردار تر

کہ مجھے تلوار کے درد کی مطلق خبر نہیں۔ حالانکہ مجھ سے زیادہ خبردار کوئی نہیں۔

طائر من سدرہ نشیں شد چہ باک گر شودم تن چو قفس چاک چاک

خواہ میرا جسم پنجرے کی طرح چاک چاک ہے۔ کچھ پرواہ نہیں۔ میری روح سدرہ نشین تھی۔

جامیؔ از آلایش تن پاک شو در قدم پاک رواں خاک شو

اے جامی! بدن کی آلائشوں سے پاک ہوجا اور پاکیزہ جان والے مردانِ خدا کے قدم میں خاک

ہو جا +

دینی بھائیو! اور یقینی دوستو! اس کام کا بہت اندیشہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اہل اسلام میں نماز بہت بڑا کام اور سیدھی راہ ہے۔ اور یہ کام واجب الاطاعت والتعظیم ہے۔ اسے ہر حالت اور ہر وقت دل وجان سے ادا کرنا چاہیئے۔ اور اس کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ وہی توفیق دینے والا ہے۔ اسی سے توفیق ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی توفیق دینے والا نہیں۔ یا اللہ! اپنی توفیق سے موافق کرنا۔ اور اپنی سرمدی ہدایت سے سیدھی راہ دکھانا۔

جب نمازی وضو کی ترتیب سے فارغ ہو چکے۔ تو اسے چاہیئے کہ مصلے کو پاک جگہ اپنے ہاتھ سے محراب میں قبلہ رُخ کرے اور خود ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔ جب مصلے پر قبلہ رُخ کھڑا ہووے تو اپنے اللہ تعالےٰ کو جس کی ذات پاک اور بے پرواہ ہے۔ حضور دل سے حاضر وناظر دیکھے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں سیدھی قبلہ رُخ کرے۔ اور دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل جگہ خالی چھوڑے اور نہایت خشوع وخضوع سے قبلہ رُخ ہو کر دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر اس طرح رکھے کہ دونوں ہتھیلیاں برابر اور قبلہ کے مقابل ہوں۔ اور ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کان کی لو کے نیچے ہوں۔ تب تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہے اور دل میں یہ فکر کرے کہ میں اللہ تعالےٰ کے سوا باقی تمام چیزوں سے بیزار ہوں۔ کانوں پر ہاتھ رکھنے کا سبب بھی یہی ہے۔ کہ ظاہر میں اعضاء شہادت دیں۔ اور باطن میں دلی اخلاص نیت ہو۔ کہ واقعی میں ذات حق کے سوا باقی تمام چیزوں سے بیزار ہوں اور اس کے غیر کی پرستش کے فکر سے بالکل بیزار ہوں۔ زبانی اقرار اور دلی اخلاص دونوں جمع کرلے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر بہت بہت تسبیح۔ تحمید اور تکبیر کہتے ہیں۔ اور بعد ازاں اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ پڑھتے ہیں۔ جو اس بنا کا رکن اعظم اور صقل قلب کا سب سے موثر مصقلہ ہے۔ اس سے شرک خفی وجلی۔ وسوسوں۔ خطرات نفسانی اور شیطانی وہم کی کدورتیں اور زنگار دور ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس بارے میں کامل برہان حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اِس وقت سے لیکر اب تک اس کا اثر بدرجہ کمال ہوتا آیا ہے دل کو کعبہ کے رب کی طرف متوجہ رکھے اور نظر کو ظاہر و باطن میں قبلے کے برابر کرے۔ اور نیت قائم کرے۔ کہ فلاں نماز فلاں وقت میں قبلہ رُخ ہو کر قبلہ کے سامنے ادا کر رہا ہوں اور زبان سے بھی یہ الفاظ بطور نیت کہے۔ نویت ان اصلی للہ تعالیٰ رکعات فلاں

صلوٰۃ خالصتہ عبادۃ للہ تعالیٰ متوجھا الی الکعبتہ الشریفتہ اللہ اکبر۔ تاکہ زبانی اقرار اور دلی تصدیق صادق آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک دلی نیت۔ زبانی اقرار اور اعضا کا عمل تینوں متفق نہ ہوں اعمال سچے نہیں ہوتے +

مثلاً اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کا زبانی اقرار کرے۔ لیکن نیت نہ کرے۔ تو سمجھو کہ وہ سارا دن بے فائدہ بھوکا پیاسا رہا۔ اور اسے روزے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اگر وہ دل میں نیت بھی کرے اور زبان سے بھی کہے اور سحری سے افطار تک روزہ نہ رکھے۔ تو بھی روزے کا عمل باطل ہو جاتا ہے +

پس یاد رکھو کہ دلی نیت زبانی اقرار اور اعضاء کا عمل تینوں کو متفق کرنا چاہیئے۔ تاکہ اعمال مکمل ہوں +

علمائے دین متین فرماتے ہیں۔ کہ قبلہ رُخ ہونے کی نیت کعبہ شریفہ کے احاطہ کی کرنی چاہیئے نہ کہ کعبہ معظمہ کی عمارت کی۔ یعنی جس زمین میں کعبہ معظمہ ہے اس کی طرف نیت درست کرنی چاہیئے کیونکہ کعبہ شریف کی عمارت کبھی کبھی اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے جاتی ہے۔ لیکن کعبہ معظمہ جس زمین پر واقع ہے۔ وہ ہر وقت وہیں رہتی ہے۔ اس مسئلہ پر صوفیائے کرام اور فقہا متفق ہیں۔ چنانچہ شرح منیتہ المصلی میں بھی یہی وجہ لکھی ہے۔ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے +

بعد ازاں دونوں ہاتھوں کو کان کی لو سے نیچے لا کر سینے سے نیچے لٹکائے۔ اور پھر ناف تلے اس طرح باندھے۔ کہ دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر ہو۔ اور بائیں ہاتھ کی کلائی دائیں ہاتھ سے اس طرح پکڑے کہ تین درمیانی انگلیاں اوپر کی طرف ہوں۔ اور انگوٹھا چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو مضبوط پکڑے اور دل میں ایسا خیال کرے۔ کہ گویا غلام اپنا سر جھکائے دست بستہ اپنے آقا کے روبرو کھڑا رہے۔ نگاہ سجدہ گاہ پر رکھے۔ یعنی دائیں بائیں اِدھر اُدھر اور اوپر نیچے نہ دیکھے +

بعد ازاں ثناء اس کے بعد تعوذ اس کے بعد بسم اللہ اس کے بعد فاتحہ مع لفظ آمین کہہ کر جو سورہ چاہے نفلوں میں وظائف کے معمول کے موافق اور فرائض میں مسائل کے مطابق پڑھے یعنی فجر کی نماز میں سورہ بقر سے لیکر والسماء ذات البروج طوال مفصل۔ ظہر کی نماز میں بھی اسی طرح عصر کی نماز یعنی صلوٰۃ وسطیٰ میں اوساط مفصل یعنی والسماء والطارق سے لے کر لم یکن الذین۔ مغرب کی نماز میں قصار مفصل یعنی سورہ لم یکن الذین سے لے کر والناس تک

اور عشاء کی نماز میں عصر کی طرح اوساط مفصل یعنی والسماء والطارق سے لم یکن تک جو چاہے۔ سورۃ فاتحہ سے ملائے ✦

حاشیہ کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ طوال مفصل سورۃ محمدؐ سے لے کر اور بعض کہتے ہیں سورہ قاف سے لے کر سورہ بروج تک فجر اور ظہر کے فرضوں میں۔ اوساط مفصل البروج سے لے کر لم یکن الذین عصر اور عشاء کی نماز فریضہ میں اور اقصار مفصل یعنی لم یکن الذین سے لیکر والناس تک مغرب کی نماز فریضہ میں پڑھنا چاہیئے ✦

قیام میں سرو قد سیدھا کھڑا ہووے۔ اور اپنے دونوں پاؤں پہ زور برابر رکھے۔ اپنے سر کو نہایت خشوع و خضوع اور تسلیم و تواضع سے جھکائے رکھے۔ جب ملائی ہوئی سورہ پڑھ چکے۔ تو رکوع کرے ✦

رکوع اور سجود کی تسبیحیں تین قسم کی ہیں۔ اعلیٰ۔ اوسط اور ادنےٰ۔ اعلیٰ گیارہ اوسط سات یا پانچ دفعہ اور ادنےٰ تین مرتبہ کہنا۔

اگر اکیلے نماز ادا کرتا ہو تو اُسے اختیار ہے۔ کہ اپنی توفیق اور طاقت کے مطابق اعلیٰ یا اوسط کا اجر حاصل کرے۔

اور اگر امام ہے۔ تو چاہیئے کہ مقتدی کی قوت اور طاقت کے موافق تسبیحیں کہے کہ اس بارے میں جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اپنے کمزور سے کمزور مقتدی کی توفیق کے مطابق نماز ادا کرو۔

جلسہ اور قومہ اس طرح کرو کہ بدن کو رکوع کے بعد سیدھا کر کے ایک تسبیح کے برابر ٹھیرو رکوع کے وقت اپنی نگاہ دونوں پاؤں پر جمائے رکھو۔ اور سجدہ کے وقت نگاہ ناک پر رکھنی چاہیئے۔ دونوں قعدوں میں سینے پر بائیں طرف جہاں دل ہے۔ نظر جمائے رکھو۔

مطلب یہ ہے۔ کہ اگر نظر سینہ میں دل کے مقام پر رکھی جائے۔ یا دل میں سوچ بچار کی جائے۔ تو دل وسوسوں اور خطروں سے صاف ہو جاتا ہے۔ جب دائیں طرف سلام کہے تو امام کی صورت میں دائیں کندھے کے موکل پر سلام کی نیت۔ اور مقتدیوں کے سلام کی نیت بھی ویسی ہی کرے۔ اور جب بائیں طرف سلام کہے۔ تو اولیاء اور انبیاء کی ارواح مقدسہ کے سلام کی نیت کرے۔ اور مقتدیوں کے لئے بھی ایسی ہی نیت کرے۔ اگر مقتدی ہے اور امام سے دائیں طرف ہے تو دائیں طرف کے سلام کی نیت دائیں کندھے کے موکل کے سلام کی کرے۔ اور

اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کے سلام کی نیت کرے۔ اور بائیں طرف امام کے سلام۔ اور بائیں کندھے کے موکل کے سلام کی نیت کرے۔ اور بائیں طرف کے مقتدی اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کے سلام کی نیت کریں۔ دائیں بائیں سلام کے وقت مذکورہ بالا نیات سے کام لے۔

اگر نماز ادا کرتے وقت اپنی آنکھیں محض اس واسطے بند کرے کہ حضور دلی حاصل ہو۔ اور وسوسے اور خیالات دور ہوں۔ تو جائز ہے۔ نماز میں دائیں بائیں نہ دیکھے اور فعل کثیر نہ کرے۔ یعنی ایک رکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود یا قومہ یا جلسہ ان جملہ میں سے کسی ایک میں کھجلانے۔ مکھی۔ مچھر اور پسو وغیرہ موذی چیزوں کو دور کرنے کے لئے یا بدن پر کپڑا درست کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت نہ دے۔ تاکہ فعل کثیر واقع نہ ہووے۔

تہ بند ٹخنوں کے نیچے نہ رکھے اور کندھوں پر چادر کو بھی بہت نہ لٹکائے۔ جبہ کے بند بھی مضبوط رکھے۔ تاکہ سدل لازم نہ آئے۔

دوسری رکعت میں پہلی کی نسبت قرأت زیادہ نہ کرے۔ ایک سورہ بیچ میں چھوڑ دوسری نہ شروع کرے۔ بلکہ بیچ دو سورتیں چھوڑ تیسری شروع کرے۔ ورنہ بالترتیب اور متصل پڑھے۔

جس نماز میں قرأت خفی کا حکم ہے۔ جہر نہ پڑھے۔ اور خفی اس طرح پڑھے۔ کہ اپنی آواز اپنے ہی کانوں تک پہنچے۔ قریب ترین مقتدی کو بھی سنائی نہ دے۔ اگر وہ سن لیگا۔ تو وہ قرأت جہر شمار ہو گی۔ اور واجب کی ترک ہو کر سجدہ سہو لازم ہو گا۔

رکوع کے وقت پیٹھ کو ہموار رکھے اور سر اور چوتڑ سیدھے رکھے۔ اور سجود کیوقت دونوں ہاتھوں کے درمیان سر اس طرح رکھے۔ کہ پہلے پیشانی زمین پر نہایت ادب سے رکھے۔ بعد ازاں ناک اور اٹھاتے وقت پہلے ناک اٹھائے پھر پیشانی۔ اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملی اور سیدھی قبلہ کے مقابل رکھے۔ اور پاؤں کی انگلیاں بھی سیدھی قبلہ کی طرف رکھے۔ اگر سجدہ کے وقت یا بیٹھتے وقت پاؤں زمین سے اٹھ جائیں۔ تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نیز سجدہ کے وقت اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اوپر اور جدا رکھے۔ رانوں اور پیٹ کو نہ ملائے۔ دونوں کہنیاں گھٹنوں تک ہوں۔ لیکن ان سے جدا۔

نماز کے تمام ارکان آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر ترتیب دار ادا کرے۔ بیٹھنے اُٹھنے میں چستی اور جلدی نہ کرے۔ عاجزی اور تواضع سے کام لے اور ان کو مسجود حقیقی کے حضور میں حاضر رکھے اور نرم کرے۔ تاکہ رقت اور رونا حاصل ہو +

نماز میں آیات قرآنی کو بہت آہستگی سے لفظ جُدا جُدا عظمت وحشمت سے پڑھے قرأت کے متعلق چوتھے باب کی فصل طرائق سلوک واشغال میں مفصل ذکر ہو چکا ہے +

جب اکیلے نماز ادا کرے۔ تو جس قدر قرأت لمبی ہوگی اور کلام الٰہی سے لذت اور لطیف حاصل ہوں گے۔ اسی قدر بہتر ہوگا۔ کیونکہ یہی مقصود کل ہے۔ اور یہی عبادت کا پھل ہے +

جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کی قرأت میں بعض اوقات سورہ بقر جو اڑھائی سپارے کے قریب ہے۔ پڑھا کرتے تھے۔ سبحان اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق شوق اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی محبت، استقامت اور عالی ہمتی کس پایہ کی تھی +

اکیلا ہونے کی صورت میں جس قدر زیادہ تسبیحیں کہے گا اور لذت حاصل کرے گا۔ اسی قدر بارگاہ الٰہی کا زیادہ قرب ہوگا۔ اور "لبیک عبدی" "میرے بندے میں حاضر ہوں" کے شرف سے مشرف ہوگا۔

چنانچہ روایت ہے کہ جب نمازی سجدہ میں دلی حضور خشوع وخضوع۔ عجز۔ وزاری اور عشق الٰہی سے ایک مرتبہ سبحان ربی الاعلےٰ کہتا ہے۔ تو مجیب الدعوات حقیقی کی بارگاہ سے دس مرتبہ "لبیک عبدیؒ" کا خطاب سنتا ہے۔ خواہ نمازی کو اس خطاب الٰہی کے سننے کی استعداد اور کشف ہو یا نہ ہو۔ لیکن بارگاہ الٰہی سے "لبیک عبدی" کا خطاب ضرور ہوتا ہے +

نمازی کے لئے لازم ہے کہ حضور دلی اور اعتقاد خالص اور کامل سے بہت مرتبہ تسبیح کہے اور یقین جانے کہ ہر مرتبہ مجھے "لبیک عبدی" کا خطاب ہوتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں سر کے کانوں سے لبیک عبدی کا خطاب سنتا ہوں۔

اب میں اپنی بیتی سناتا ہوں۔ ایک مرتبہ مجھے ماہ رمضان المبارک میں ریاست بہاولپور کے شہر خیرپور میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میرے جانے سے پہلے ایک شخص عالم واعظ

صوفی منش عیش نمود یا علم سے محض خالی اور بے بہرہ طباع فیلسوف۔ سیعث زبان اس شہر اور گرد و نواح میں وعظ اور امر معروف بکثرت کرتا تھا۔ چونکہ ملک مسلمانوں کا تھا۔ اس لئے علما صلحار اور خاص و عام اس کے مطیع اور معتقد بنے ہوئے تھے۔ اور اس کی خدمت میں امر معروف سننے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس شہر اور گرد نواح میں حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے مرید بہت تھے۔ اس لئے اس نے وہاں مشہور کر رکھا تھا۔ کہ میرا نام سلطان محمود ہے۔ اور یہ کہ میں حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ العزیز کا بھانجا ہوں۔ یعنی میرے (مصنف) والد بزرگوار کا بھانجا ہے۔ جب میں اپنے حضرتوں کے مریدوں داؤد پوترہ خانوں کے مکان پر اترا۔ اور جب اس نے میرے آنے کی خبر سنی تو مصری کا ایک تھال بھر کر بطور تحفہ اور نذر میرے پاس لے آیا۔ اور خود بخود وعظ و نصیحت میں مشغول ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس کی لسانی سے حاضرین کو ذوق پیدا ہوا۔ اور مجھے بھی اس کے کلام سے لذت حاصل ہوئی۔ اس وقت نماز کی ترتیب کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ آخر اس نے یہ کہا۔ کہ جب نمازی نماز میں تسبیحیں پڑھتا ہے۔ تو بارگاہ الہٰی سے 'لبیک عبدی' کی آواز آتی ہے۔ پس نمازی کو چاہیئے۔ کہ اول تو گیارہ گیارہ مرتبہ تسبیحیں کہے اور اگر اتنا نہ کر سکے تو سات سات مرتبہ پڑھے۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پانچ پانچ مرتبہ تو ضرور کہے۔ تاکہ عبادت اولیٰ سے ادنیٰ (تین مرتبہ تسبیح کہنا) میں نہ آپڑے۔ اس کی اس بات نے مجھ پر بڑا گہرا اثر کیا۔ اس روز سے میں نے اپنا معمول مقرر کیا۔ کہ میں گیارہ یا سات مرتبہ تسبیح پڑھتا۔ اور جب میرا نفس سستی۔ تھکاوٹ یا بیماری کے سبب کوتاہی کرنے لگتا۔ اور تین مرتبہ پڑھنے پر مائل ہوتا۔ بھلا! اس وسوسہ کے آتے ہی مجھے اس نمود یا آدمی کی نصیحت یاد آجاتی۔ اور پھر منجانب اللہ اولیٰ اور افضل قسم کی تسبیحیں کہنے کی توفیق حاصل ہو جاتی۔ اور ادنیٰ قسم کی تسبیحوں کو اختیار کرنے سے باز رہ جاتا۔

اگرچہ وہ شخص مذکور جاہل نمود یا۔ جھوٹا اور طامع تھا۔ اللھم اغفرلی و لہٗ و لجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات حیھم و میتھم و شاھدھم و غائبھم متقلبھم و مثویھم۔

پس اے دینی بھائیو! خواہ نصیحت کرنے والا گنہگار اور عالم بلا عمل ہو۔ اگر سننے والے میں استعداد قبولیت ہے اور اسے توفیق الہٰی کا فیضان حاصل ہے تو ہر ایک بات اور مجلس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عالم کے قول کو

دیکھنا چاہیئے نہ کہ اس کے عمل و فعل کو۔

اگر کوئی گھر میں ہے۔ تو اُسے ایک ہی بات کافی ہے۔ چنانچہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ مصرعہ
دمطرب کہ آواز سم ستور

وہ مطرب کی آواز نہ تھی۔ بلکہ گھوڑے کے سموں کی آواز تھی ٭

نماز اشراق

اشراق کی نماز کی چار رکعتیں دو دو کرکے اس طرح ادا کرنی چاہئیں۔ اول نیت یوں کرنی چاہئے۔ نویت ان اصلی اللہ تعالی رکعتین صلوٰۃ الاشراق خالصۃ عبادۃ للہ دجھاالی جھتہ عرصتہ الکعبتہ الشریفتہ اللہ اکبر، پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ والشمس وضحہا پڑھ کر دونوں رکعتیں ختم کرے۔

پھر دوسری دو رکعتوں میں سے پہلی میں فاتحہ کے بعد صرف سورہ والسماء والطارق اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک دفعہ آیۃ الکرسی وھو العلی العظیم تک۔ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر ختم کرے ٭

نماز سے فارغ ہو کر دعا کے واسطے سربسجود ہو۔ لیکن سربسجود ہو۔ لیکن دونوں ہاتھ بجائے اُلٹے رکھنے کے سیدھے رکھے جیسا کہ دعا مانگتے وقت رکھتے ہیں ٭

اسی سجدہ میں ایک سو مرتبہ یا وہاب یا وہاب پڑھے اور ہر مرتبہ دلی مراد کا خیال کرے خواہ وہ مراد دینی ہو خواہ دنیوی۔ مجیب الدعوات حقیقی اور قاضی الحاجات کی بارگاہ سے الگ الگ مانگے ٭

جب سجدہ دعا سے فارغ ہووے تو سجدہ سے سر اُٹھا کر قعدہ میں آئے اور دونو ہاتھ پھیلا کر کندھوں کے برابر رکھ کر یہ دعا سات مرتبہ پڑھے۔ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا اور ساتوں ہی مرتبہ اپنی مراد اللہ تعالےٰ سے مانگے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جو شخص چار رکعت نماز اشراق نہار کے شروع میں پڑھتا ہے سارا دن دینی اور دنیوی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

بعدازاں قرآن شریف کی تلاوت کرے۔ کیونکہ اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کرنا افضل ہے۔ چنانچہ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا آیا ہے۔ اگر نہ کر سکے۔ تو کوئی اور وقت

مقرر کرے +

ضحیٰ کے وقت بارہ رکعت چاشت گذارے۔ حضرت سید السادات پیر مخدوم جہانیاں بخاری قدس سرہٗ آٹھ رکعت ضحیٰ ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن نماز اشراق کے ساتھ ہی۔ اس خیال سے کہ کہیں وقت نہ گذر جائے۔ اہل حدیث بھی آٹھ رکعت نماز ضحیٰ ادا کرتے آئے ہیں۔ بعض نیک لوگ محض چار رکعت نماز ضحیٰ ادا کیا کرتے تھے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد چاروں قل میں سے بالترتیب ایک ایک قل پڑھے۔ مثلاً پہلی رکعت میں کافرون۔ دوسری میں سورہ اخلاص۔ تیسری اور چوتھی میں معوذتین +

حدیثوں۔ خزانۂ جلالی اور شیخ کبیر حضرت ابو بکر محمد زکریا بہاؤ الدین ملتانی قدس سرہٗ کے اوراد میں لکھا ہے کہ نماز ضحیٰ کی بارہ رکعت ادا کرنی چاہئیں +

حدیث میں ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص نماز ضحیٰ بارہ رکعت ادا کرتا ہے۔ ہر روز نماز کے بدلے اس کے لئے بہشت میں ایک سنہری محل تیار ہوتا ہے۔

نماز ضحیٰ کے بعد کسی دنیاوی کام دھندے یا جس عبادت میں چاہے مشغول ہو جاوے۔ پھر بارہ رکعت نماز زوال سورج کے سر پر آنے سے ذرا پہلے ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا کافی ہے۔

عصر کی نماز فریضہ سے پہلے چار زائد سنتیں ضرور ادا کیا کرے۔ اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مغرب کی نماز کی اذان اور تکبیر تک اسماء الٰہی یاحی یاقیوم کی دعوت جاری رکھے۔ اگر ہو سکے تو عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مغرب تک دنیاوی کام نہ کرے۔ کیونکہ گذشتہ مشائخ کرام ایسا کرتے آئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ توفیق دینے والا ہے۔

سورج غروب ہونے کے وقت چند مرتبہ یارزاق یارزاق پڑھے۔

حضرت سید السادات پیر سید جلال الدین بخاری اور حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں قدس سرہما سے جواہر خمسہ اور خزانہ جلالی میں منقول ہے۔ کہ سورج نکلتے اور غروب ہوتے وقت جس قدر ہو سکے یارزاق یارزاق پڑھا کرے۔ نماز مغرب کے بعد دو رکعت نفل اس طرح پر ضرور ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ الشمس۔ والضحیٰ والیل اذا سجیٰ۔ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح پڑھے۔ اور سلام کے بعد ان دونوں رکعتوں کا ثواب

حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو بخشے۔ اور پھر دو رکعت اور نفل اس طرح ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ ان دونوں رکعتوں کا ثواب حضرت خواجہ اویس قرنی رض کی روح پاک کو بخشے۔ اور دو اور رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے اور سلام کے بعد اس کا ثواب قطب ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی غوث الاعظم حضرت پیر سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرۃ العزیز کی روح پر فتوح کو بخشے +

بعد ازاں چھ رکعت نماز اوابین دو دو رکعت کر کے اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ مشائخ عظام نے اس نماز کی تاکید بہت کچھ کی ہے۔ یہ نماز مذکورہ بالا پانچ زاید نمازوں یعنی اشراق۔ ضحیٰ۔ زوال۔ اوابین اور تہجد میں سے ہی اور آیت کریمہ میں اس نماز کی فضیلت کا ذکر خاص طور پر ہے انہ کان للاوابین غفورا اگرچہ اس نماز بھی بارہ رکعتیں ہیں۔ لیکن متاخرین کی سہولت کے واسطے مشائخ کرام نے چھ رکعت مقرر کی ہیں +

جن دو رکعتوں کا ثواب حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ کی روح پر فتوح کو بخشا جاتا ہے اس کے ادا کرنے کے بعد بغداد شریف کی طرف جو ملک ہند سے شمال مغربی گوشہ میں ہے دونوں ہاتھ کر سات چھوٹے چھوٹے قدم چلکر کھڑا ہو جائے۔ پہلے دایاں قدم اٹھائے اور آخر میں بھی دایاں۔ پھر بائیں پاؤں پر انگوٹھے کے ساتھ دائیں پاؤں کی ایڑی ملا کر دست بستہ کھڑے ہو کر پہلے ایک دفعہ یہ درود پڑھے " اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و علےٰ اٰل سیدنا محمد و بارک وسلم" پھر تین مرتبہ قصیدہ غوثیہ پڑھے۔ پھر ایک مرتبہ ... شریف ... پھر ... مرتبہ " یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ فی سبیل اللہ پڑھے۔ اور جب اسم مبارک پڑھے ہر مرتبہ اپنی مراد اللہ تعالیٰ سے مانگے +

جناب فیض مآب غوث الثقلین حضرت الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے۔ حضرت شاہ عبدالمعالی قدس سرہٗ العزیز نے اسم مبارک " شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کی خاصیتوں اور تاثیروں کے بارے میں ایک علیحدہ رسالہ لکھا ہے۔ جو نہایت متبرک اور مجرب ہے۔ انسے ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور یاد کرنا چاہئے۔ اور محفوظ رکھنا چاہئے +

اسم شریف پڑھنے کے بعد بدستور ہاتھ باندھے اُلٹے پاؤں پھرے لیکن پیٹھ بغداد شریف کی طرف نہ کرے۔ کیونکہ اس وقت اسم شریف پڑھنے کے سبب جناب غوث الثقلین کی روحانیت کی توجہ پڑھنے والے کے حال پر ہوتی ہے۔

بغداد شریف کی طرف اس طرح چلنے پر وہابی لوگ یعنی عبدالوہاب نجدی کے پیرو بہت کچھ اعتراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس نیت سے نماز کی ہئیت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن انہیں یاد رہے کہ نماز کے وقت ہاتھ ناف تلے باندھے جاتے ہیں۔ اور اس میں سینہ پر، نماز میں دایاں ہاتھ اوپر ہوتا ہے۔ اور اس میں بایاں اوپر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے ہئیت صلوتیہ لازم نہیں آتی +

وہابیوں کی بد اعتقادی کے بارے میں علمائے دین نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ فرقہ بہت ہی بد اعتقاد ہے۔ یہاں تک کہ خود جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بد اعتقاد ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے تو یہ لوگ جلتے ہیں۔ اور چمگادڑ کی طرح کورچشمی کے سبب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کا نور نہیں دیکھ سکتے۔ حالانکہ آفتاب کے نور سے جہان روشن ہوتا ہے۔ لیکن بے نصیب چمگادڑ اپنی بدقسمتی کے سبب کونے میں چھپا رہتا ہے۔ پس اگر یہ لوگ کوئی سوال کریں۔ تو ان کا جواب نہیں دینا چاہیئے ؎

کور چشمے کے بہ بیند آفتاب

کور را از آفتاب است صد حجاب

اندھا سورج کو کب دیکھ سکتا ہے۔ اندھے کے لئے آفتاب سے سو پردے ہیں +

مسلمان بادشاہ ان لوگوں کو عرب حجاز اور مقامات متبرکہ سے نکال دیتے ہیں۔ اور اہل بخارا تو قتل کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہابی کافروں سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ کافروں کا کفر انہیں تک محدود رہتا ہے۔ لیکن ان کی یہ سخت تعدی ہے۔ جو ہزاروں کو بد اعتقاد بناتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اگر یہ لوگ کوئی سوال کریں۔ تو اس کا جواب نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر وظیفہ میں مشغول رہنا چاہیئے۔ ان کے سوال کا جواب دینا گویا وقت کو ضائع کرنا اور عمل کو بگاڑنا ہے۔ جو شخص مخالف وقت ہو۔ اس سے پرہیز لازم ہے۔ فقط +

مسلمانی کا دعوے کرنے والا کیا ایسی بیہودہ

اللہم ایسے لوگوں سے خدا بچائے

تفصیل ذکر جہر و خفی

بعدازاں مقام نماز پر روبقبلہ مربعہ بیٹھ کر دو سو مرتبہ یہ درود پڑھے۔ "اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد وبارک وسلّم" پھر دو سو مرتبہ استغفار کرنا چاہیئے۔ ایک دفعہ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ کہے۔ پھر صرف استغفر اللہ۔ استغفر اللہ کہے۔ بعدازاں سر جھکا کر یعنی اپنی ٹھوڑی سینے پر رکھ کر دو سو مرتبہ ذکر جہر لا الٰہ الا اللہ بلند آواز سے لمبا کر کے کرے۔ ذکر جہر الا اللہ کی ضرب اثبات اپنے سینے پر دل کے مقام پر جو بائیں پستان تلے ہے۔ لگائے۔ جب سو دفعہ ہو جائے تو ایک دفعہ محمد رسول اللہ کہے۔ پھر اسی طرح دوسرا سو بھی ختم کرے +

مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ آواز کو اس قدر بلند اور دراز کرے۔ کہ سننے والے یہ خیال کریں کہ دیوانہ ہے۔ یا نمود یا۔ تاکہ سنت نبوی بجا آئے۔ یعنی جب وہ ذکر سنتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ وہ تو دیوانہ ہے +

جس قدر ضرب سخت اور بلند ہوگی۔ اسی قدر دل زیادہ صاف ہوگا۔ جب دو سو مرتبہ ذکر کر چکے۔ تو پھر لب اور منہ بند کر کے دل میں لا الٰہ دائیں طرف اور الا اللہ بائیں حسب دستور کہے۔ جب لا الٰہ کہے تو ماسویٰ اللہ کی نفی کرے۔ جیساکہ دوسرے باب میں ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی لا الٰہ کے ذکر کے وقت معبود باطلہ کی نفی کرے۔ یعنی کوئی معبود بحق نہیں۔ اور جب الا اللہ کہے تو یہ خیال کرے۔ کہ صرف ذات حق ہی معبود حقیقی ہے + رہی بات تو زیبا و [illegible] لی رکھتے ہیں

اکثر اذکار کے وقت صرف یہی ذکر حصر کرتا ہے کہ اللہ کے تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جہر اور خفی دونوں حالتوں میں انہیں معنوں کا خیال رکھے +

خفی میں صرف معنوں کا خیال ہی خیال ہو۔ زبان سے لفظ ادا نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مشائخ کرام فرماتے ہیں۔ کہ فکر کے بغیر ذکر کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر معنوں کا خیال نہ کیا جائے تو دل شرک کی آلائشوں اور گناہوں کی گندگی سے صاف نہیں ہوتا۔ اس بارے میں پہلے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اس فصل کے آخر میں بھی مفصل طور پر ذکر کیا جائے گا +

جب تک ذکر فکر سے نہ کیا جائے روح صاف نہیں ہوتی۔ اور الا اللہ کے معنی کے استغراق وحدانیت میں مستغرق نہ ہو تصفیہ روح نہیں ہو سکتا۔ ذکر بلا فکر لا حاصل ہے۔ جب یہی ذکر با فکر وقوف قلبی کا درجہ جہر و خفی میں پختہ ہو جاتا ہے تو حالت جہر میں ذکر زبان پر ہوتا ہے۔ اور معنی دل میں۔ زبان فکر سے کہے جاتے ہیں۔ اول دل کے کانوں سے سُن کر سمجھے جاتے ہیں۔ اور ذکر خفی کے وقت زبان اور منہ بند رہتے ہیں۔ اور دل کے فکر سے کلمہ نفی لا الہ کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے معنوں کا خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔ بعد ازاں الا اللہ فکر دل سے کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے معنوں کا خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اللہ ہی معبود حقیقی ہے۔ اسی طرح دوسرے لطیفہ میں لا الہ اور الا اللہ کا ذکر کرے۔ جب یہ بھی پختہ ہو جائے تو پھر تیسرے لطیفہ میں یہی ذکر کرے۔ جب یہ بھی پختہ ہو جائے۔ تو چوتھے لطیفہ میں مشغول ہو جائے۔ یہ وظیفہ شام کے نفلوں کے بعد مصلے پر بیٹھے ہوئے ادا کرنا چاہیے۔ تاکہ احیاء العشائین ادا ہو۔ یعنی نماز مغرب اور نماز عشا کا مابین وقت زندہ رہے۔ مطلب یہ کہ اس میں ذکر و فکر کیا جائے +

جو شخص نماز مغرب اور نماز عشا کے مابین وقت میں یادالٰہی نہیں کرتا۔ اسے تہجد کی توفیق میسر نہیں ہوتی۔ احیاء العشائین سے مراد یہ ہے۔ کہ نماز شام اور نماز عشا کے درمیانی وقت میں ذکر الٰہی کیا جائے +

جو سانس یادالٰہی بغیر لیا جائے وہ مردہ ہے۔ اس بارے میں سانس اور وقت کا ایک ہی حال ہے۔ جس طرح پاس انفاس ضروری ہے۔ اسی طرح پاس اوقات بھی لازمی ہے۔ جو وقت غفلت میں گذرے۔ اس وقت کو مردہ سمجھو۔ رات کو زندہ رکھنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ رات یادالٰہی میں بسر کی جائے ؎

انیسِ خلوتِ شب زندہ داراں
رفیقِ روز در محنت گذراں

رات کو یادالٰہی کرنے والوں کی خلوت کا غمخوار ہے۔ اور دن میں محنت میں بسر کرنے والوں کا رفیق ہے +

پس لطائف مذکورہ کے مقامات کی شرح اس مقام پر ضروری ہے۔ لا الہ سے یہ مراد ہے۔ کہ واحد حقیقی کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ اور فکر یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

مثلاً الٰہ باطلہ سورج - چاند - ستارے - پانی - آگ اور بت وغیرہ قابل پرستش نہیں یعنی بت پرستی سے مبتدی طالب اللہ نکلے - اِس مقام پر بہت سے باطل معبود عابد کے سدِّ راہ ہوتے ہیں - کیونکہ اُسے بیشمار باطل معبود معلوم ہوتے ہیں نعوذ باللہ - لفظ لا الٰہ کو جتنا دراز کر سکے کرے +

خزانۂ جلالی میں لکھا ہے - کہ حضرت ابابکر شیخ محمد بہاؤ الدین ذکریا قدس سرہٗ ذکر جہر کے وقت کلمہ لا الٰہ کو اس قدر لمبا کرتے کہ کوئی شخص دم کو روک کر بھی اتنا لمبا نہ کر سکتا - مطلب یہ کہ لا الٰہ کو جس قدر زیادہ لمبا کیا جائے - اسی قدر نفسانی مرادیں اور شیطانی خطرات جو ذاکر کے دل پر غالب ہوتے ہیں (کوئی معبود نہیں) کے خیال کے سبب دل سے دور ہو جاتے ہیں - کیونکہ یہ بھی باطل معبود ہیں - جن کی قید میں دل ہوتا ہے - اور جن کی پرستش کا پابند ہوتا ہے - کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے - کہ جس چیز کی طرف دل مائل ہو وہی کعبہ مقصود ہے - پس تمام خطرات - توہمات، وسوسے - اور مرادیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام کی دوستی دشمنی اور تعلق مثلاً رشتہ داروں - متعلقین - دوستوں فرزندوں عورت - مال و دولت - جاہ و حشمت کی محبت - بہشت - نیکی - عزت - مشیخیت - اقتدار اور اخروی درجات کی آرزو اور تمام دینی اور دنیاوی مرادیں دل سے نکال دینی چاہئیں اور کلمہ نفی کی درازی سے مذکورہ بالا چیزوں کو دل سے دور کر دینا چاہئے - اور ان سے قطع تعلق کرنا چاہیے +

ابیات دیوان حضرت سلطان باہو قدس سرّہٗ

یقین دانم درین عالم کہ لا معبود الّا ہو ولا موجود فی الکونین لا مقصود الّا ہو

یہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا ہے - کہ اس جہان میں اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور دونوں جہان میں اس کے سوا کوئی مقصود نہیں -

چو تیغ لا بدست آری بیا تنہا چہ غم داری مجو از غیر حق یاری کہ لا فتاح الّا ہو

جب تجھے لا کی تلوار مل جائے تو اکیلا چلا آ تجھے کوئی غم نہیں - تو غیر حق سے مدد نہ ڈھونڈھ کیونکہ اس کے سوا کوئی کھولنے والا نہیں -

بلا لا ہمہ لاکون بگو الا اللہ و اللہ چوں نظر خود سوئے وحدت کن کہ لا مطلوب الا ہو

لا الہ کے لا سے سب کی نفی کر اور الا کہو۔ کیونکہ بخدا جب تو اپنی نگاہ وحدت کی طرف کریگا تو اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

ہوالاول ہوالآخر ظہور آمد تجلی او بذات خود ہویدا حق کہ لا فی الکون الا ہو

وہی اول ہے وہی آخر۔ اسی کی تجلی کا ظہور ہے۔ وہ بذات خود ظاہر ہوا ہے۔ جہان میں اس کے سوا کوئی نہیں۔

الا اے یار شو فانی مگو ثالث مگو ثانی ہوالواحد ہوالمقصود لا موجود الا ہو

اے یار فانی ہو جا اور دوسرا اور تیسرا نہ کہو۔ کیونکہ وہی ایک ہے وہی مقصود ہے۔ اس کے سوا کوئی موجود نہیں۔

جب تعلقات سے نکلتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے سوا باقی سب سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ تو گویا باطل معبودوں کی پرستش کو چھوڑ کر مومن ہو جاتا ہے

پھر دوسرے لطیفہ کا فکر یوں کرنا چاہیئے۔ کہ لا الہ یعنی اس کے سوا کوئی مطلوب نہیں کیونکہ طلب کرنا دل کے متعلق بھی ہے۔ اور زبان کے بھی۔

جب کسی چیز کی طلب ہوتی ہے۔ تو پہلے اس طلب کا ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر حرفِ مطلب زبان پر آتا ہے۔ اس موقع پر دل اور زبان دونوں کو ما سوی اللہ کی طلب سے باز رکھنا چاہیئے۔ اور ساری ہمت ما سوی اللہ سے قطع تعلق پر لگانی چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی مطلوب نہیں۔

پھر تیسرے لطیفہ میں یوں توجہ کرنی چاہیئے۔ کہ لا الہ کوئی مقصود نہیں، یعنی ما سوی اللہ کے قصد کو بھی دل میں جگہ نہ دے۔ اور بالکل اس میں مشغول ہو جاوے۔ لا الہ اللہ یعنی ایک خدا کے بغیر اور وہی ہر وقت اور ہر گھڑی میرا مقصود ہے +

اسی طرح چوتھے لطیفہ میں کہ لا الہ کوئی موجود نہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے سوائے تمام موجودات موہومہ جو نظر اور خیال میں آرہی ہے فانی ہے۔ یعنی کوئی موجود نہیں۔

اس مقام پر جب حسب دستور کلمہ نفی لا الہ لمبا کرے۔ تو ممکن الوجود موجودات یعنی ما سوی اللہ کو جس کے بارے میں كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ آیا ہے۔ مضبوط اور پختہ خیال سے فانی خیال کرے۔ اور دنیا اور اس میں کی چیز دل

فلک الافلاک اور ان پر کی چیزوں۔ یعنی برجوں۔ ستاروں۔ سیاروں۔ اجسام۔ جواہر دوزخ۔ بہشت سب کو فانی تصوّر کرے۔ اور یہ بھی خیال کرے کہ میں خود بھی فانی ہوں۔ اپنی آواز کو بھی فانی کرے اور لاموجود الا اللہ یعنی خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ کیونکہ وہ موجود بالذات ہے۔ جو کچھ ہے اسی سے ہے یا وہی ہے۔ اس مقام پر ذکر۔ ذاکر اور مذکور ایک ہو جاتے ہیں۔ یعنی خود ہی ذکر بنتا ہے۔ خود ہی ذاکر ہوتا ہے۔ اور خود ہی مذکور ہو جاتا ہے۔ اگر انسان نظر انصاف سے دیکھے۔ تو اس کی ذات کے سوا کون اور کیا موجود ہے۔ اصل انسان کی پیدائش کو ہی دیکھے کہ کس چیز سے ہوئی۔ پھر کیا بنا۔ اور اس کی ذات کا سرّ جو روح کہلاتا ہے۔ انسان تمام حیوانات۔ نباتات اور جمادات۔ زمینوں۔ آسمانوں۔ اور ان میں کی چیزوں اور فرشتوں وغیرہ میں ظاہر ہوا۔ اور جب وہ سرّ ہی انّا للّٰہ وانا الیہ راجعون ہو گیا۔ تو پھر موجودات کی ہستی موہوم کا نقش کیونکر باقی رہ سکتا ہے۔ کتابوں میں دیکھنا چاہیئے۔ کہ پہاڑ۔ درخت۔ اور زمین میں بھی ارواح ہیں۔

چنانچہ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ کے زفاف کے دن سید المرسلین رسولِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا چہرہ مبارک خوف کے مارے زرد دیکھ کر پوچھا کہ فاطمہؓ کیا حال ہے؟ تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام رات زمینیں حضرت علی کے پاس آتی رہیں۔ اور ان سے باتیں کرتی رہیں۔ اور میں تمام رات ڈرتی رہی۔

پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائینگے اور جو نور ستاروں کے اجرام کا مدبر ہے اور جس کی تاثیر سے یہ قائم ہیں۔ اس نور کی علیحدگی سے اجرام بھی جدا ہو جائیں گے۔ جیسا کہ مرتے وقت نور نظر جدا ہو جاتا ہے۔ اسی حالت کے بارے میں ایک مقام پر اس طرح فرمایا ہے "وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ" "وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ" اس کے لئے تفسیر فتح العزیز دیکھنی چاہیئے ؎

کیست در ارض و سما جز تو بحق معبودی   کے بود در دلِ من غیر مقصودی

زمین اور آسمان میں تیرے سوا کون سچا معبود ہے۔ اور تیرے سوا میرے دل میں اور کون مقصود ہو سکتا ہے۔

ہم ز تو عفو خطا خواہم وہم فیض بدے   نیست چونت بیقو در کون و مکاں موجودی

تجھ سے ہی خطا کی معافی۔ فیض اور ہدایت چاہتا ہوں۔ تیرے بغیر دونوں جہان میں تیرے جیسا اور کوئی موجود نہیں۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور جب ہر نفی کے بعد کلمۂ محمد رسول اللہ پر پہنچے۔ تو یوں فکر کرے کہ رسول یعنی وکیل موکل کی طرف سے آتا ہے۔ اور رسالت وکالت اور پیغمبری ادا کر کے پھر اپنے موکل کی طرف جاتا ہے۔

محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ذات کبریا قدوس کی طرف سے ایلچی اور وکیل ہو کر آیا تھا۔ پھر عالم قدس میں موکل تک جا پہنچا۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ اس مقام پر فنا کے ملاحظہ کے بعد بقا کے مطالعہ اور مکاشفہ میں وحدانیت ذات کے استغراق میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اور انشاء اللہ بیخودی حاصل ہو جاتی ہے۔

پس ذکر جلی اور خفی میں حضور۔ سرور۔ لذت۔ فکر اور استغراق حاصل ہوتے ہیں۔ اسی ذکر کو ان گنت یعنی بے شمار لازمی طور پر کرنا چاہیئے۔

نیز جاننا چاہیئے۔ کہ اس عبارت اور تقریر کے لکھتے وقت یہ بھی لکھا گیا تھا۔ کہ کتاب کی صفائی کے وقت ایک خاص سبب سے ایک نقل لکھنے سے رہ گئی جب نظر ثانی کا موقع آیا۔ تو چونکہ ذکر و فکر کے حالات مجملاً لکھے گئے تھے۔ اس لئے دل نے چاہا کہ اس عبارت کو نہ لکھا جائے۔ اس لئے میں دوبارہ داخل کتاب کرتا ہوں۔ اس کے بیان سے طالب کو بہت کچھ فوائد حاصل ہونگے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ کہ

لا الہ الا اللہ لطیفہ شریعت ہے۔ کہ کوئی معبود نہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ۔ زبانی کہنے اور تصدیق کے سبب باطل معبودوں کے وسوسہ سے نکلتا ہے۔

دوسرا لطیفہ طریقت کہ کوئی مطلوب نہیں مگر اللہ تعالےٰ۔ کیونکہ طلب لفظ عام ہے جو زبان سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور دل سے بھی۔ جو چیز زبان سے طلب کی جاتی ہے۔ پہلے اس کی طلب دل سے اٹھتی ہے۔ بعد ازاں زبان سے نکلتی ہے۔ جب زبان اور دل دونوں کا مطلوب اللہ، ہو جاتا ہے۔ گویا ماسوی اللہ کی طلب سے بھی فارغ ہو کر اہل طریقت ہو گیا +

تیسرا لطیفہ حقیقت کہ نہیں ہے کوئی مقصود مگر اللہ تعالےٰ چونکہ مقصود خاصکر دلی ارادہ سے فارغ اور بے تعلق ہو گیا۔ اس لطیفہ کا ذاکر شاغل باللہ اور تارک ماسوی اللہ کی طرح ہو

جاتا ہے۔ قولہ تعالےٰ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاتِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوَاہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا مَا عَلَیْکَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِکَ عَلَیْھِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاِنْ تَطْرُدْ وَھُمْ فَتَکُوْنَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ

یہ آیت سورہ کہف میں اصحاب صُفہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کے بارے میں آئی ہے۔ جو تعداد میں یقینی سو ساٹھ ہیں۔ اور جو صحابہ میں سے سب سے زیادہ زاہد ہیں۔ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی کامل ہیں۔ اصحاب صفہ کے اسمائے گرامی میں یہاں لکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ شوق کا جذبہ دل کا دامن کھینچتا ہے۔ لیکن اس مختصر میں اتنی گنجائش نہیں۔ اور ان کے اسمائے گرامی ان کے مناقب بغیر کیونکر لکھوں۔ اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہے۔ تو ایک الگ کتاب میں اِن کے اسمائے گرامی اور ان کے مناقب معہ حالات بالترتیب لکھوں۔

چوتھا لطیفہ معرفت ہے۔ لاالہ الا اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالےٰ اس مقام پر ذکر۔ ذاکر اور مذکور وہی ہے۔ سب وہ ہے۔ اور اس کی ذات مقدس بغیر کوئی موجود نہیں۔ اس کی ذات بے تعلق اور بے چون ہے۔ باقی جو کچھ ہے فانی ہے۔ اور اور ایک موہوم اور معدوم ہستی ہے ؎

مرا ز پیر طریقت نصیحتے یاد است
کہ غیر یاد خدا ہر چہ ہست برباد است

مجھے پیر طریقت کی ایک نصیحت یاد ہے۔ کہ یاد الٰہی بغیر جو کچھ ہے برباد ہے۔

یہاں برباد کا اشارہ ممکن الوجود کی بربادی کا ہے۔ اس مقام پر لاالہٗ کہنے سے سب کچھ فنا ہو جاتا ہے۔ اور کلمہ الا اللہ سے بقا دکھائی دیتی ہے۔ جو پہچان گیا۔ ذکر زبانی دلی روحی اور سری یعنی خفی لاخفی ایک بھید ہے۔ جو بندے اور اللہ تعالےٰ کے مابین ہے۔ اس مقام پر ذکر۔ ذاکر اور مذکور تینوں ایک ہو جاتے ہیں۔ اور قرب فرائض اور قرب نوافل کو پہنچ جاتا ہے۔ حدیث " لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنت سمعہ و بصرہ و یدہ و رجلہ بی یسمع و یبصر و بی یبطش و بی یمشی"، بندہ میرا قرب جب نفلوں کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ تو میں اس کا کان۔ اس کی

آنکھ اِس کا ہاتھ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں۔ وہ مجھ سے ہی سُنتا اور دیکھتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے۔ اور مجھ سے ہی چلتا ہے +

ایک روایت کے مطابق یوں ہے "لایزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی کنت سمعہ الذی به یسمع وبصرہ الذی به یبصر ویدہ الذی به یبطش ورجلہ الذی به یمشی" جب بندہ نفلوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے تو میں اس کا کان بنتا ہوں۔ جس سے وہ سُنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بنتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بنتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے +

مشکوٰۃ شریف میں اِس طرح مندرج ہے۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من عادالی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی بشیٔ احب الی مما افترضت علیه ومایزال عبدی یتقرب مما افترضت علیه یتقرب الی بالنوافل حتی احببۃ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سئلنی لاعطیتہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شیٔ انا فاعلہ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مسائتہ ولابد لہ منہ" اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔ یعنی اس کی شنوائی بینائی ہاتھ اور پاؤں میں ہو جاتا ہوں۔ یعنی کمال قرب کے سبب اس بندے میں میں سرایت کر جاتا ہوں۔ اور اس کے جسم میں عین میں ہی آجاتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ محض پوست ہی پوست رہ جاتا ہے۔ اور اس کے اندر میں پُر ہو جاتا ہوں چنانچہ وہ پوست اور مغز ہو جاتا ہوں اور وہ محض پیراہن کی طرح ہو جاتا ہے۔ یہ حال ہے نہ قال۔ اللہ بس باقی ہوس +

اس کے بعد سلسلہ قادریہ عالیہ کے مشائخ قدس سرہم ذکر کا بھی شغل فرماتے ہیں۔ وہ اِس طرح کہ زبان اور منہ کو بند کر کے قبلہ رُخ بیٹھے۔ اور دل کے خیال اور دل کی زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہے اور کلمہ کے معنی بھی دل کے فکر سے سوچے۔ اور ذکر جہر کی طرح لطائف ملحوظ رکھے۔ ایسا کرنے کو وقوف القلوب بھی کہتے ہیں +

بعد ازاں پاس انفاس کا ذکر بھی سکھاتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب سانس اندر جائے تو اللہ کہکر دل پر ضرب لگائے اور دل کو یا اللہ کہنے سے متحرک کرے۔ یعنی خود دل کی معتادی حرکت سے اسم اللہ کہے۔ اور یہی سوچے اور جب سانس باہر نکالے یعنی سینہ بدن منہ اور ناک کے سوراخوں کی راہ نکلے تو ہُو کہے۔ لیکن فکر سے۔ اور روُح کی زبان سے۔ کیونکہ دونوں سانس یا روُح ہیں۔ یا روُح کے مقام ہیں۔ اور اسم (ہُو) کو منہ بند کرکے سر کے اوپر کی طرف یعنی سر کی کھوپری کی اندرونی سطح پر دماغ میں کہ وہ بھی روح کا مقام ہے کھینچکر لیجائے۔ اور سانس کو ناک کی راہ باہر نکالے نہ کہ منہ کی راہ ؂

جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے ذکر پختہ ہو جائے۔ تو پھر دل کے لوتھڑے پر جس کی حرکت سے اسم اللہ کا تلفظ ملحوظ اور مضبوط کیا ہے۔ وہ دل کا لوتھڑا نیلوفر کے غنچہ کی شکل کا ہے (اللہ) اور اس کا رنگ سوسنی ہے۔ اور اس میں سُرخ رگیں ہیں۔ اور سینہ کے بائیں طرف یعنی بائیں پستان تلے اس کا مکان ہے۔ جو معتادی حرکت سے وہاں پر محسوس ہوتا ہے اور خوف اور ناگہانی صدمہ کے سبب دفعتہً اس کی حرکت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور بہت تڑپنے لگتا ہے اور خفقان اور ضعف کے وقت اس کی دھڑکن صاف طور محسوس ہونے لگتی ہے۔ بلکہ دکھائی دیتی ہے۔ اور اس مقام پر دل کا تصور اس طرح کرے کہ وہ الٹا ہو یعنی ٥ اس طرح سر اوپر کی طرف اور پاؤں نیچے کی طرف۔ پھر اسے صاحب شغل فکر کے ہاتھ سے اُٹھا کر سیدھا کرے۔ یعنی اس کے سر کی نوک اوپر کی طرف اور اس کی جڑھ جو مذکورہ بالا رگوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ فکر سے اپنے جسم کے نیچے کی طرف کرے اور یہ اس کے معتاد کے خلاف ہے۔ کہ وہ اس حالت میں خواب غفلت میں سویا ہوا ہے۔ اُسے جگا کر ذکر الٰہی سے قائم اس طرح کرنا چاہیئے (اللہ) اور لفظ اسم اللہ فکر کی انگلی کے قلم سے پہلے سُرخ رنگ سے خوشخط لکھنا چاہیئے۔ بعد ازاں سفید رنگ کا تصور کرنا چاہیئے۔ اسے اسم اللہ کا لفظ تصور کہتے ہیں۔ اور یہ مشق دن رات بلکہ حسب توفیق ہر وقت کرنی چاہیئے۔ جب اللہ تعالےٰ اور وسیلہ کی روحانیت رہبری کرے۔ اور اسم اللہ ذات کا تصور قرار کرے تو اس کا رنگ نور جلالی آفتاب کا رنگ یعنی خالص سونے کی طرح چمکتا ہوا تصور کرے۔ اور سورج نکلتے وقت جو رنگ آفتاب کی ٹکیا کا سوراخوں اور درختوں کے رخنوں میں سے نظر آتا ہے۔ اس کے نور کے رنگ کا تصور کرنا چاہیئے۔ اور نور جلال کے تصور کا اقتباس اس سے کرنا چاہیئے۔ کیونکہ

اِس وقت رات کی سردی کے سبب اِس کے جلال کے نور کی حرارت بصارت کو جلاتی نہیں اور جب سُورج بہت چڑھ آتا ہے اور رات کی سردی کم ہو جاتی ہے۔ تب اس کے جلال کے نور کی بجلی بصارت کو روکتی ہے۔ بلکہ اُسے جلاتی ہے۔ اس راہ کے طالب اور نورِ الٰہی کے مشتاق اسم اللہ کو اسم محمدی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ میں دیکھتے ہیں اللہ بعض اسم محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسم اللہ کے نیچے اس طرح (اللہ محمد) تصور کرتے ہیں۔ خواہ کسی طرح کریں ٹھیک ہے۔ لیکن اسم محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دل کے گرد (اللہ محمد) اسم اللہ کے نیچے دیکھنا اور تصور کرنا زیادہ آسان اور اثر کرنے والا ہے۔ مذکورہ بالا آئینہ سے بہت فوائد ہوتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے بھی کتابوں میں تصور کے نقشہ جات میں اسی طرح لکھا ہے۔ کہ اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اسم اللہ کے نیچے تصور کرنا چاہیئے (اللہ محمد) اور جب لفظ ہوؔ دماغ کی طرف کھینچے تو دماغ کی چھت پر لفظ (ھو) فکر کے واضح قلم سے لکھے۔ اور یہ تصور کرے جب طالب اللہ یہاں پر پہنچے۔ تو فی الفور فکر قائم کرے۔ ایک ذکر قلبی یعنی اسم اللہ کے تلفظ کے فکر سے دل کو حرکت دینا۔ دوسرے تصور یعنی دل کے گرد اسم اللہ اور محمدؐ کو لکھا ہوا دیکھنا۔ اور سر کی کھوپری میں دماغ کی تختی پر اسم ہُو کو لکھا ہُوا دیکھنا۔ تیسرے فنا۔ ماسوای اللہ یعنی تمام موجودات کو فکر سے فنا کرنا۔ اور رُوح کو ایک سرِّ الٰہی یقین کرا اور تصور کرنا۔ یہاں پر جسم کو فنا کے سپرد کرنا اور روح کو بقا کے سپرد کرنا چاہیئے۔ گویا رُوح ذات ہُو کا سر ہے۔ جو اس کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی خود ہی ذکر اور خود ہی مذکور ہے۔ بلکہ تمام حواس روح کے جواہر ہیں۔ پھر فنا کے خیال سے بھی گذر جانا چاہیئے۔ تاکہ فنا والفنا حاصل ہو۔ اور اُس کی ذات کی بقا کو حادی خیال کرنا چاہیئے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" اللہ تعالےٰ زمین و آسمان کا نور ہے اس کے نور کی مثال فانوس کی سی ہے جس میں چراغ ہو۔ اور وہ چراغ قندیل میں رکھا ہو۔ جو چمکتے ہوئے ستارے کی طرح ہو۔ اور جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا گیا ہو۔ جو نہ مشرق میں پایا جائے

نہ مغرب میں۔ اور جس کا تیل بغیر آگ دکھائے جلنے کے قریب ہو۔ نور علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ کہ سر روحی کا یہ قطرہ اللہ تعالےٰ کی ذات قدسی کے آفتاب کی حرارت کے شعلہ سے اعلیٰ العلیٰ اور اعلیٰ کمال تک فکر کے بازوؤں سے اوپر کی طرف اُڑ کر وحدت اور نور احدیت کے گہرے دریا میں مستغرق اور محو ہو جائے۔ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ اس کا تخت پانی پر ہے۔ اس وقت فنا فی الذات و بقا فی الذات اور سیر فی اللہ حاصل ہوتے ہیں۔ احیاء العشائین کے ذکر اور وظیفہ کے بعد نماز عشاء سے فارغ ہو کر وتر پڑھنے سے پانچ اسماء الٰہی کی دعوت کسی سے بات کئے بغیر مصلےٰ پر رو بقبلہ ہو کر پانسو مرتبہ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حیی یا قیوم پڑھ کر وتر ادا کرے۔ اور ہمیشہ بلا ناغہ وظیفہ کرنا چاہیئے۔ اور اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ دعوت مذکور پڑھتے وقت ذات الٰہی کے نور کے حصول بغیر کوئی مراد یا وہم دل میں نہ آئے۔ یہ دعوت بہت ہی موثر ہے اور میرے مرشد و والد بزرگوار قدس اللہ سرہٗ نور اللہ مرقدہٗ اس دعوت شریف کا وظیفہ نہایت کوشش سے کیا کرتے تھے۔ اور جو اسرار منجلی ہوتے تھے۔ ان کے بیان کی حاجت نہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا جو مکاشفہ اسرار ہوتا تھا۔ وہ یہ تھا۔ کہ جو احکام آسمان سے نازل ہوتے تھے۔ ان کا اشارہ ہو جایا کرتا تھا۔ موکل فرشتوں کی آوازان احکام کے جاری کرتے وقت آپ کے کانوں میں پہنچا کرتی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اور اس دعوت کے وظیفہ کی اس قدر کوشش کیا کرتے تھے۔ کہ جب ماہ رمضان المبارک میں تراویح کے وقت کلام اللہ شریف سنتے سنتے دیر ہو جاتی اور وتر تراویح کے ساتھ ہی کئے جاتے۔ اور دعوت مذکور کے پڑھنے کا وقت نہ رہتا۔ تو تہجد ادا کرنے سے پہلے عشاء کی نماز فریضہ کے بعد دوبارہ با جماعت پڑھ کر وتر باقی رکھ لیتے اور دعوت کو بدستور پڑھتے تھے۔ گویا دوبارہ وتر ادا کیا کرتے تھے ❖

فصل دہم

نماز تہجد ادا کرنے کے بیان میں

اگر ہو سکے تو عشا کی نماز کے بعد دنیاوی کلام نہ کرے۔ اور با وضو قبلہ رُخ ہو کر نفی اثبات اور پاس انفاس کا ذکر کرتا ہوا سو جائے۔ اور تہجد کے لئے اُٹھنے کا منتظر رہے۔ اور اپنے ہاتھ سے کوزہ پانی سے پُر کر کے اپنے سرہانے کی طرف رکھے اور اللہ تعالےٰ سے تہجد کے لیئے جاگنے کے واسطے توفیق دل میں مانگے۔ انشاءاللہ جس وقت کا ارادہ کریگا اسی وقت بیدار ہو گا۔ جب بیدار ہو تو اُٹھنے سے پہلے لیٹے ہوئے یہ پڑھے۔ "لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہُ الملک ولہ الحمد وھو یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہٖ الخیر وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر"۔

اس کے پڑھنے سے غفلت بدن سے نکل جاتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے چیونٹیاں بدن کے اوپر کے حصے سے نیچے کی طرف آرہی ہیں۔ یہ دراصل سُستی ہے۔ جو اس صورت میں نکلتی ہے۔ جب اُٹھے تو اُسی پانی سے کوشش کے ساتھ وضو کرے۔ اور وہ ماثورہ دعائیں پڑھے۔ جن کا ذکر وضو کے بیان میں ہو چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ درود شریف کلمہ تشہد اور کلمہ تمجید کی مشق کی جائے۔ تفسیروں میں بھی اسی کو ترجیح اور فضیلت دی گئی ہے +

بعدازاں دو رکعت نماز تحیۃ الوضو اس طرح پڑھے کہ ہر ایک رکعت سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ قل ہو اللہ احد پڑھے +

حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص اور اُس کے بعد دعاء ابدان اور دعائے حاجات جیسا کہ وضو کی فصل کے اخیر میں ذکر ہو چکا ہے اللہ تعالےٰ سے مانگ کر نماز تہجد اس طرح ادا کرے۔ اوّل نیت یوں کرے "نویت ان اصلی للہ تعالیٰ رکعتین صلوٰۃ التہجد متوجھا الیٰ جھۃ عرصۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر" پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد بارہ مرتبہ دوسری میں گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ پھر دوسرے

دوگانے کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد دس مرتبہ اور دوسری میں نو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ اسی طرح ہر رکعت ایک مرتبہ سورہ اخلاص کم کرتے کرتے آخری دوگانے کی دوسری یعنی بارھویں رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔

جب نماز ختم کر چکے تو جو دعا چاہیئے مانگے۔ چونکہ وہ وقت قبولیت اور فیضان الٰہی کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔ اس واسطے اس وقت اللہ تعالےٰ کے دیدار اور خدا شناسی کے سوا اور کسی چیز کی طلب نہیں کرنی چاہیئے +

اوراد کبیر اور خزانۃ الجلالی میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابو بکر محمد زکریا اور حضرت سید السادات سید جلال الدین بخاری اور حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں قدس اسرارہم ہاتھ اٹھا کر دس مرتبہ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من ضیق الدنیا وضیق الآخرۃ "

بعض مشائخ ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ سورہ اخلاص زیادہ کرتے ہیں۔ یعنی پہلی رکعت ایک دفعہ دوسری میں دو دفعہ تیسری میں تین دفعہ علیٰ ہذالقیاس بارھویں بارہ دفعہ پڑھتے ہیں لیکن فقیہہ اس ترتیب کو جائز قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں پہلی رکعت کی نسبت دوسری میں قرأت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات فقہ میں مکروہ ہے تفسیر فتح العزیز کے مصنف اس بارے میں فقیہوں کے قول کی تائید کرتے ہیں۔

قرأت کے بارے میں مختلف روائتیں ہیں۔ مشائخ کرام علیہم الرحمۃ نے کئی طرح نماز تہجد ادا کی ہے۔ بعض تو ہر ایک رکعت میں سورہ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ یعنی بارہ دفعہ سورہ یٰسین ختم کیا کرتے تھے۔ جو کچھ مجھ مسکین کو علم ہے اس کے بموجب تہجد کی اصلی قرأت سورہ مزمل شریف ہے۔ جو محض تہجد کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ بزرگان دین ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ سورہ مزمل پڑھا کرتے تھے۔ ایسے مجاہدات کی کوئی انتہا نہیں +

چنانچہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو استعداد کے موافق نماز تہجد میں قرآن شریف کے پانچ سیپارے پڑھنے کا حکم دیا +

نیز بزرگان دین ہر رکعت میں ایک بار مزمل شریف اور ایک بار قل ہو اللہ پڑھا کرتے تھے۔ تاکہ دونوں فضیلتیں حاصل ہوں۔ نیز ہر رکعت میں تین مرتبہ قل ہو اللہ کا پڑھنا بھی

آیا ہے +
چنانچہ حدیث میں ہے۔ کہ ایک روز جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو فرمایا۔ کہ کیا تم میں سے کوئی قرآن کا تیسرا حصہ ہر رات پڑھ سکتا ہے؟ عرض کیا مشکل ہے فرمایا کچھ مشکل نہیں۔ سورہ قل ہو اللہ احد قرآن شریف کے تیسرے حصے کے برابر ہے +
یہی وجہ ہے۔ کہ اکثر مشائخ نے نماز تہجد میں سورہ اخلاص کا پڑھنا اپنا معمول قرار دیا ہے۔ یہ تفسیر فتح العزیز میں سورہ مزمل کی تفسیر میں لکھا ہے +
بعض صالحین ہر رکعت میں تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ مسافروں کی سہولت کے لئے ہے۔
ہمارے حضرت یعنی میرے والد و مرشد فرماتے تھے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد بارہ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھنی چاہیئے۔ پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ کم کرتے کرتے بارھویں رکعت میں ایک مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ تاکہ پہلی رکعت کی نسبت دوسری میں رکعت زیادہ نہ ہو جائے۔
آپ کے ہر عمل میں اولیت اور فضیلت تھی۔ ان کے تہجد کی فضیلت دسویں باب میں ذکر کی جائے گی۔ جس میں اس شیخ قدس سرہٗ و برد اللہ مضجعہ و برو عفوہٗ قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ و نور اللہ تعالےٰ مرقدہٗ کے حالات لکھے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے۔ اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے +
نیز حدیث میں آیا ہے کہ نبوت کے دس حصے یعنی دس خصلتیں ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ تہجد کی نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ دونوں سچے ہیں +
نیز حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ذات کبریا رات کے آخری حصے میں دنیا کے آسمان پر آکر فرماتا ہے۔ کہ میرے بندے تو کیوں خواب غفلت میں سو رہا ہے۔ میں تیری دعا قبول کرنے کے لئے دنیا کے آسمان پر آیا ہوا ہوں۔ اٹھ اور مجھ سے کچھ مانگ تاکہ میں قبول کروں +
تہجد کی نماز جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور یہ بات پایہ صحت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ تمام انبیاء سحر کے وقت یاد خدا میں مشغول ہوا کرتے تھے +

حضرت امیر المومنین علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اللہ تعالےٰ کے چہرے کے نور کی طلب کی تو اسے رات کی نماز یعنی نماز تہجد میں پایا +
تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد دو رکعت نماز شکرانہ توفیق ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے +
نیز تہجد کی نماز کے بعد چار رکعت نماز تسبیح ادا کرے۔ کیونکہ مشائخ کرام ایسا کیا کرتے تھے

فصل یازدہم

صلوٰۃ التسبیح کے بیان میں

واضح رہے کہ صلوٰۃ التسبیح ماثورہ ہے۔ جو رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی آرزو کے مطابق حضرت جبرئیل امین علیہ السلام جناب کبریا سے لائے تھے۔ یہ اس طرح ہوا کہ ایک روز حضرت امیر عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی گذشتہ عمر کا افسوس کیا۔ کہ جہالت میں گذر گئی۔ اس کا کیا تدارک ہونا چاہیئے۔
جب یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور پُر نور میں عرض کی کہ میری عمر جہالت میں گذر گئی اور مجھ سے بہت سے گناہ ہوئے کیا تدارک کیا جائے کہ معاف ہو جائیں۔ آنحضرت سوچ میں پڑھ گئے۔ کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ذات کبریا سے آکر نماز تسبیح کی ترتیب عرض کی۔ کہ یارسول اللہ! آپ کی امت مرحومہ میں سے جو کوئی یہ نماز پڑھے گا۔ اس کے گذشتہ سارے گناہ بخشے جائیں گے۔ اس کی نیت یوں کرے نویت ان اصلی للہ رکعتین او اربع رکعات صلوٰۃ التسبیح خالصۃ للہ متوجھا الی جھۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر۔ اس نماز کی چار رکعتیں ہوتی ہیں۔ اگر دن کے وقت پڑھے تو ایک سلام سے یعنی چاروں اکٹھی پڑھے۔ اگر رات کے وقت پڑھے۔ تو دو دو رکعت کرکے +
تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا یعنی سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک اس کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا

اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پندرہ مرتبہ مگر پہلی مرتبہ العظیم تک اور باقی چودہ مرتبہ واللہ اکبر تک ۔ بعدازاں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اس کے بعد بسم اللہ الرحیم بعدازاں فاتحہ آمین تک ۔ اس کے بعد دس مرتبہ قل ہو اللہ احد تک اس کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر بعدازاں رکوع میں سات مرتبہ تسبیح سبحان ربی العظیم ۔ دس مرتبہ تکبیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۔ بعدازاں قومہ میں سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کے بعد کھڑے ہوکر دس مرتبہ تکبیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر بعدازاں سجدہ میں دس مرتبہ سبحان الاعلیٰ اور دس مرتبہ تکبیر مذکور اکبر تک ۔ بعدازاں جلسہ میں بیٹھکر دس مرتبہ تکبیر اکبر تک بعدازاں دوسرے سجدہ میں سات مرتبہ تسبیح سبحان ربی الاعلیٰ اور دس مرتبہ تکبیر مذکور یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۔ پھر کھڑے ہوکر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے بعد پندرہ مرتبہ تکبیر اکبر تک اور بعدازاں دس مرتبہ سورہ اخلاص ۔ پھر پہلی رکعت کی طرح رکوع میں تسبیحوں کے بعد دس مرتبہ تکبیر ۔ قومہ میں دس مرتبہ تکبیر اسی طرح دونوں سجدوں اور جلسہ میں بھی دس مرتبہ تکبیر واللہ اکبر تک پڑھکر تشہد میں بیٹھے اور سلام کرے بعدازاں باقی دو رکعتیں بھی اسی طرح ادا کرے ۔

اگر چاروں رکعتیں اکٹھی ادا کرے ۔ تو بھی مذکورہ بالا ترتیب کے موافق مگر تکبیر اولیٰ ایک ہوگی اور سلام بھی ایک ہوگا ۔

چاروں رکعتوں سے فارغ ہوکر سربسجود ہوکر یہ دعا پڑھے ۔ اللھم رب انی ظلمت نفسی ظلمًا کثیرًا واعترفت بذنوبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لایغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی فانک انت الغفور الرحیم سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین ۔

لیکن سجدہ کے وقت خلاف معمول دونوں ہاتھ سیدھے رکھے جیسا کہ عام حالتوں میں دعا مانگتے وقت کیا کرتے ہیں ۔ سجدہ میں بھی تین مرتبہ یہ دعا پڑھ سجدہ سے سر اٹھائے ۔

حضرت بتول فاطمۃ الزہراؓ بنت رسول مقبول علیہما الصلوٰۃ والسلام نماز تسبیح کی

چاروں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد پچیس مرتبہ قل ہو اللہ پڑھا کرتی تھیں جو کل ایک سو مرتبہ ہوتی ہے۔ باقی ترتیب مذکور بدستور تھی۔ اللہ تعالےٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

جناب رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ نماز تسبیح ادا کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک دفعہ اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو مہینے میں ایک دفعہ۔ اگر اس قدر بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک دفعہ اگر اتنا بھی نہ کر سکے۔ تو ساری عمر میں ایک دفعہ ادا کرے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کے گذشتہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ غفور الرحیم ہے۔

اور مشائخ کرام رحمہم اللہ تہجد کے بعد ایک مرتبہ اور اشراق کے بعد ایک مرتبہ یہ نماز ضرور ادا کیا کرتے تھے +

میرے گھر میں ایک مسکینہ خادمہ تھی۔ جو ایک دن رات میں چار مرتبہ مدت تک نماز تسبیح ادا کرتی رہی۔ اور گھر کا کاروبار بھی بے شمار کرتی تھی۔ اسی سے بچاؤ اور مدد ہے +

اس نماز کی ترتیب حدیث صحیح اور حصن حصین میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف کے باب میں مفصل مندرج ہے۔ اگر کر سکے تو ایک سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہٖ نماز دعائے مذکورہ کے بعد ضرور کہے۔ کیونکہ حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص ایک سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہٖ پڑھتا ہے اس کے تمام گذشتہ اور آئندہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ خواہ وہ سمندر کے بلبلوں کے برابر ہوں +

نیز حصن حصین شریف میں ہے۔ اور حضرت سلطان العارفین شیخ الشیوخ مولانا حضرت شیخ سلطان باہو صاحب قدس اللہ سرہٗ اپنی تصانیف میں فرماتے ہیں کہ درویش کے لیے واجب ہے کہ ہر رات صلوٰۃ التسبیح کی طرح صلوٰۃ الذاکرین بھی پڑھا کرے۔ کیونکہ حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے یہ نماز صلوٰۃ الذاکرین، اپنی عمر میں فوت نہیں کی۔ آپ ایک مرتبہ رات کو ضرور پڑھا کرتے تھے۔ یہ چار رکعت نماز ہوا کرتی ہے۔ ہر ایک رکعت میں فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص اور بعد ازاں تیس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کھڑے ہو کر پڑھے۔ رکوع سجود قومہ اور جلسہ میں مقررہ تسبیحوں کے بعد چالیس چالیس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔ نماز سے فارغ ہو کر مقام تشہد میں بیٹھ کر تین سو ساٹھ مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔ پھر نور الہیٰ کے لقا کی دعا پڑھ کر دوسرے شغلوں اور ذکروں میں مشغول ہو جائے +

نیز سبحان وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم تسبیحوں کے پڑھنے کے بارے میں جناب

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ۔ کہ یہ دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں۔ لیکن ترازوں میں وزنی ہیں۔ یعنی یہ دو مذکورہ بالا کلمے زبان سے کہنے بہت آسان ہیں۔ اور قیامت کے دن بہت وزنی عمل ہیں۔ اسی واسطے مشائخ کرام علیہم الرحمت والرضوان ان کلمات کا وظیفہ کیا کرتے تھے +

چنانچہ اوراد کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الملک شیخ ابابکر محمدؒ زکریا بہاؤ الدین قدس سرہٗ ایک سو مرتبہ ان کلمات کو فجر کی نماز سے پہلے پڑھا کرتے تھے +

میں مصنف کتاب عرض کرتا ہوں۔ کہ نماز تسبیح کے بعد ایک سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم بھی ضرور پڑھنا چاہیئے۔ توفیق اللہ تعالےٰ ہی سے ہے نہیں ہے۔ توفیق مگر اللہ تعالےٰ سے +

دلائل الخیرات۔ مسبعات۔ عشرہ۔ اسبوع شریف اور اوراد فتحیہ کا وظیفہ بھی مشائخ کرام سے آیا ہے۔ ان میں سے بعض کا مشائخ کی اجازت سے وظیفہ کیا کرتا تھا۔ لیکن جو کچھ ضروری ہے اور سلسلہ قادریہ عالیہ میں اپنے بزرگوں سے مجھے پہنچا ہے۔ انہیں بیان کرتا ہوں۔ انہیں ضرور اپنے لئے لازم کر لینا چاہیئے +

اشغال۔ ذکر اور مراقبہ کے سوا اپنے وقت کو کسی اور شغل میں بالکل صرف نہیں کرنا چاہیئے۔ مشائخ کرام کے اقوال میں مندرج ہے۔ بلکہ حدیث شریف کے موافق ہے کہ جو کچھ توراۃ زبور اور انجیل میں ہے وہ قرآن مجید میں ہے۔ قرآن شریف سورہ فاتحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں مندرج ہے۔ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اسم اللہ ذات میں درج ہے۔ پس جب ذاکر اسم اللہ ذات میں مشغول ہوتا ہے۔ تو گویا تمام وظائف میں مشغول ہوتا ہے +

جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کی تلاوت کے بعد سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے +

اور حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ زبانی ذاکر اگر ہزار مرتبہ اسم اللہ ذات کہے تو اس سے یہ افضل ہے کہ روحی ذاکر ایک مرتبہ اسم اللہ ذات کہے۔ پس ذکر وفکر کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ حق تعالےٰ اعلےٰ مرتبوں پر پہنچائے +

حضرت فقیر شیر شاہ جنہوں نے میرے مرشد و والد قدس سرہٗ سے حضرت جاری سلطان العارفین نور اللہ مرقدہٗ سے شرف تلقین حاصل کیا تھا۔ اور جن کا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ دسویں باب میں کیا جائے گا۔ میرے پاس کئی سال رہے۔ صرف خاص خاص وقتوں میں ایک دو دفعہ نہایت ذوق سے کلمہ طیب کا ذکر کرتے تھے۔ پھر مراقبہ کئے خاموش بیٹھے رہتے۔ اور مستغرق رہتے۔ مدت تک استغراق کی حالت میں رہتے۔ جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔ کہ جب میں ذکر الٰہی کے شغل میں مشغول ہوتا ہوں۔ تو ایک دفعہ نہایت ذوق سے ذکر جہر کرتا ہوں۔ بعد ازاں جسم کے تمام پٹھے۔ تمام مسام اور بدن کا بال بال ذکر سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ تو میں چپ ہو کر بیٹھ رہتا ہوں۔ اور اس ذکر کو سُن کر لذت حاصل کرتا ہوں۔ اللہ بس باقی ہوس +

قلبی ذکر میں ذاکر کے لئے خوف بہت ہے۔ مثلاً خلقت کا رجوع ہونا۔ عورتوں کا مائل ہونا۔ کیونکہ یہ کمزور دل اور نرم دل ہوتی ہیں۔ اکثر دل ذاکر قلبی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں۔ اس لیئے ذاکر عورتوں کی صحبت۔ تکبر۔ خود پسندی۔ مرتبے اور مشائخی۔ اقتدار۔ ریاکاری اور حشمت و جاہ کی محبت اور پیری مرشدی اور دنیاداروں کو مسخر کرنے سے پڑ کر جہت میں پڑ جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک +

نیز اس کے دل کے حالات ذکر قلبی کے جذبات سے رقت حاصل کرنے کے سبب مستقل نہیں رہتے۔ کبھی کسی طرح کے ہوتے ہیں۔ کبھی کسی طرح کے۔ روحی ذاکر کے احوال مستقبل ہوتے ہیں۔ اور مذکورہ بالا خطروں سے گذر کر اس کا دل بچ جاتا ہے۔ اور اس کے دل کو اسرار الٰہی سے قرار حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ ذات حق کے انوار حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ اونچا مقام خوف و خطر سے خالی اور قرب حق کے زیادہ قریب ہے +

مناسب یہ ہے کہ درویش ہر وقت باوضو رہے۔ یا کم از کم تیمم کر لیا کرے۔ پھر پہلے 'لا الٰہ' پاس انفاس اور نفی اثبات کرے۔ یعنی یہ خیال کر کے کرے کہ ماسوی اللہ فانی ہے اور خدائے واحد باقی ہے۔ جب سانس کو اپنے بدن کے تنور کے اندر لائے تو لا الٰہ کے فکر سے ضرب پہنچائے اور جب سانس باہر کو لائے تو الا اللہ کے معنوں کا خیال کرے۔ اور جب فیض و ہدایت کا بدرقہ زیادہ رہبری عنایت کرتا ہے۔ تو پھر اندر کی طرف سانس لیجاتے وقت دل پہ اسم اللہ کی ضرب لگاتا ہے۔ اور سانس باہر نکالتے وقت ہُو کہتا ہے۔ سانس کو اندر کھینچتا

جس کا رستہ اور جس کے خارج ہونے کا رستہ ناک ہے۔ سو دماغ کی رگوں کی راہ پھر سینے میں ہوتا ہوا دل پر پہنچتا ہے۔ جس طرح اندر پہنچتا ہے۔ اسی طرح اُسے خارج کرے۔ اور ہُو کا فکر کرے۔ اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور ہُو کی دماغ میں۔ اس مقام پر نہایت لطیف شغل ہے یہاں بلند ہمت اور پوری کوشش درکار ہے۔ کہ فکر استغراق کے لحاظ کے وقت ہر دم بقا ہے۔ اور بعد ازاں جب اسم اللہ کی ضرب دل پر مارے تو وہاں صفحہ دل پر تصور اور فکر سے اسم اللہ کو لکھا ہوا دیکھے اگر فکر سے تصور زائل ہو جائے۔ تو پھر فکر کی انگلی سے دل پر لکھ لے۔ جب ہو کا ذکر دماغ کی طرف لے جائے تو سر کی کھوپڑی میں دماغ کی چھت کی اوپر کی جانب اسم ہُو لکھے۔ اور اس کو تصور سے قائم کرے اور فکر کی آنکھ سے دیکھے یہ نازک راستہ اپنی اپنی ہمت کے موافق طے کیا جاتا ہے۔ نہ کہ قدموں اور پاؤں سے طے ہوتا ہے۔ تصور کی مشق بکثرت کرنی چاہیئے۔ اور تصفیہ اور تزکیہ کے فکر و شغل کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ مبتدی کے لئے چار اصول ہیں۔ کم کھانا۔ کم بولنا۔ کم سونا۔ اور خلقت سے کم میل جول کرنا ؎

نفس نتواں کشت بالا باسہ چیز
باتو گوئم یاد گیرش اے عزیز

نفس صرف تین چیزوں سے ہلاک ہو سکتا ہے۔ عزیز من تین کو یاد رکھنا۔

خنجر خاموشی و شمشیر جوع نیزۂ تنہائی و ترک جموع

اوّل خاموشی کا خنجر دوسرے بھوک کی تلوار تیسرے لوگوں کے مجمع سے الگ تھلگ اور تنہا رہنا۔

چوتھا کم سونا ہے اور وہ کم کھانے اور بھوک سے خود بخود حاصل ہو سکتا ہے۔ اس راہ کے لئے سچ بولنا اور حلال کھانا ازبس ضروری ہے۔

چنانچہ میرے والد بزرگوار قدس سرہٗ نے آخری وصیت کے وقت بھی انہیں دونوں باتوں کی تلقین فرمائی۔ کہ حلال کھانا۔ سچ بولنا۔ اور عورتوں کو نماز کی تاکید کرنا۔

خواب و خورش ز مرتبۂ عشق دور کرد آں گاہ رسی بعشق کہ بیخواب و خور شوی

کھانا اور سونا عشق کے مرتبہ سے دور کر دیتے ہیں۔ عشق کو تو اسی وقت پہنچیگا جب نہ کھائے گا نہ سوئے گا۔

در دفتر حقائق پیش ادیب عشق ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

بیٹا! عشق کے ادیب کے پاس حقائق کے دفتر ہیں۔ اس بات کی کوشش کر کہ تو باپ بن جائے +

نماز مغرب کے بعد اکتالیس مرتبہ سورہ مزمل ہر روز پڑھا کرے۔ اگر نہ ہوسکے تو گیارہ مرتبہ پڑھے لیکن زیادہ پڑھنے سے اسرار باطنی اور عشق الٰہی کے فیضان زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ پاس انفاس، کا شغل ایسا شغل ہے۔ کہ اس کو خلوت در انجمن کہتے درویشوں نے ایسے ایسے کام اختیار کر رکھے ہیں۔ قلندر اہل مشرب اور زاہد نمابن۔ تو بہتر فرقوں سے واقف ہوجائے گا +

نے گویم کہ از عالم جدا باش بہر رنگے کہ باشی با خدا باش

مَیں یہ نہیں کہتا کہ تو جہان سے الگ تھلک رہو۔ خواہ کسی رنگ میں ہو۔ خدا کے ساتھ رہو ؎

زاہدی در پلاس پوشی نیست
درعمل کوش ہرچہ خواہی پوش

ٹاٹ پہننے پر زاہد ہونا موقوف نہیں۔ تو عمل کی کوشش کر اور جو چاہتا ہے پہن + یعنی اطلس پوش پاک زاہد بن ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دُنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا۔ نہ کہ اسباب۔ چاندی اور فرزند اور عورت +

ایک روز مُدت بعد میری آرزو پوری ہوئی۔ یعنی مجھے میرے مرشد والد بزرگوار کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کا موقعہ ملا۔ اس وقت میں نے اس راہ کی طلب کے لئے التماس کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہی عرضی میں نے ایک روز اپنے والد و مرشد کی خدمت میں کی تھی۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا ؎

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم دیدہ ام اندر جہاں

اندر سے آشنا اور باہر سے بیگانہ کی طرح بنا رہ۔ ایسی عمدہ روش میں نے جہان میں بہت کم دیکھی ہے +

پھر آپ خاموش ہو گئے۔ ہمارے حضرت صاحب کی عادت تھی۔ کہ ہمارے سوالوں کے جواب میں وہ حالات بیان فرماتے۔ جو آپ کے اور آپ کے والد بزرگوار کے مابین گذرے تھے۔ اور جب آپ اپنے والد بزرگوار کو یاد فرماتے۔ تو آپ کو ایک بڑا روحانی جذبہ ہو جاتا۔ چنانچہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اور پھر گفتگو کی ضرورت نہ رہتی۔ وجد اور جذبہ عشق کی حالت میں ہر قسم کی گفتگو سے خاموشی اختیار فرماتے سبحان اللہ وبحمدہٗ۔ یا اللہ! ہمیں بھی یہ جذبہ نصیب کرنا۔ ویسے ہی سینے عطا فرمانا۔ ہمارے دلوں کو ان کے دلوں کے انوار سے منور کرنا۔ اور ان کے احوال کی توفیق عطا کرنا۔ ان کے اعمال کا سا اخلاص عنایت کرنا۔

ہمارے حضرت صاحب کا طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ اس میں ریاکاری۔ شہرت تکبر اور خود پسندی بالکل نہ تھے۔ اپنے بھید مبارک کو اس طرح چھپاتے گویا اپنے احوال کی بو تک نہ دیتے۔ یہاں تک کہ آپ کی مجلس میں کوئی شخص فقر اور فقراء کے بارے میں گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کی مجلس میں بظاہر قیل و قال اور امیری سامان ہوتا۔ یعنی اس مجلس میں گھوڑوں۔ مال۔ مہمانوں نواری وغیرہ کی بابت بات چیت ہوا کرتی۔ آپ بھید کو ظاہر کرنا کفر کے برابر سمجھتے تھے۔ اور نور الٰہی ہر وقت ان کے دل میں نزول کرتا۔ بلا اختیار آپ سے ہزاروں خوارق عادات اور تاثیرات ظاہر ہوتے تھے۔ مگر کسی کو جرأت نہ تھی۔ کہ سامنے یا بیٹھ پیچھے ان خوارق کا ذکر کرے اگر اتفاقاً کوئی اپنی کم ظرفی کے سبب کر بیٹھتا تو آپ اس پر ناراض ہو کر مدت تک اس پر توجہ نہ کرتے۔ اور مدت تک حاضر نہ ہو پاتا۔ جب تک توبہ نہ کرتا اُسے حاضر خدمت ہونے کی اجازت نہ ہوتی۔

میں نے اس بات کا تجربہ کیا۔ اور اسے آزمایا ہے کہ آنحضرت کے لئے برابر تھا۔ خود آپ کسی بات کو سُنیں یا نہ سُنیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو آگاہی ہو جاتی تھی۔ بلکہ غائب لوگوں کے حالات اور ان کی بات چیت دور دراز فاصلہ سے سُن لیتے تھے۔ جو قرب نوافل کا درجہ ہے۔ انشاء اللہ نویں باب میں آنحضرت کے بعض حالات بیان کئے جائیں گے۔

پس صوفیائے کرام نے ' خلوت در انجمن '، ' نظر بر قدم '، ' سفر در وطن '، کو اچھا طریقہ قرار دیا ہے 'خلوت در انجمن'، کا مفصل حال چوتھے باب کی اس فصل میں لکھا گیا ہے۔ جو سلوک کے ذکر داذکار میں لکھی گئی ہے۔

شرح سفر در حضر

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ درویش کو چاہیئے کہ جب رات آئے تو اپنے دوستوں اور گھر والوں سے جُدا ہو کر تنہائی میں ہر رات کو لیلۃ القبر، قبر کی رات، بنا کر اللہ تعالیٰ سے خلوت بنالے۔ کیونکہ قبر میں اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی رفیق نہ ہوگا۔ اس وقت اس سے راز و نیاز کی باتیں کہے۔ اور جب دن ہو تو اس دن کو روز محشر خیال کرے۔ اور دیکھے کہ تمام خلقت اپنے اپنے خوابگاہ سے اٹھی ہے۔ اور یہ خیال کرلے۔ اور دیکھے کہ قیامت کا دن ہے اور ہر شخص اپنے محاسبے کے لئے اُٹھا ہے۔ اور یہی دن حساب کا دن اور روزِ جزا ہے۔ پس اپنے آپ کو اس دن کے لئے تیار کرے۔ پس سمجھ لو کہ جب یہ حالت ہو تو رات کے عیش۔ خوش وقتی۔ نیند اور آرام کہاں۔ اور شیخی مشائخی۔ حشمت جاہ تکبر۔ ریاکاری۔ خودی۔ خود پسندی۔ روزی کے اسباب۔ غفلت۔ دوستوں کی صحبت اور مال و منال کا تدارک وغیرہ کہاں۔ پس اس طرح سے حضر میں آخرت کا سفر حاصل ہو جاتا ہے یا اللہ! ہماری قسمت کرنا ÷

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

جائے کہ من رسیدم امکاں نہ ہیچکس را
شہباز لامکانم آنجا نہ جا مگس را

آپ کو آپ کے مرشد پیر مکمل اور ازلی ہادی اور رہبر نے کمالات کے مقام پر پہنچا دیا تھا۔ قصیدہ غوثیہ کا شعر ؎

انا البازی اشہب کل شیخ — ومن ذا فی الرجال اعطی مثال
مَیں ہر شیخ کا سبزہ گھوڑا ہوں — لوگوں میں سے کون ہے جو ایسا ہو
کسانی خلعۃ بطراز عزم — و توجنی بتیجان الکمال
مجھے عزم اور ارادہ کا لباس پہنایا گیا ہے — اور مجھے کمال کے تاج سے تاج پوش کیا گیا ہے

سفر در حضر اسی کو کہتے ہیں۔ کہ درویش ظاہر میں اپنے عیال و اطفال میں اس طرح مصروف رہے کہ لوگ اُسے بڑا دنیا دار خیال کریں۔ لیکن باطن میں اللہ تعالےٰ کی طرف خیال رکھے۔ انسان

کو چاہیئے کہ جس طرح سفر کے لئے حضر میں تیاری کی جاتی ہے۔ اسی طرح سفر در حضر کرے۔ اگر کوئی عاقل ہے تو اُسے ایک ہی بات کافی ہے۔ اس سے زیادہ حدیث کی کتابوں میں روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک روز امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! مَیں نے اپنے بیٹے عبداللہ کا نکاح کیا ہے۔ وہ رات کو گھر نہیں جاتا۔ بلکہ قیام اور مجاہدہ میں بسر کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو فرمایا۔ کہ عبداللہ اپنے باپ کی رضامندی اختیار کرو +

حکایت موافق حال

ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ شہر بہاول پور میں تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر میرے والد و مرشد قدس سرہٗ جب وظائف سے فراغت پا چکے اور آپ کے دل پر انوار الٰہی کا دروازہ کھُلا۔ اس وقت مَیں حاضر خدمت تھا۔ جب یہ حالت دیکھی تو اپنی ایک نہایت ضروری دنیاوی کے لئے عرض کیا۔ دنیاوی باتوں کا ذکر آتے ہی نہایت حوصلہ سے براہ رحم و نوازش اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ " اس وقت چراغ روشن تھا باکر بیٹا! ستر سال کی عمر ہونے آئی۔ مَیں نے اللہ تعالےٰ کے سوا اور کچھ نہیں لیا اب میرا ستر سالہ روزہ تڑوانا چاہتے ہو۔ یہ سُنکر میں خاموش ہو گیا۔ اور شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا۔ سبحان اللہ! دیکھنا چاہیئے۔ کہ آپ نے اپنی عمر میں محض فقر محمدی اختیار کئے رکھا۔ آپ نے بہت بہت مصیبتیں اور کھکھیڑیں بھی اٹھائیں۔ سختیاں جھیلیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ سے اللہ تعالےٰ کے سوا اور کچھ نہ مانگا۔ خاصوں اور مطلق مخلصوں کا طریقہ یہی ہوتا ہے +

ایضاً۔ ایک روز حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ کے باہر آنجناب کی خدمت فیضدرجت میں اس واسطے حاضر ہوا۔ کہ ایک کام کے بارے میں عرض کروں جسے بڑے بھائی مکروہ فرماتے تھے۔ حالانکہ وہ نیک اور مباح تھا۔ جہاں عارفوں کے لئے "حسنات الابرار سیأت المقربین" "نیک لوگوں کی نیکیاں مقربوں کے لئے برائیاں ہیں" ہو۔ وہاں عوام کے اعمال اور مباحات کا کیا ذکر۔ وہ کام مجھ سے بیان کر کے ارشاد فرمایا۔ کہ اے فرزند! ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ تمام کام اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنے چاہئیں۔ ہم نے اس قدر عمر گذاری ہے

لیکن کوئی کام اللہ تعالےٰ کی مرضی کے سوا نہیں کیا +

اس سے جناب کا مطلب اس مسکین کی تعلیم اور ارشاد کا تھا۔ اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ بھائیو! بہ نظر غور دیکھنا چاہیئے۔ کہ یہ مقام کیسا ہی اعلےٰ ہے۔ کہ خیال کی نگاہ وہاں تک نہیں پہنچی اور گمراہوں کے استدلال کا پاؤں ڈگمگا جاتا ہے۔ آپ کو فقر۔ مصیبتیں اور طرح طرح کے حادثوں کو برداشت کرنا پڑا اور آپکا خداداد حوصلہ کیا ہی وسیع تھا۔ کہ آپ کے نور منزل دل پر اللہ تعالےٰ کے عشق و محبت کے سوا اور کوئی بات غالب نہ تھی۔ اور آپ کے دل میں کوئی مراد باقی نہ رہ گئی تھی۔ بلکہ رضا اور تسلیم کے مقام پر پہنچے ہوئے تھے +

یا اللہ! اپنے کمال فضل و کرم سے ہمیں بھی ان سے بنانا، یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حی یا قیوم یا ذوالجلال والاکرام۔ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین یا تواب الرحیم بحرمت سید الابرار و سید المرسلین و آلہ واھل بیتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد و محبوبہ و آلہ اجمعین +

نیز آنجناب کی زبان فیض بیان سے میں نے سُنا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اے فرزند درویش اصل میں دُرویش 'موتی کی طرح' ہے۔ سیپی آپ کا جسم ہے۔ جو صدمہ آپ کے دل پر پہنچتا ہے۔ اس کا اثر سیپی کے ظاہر پر ہوتا ہے نہ کہ باطن پر یعنی ان کا دل ہر آفت سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ +

فصل دوازدہم

سلسلہ قادریہ کے ضروری وردوں کے بیان میں

ایک ہزار درود جناب رسول خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر "اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد وبارک وسلم" دن رات میں جس وقت ہو سکے بھیجے۔ کیونکہ یہ بزرگوں کا وظیفہ ہے +

جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اور جو دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سَو مرتبہ اس پر درود بھیجتا ہے۔ اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اور جو شخص مجھ پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے جسم پر آگ حرام کردیتا ہے۔ اور زندگی اور موت کے بعد قول ثابت پر قائم رکھتا ہے" +

اُمید ہے کہ اس دنیا میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوگا۔ اور دونوں جہان کی کوئی مُصیبت یا تنگی اُسے پیش نہ آئے گی۔ اور ہمیشہ معزز اور متبرک ہوگا +

ہر نماز فریضہ کے بعد دو سو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ اور ایک سو مرتبہ سورہ فاتحہ معہ تسمیہ و آمین۔ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے اور آمین پر ختم کرے۔ ایک سو مرتبہ سورہ لایلاف قریش۔ پہلی دفعہ بسم اللہ پڑھے پھر ننانوے دفعہ بغیر بسم اللہ پڑھے۔ لیکن سورہ لایلاف قریش شروع کرنے پہلے حسب ذیل دعا سات مرتبہ پڑھ کر اپنے گرد حصار کھینچے اور دم کرے۔ دُعا یہ ہے۔ بسم اللہ علی نفسی و دینی بسم اللہ علی اہلی و مالی بسم اللہ ما اعطانی ربی اللہ اعز و اجل مما اخاف و احذر اعوذ باللہ من شر شیطان رجیم و من کل جبار عنید فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

اِن مذکورہ بالا دونوں وظیفوں کو بلا ناغہ سُورج نکلنے سے پہلے پڑھ کر اپنی حاجات کے لئے دُعا کرے۔ اُسے اختیار ہے۔ کہ جس وظیفے کو چاہئے پہلے پڑھے۔ بہتر یہ کہ سورۃ فاتحہ کو پہلے پڑھے۔ اور بعد ازاں سورۃ لایلاف قریش۔ اِن دونوں وظیفوں میں دنیاوی کلام ہرگز نہ کرے۔ والسلام ہو الموفق و علیہ التکلان +

۱۳

فصل سیزدہم

مراقبہ ذکر کے بیان میں

مراقبہ کے لئے کوئی کامل اُستاد چاہیئے۔ جو سکھائے۔ لیکن اس زمانے میں اس قدر بھی کافی ہے کہ اس کے طریقہ سے واقف ہوکر دوسرے کو سکھائے۔ کہ اسے مراقبہ کہتے ہیں مراقبہ کے لغوی معنی گردن کو سینے کی طرف خدا کی خاطر جھکانا ہے۔ یعنی حضور الہٰی میں مشغول ہونا اور ماسوی اللہ کا خیال ترک کرنا۔ یعنی ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا اور آنکھ کان اور لب بند کرنا ؎

چشم بند و لب بہ بند و گوش بند
گر نہ یابی سرِّ حق بر من بخند

آنکھیں۔ لب اور کان بند کر۔ پھر اگر اللہ تعالےٰ کا بھید نہ پائے تو مجھ پر ہنس +

وسوسوں اور دلی خیالات کا بند کرنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ظاہری حواس بند کرنا آسان کام ہے۔ لیکن دل کو اللہ تعالےٰ کی طرف لانا بہت مشکل ہے۔ چاہیئے کہ مراقبہ کا شغل شام کی نماز کے وظائف سے فارغ ہوکر یا تہجد کی نماز کے بعد یا زوال کی نماز کے بعد کرے۔ مطلب یہ کہ وظائف کے ادا کرنے کے بعد جب کہ دل کو نماز وظائف سے لطافت حاصل ہوچکی ہو۔ اور حضور مراقبہ کے لائق ہوچکا ہو۔ مراقبہ کرنا چاہیئے +

اوّل مکان اس قسم کا ہو کہ اس میں کسی قسم کا خلل نہ ہو۔ اور وقت بھی نہایت صاف اور فارغ ہو۔ اصلی غرض یہ ہے۔ کہ دل کسی کام کی طرف مائل نہ ہو۔ بلکہ بالکل فارغ ہو۔ پھر نہایت دلجمعی سے مصلے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے مربعہ بیٹھے۔ اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر ناف تلے باندھے اور سر کو اس طرح جھکائے کہ گویا گردن ٹوٹی ہوئی ہے۔ اور ٹھوڑی سینے پر لٹکی ہوئی ہے +

بزرگوں کا قول ہے۔ کہ جب ٹھوڑی سینے پر آتی ہے اور دل ذکر کی طرف مائل ہوتا ہے تو دل کی سختی خود بخود زائل ہونے لگتی ہے۔ اور صفائی قبول کرنے لگتا ہے۔ خواہ ذکر فکر کرے

یارنہ کرے۔ یعنی محض مراقبہ کی صورت اختیار کرنے اور سر جھکانے سے اپنے مولائے حقیقی کے حضور کا خیال آجاتا ہے +

بعد ازاں اللہ تعالےٰ پر توکل کر کے اپنے کامل مرشد کی صورت یا اس کے مزار مبارک کو برزخ بنائے یعنی شکل حاضر کر کے آئینہ کی طرح اُسے سامنے رکھے۔ جس طرح سورج کو پانی کے وسیلے بغیر نہیں دیکھ سکتے اسی طرح وسیلے بغیر اللہ تعالےٰ کو دیکھنا مشکل ہے +

برزخ وسیلے کو کہتے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے مطلوب تک پہنچتے ہیں۔ کیونکہ وسیلہ کے بغیر پہنچنا ممکن نہیں۔ قولہٗ تعالےٰ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اس کی طرف وسیلہ کی تلاش کرو۔ اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں کوشش کرو۔ شاید تمہاری بہتری ہو جائے +

برزخ یعنی وسیلہ طالب و مطلوب کے مابین ذریعہ ہوتا ہے۔ مولانا شیخ المشائخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کتاب عین الفقر میں بتدی کی ہدایت کے لئے شغل کے وقت مراقبہ کرنا فرماتے ہیں +

شرح مراقبہ

باطن میں شیطانی باطل خطرات اور نفسانی وہمات یا دنیاوی حادثات میں کوئی ایک بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ صحیح ذکر فکر اور کلمات تسبیح سے مراقبہ کا طریق یہ ہے۔ کہ جب طالب اللہ باطن کی طرف شغل الٰہی میں مشغول ہو۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تین مرتبہ بسم اللہ پڑھے اور تین مرتبہ درود شریف پڑھے۔ تین مرتبہ آیۃ الکرسی۔ اور تین مرتبہ سلام قولاً من رب الرحیم پڑھے۔ تین مرتبہ چاروں قل اور تین مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے۔ تین مرتبہ کلمہ تمجید اور تین مرتبہ کلمہ طیب پڑھے۔ اور اسم اللہ اور اسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ رکھے۔ بعد ازاں آنکھ بند کرے۔ اور مجلس انبیاء مجلس اولیاء اور معرفت الٰہی کی نیت کرے مرشد کامل اپنی رفاقت سے بے شک خدا رسیدہ بنا دیتا ہے +

صاحب مراقبہ کو مراقبہ کے لئے مربعہ بیٹھنا چاہیئے۔ اور اپنے سر کو زانوؤں میں لیجائے گویا مرا ہوا ہے۔ اور ماتم زدوں کی مجلس میں ہے۔ مراقبہ کے شروع میں اپنے تمام اعضاء کو قید

کرے۔ اور ذکر و فکر سے اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اس طرح کرنے سے مراقبہ اعلیٰ درجے پر پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ اس سے انبیاء اور اولیاء اللہ کی ملاقات ہوتی ہے۔ اس مراقبہ سے کوئی مرتبہ بڑھ کر نہیں۔ مراقبہ مردان خدا کا مرتبہ ہے۔ مراقبہ بجلی کی طرح تیز ہے۔ صاحب مراقبہ کو براق پر سوار کرتا ہے۔ صاحب مراقبہ کے لئے زندگی اور موت برابر ہے سہ

پردہ را بردار عین از عین بین
راہ عرفاں ایں بود حق الیقین

پردہ کو اٹھا اور عین کو عین سے دیکھ۔ خداشناسی کی یہ راہ ہے۔ اور یہی حق الیقین ہے۔

حدیث:۔ من عرف اللہ فقد کل لسانہ (جس نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی)۔

خاموشی ایمان کا سر ہے۔ خاموشی مومنوں اور ایمان کا تاج ہے۔ اور رضائے الٰہی کا تاج ہے۔

قول مصنف رح خاموشی عبادت کی کنجی ہے۔ خاموشی جنت کا مکان ہے۔ خاموشی اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے۔ خاموشی شیطان سے بچنے کے لئے قلعہ ہے۔ خاموشی خیر البشر کی سنت ہے۔ خاموشی دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ خاموشی قرب رب ہے۔ خاموشی توحید میں غرق ہونا ہے۔ یہاں تک عبارت محک الفقر کی تھی۔

بعد ازاں صاحب مراقبہ اس سانس کو جو اندر باہر جاتا آتا ہے۔ اُس کو پکڑلے۔ اور اسم الٰہی کے ذکر و فکر ملحوظ رکھے۔ یعنی جب سانس اندر کی طرف لے جائے۔ تو اسم اللہ کا فکر کرے اور جب باہر نکالے تو دماغ اور ناک کی راہ خارج کرے اور اسم ہُو کا تصور کرے۔ اور اسم اللہ کو دل کے صفحہ پر جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ تصور کرے۔ یعنی خیال کی انگلی کے قلم سے دل پر موٹے لفظوں میں خوش خط لکھے۔ اور دل کو جو گوشت کا ایک لوتھڑا نیلوفر کے غنچہ کا سا ہے۔ اور پھیپھڑے اور حنجرہ کی چھ عروق سے بدن کی نچلی طرف سرنگوں لٹکا ہوا ہے۔ فکر کے ہاتھ سے اٹھا کر سیدھا کرے۔ یعنی اس کی نوک اوپر کی طرف کرے۔ اور اپنے سینے میں صفحہ کی طرح اپنے سامنے رکھے۔ اس طرح اسم اللہ کی مشق کرے۔ اگر "اللہ" کے حروف کے نقش برقرار نہ رہیں تو ہمت نہ ہار بیٹھے۔ کیونکہ مشکل کام ہے۔ اور ایک نیا۔ غیر معتاد اور غیر مرغوب ہے

انسانی دل پر بہت بہت پردے ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ کے فضل اور دین کے پیشواؤں کی پاک روحوں کی مدد سے ذکر و فکر کی تاثیر ہوتی ہے۔ تو دل اور روح دونوں پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے تصورات کے نقوش ثابت اور مستحکم ہو جائیں گے ؎

ثباتے بدست آور اے بے ثبات
کہ بر سنگ گرداں نروید نبات

ثبات اے بے ثبات حاصل کر۔ کیونکہ متحرک پتھر پر سبزہ نہیں اگتا۔

جب اسم اللہ کے تصور کا نقش دل پر جم جائے تو پھر اُسے آئینہ اسم محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے آئینے میں اس طرح دیکھنا چاہیئے محمد اللہ مگر اس نقش آئینہ کا تصور صاحب مراقبہ کے لئے سخت اور مشکل ہوتا ہے +

قادری مشائخ کرام خصوصاً مولانا حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ تصورات کے بارے میں اکثر یوں فرماتے ہیں۔ کہ اسم محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسم اللہ ذات کے نیچے موٹا اور خوش خط لکھا ہوا اس طرح تصور کرنا چاہیئے 

پس یہی طریق آسان اور افضل ہے۔ اور سلسلہ قادریہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس شغل میں تینوں لحاظ ملحوظ رکھے :۔

اوّل۔ پاس انفاس،

دوئم۔ ماسوای اللہ کے فنا کا فکر اور اللہ تعالیٰ کی بقا کا فکر یعنی ذات میں محو ہونا۔

سوئم۔ اسم اللہ اور اسم محمدؐ کے نقش کا تصور دل کے صفحہ پر۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس راہ میں ثابت قدم ہو جاتا ہے۔ تو تجلیات کے انوار متجلی ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف کے جذبات طاری ہوتے ہیں۔ اور واجب الوجود کی وحدانیت کے دریا کا استغراق یکتا ہو جانا ہے۔ اور سیر فی الذات میں محو ہو جاتا ہے +

نیز ہمارے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین کی کتاب فیض انتساب جامع الاسرار میں یوں لکھا ہے۔ کہ فنا فی اللہ بقا باللہ شخص اپنے وجود سے حیرت و تحیر میں کہتا ہے۔ کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ کہاں جا رہا ہوں؟ یہ سفر خواب میں ہے یا خیال میں۔ ہم بلبلے کی طرح نظارہ کے لئے آئے ہیں۔ کہ سر اٹھا کر آہ ماریں۔ اور پانی بن جائیں۔ پھر اسی وجود نا مود کی دقائق شناسی کی توفیق چاہتا ہے۔ اور پیدا کرتا ہے۔ کہ وجود دو عدموں کے درمیان اسی طرح ہے جیسے دو خون کے درمیان پاکیزگی۔ اسی کا نام وجود رکھا گیا ہے۔ مگر

بھینگاپن کے سبب وجود دکھائی دیتا ہے۔ ورنہ اصل میں وجود نہیں۔ وجود اُسے کہتے ہیں جو خود قائم اور موجود ہو۔ یہ وجود سایہ کی طرح ہے۔ جو بذات خود مستقل نہیں۔ سایہ کی طرح اس کا قیام اس کا قیام اصلی وجود پر منحصر ہے۔ بلکہ اُسے ہستی موہوم کہتے ہیں +

طالب کو چاہیئے کہ فنا فی اللہ کا مقام پائے۔ اور اس ہستی موہوم اور وجود کالمعدوم کو واجب الوجود میں فنا کر دے۔ یعنی یہ وجود ناموجود اس واجب الوجود کا خیالی سایہ ہے۔ اور آفتاب کی توجہ کم ہونے کے سبب سایہ لمبا ہوتا جاتا ہے۔ یعنی جب سورج مشرق اور مغرب کے زیادہ قریب ہوتا ہے تو سایہ بہت لمبا ہوتا ہے اور جب سر پر ہوتا ہے تو سایہ اس کی روشنی میں گم ہو جاتا ہے۔ اور اصلی وجود میں حلول کر جاتا ہے۔ اس کے بعد بقا باللہ اور واصل باللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے +

جب نور کا سایہ محو اور مستغرق ہو جاتا ہے۔ تو قطرہ کو مقام فنا میں استغراق حاصل ہوتا ہے۔ اور سمندر کا مقام قطرہ میں ختم ہو جاتا ہے۔ لا یسعنی فی الارض ولا فی سمائی ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون وفی انفسکم افلا تبصرون، نہ میری زمین میں میری گنجائش ہے۔ نہ آسمان میں۔ بیشک اللہ تعالےٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ اور اس کا حشر اسی کی طرف ہے۔ اور وہ تمہاری جانوں میں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے +

اس مقام میں عین ذات کی محویت حادی ہوتی ہے۔ اس وقت خود ہی نظر خود ہی ناظر خود ہی منظور۔ خود ہی عشق۔ خود ہی عاشق اور خود ہی معشوق ہو جاتا ہے۔ اور خود ہی طالب خود ہی مطلوب۔ خود ہی واجد۔ اور خود ہی موجود۔ خود ہی ناطق۔ خود ہی نطق اور خود ہی منطوق ہو جاتا ہے۔ خود ہی دلالت کرنے والا اور خود ہی دلالت کیا گیا بن جاتا ہے۔ یہ دوئی محض بھینگا پن کے سبب سے ہے +

حدیث:۔ خذ ما صفا ودع ماکدر جو صاف ہے اُسے لے اور جو میلا ہے اُسے چھوڑ دے +

جو صاف ہے اُسے لے لے یعنی محویت ذات کا تصور اور تفکر۔ اور جو میلا ہے اُسے چھوڑ دے۔ یعنی دونوں جہان کی امیدیں۔ اور ہستی موہوم کو چھوڑ دے۔ تمام افعال کا اصلی مقصد دل کو صاف کرنا۔ روح کو جلا دینا اور نفس کو پاک کرنا ہے۔ جب دل کو ماسوی اللہ سے

پاک اور صاف کرتا ہے۔ تو روح کو جلا حاصل ہوتی ہے۔ یعنی روحانی پاک جلوہ ظاہر ہوتا ہے اور اس مقام پر نفس بھی پاک ہو جاتا ہے +

جب نفس پاک ہو جاتا ہے تو یَاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۔ اے نفس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف راضی خوشی لوٹ جاؤ کا مرتبہ پالیتا ہے ؎

نفس ناری عاقبت چوں نور شد　　قلب قالب ہر اعضا مغفور شد

جب ناری نفس آخر کار نور ہو جاتا ہے۔ تو دل جسم بلکہ ہر ایک عضو بخشا جاتا ہے +

انبیاء را نفس صورت انبیاء　　اولیاء را نفس صورت اولیاء

انبیاء کے لئے نفس ہی انبیاء کی صورت ہے۔ اور اولیاء کے لئے نفس ہی اولیاء کی صورت ہے +

دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالَ ۔ نفس کو چھوڑ یعنی بشریت اور بشر کو فنا کر۔ اور ہماری طرف آ یعنی درجہ بقا حاصل کر +

حدیث۔ موتوا قبل ان تموتوا مرنے سے پہلے مر جاؤ ، جب جسمانیت فنا ہو جاتی ہے۔ تو روحانیت اور بقا کے مقام میں پہنچ جاتا ہے +

اے جان عزیز! تو بیعقلی اور بے وقوفی کے سبب اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ تیرا یہ جسم اور وجود موہوم بمنزلہ کٹھالی ہے۔ جس میں خالص سونا گلا جاتا ہے اور تیرا یہ وجود طلسمی بنایا گیا ہے۔ جب اس تصویر کو کٹھالی سے نکال کر پھر فنا کی آگ میں ڈالتے ہیں۔ تو پھر سونا خالص ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ طلسماتی تعلق اور جسمانی واھمہ سے نکل کر عین العیانی ہو جاتا ہے۔ الآن کما کان۔ تیری جان کانی لعل ہے۔ چونکہ تو اس بات سے واقف ہے اس لئے سرگردان ہے۔ اصل معاملہ یہ ہے۔ کہ تو ہی آفتاب ہے۔ اور تو ہی مہتاب۔ اور تو اسرار سے واقف ہے اور ہر ایک منزل اور مقام تو ہی ہے۔ بلکہ دونوں جہان بھی تو ہی ہے۔ تو کس بات کی طلب کرتا ہے اور کس کی تلاش کرتا ہے۔ وہ حاضر و ناظر ہے ۔ من عرف نفسہ بالفناء فقد عرف ربہ بالبقاء جس نے اپنے آپ کو فنا سے پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو بقا سے پہچانا ؎

زمین و آسماں و عرش و کرسی
ہمہ در تست پیدا از کہ پرسی

زمین آسمان - عرش اور کرسی - سب کچھ تجھ میں ظاہر ہے - پھر تو کیسے پوچھتا ہے +
اعمال نیت پر موقوف ہیں - خطرات خطرات کے ساتھ ہیں - اور ذات ذات کے ساتھ ہے +

از دل بدر کن پیشۂ خطرات را
تا بیابی وحدتِ حق ذات را

دل سے خطرات کے پیشہ کو نکال ڈال - تاکہ تجھے ذات حق کی وحدت حاصل ہو -
وھو معکم اینما کنتم انا عند ظن عبدی وہ تمہارے ساتھ ہے - جہاں کہیں تم ہو - مَیں اپنے بندے کے ظن کے پاس ہوں - اگر تو اللہ تعالٰے کو اپنے آپ میں دیکھے تو بہتر ورنہ یوسوس فی صدور الناس، کے وسوسوں اور توہمات میں محجوب رہے گا -
اِس واسطے یہ اسم ذات اور اسم اعظم اہل خطرات کے سینے میں قرار نہیں پکڑتا ہے

اسم اعظم نام باہو متصل
میکند تاثیر صاحب ذکر دل

باہو! اسم اعظم ایسا نام ہے - جو صاحب ذکر کے دل میں تاثیر کرتا ہے +
جس شخص کے دل میں اسم اعظم اور اسم ذات قرار کرتا ہے - اس پر اول علم لدنی روشن اور واضح ہو جاتا ہے +

دوئم - علوی اور سفلی تمام مقامات اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں -
تیسرے اُسے رسمی اور کسی علم کی ضرورت نہیں رہتی -
چوتھے - ہر گھڑی اس کے دل کو خاص فیض اور عطا نصیب ہوتے ہیں -
وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا، اور ہم نے اُسے اپنے پاس سے علم سکھایا ہے

باہو نماز دائمی تسبیح میخواند دلم
جان و دل تسبیح گشتہ در حقیقت واصلم

باہو! دائمی نماز کے طور پر میرا دل تسبیح پڑھتا ہے - میرے جان و دل تسبیح ہو گئے ہیں - حقیقت میں مَیں واصل ہوں +

حدیث من لم ادیت فرض الدائم لم یتقبل اللہ منہ فرض الوقت
جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - کہ جو شخص دائمی فرض ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ

اِس کا وقتی فرض قبول نہیں کرتا۔ قولہٗ تعالیٰ "وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوَاہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا" اِس شخص کی پیروی نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جس نے اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے۔ اور جس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہو ؎

نماز و روزہ و بسیار طاعت
ازاں بہتر بود دل ذکر ساعت

نماز روزے اور بہت طاعت کی نسبت ایک گھڑی کا قلبی ذکر بہتر ہے +

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا، "نماز قائم کرو زکوٰۃ دو۔ اور اللہ تعالےٰ کو قرض حسنہ دو۔

جو شخص وقتی نماز ادا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی دائمی نماز قبول نہیں کرتا۔ ظاہری آنکھوں سے دیکھنا اور ظاہری کانوں سے سُننا چاہیئے کہ دائمی فرض ذکر الٰہی ہے۔ کیونکہ جو دم ذکر الٰہی سے غافل ہوتا ہے۔ وہ مردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر کئی قسم کا ہوتا ہے زبانی۔ دلی۔ روحی اور سری۔ ان کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ ذاکر کو چاہیئے۔ کہ کوئی دم بھی ذکر سے غافل نہ ہو۔ تاکہ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ کے زمرہ میں آئے نیز کسی وقت بھی فرض وقتی یعنی نماز پنجگانہ سے غافل۔ قاصر اور کاہل نہ ہو۔ کیونکہ مسلم اور کافر میں صرف نماز کا فرق ہے۔ مطلب یہ کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور سنت پر کی استقامت بغیر کوئی ذکر فکر اور مراقبہ فائدہ نہیں دے سکتا۔ شریعت کی متابعت اور سنت پر کی استقامت سے سلوک کے طریقہ۔ ذکر فکر کے شغل اور لطائف کے ملاحظہ میں مشغول رہے۔ تاکہ مراد کو پہنچے ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پس جس شخص نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے برخلاف راہ اختیار کی۔ وہ ہرگز منزلِ مقصود پر نہیں پہنچا۔

باطن میں ہردم باطنی اشغال میں اور ظاہر میں ہر وقت فرض۔ سنت اور مستحب کے ادا کرنے میں مشغول رہے۔ تاکہ قرب فرائض اور قرب نوافل حاصل کرے۔ اور

لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل" کے مرتبہ پر پہنچے۔ مباح چیزوں کے ارتکاب سے پرہیز کرے۔ کیونکہ مباحات کا ارتکاب قرب الٰہی کے لئے رکاوٹ ہے۔ والسلام۔

اس سکین نے اپنے مرشد مکمل یعنی اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ سے مراقبہ کے طریقہ کی تعلیم کے لئے التماس کیا۔ تو پہلے آپ نے فرمایا۔ کہ اے فرزند! اگر زندگی ہے تو اس کا وقت آئے گا۔ ابھی تم نوجوان ہو۔ اور یہ کام بہت مشکل ہے۔ اس میں گردن ٹوٹ جاتی ہے۔ اور حواس بند ہو جاتے ہیں۔ جب پھر میں التماس کیا۔ تو مراقبہ کے ابتدائی اصول مجھے سمجھائے۔ لیکن اس بارے میں ولی توجہ نہ فرمائی۔ کیونکہ مجھ گنہگار پر از حد شفقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ چاہتے تھے۔ کہ میں پہلی عمر میں مجاہدات میں نہ پڑ جاؤں۔ تاکہ جوانی کے پھل اور مراد سے بہرہ مند ہو جاؤں جب عرصہ دراز کے بعد پھر میں نے التجا کی۔ تو آپ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا۔ ایک میاں صدیق محمد علیہ الرحمۃ حجرہ شاہ مقیم والا۔ دوسرے حضرت تاج محمد شکارپور والا کے خلیفہ میاں صاحب پٹ والہ۔ میاں تاج محمد کی خدمت میں نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ میں حضرت قدس سرہٗ کے حضور اور خانقاہ کی خدمات میں مشغول تھا۔ اور فاصلہ زیادہ تھا۔

اور محمد صدیق علیہ الرحمۃ خانقاہ مقدس میں اکثر زیارت کے لئے نہیں آتے تھے۔ اس لئے وہ بھی یہ کام نہ سکھا سکے۔

میرے مرشد یعنی میرے والد بزرگوار قدس سرہٗ کی وفات کے بعد میں حضرت خلیفہ سلطان نورنگ کھرتان رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ کے مزار شریف پر گیا۔ تو انہوں نے اپنی روحانیت کے فیض سے ماہ رمضان المبارک میں پہلی مرتبہ عشائیں کے وقت یعنی شام کی نماز کے بعد۔ اور دوسری دفعہ اشراق کے وقت جبکہ میں نے آپ کے مزار مبارک پر اس بارے میں التماس کیا۔ مجھ پر پوری توجہ کی اور مراقبہ کا فیض عطا فرمایا۔ جیسا کہ آپ کی لیاقت تھی۔ اس بھید کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ جس کے دو سبب ہیں۔

ایک یہ کہ میں ایک۔ غافل گنہگار طرح طرح کی غفلتوں اور گناہوں میں مستغرق ہوں نعوذ باللہ منہا۔ کہ ایسے شخص پر فضل نہیں کرتے۔ لیکن یہ اللہ تعالےٰ کی خاص مہربانی ہے

اگر باشد دو صد عصیاں گناہم
تواند شستن از چشم پُر آبم

اگر گناہوں کے دو سو دفتر بھی ہوں۔ تو بھی میری آنسوؤں بھری آنکھ اسے دھو سکتی

ہے ؂

اگر باشد دو صد خرمن گناہم
توانم سوختن از برق آہم

اگر میرے گناہوں کے دو سو کھلیاں ہوں۔ تو میں انہیں اپنی آہ کی بجلی سے جلا سکتا ہوں +

قولہ تعالےٰ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ اپنی جانوں پر اسراف کرنے والو۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ۔ واقعی اللہ تعالےٰ تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ واقعی وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے +

دوسرا یہ کہ میرے مسلمان دینی بھائی میرے اس بیان کو سُنکر انکار نہ کردیں۔ اور مجھ پر اعتراض نہ کریں۔ اگر اللہ تعالےٰ دینی بھائیوں میں سے کسی کو حصہ دے اور اس جام میں سے گھونٹ پیئے تو خود بخود ذائقہ چکھ لے گا ؂

تو بادہ نخوردی وچہ دانی قدرش
سریست دریں بادہ کہ مستاں دانند

تو نے شراب نہیں پی تجھے اس کی قدر کیا معلوم۔ اس شراب میں ایسا بھید ہے۔ جسے صرف مست ہی جانتے ہیں +

جذبہ حال کا معاملہ اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ جو خود حال میں آئے۔ صرف باتیں محض علم اور سلوک کے لئے ہیں۔ اگر اس سے زیادہ کسی درویش کو شوق ہو۔ تو حضرت شاہ حبیب بغداد والے جن کا مزار شریف دریائے راوی کے کنارے قصبہ ملیہ اور سرائے سدھو کے مابین قصبہ بغداد میں واقعہ ہے۔ اور جن کا ذکر مبارک پہلے بھی سیر کے باب میں ہوچکا ہے، کی تصنیف کردہ کتاب دیکھے۔ حبیب اللہ صاحب نے اس کتاب میں اپنے حالات۔ شغل، حضار اور مراقبہ کے مقامات مفصل بیان فرمائے ہیں +

احضار کے حالات مراقبہ کے شروع میں بھی حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اپنے پیر مکمل حضرت غوث الاعظم کی روحانیت اور خلفاء الراشدین کے ارواح مقدسہ اور جناب سرورکائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اور اہل بیت مطہر علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارواح مقدسہ درجہ بدرجہ

مراقبہ میں استحضار کے وقت فیضان فرماتے ہیں۔ یہ معاملہ تحریر اور تقریر کے ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا۔ جب اس پر حاوی نہ ہو اور یہ حاصل نہ ہو جائے۔ والسلام +

باب پنجم

وفات۔ تاریخ وفات۔ پہلے مقبرہ۔ اور والدین شریفین کی وفات کے بیان میں۔

فصل اوّل

آنجناب کی وفات کے بیان میں

واضح رہے کہ حضرت سلطان العارفین۔ طالبوں کے مرشد۔ سالکوں کے رہنما۔ فنافی اللہ بقانی ہو عین ذات سرّ ہو شیخ المشائخ مولانا حضرت شیخ سلطان باہو قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہو جمعہ کی رات تین پہر گزرے جمادی الثانی سنہ ۱۱۰۲ھ کو اس جہان سے کوچ کر کے دار جاودانی میں جوار حق میں پہنچے ؎

اول جمادی الثانی شب جمعہ بد سہ پاس — شد وصل شیخ وصل باہو فرخندہ نام را
شہباز اوج وحدت بالا پرید محظ — این است سال وصلش عالی مقام را

ابدی غلام باہو این نیز وصل دوست
یارب کند توجہ سلطان غلام را

قولہ تعالیٰ۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ اور انہیں ان کے پروردگار نے پاک شراب پلائی ؎

مطمئنہ نفس باہو را خدا
ارجعی آمد چو از رب العلیٰ

باہو کے نفس مطمئنہ کو جب پروردگار کی طرف سے ارجعی لوٹ آ، کی آواز آئی ؎

کہ بیا در درگہِ ما اے ولی راضیًا مرضیۃ با خوش ولی
کہ اے ولی! ہماری بارگاہ میں راضی خوشی آ جا۔
چوں شدی در بندگانِ ما دخیل فادخلی فی جنتی باش اے خلیل
جب تو ہمارے بندوں میں داخل ہوا۔ تو اے دوست! اب میری جنت میں داخل ہو۔
چوں شنید ایں مژدہ مکشوف العطاء با قضا بسپرد جاں با صد رضا
جب اس مکشوف العطاء نے یہ خوشخبری سنی تو نہایت ہی رضامندی سے جان قضا کے سپرد کر دی +
کاشف الاسرار الحق اہل دیں گشت تاریخ وصالش بالیقین
اس کی تاریخ وصال "کاشف الاسرار الحق اہل دیں" سے نکلتی ہے +

ھ

غرۂ ماہ جمادی الثانی بُد شبِ جمعہ وقت نورانی
ماہ جمادی الثانی کی پہلی تاریخ۔ جمعہ کی رات نورانی وقت تھا۔
قرب حق شد نصیب باہو را قدس اللہ سرہٗ ابدا
اس وقت باہو کو قرب حق نصیب ہوا۔ اللہ تعالےٰ ہمیشہ اس کے بھید کو پاک کرے
از سہ مصرعہ حرف گزیں تا نہ تاریخ او شود بیقین
تینوں مصرعوں کا پہلا حرف سے یقینی طور پر تاریخ نکلتی ہے
غ۔ ب۔ ق = ۱۰۰۰ + ۲ + ۱۰۰ = ۱۱۰۲ - مترجم
آپ کا جنازہ ملتان کے پرگنوں میں سے پرگنہ شور کوٹ کے متعلق موضع قہرگاں کے ایک قلعہ میں جو پکی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ دفن کیا گیا۔ یہ گاؤں خلیفہ ہند شاہ جہان بادشاہ وقت نے آپ کے والد بزرگوار یعنی حضرت شیخ سلطان بازید محمد علیہ الرحمت والغفران کو کئی ہزار بیگھ زمین اور کنوؤں سمیت بطور وجہ معاش اور مدد معاش انعام دیا تھا۔ جس پر کسی قسم کا محصول یا خراج نہ تھا۔ یہ گاؤں خاص بادشاہ کی ملکیت تھا۔ اس قلعہ کے اندر پہلی مرتبہ مزار مقدس بنایا گیا۔ آپ ستتر سال اس مقبرہ میں سوئے۔ بعد ازاں ۱۱۸۰ھ ہجری میں جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ لاہوری کے قبضے میں آیا۔ جو کہ ملتان کے منتظم تھے۔ مجھ مسکینوں یعنی مخدوم حافظ صالح محمد صاحب اور فقیر سلطان حامد قادری جن میں سے حضرت شیخ حافظ محمد قدس سرہٗ ممدوح تین واسطوں سے

حضرت سلطان العارفین کے پوتے ہیں، کے جد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد حسین صاحب اپنے متقی پن کے سبب سے مذکورہ بالا سنگھوں کے عمل سے واقف ہوکر اپنے عمل سے ہجرت کر کے اپنے دادا کی پاک خانقاہ کے قرب وجوار میں آئے۔ کچھ داؤد کے مسلمان امیروں کے بلانے کے سبب خیر پور ٹامیوں والا یعنی خیر پور کھرانی میں رہنا سہنا اختیار کیا۔ داؤد پوترہ کے خان فتکارہ پور ملک سندھ کے رہنے والے ہیں۔ داؤد پوترہ کی قوم کے اکثر آدمی حضرت خلیفہ مومن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ اور اس ولایت میں آکر ملک کے امیر اور حاکم بن گئے۔ یہ لوگ جہاں کہیں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کو جہاں کہیں پاتے اپنے گھر بلا کر نہایت تعظیم وتکریم کرتے۔

پس میرے جد بزرگوار حضرت شیخ سلطان حافظ محمد صاحب بہت سے خادموں اور ہمسایوں یعنی قوم جعفر قوم کچی۔ قوم مرجانہ کھیڑا اور قوم بٹ سمیت خیر پور کے گردو نواح میں رہنے سہنے لگے۔

دریائے نیل یعنی دریائے ستلج گھارا کے مشرقی کنارے پر زمین کونڈ میں جو قبضہ خیر پور سے دو تین کوس کے فاصلے پر ہے داؤد پوترہ امیر یعنی محمد جان خاں کھرانی اور محمد معروف خاں وڈیرا (بڑا) بہت ہی عزت کیا کرتے تھے۔ اور محمدؐ جام خاں کھرانی نے جو خاص مرید تھا خاص طور پر امیرانہ مہمانی اور ضیافت کا انتظام کیا۔ میرے جد بزرگوار ممدوح قدس سرہٗ نے صرف دو وقت مہمانی قبول کی۔ بعد ازاں انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہم زراعت پیشہ ہیں۔ آپ صرف مزروعہ زمین دے کر ہماری مدد کریں۔ پس کئی ہزار بیگھہ سیلابہ زمین جس کا نام کونڈ تھا۔ محمد جام خاں کھرانی علیہ المغفرۃ والرضوان نے حضرت قدس سرہٗ کی نذر کی۔ آپ نے وہاں ایک گاؤں آباد کیا۔ اور کھیتی باڑی کرنے لگے اور مدت تک وہاں ٹھیرے رہے۔

چنانچہ میرے مرشد یعنی میرے والد بزرگوار اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ کہ میرے جد بزرگوار کی عادت تھی کہ جمعہ اور دونوں عیدوں کے لئے شہر خیر پور میں سوار ہوکر جایا کرتے تھے۔ ان دنوں کے سوا کبھی شہر میں نہ جاتے تھے۔ داؤد پوترہ امیر اور خاں جو زیارت کے لئے آتے۔ جب ان کے آنے کی اطلاع میرے جد بزرگوار کو ہوتی۔ تو زراعت کے جس کام میں ہوتے اسی میں مشغول رہتے۔ مثلاً ہل چلانا۔ کنواں چلانا۔ پانی کھینچنا۔ خلائق گھاس کھودنا جب تک وہ امیر وہاں رہتے آپ ہرگز تمکنت سے گھر پر نہ بیٹھتے۔ بلکہ امیر ہاتھ باندھے آنحضرت کے

ویسے پیچھے پھرا کرتے اسی حالت میں رخصت ہو جاتے ۔

نیز حضرت ممدوح قدس سرہٗ کی عادت تھی ۔ کہ مقررہ وقتوں کے سوا دنیاوی کلام نہ کرتے تھے ۔ ہر وقت شغل میں مشغول رہتے ۔ انشاء اللہ تعالےٰ موقعہ پر ان کا مفصل ذکر کیا جائے گا ۔

آپ صاحب کمالات درویش تھے ۔ پہلے پہل آپ نے حضرت خضر ۔ حضرت علی اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فیضان پایا تھا ۔ یہ بات مشہور بھی ہے ۔ اور اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے ۔ کہ جد میرے جد بزرگوار ممدوح قدس سرہٗ کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی مقدس خانقاہ کی زیارت کا شوق ہوتا ۔ تو اکیلے پاپیادہ خیر پور سے روانہ ہو جاتے ۔ اور اسی روز وہاں جا پہنچتے ۔ حالانکہ ان دونوں مقاموں کے درمیان سو کوس کا فاصلہ ہے ۔ خادموں نے کئی مرتبہ تاریخ اور وقت کا تجربہ کیا تھا ۔ حضرت ممدوح قدس سرہٗ کے پاس ظاہری مال اسباب بھی بہت تھے ۔ چنانچہ کاشت کے لئے چالیس جوڑی بیل ۔ بہت سی بھینسیں ۔ گائیں عمدہ گھوڑوں کا اصطبل ۔ اور کتب خانہ تھا ۔ علم صرف حضرت خضر علیہ السلام کے باطنی فیضان سے ہوا ۔ جس کا بیان انشاء اللہ حسب موقعہ کیا جائے گا ۔

فصل دُوم

حضرت سلطان العارفین کے والدین شریفین کی وفات کے بیان میں

آپ کے والدین شریفین کی وفات کے بارے میں ہم نے صرف اتنا سنا ہے ۔ کہ حضرت کے والد بزرگوار حضرت سلطان بازید محمد خاص شہر شورکوٹ میں فوت ہوئے ۔ اس وقت حضرت سلطان العارفین ابھی بچہ ہی تھے ۔ حضرت شیخ سلطان بازید محمد قدس سرہٗ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قرآن شریف شورکوٹ میں حضرت شیخ طلحہ علیہ الرحمۃ کی اولاد کے پاس موجود ہے ۔ مجھ مسکین نے اس قرآن شریف کی زیارت کی ہے ۔ حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہٗ حافظ قرآن

تھے۔ کیونکہ جو وقت غفرآن ۔ وقوف کفران اور مقامات سکتہ وغیرہ کے جو قوانین اور فوائد آپ نے ملحوظ رکھے۔ وہ اعلےٰ درجہ کے قادری حافظ کے سوا کوئی نہیں رکھ سکتا۔

حضرت سلطان العارفین عین ذات سرہو حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہ و نور اللہ مرقدہٗ کے والد ماجد حضرت سلطان بازید محمد کا مزار شریف خاص قصبہ شور کوٹ میں حضرت شیخ علیہ الرحمت کے مزار کے پاس شیخ طلحہ کی مسجد معظم میں ہے۔

حضرت سلطان العارفین کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حضرت بی بی راستی ہے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مختلف کتابوں میں فرماتے ہیں ؎

رحمت حق بر رواں راستی   راستی از راستی آراستی

راستی کی جان پر حق تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اے راستی! تو راستی سے سنواری ہوئی ہے +

اس کی ماں پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو۔ جس نے اس کا نام باہو رکھا ؎

باہو بہ یک نقطہ یاہو شود

ورد باہو روز و شب یاہو بود

ایک نقطے کی زیادتی سے باہو یاہو ہو جاتا ہے۔ جس سے باہو کا ورد دن رات یاہو ہے +

نیز عین الفقر میں آپ ذکر سری یعنی اخفی الاخفی کے باب میں فرماتے ہیں۔ کہ ذکر سری ایسا ذکر ہے۔ جو بندے اور پروردگار کے درمیان ہے۔ وہاں پر ذکر۔ ذاکر اور مذکور تینوں ایک ہوتے ہیں +

چنانچہ اس مسکین کے والد بزرگوار کی بھی یہی حالت تھی۔ کہ پہلے آپ کے منہ سے آگ کا شعلہ نکلتا۔ پھر ناک سے دھواں نکلتا۔ پھر دونوں کانوں سے خون جاری ہوتا +

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ اپنے خاوند کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہیں۔ چنانچہ جب حضرت سلطان باہو دہلی میں اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت بھی آپ کی والدہ ماجدہ زندہ تھیں۔ ان دنوں حضرت سلطان العارفین کی عمر چالیس سال تھی۔ چنانچہ خود ہی اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں۔ کہ میں تیس سال مرشد کامل کی تلاش میں اور ساری عمر طالب صادق کی طلب میں رہا۔ لیکن دونوں نہ پائے +

تیس سال مدت جو آپ نے مقررہ فرمائی۔ اس سے مراد ساری عمر ہے۔ پس تحقیق ہوا کہ

حضرت سلطان العارفین کی والدہ ماجدہ اپنے خاوند کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہیں + کہتے ہیں۔ کہ آپ کا مزار شریف ملتان کے گردو نواح میں شہر بوستان اور لطف آباد۔ کوٹرو پک سید صاحبوں کے بی بی پور کے قبرستان میں ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ اس زمانے میں موضع بوسن مذکور دہلی کی سلطنت کی طرف سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے لنگر و مدو معاش کے لئے بطور جاگیر ملا ہوا تھا۔ اور متعلقین کا گذارہ بھی اسی پر تھا +

بعض کی یہ رائے ہے کہ جو مزار حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہٗ کے قریب ہے۔ یہی حضرت سلطان العارفین کی والدہ ماجدہ کا مزار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب +

باب ششم

آپ کا ایک مقبرے سے دوسرے مقبرے میں بدلنا مع تاریخ تدفین

حسب ذیل نقل بالکل صحیح ہے۔ وہ یہ کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا پہلا مقبرہ جو دریائے چناب کے مغربی کنارہ پر قلعہ قہرگان کے وسط میں جو کھنڈی یعنی چار دیواری کی طرف تھا۔ جھنڈا سنگھ و گنڈا سنگھ لاہوری کے غلبہ کے سبب حضرت سلطان العارفین کی اولاد مختلف اطراف میں ہجرت کر گئی۔ جس کا ذکر انشاء اللہ آگے کیا جائیگا۔ صرف چند ایک فقیر اور خلیفے خانقاہ مقدس میں رہتے تھے۔ اتفاقاً دریا قلعہ تک آ پہنچا۔ اور اُسے گرا دیا۔ پھر قبروں تک جا پہنچا۔ فقیروں اور خلیفوں نے باقی مزاروں کو نکال کر صندوقوں میں رکھ لیا۔ اور حضرت سلطان العارفین کا مقبرہ بدستور رہا۔ آپ کا صندوق نہ مل سکا۔ فقیر اور خلیفے ناامید ہو کر رونے لگے کہ یا شیخ حضور کے جسم مبارک کا صندوق نہیں ملتا۔ اور دریا قریب آرہا ہے۔ اس صورت میں حضور کی اولاد دیہاتی ہو جائے گی۔ اور فقیر پراگندہ اور پریشان ہو جائیں گے +

پس فقیروں اور خلیفوں کو حضور سے ارشاد ہوا کہ ہم ضرور باہر نکلیں گے۔ مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھونے کے لائق اور قابل ہے۔ وہ کل صبح سورج نکلنے کے قریب یہاں آئیگا۔ وہ ہمارا صندوق نکالیگا۔ اور دریا غلبہ نہیں کرے گا۔ درویشوں کو اس اشارے سے تسلی ہوئی۔ اور حکمت غیبی کے

ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقررہ وقت آیا۔ تو ایک سبز پوش برقعہ دار شخص ظاہر ہؤا۔ اس نے چہرہ پر سے نقاب نہ اٹھائی۔ اور آتے ہی بلا تامل اسی مٹی میں سے۔ جو فقیروں اور خلیفوں نے کھود کھود رکھی تھی۔ حضرت سلطان العارفین کا صندوق نکالا۔ ہزارہا لوگ جمع ہو گئے۔ انھوں نے زیارت کی۔ دیکھا تو حضرت قدس سرہٗ بدستور سوئے ہوئے تھے۔ اور ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جب صندوق کھولا گیا۔ تو میلوں تک خوشبو پھیل گئی۔ اکثر حاضرین کو جذبہ اور وجد ہو گیا۔ اس حالت سے پہلے پیپل والے کنوئیں پر ایک بڑی حویلی کی چار دیواری بنی ہوئی تھی۔ جو جو شخص اس حویلی میں قدم رکھتا۔ بے ہوش ہو جاتا۔ یہاں تک کہ مال مویشی بھی اس میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔ اور کوئی بھی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ لوگ خوفزدہ ہو کر اس کنوئیں کو ویران کر کے چلے گئے تھے۔ وہ مکان اور حویلی پاک اور منزہ تھی۔ حکم ہؤا کہ ہمارا مزار پیپل والے کنوئیں کی حویلی میں جو ہمارے مقام سے نزدیک ہے۔ بنایا جائے۔ کیونکہ یہی جگہ ہمارے لئے مقرر اور معین ہے۔ پس درویشوں نے اسی حویلی کے وسط میں جو مذکورہ بالا کنوئیں کے مغرب کی طرف تھی۔ مزار مبارک مقرر کیا۔ چنانچہ صندوق مبارک سطح زمین پر رکھ کر اس کے گرد مزار شریف بنایا۔ یعنی صندوق مبارک زمین کے اندر دفن نہیں کیا گیا۔ محض زمین کے اوپر رکھ کر مزار مبارک بنایا گیا۔ گویا زمین کے منہ اور اس کی پیشانی پر رکھدیا۔ جس نے حکم الٰہی سے اس صندوق پر نور کو بوسہ دیا اور سلام کیا۔ اور سر آنکھوں پر رکھ لیا۔ اور اپنے رخسارے پر رکھ لیا۔ اور اس شرف سے مشرف ہؤا +

یہ مزار اور مقبرہ ۱۲۹۳ھ میں مکرر تعمیر ہؤا۔ اس مزار شریف سے جہان بھر کو فیض پہنچتا ہے۔ خاص و عام مسلمانوں کی شفاعت کرتا ہے۔ گویا پنجاب اور ہند میں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزار شریف کی طرح اس کی مثال اور نظیر نہیں +

عجیب و غریب کرشموں کا مظہر ہے۔ ہزارہا زیارت کرنے والے اور سائل اپنی اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ اور ہزاروں عاشقان الٰہی فائدہ پہنچانے اور فائدہ اٹھانے کے لئے آتے ہیں۔ اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ اور سینکڑوں صاحب نصیب اہل اور زندہ دل حضرت قدس سرہٗ کی روحانی توجہ سے آپ کے مزار شریف سے صاحب احوال اور صاحب ارشاد اور تلقین ہو جاتے ہیں۔ اور مختلف ملکوں میں جاتے ہیں۔ اور خلقت کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور ارشاد اور تلقین کرتے ہیں۔ مزار مبارک کے ہزارہا خوارق عادات اور کرامات ہیں۔ جو تحریر و تقریر میں نہیں آ سکتے۔ مجملاً یہ کہ گرد و نواح کے رئیسوں۔ مجاوروں۔ خلیفوں اور اولاد۔ زیارت کرنے والوں میں

عیاشوں۔ تماشبیوں۔ حاکموں اور عام وخاص میں سے کسی کو یہ حوصلہ نہیں کہ بدعت کا کوئی کام کرے اس مکان شریف میں یا خانقاہ کے احاطہ میں کسی اور قسم کی عبادت اختراع کرنے کا مقدور نہیں۔ اگر کوئی شیطان یا نفس کے بہانے سے سرکشی کرے۔ اس کی کھوپری ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ یہ بات تجربہ کی ہے۔ کہ آپ کی اولاد میں سے بھی وہی شخص اس پاک مقام میں مسند نشین ہوتا ہے۔ اور مساکین کی خدمت گذاری کرتا ہے۔ اور مسجدوں اور مزاروں کی جاروب کشی کرتا ہے۔ جس کا ظاہر و باطن فضل الٰہی اور آنجناب کی توجہ باطنی سے شریعت کے موافق اور مطابق ہوتا ہے۔ اس کے باطن کو اسلاف کی طرح صاف کر دیتے ہیں +

دوسرے یہ کہ سینکڑوں صاحب حال فقیر اس مقام میں اللہ تعالےٰ کے طالب ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ذات کے مشاہدات کے دیدار کے لئے معتکف رہتے ہیں۔ اور خدمت گذاری اور جاں سپاری میں عمر بسر کرتے ہیں۔ دل و جان سے تسلیم بجالاتے ہیں۔ جو ان کی قسمت ہوتی ہے حضور پُر نور کے فیض اثر لنگر کے وظیفہ سے ہر ایک کو ملتا ہے +

نیز حضور انور کے تصرف سے غیبی رزق اور تسخیر مسخرات ہر شخص کے لئے ملحوظ رکھا جاتا ہے لیکن ہر ایک معتکف تارک دنیا ہے۔ اور دین میں پکا ہے +

نیز اس مزار منور کا ایک کرشمہ ہے کہ کوئی درویش اور فقیر خانقاہ کی مختلف خدمات کے لئے مقرر ہیں۔ لیکن کوئی انہیں مقرر یا معزول نہیں کر سکتا۔ سب کے سب خود بخود حضرت قدس سرہٗ سے باطنی فیضان کے سبب نہایت ذوق اور شوق سے دن رات اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں کوئی دوسرے کے کام کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے اپنے کام کے سرانجام کرنے میں ان کے مقصد اور ان کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ مصرعہ

از دوست یک اشارہ و از من بسر دویدن

دوست کی طرف سے ایک اشارہ ہونا کافی ہے۔ پھر میں سر کے بل دوڑنا شروع کر دیتا ہوں +

بعض لنگر کے لئے ایندھن اکٹھا کرنے میں مشغول ہیں۔ اور بعض مکانوں۔ حجروں مسجدوں اور حویلیوں کی مرمت میں۔ بعض باغیچوں اور سایہ دار درختوں کی پرورش میں بعض کا کام مسجدوں میں اذان دینا ہے۔ بعض امام مسجد ہیں۔ بعض قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کے لئے مقرر ہیں۔ بعض کھیتی باڑی کے لئے مامور ہیں۔ بعض لنگر میں گھانس بہم پہنچاتے

ہیں۔ بعض کنواں چلاتے ہیں۔ بعض مسکینوں کے حجروں میں پانی دیتے ہیں۔ بعض مسافروں کو پانی پلاتے ہیں۔ بعض مسجدوں میں پانی بھرتے ہیں۔ بعض گرمی کے موسم میں حویلیوں کے احاطوں میں چھڑکاؤ کرتے ہیں۔ بعض خانقاہوں کے اندر خلیفہ ہیں۔ بعض ولی اللہ صاحب احوال عالی ہیں۔ کہ دن رات محض اس حضوری کام میں مشغول اور محفوظ رہتے ہیں۔ بعض کے سپرد چراغ روشن کرنے کا کام ہے۔ بعض کے متعلق اسباب کی حفاظت ہے۔ پاکباز شخص علیحدہ ہیں۔ مزار شریف کے لئے پھول لانے کی خدمت کسی اور کے سپرد ہے۔ بعض پھلواڑیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں خاص خاص موسموں میں خاص خاص قسم کے پھول اُگاتے ہیں۔ اور ان کی ساخت پرداخت میں رہتے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ صاحب حال اور مست دیدار درویش اور فقیر ہیں آپ کی اولاد میں سے بعض مسند نشین ہیں۔ سجادہ نشینوں کے خاندان میں سے جسے چاہتے ہیں۔ اُسے منظور اور مقبول فرماتے ہیں +

نہایت عجیب بات یہ ہے۔ کہ اعلیٰ سے ادنیٰ تک ہر ایک شخص کا مقرر یا معزول کرنا خود حضرت سلطان العارفین کے دستِ مبارک میں ہے۔ اصلی اختیار سجادہ نشینوں کو بھی نہیں۔ اور نہ کبھی ہوا ہے۔ البتہ جسے خود اختیار دیں +

اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے۔ کہ مزار شریف پر جو ہزار ہا روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ اس میں بھی سجادہ نشین کا اختیار نہیں۔ کہ اپنی طرف سے کسی کو مقرر کرے۔ بلکہ یہ خدمت بھی کسی خلیفہ کے سپرد کی جاتی ہے یہ سجادہ نشین کی مدد کرتا ہے اور نہایت صاحب حال آزاد۔ فارغ البال اور صاحب استقلال ہوتا ہے۔ اس کا دل نورِ الٰہی سے پُر ہوتا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالےٰ کا طالب رہتا ہے۔ ہر دم شغل میں شاغل رہتا ہے +

بظاہر صبح سے شام تک سجادہ نشینی کی خدمت میں ہاتھ باندھے حاضر کھڑا رہتا ہے اور مسافروں۔ زائروں اور مہمانوں کو مکانات دینے۔ گھاس دانہ۔ فرش فروش۔ ایندھن برتن۔ خانقاہ پر کے پیشکش اٹھانے مختلف لوگوں کو مختلف کاموں کے لئے منتخب کرنے اور فقیروں۔ مریدوں اور زائروں کے سپرد مختلف خدمات کرنے کا کام اسی کے سپرد ہوتا ہے۔ تمام اندرونی اور بیرونی خدمات کی بجا آوری اسی کے ذمے ہوتی ہے۔ ہر قسم کی آمدنی۔ سجادہ نشین صاحب اسی خلیفہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور بیت المال کا مال مستحقوں کو دینا اسی کا کام ہے۔ یہاں تک کہ سجادہ نشین صاحب کے گھر میں روزانہ خرچ

کی چیزیں بھی اور لنگر میں بھی جو چیز جاتی ہے۔ سب اسی خلیفہ صاحب کے ہاتھ سے جاتی ہیں +

سجادہ نشین صاحب ادام اللہ برکاتہ وفیوضاتہ تارک الدنیا۔ راسخ الدین۔ خادم الفقراء والمساکین والمسافرین خود بھی نہایت شوق سے خشک روٹی لنگر شریف سے کھاتے ہیں۔ اور ہر وقت اللہ تعالے کا شکر کرتے ہیں۔ ضروری پہننے کا لباس رکھتے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالے کی یاد میں ذوق شوق سے مشغول رہتے ہیں +

مستحقوں اور عاجزوں کی غمخواری کرتے ہیں۔ اگر ان کے اوصاف لکھوں تو علیحدہ کتاب تیار ہوتی ہے +

بخدا! مسند نشین کے پاس صرف ایک چاندی کی انگوٹھی۔ وہ بھی جس پر خانقاہ کی مُہر کندہ ہے +

آپ کے دل میں کبھی بھی اس کمینی دنیا کا شوق یا اس کے مال کا خیال نہیں آیا۔ وہ لنگر شریف فقیروں۔ مسکینوں۔ مستحقوں کی خدمات اپنے پر فرض سمجھتے ہیں +

یا اللہ! ان کے اعمال صالحہ میں برکت دے۔ ان کی اولاد کو اعمال صالح عطا کر۔ اُن کے دلوں کو درست کر اور انہیں ہدایت کی توفیق عنایت کر۔ اور ان کے عیال میں برکت دے۔ اور انہیں اپنی حفاظت میں لے اور اپنی پردہ پوشی سے ان کا پردہ ڈھانپ۔ یا کریم یا جلیل۔ اے ذوالجلال! ان کے رزقوں میں برکت دے۔ اور دونوں جہان کی آفتوں بلاؤں اور مکروہات سے انہیں بچا۔ اور اپنے عرفان کے نور سے اِن کے دلوں کو منور کر۔ امن و امان سے اِن کی زندگی میں برکت دے۔ اور ان سے اپنے بندوں کو فائدہ پہنچا۔ یا ارحم الراحمین لحظہ بھر بھی ان کی حاجتوں میں دیر نہ لگا۔ اور اپنے فضل سے میری تمام حاجتیں پوری کر +

اے محسن! بسید الابرار سید المرسلین محمد وآلہ واہل بیتہ اجمعین وصلی اللہ تعالے علےٰ حبیبہ محبوبہ اجمعین کی حرمت سے ان پر احسان کر اور ان کی اولاد سے نیکی کر +

مطلب یہ کہ اگر مذکورہ بالا درویشوں میں کوئی بیمار ہو جائے۔ یا رخصت پر جائے۔ یا اس کا انتقال ہو جائے۔ تو اس سے پہلے ہی دوسرے کو لا کر اس کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اور یہ تقرر بھی محض باطنی تصرف اور ارشاد سے ہوتا ہے۔ کئی ایسے شخص ہیں۔ جو مدت العمر خانقاہ اور کنوئیں کے احاطہ سے باہر نہیں گئے۔ بعض کو اینٹ یا ایندھن خاص حدود کے اندر جمع کرنے کی اجازت ہے۔ وہ اس حد سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتے۔ بعض کو آس پاس کے گاؤں میں چراغوں

کے لئے روغن اور غلاف لانے کی اجازت ہے۔ یا لنگر کے مصارف کی چیزیں لانے کے مجاز ہیں۔ انہوں نے عورت۔ بال بچوں۔ رشتہ داروں۔ وطن۔ مال۔ اسباب اور جاہ و حشمت کو ترک کر دیا ہے۔ اپنی دونوں جہان کی مرادوں کو انہیں خدمات پر منحصر سمجھا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ اس مزار شریف کے کیا کیا عجائبات بیان کئے جائیں۔ کہ جو شخص ایک دفعہ مقبرے کے اندر داخل ہوتا ہے۔ اور زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ اس کا دل وہاں سے نکلنے کو نہیں چاہتا۔ مزار مبارک پر نظر پڑھتے ہی اکثر اسم "اللہ اور" لا الہ الا اللہ، اور" سبحان اللہ سبحان اللہ" برابر زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور جو صاحب نصیب ہوتا ہے۔ وہ زندہ دل ہو جاتا ہے۔ اکثروں کو اس وقت رقت طاری ہوتی ہے۔ ہزارہا طالب اللہ پا پیادہ باوضو تسبیح پڑھتے ہوئے دوڑتے ہوئے ہر طرف سے آتے ہیں ؎

فطوبیٰ لیاب کبیت العتیق

حوالیہ من کل فج عمیق

اور یہ ترک ادب نہیں کہ مصنف نے یہ شعر مقابلہ میں مثال کے طور پر ایک دنیاوی بارگاہ کے لئے لیا ہے۔ یہ وہ درگاہ ہے۔ کہ صاحب مثنوی نے فرمایا ہے ؎

ابلہاں تعظیم مسجد مے کنند . در جفائے اہل دل جد مے کنند

بے وقوف لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اہل دل کو ستانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایں حقیقت آں مجاز است اے خراں نیست مسجد جز درون سروراں۔

او گدھو! یہ حقیقت وہ مجاز ہے۔ سرداروں کا باطن ہی مسجد ہے۔

مسجدے کاں اندرون اولیاء است سجدہ گاہ جملہ است آنجا خدا است

جو مسجد اولیاء کے اندر ہے وہ سب کی سجدہ گاہ ہے اور وہاں خدا ہے۔

مولانا روم نے یہ لفظ غیر شرع اور ترک ادب کے طور پر نہیں کہے۔ کیونکہ منیۃ المصلی کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ نیت فرض ہے۔ کعبہ شریف کی طرف رُخ کرنا۔ اور اپنے قبلہ کے حضور کی نیت کعبہ کی سرزمین کی نیت کرنا ہے۔ یعنی اس پاک زمین کا جو کہ کعبہ مقدسہ کے احاطہ میں ہے۔ دل میں اس کا رخ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر صرف کعبہ کی چار دیواری کے حضور کی نیت کی جائے تو درست نہیں۔ اس واسطے کعبہ معظمہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے جاتا ہے۔ اور اس کی چار دیواری ہر وقت موجود نہیں ہوتی۔ لیکن وہ سرزمین ہر وقت وہاں موجود رہتی ہے۔ پس یہ

کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کعبہ کب موجود ہے۔ اور کب اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے گیا ہوا ہے +

اسی بارے میں حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہٗ کا قصہ ہے۔ کہ آپ ہر ایک قدم پر کعبہ کے احرام کی نیت کرتے اور دو قدم پر مصلےٰ بچھا کر دوگانہ ادا کرتے +

اور حضرت رابعہ بصری قدس سرہا۔ اسی اثنار میں کروٹ بدلنے کے لئے احرام باندھے اور خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابراہیم قدس سرہٗ رات کے وقت حضرت رابعہؓ کے سو سال بعد جب خانہ کعبہ میں پہنچے۔ تو کعبہ معظمہ کو وہاں نہ دیکھ کر زار زار روئے۔ اور بارگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ یا الٰہی! میری آنکھوں سے کعبہ معظمہ کو کیوں پوشیدہ کیا۔ عجیب سے آواز آئی۔ کہ اے ابراہیم! تیری بدقسمتی نہیں۔ بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ ایک عاجزہ میری راہ میں آرہی ہے۔ ہم نے کعبہ کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا ہوا ہے۔ اتنے میں حضرت رابعہ قدس سرہا حرم میں داخل ہوئے۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا۔ کہ اے رابعہ! جہان میں تو نے یہ کیسا شور مچا رکھا ہے کہ کعبہ کو تیرے استقبال کے لئے بھیجتے ہیں۔ سات سال سے تو کعبہ کا احرام باندھا ہے۔ اور راہ کعبہ میں پہلو پر لوٹتی ہوئی آتی ہے +

حضرت رابعہؓ نے فرمایا۔ اے ابراہیم! یہ کیا غل ہے کہ تو نے قدم قدم پر دوگانہ ادا کیا۔ اور حج پورا کیا ہ

رابعہؓ در راہِ کعبہ ہفت سال
گشت بر پہلو زہے تاج الرجال

رابعہؓ کعبہ کی راہ میں سات سال لڑھکتی ہوئی آئیں۔ واہ آپ مردوں کے لئے تاج ہیں +

باب ہفتم

خانقاہ مقدس کے خلیفوں اور مجاورین کے طبقہ اوّل۔ دوم اور سوم کیحالات میں

فصل اوّل

مجاورین کے حالات میں

مَیں نے اپنے والد بزرگوار سے سُنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ ہم ابھی کم عمر تھے اور میاں قائم نام ایک بوڑھا سفید ریش بڑہئی نابینا کسی طرف سے آکر خانقاہ پر معتکف ہؤا چند روز بعد اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ وہ شخص محض ناخواندہ تھا اس نے قرآن شریف منگایا۔ اصبح طالب علموں کی طرح قرآن شریف کھول کر حرف بحرف اور سطر بہ سطر دیکھتا۔ اور ایک دوپہر کے بعد بند کر کے رکھ دیتا۔ پھر ظہر کے وقت بھی اسی طرح کرتا۔ طالب علموں کی طرح مشغول رہتا۔ مدت بعد اس نے منزل خوانوں کی طرح ورق الٹنے شروع کیئے۔ لیکن زبان سے ایک حرف تک نہ نکالتا۔ خلقت اس کے اس کام سے بڑی حیران تھی ✤

ہم یعنی حضرت قدس سرہٗ کی اولاد اس کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ہم نے اسے پوچھا۔ کہ میاں قائم! تو تو اندھا تھا۔ تو نے کسی استاد سے بھی نہیں پڑھا۔ نہ قاعدہ سیکھا۔ تجھے قرآن پڑھنا کیونکر آ گیا۔ اس نے آہستہ سے میرے کان میں کہا۔ کہ اے حضرت! تجھے آپ کے جد بزرگوار یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ مجھے پڑھاتے ہیں ✤

پس ہم نے اس کے کہنے کو مشہور کر دیا۔ کہ قائم فقیر اس طرح کہتا ہے۔ لوگ اُس کے پیچھے پڑ گئے۔ کہ قائم ہمیں قرآن شریف کی تلاوت سُناؤ۔ جب اُسے بہت دق کیا گیا۔ تو آخر مجبور ہو کر اُس نے بلند آواز سے قرآن شریف پڑھا۔ خلقت دیکھ کر دنگ رہ گئی ✤

نیز اس بارے میں اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا سے سُنا تھا۔ آپ فرماتی تھیں۔ کہ مجھے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی تصانیف کے پڑھنے کا شوق از حد تھا۔ ابھی میں اپنے ماں باپ کے گھر میں تھی۔ حیاء کے مارے میں کسی کو پڑھانے کے لئے نہ کہہ سکتی تھی۔ ابھی چھوٹی عمر تھی۔ ایک دفعہ مجھے میرے والدین حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ کی زیارت کے لئے لائے۔ جذبہ اور کشش کے وقت مجھے حضور میں لائے۔ خانقاہ مقدس میں میں نے رویا میں دیکھا کہ حضرت قدس سرہٗ نے مجھے کتاب عقل بیدار کبیری دی اور مجھے اُس کا سبق دیا۔ صبح جب میں اُٹھی۔ تو سویرے ہی ایک درویش صوفی عمر رسیدہ میاں محمد دائم بلوچ تھے جو حضرت سلطان العارفین کا خلیفہ اور نہایت بزرگ۔ متبرک اور صاحب حال شخص تھا۔ کتاب مذکور بعینہٖ جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میرے سامنے رکھی۔ میں نے پوچھا۔ تم کیوں مجھے دیتے ہو۔ کہا۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔ پس میں نے قبول کی اور اس سے لے لی۔ اور اپنے پاس رکھی۔ کبھی کبھی شوق سے اُسے کھولتی اور اس کے ورقوں اور سطروں کو ایک ایک کر کے محبت سے دیکھتی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی حکمت و قدرت کاملہ سے اس کے پڑھنے کی قابلیت دی۔ تھوڑے عرصہ میں میں نے آنحضرت قدس سرہٗ کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر لیا۔ اور ان کے معنی اور باریکیاں بھی مجھ پر ظاہر ہوگئیں۔ مجھے کبھی کسی ظاہری اُستاد کی ضرورت نہ ہوئی +

پس ہم مسکین دیکھتے تھے۔ کہ حضرت والدہ ماجدہ کتابوں کو عالموں کی طرح پڑھتی تھیں۔ اور ضرورت کے مطابق لکھ بھی سکتی تھیں۔ آپ کا ذکر بھی کچھ کچھ کیا جائیگا +

فصلِ دُوم

در ذکر خلیفہ سلطان عبدالرحیم اینبؒ اله

آپ حضرت خلیفہ سید موسن شاہ علیہ الرحمت کی خدمت میں آپ کی زندگی میں مشرف ہو کر اُن کی خدمت میں مدت تک رہے۔ بعد ازاں آپ تیس سال تک حرمین شریفین میں معتکف رہے بعد ازاں حُب الوطن من الایمان، وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ کے مطابق وطن لوٹ آئے۔ اور مدت تک ملک کچھ اور شکارپور میں اور مدت تک ڈیرہ غازیخاں کے گرد و نواح کے

گاؤں جتوئی اور دریشک میں رہے۔ پھر مدت تک حضرت صلاح الدین شاہ دین پناہ بخاری کے دائرہ پھر مقام اب کوٹ میں جو کوہ سکیسر میں ہے۔ رہے۔ اس سخت پہاڑ میں آپ نے مقام کیا۔ آپ کا روضہ مبارک بھی وہیں ہے۔ آپ کی عمر تقریباً ڈیڑھ سو سال تھی۔ آپ کے فرزند میاں عبدالغنی اور میاں ...... ہیں +

آپ کے خوارق عادات اور آپ کی کرامات اس قدر نہیں کہ لکھی جا سکیں۔ جو اجنبی اور مسافر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ باطنی صفائی کے سبب ان میں سے اکثروں کے نام اور مقام بتا دیتے تھے۔ اور ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اثر بے حد تھا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص ایک بیل پر بوجھ لاد کر لے جا رہا تھا۔ اچانک بیل کا پاؤں پھسلا۔ نیچے گہری غار تھی۔ اتنے میں وہ شخص چلایا۔ کہ سلطان عبدالرحیم تو کہاں ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے وہ بیل گرتے گرتے بچ گیا +

جب وہ شخص گھر آیا۔ تو پھر حضرت سلطان ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے اُسے پاس بلا اپنی ہتھیلی دکھائی اور فرمایا کہ دیکھ تیرے بیل کے کھُر کی وجہ سے میری ہتھیلی پر یہ سیاہ داغ پڑا ہے۔ تم لوگ ہم سے ایسا ہی سلوک کرتے ہو۔ اگر کسی عورت کی روٹی توے پر جلنے لگتی ہے۔ تو بھی پکار اٹھتی ہے۔ کہ اے ابراہیم! تو کہاں ہے۔ مجھے تم لوگ تکلیف دیتے ہو +

جب تیرا بیل پہاڑ سے گر رہا تھا۔ تو تو نے مجھے ایسی تکلیف دی جس کا اثر تو نے دیکھا فقط +

مَیں نے اپنے والد و مرشد بزرگوار سے سُنا ہے۔ آپ سلطان ابراہیم کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ صاحب کمال مرد تھا +

نیز انہوں نے فرمایا کہ جب فقیر سلطان ابراہیم حرمین شریفین کے اعتکاف سے واپس چلے تو بہت مدت تک کبھی شکارپور اور کچھ عرصہ سیت پور جتوئی اور کچھ عرصہ کوٹ سبزل اور بنی سردائی میں جہاں حضرت شیخ موسیٰ نواب علیہ الرحمۃ کی خانقاہ ہے مقیم ہوئے۔ جہاں آپ ٹھیرتے۔ وہاں کی خلقت اور گرد و نواح کے لوگ آپ کے مطیع ہو جاتے۔ آپ کو فتوحات بکثرت ہوتیں ؎

ہر کجا چشمۂ بود شیریں   مردم و مرغ و مور گرد آیند

جہاں کہیں میٹھا چشمہ ہوتا ہے۔ لوگ۔ پرندے اور چیونٹیاں اکٹھے ہو جاتے ہیں +
جب آپ بٹی سروالی میں رہتے تو وہاں کے لوگ آپ کو حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی اولاد میں سے بتاتے تھے +

چنانچہ یہ بات جب حضرت سلطان العارفین کی اولاد نے سُنی۔ تو میرے دادا حضرت شیخ سلطان عظمت صاحب جن کا روضہ مبارک احمد پور داؤد پوترہ میں ہے۔ اور میرے جد بزرگوار حضرت شیخ نور محمد صاحب۔ جو میرے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ محمدؒ صاحب سجادہ نشین قدس سرہٗ کے عقیقی بھائی تھے۔ یہ دونوں صاحب بٹی سروا ہی فقیر سلطان ابراہیم علیہ الرحمتہ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے اس کا تمام مال و متاع۔ گھر کا اسباب لٹا دیا۔ اور اُسے قید کر لیا۔ اور اس کا قصور یہ قرار دیا کہ اس نے کیوں اپنے آپ کو حضرت سلطان العارفین کی اولاد ظاہر کیا +

فقیر ابراہیم نے ایک عورت کر لی تھی۔ جس میں سے بال بچے بھی تھے۔ جب اس بات کی طلاع میرے جد بزرگوار حضرت حافظ محمد صاحب قدس سرہٗ کو ہوئی۔ تو سوار ہو کر منزل بمنزل بٹی سرواہی میں تشریف لے گئے۔ اور فقیر موصوف کو اپنے بھائیوں کی قید سے چھڑایا۔ اور اس کا مال واپس دلانے کی خاطر بہت کچھ چارہ کیا۔ لیکن دونوں صاحبزادوں نے جو میرے جد بزرگوار کے بڑے بھائی تھے۔ اس کا مال واپس کرنے سے انکار کیا +

پس میرے جد بزرگوار نے فرمایا۔ کہ اس مال میں تیسرا حصہ تو میرا ہے۔ اگر سارا نہیں دیتے تو تیسرا بانٹ دو۔ چنانچہ ان سے تیسرا حصہ لیکر فقیر موصوف کو دیا۔ اور اُسے بال بچوں سمیت اس مُلک میں اپنے ساتھ لے آئے۔ ایسا نہ ہو کہ صاحبزادے پھر اُسے نقصان پہنچائیں۔ کیونکہ ان دونوں صاحبزادے اس ملک داؤد پوترہ میں رہا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ جھنڈا سنگھ وگنڈا سنگھ ناظم ملتان نے انہیں تنگ کر رکھا تھا۔ جب ملتان کے قریب مقام شجاع آباد میں تشریف لائے تو فقیر موصوف کو فرمایا کہ اے ابراہیم! تمہیں حکم ہوتا ہے کہ دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر قصبہ دائرہ حضرت شاہ دین پناہ میں جا کر رہو سہو۔ فقیر موصوف نے عرض کیا کہ یا حضرت! مجھے اپنی خدمت میں لے چلیں۔ یا مجھے اپنے وطن جانے کا حکم دیں۔ میں یہاں پردیس اور سخت ملک میں کیونکر گذارا کروں گا۔ آپ نے فرمایا حکم یونہی ہے +

پھر عرض کیا۔ کہ یا حضرت! وہاں رہ کر کیا کام کروں۔ فرمایا۔ خدا کے نام روٹیاں پکا کر تقسیم کر۔ عرض کیا۔ حضرت! اگر سو آدمی آجائیں۔ تو پھر میں کیسے دونگا۔ فرمایا سو کو ہی دو۔ پھر عرض کیا

اگر پانسو آجائیں۔ تو ان کے لئے کیونکر روٹی پکاؤں گا۔ فرمایا کہ پانسو کے لئے بھی روٹی پکاؤ۔ پھر عرض کیا کہ حضرت! مجھے روٹی پکانا نہیں آتا۔ اگر ہزار آدمی آجائیں تو انہیں کیونکر کھانا دوں۔ ہزار کے لئے بھی تیار کر +

فقیر موصوف صاحب راز تھا۔ اس نے سوالوں کو جو بار بار دوہرایا۔ اس میں بھی کچھ حکمت تھی۔ ان سوالوں سے جو اس کی اصلی مراد تھی۔ وہ حاصل کر کے حضرت سید صلاح الدین شاہ دین پناہ کے دائرہ کی طرف چلے۔ وہاں مدت تک رہے۔ لنگر میں ہزاروں کے کھانا پکتا تھا +

کہتے ہیں۔ کہ ایک ہانڈی (چار ٹوپے۔ تقریباً سات آٹھ سیر) گیہوں کا آٹا پکتا اور ایک بکری ذبح کر کے سالن تیار کیا۔ جسے ہزارہا آدمی کھاتے۔ یہ مشہور ہو گیا۔ کہ فقیر ابراہیم کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانہ ہے +

میں نے اپنے مرشد و والد بزرگوار قدس سرہٗ سے سوال کیا۔ کہ آپ فقیر سلطان ابراہیم کی اتنی تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ اس نے ناحق اپنے آپ کو حضرت سلطان العارفین کی اولاد میں سے ظاہر کیا؟۔ وہ اپنی زبان سے تو بات تک نہیں کہتا تھا۔ عوام الناس نے اُسے ایسا مشہور کر دیا تھا۔ پھر میں نے عرض کیا۔ کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ فقیر ابراہیم حضرت سلطان العارفین کی اولاد کا چنداں ادب نہیں کرتا تھا۔ فرمایا۔ دل میں تو بہت عزت کرتا تھا۔ مگر جس دن سے صاحبزادوں نے اسے بے عزت کیا۔ اور لوٹا اس روز سے ظاہر میں وہ ان سے کتراتا تھا۔ پھر فقیر موصوف کے حق میں میرا یقین درست ہوا۔ کیونکہ سوالوں سے میری مراد بھی یہی تھی +

میرے مرشد و والد بزرگوار فقیر موصوف کی کرامتوں کے بارے میں فرماتے تھے۔ کہ اے فرزند! حضرت شاہ دین پناہ قدس سرہٗ کے دائرہ میں ایک روز کوئی محتاج رانجھا نام جس کے ہاتھ پاؤں نہیں تھے۔ اپنے آپ کو لوگوں سے اٹھوا فقیر ابراہیم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ یا شیخ! میں بول براز کی محتاجی سے اس قدر تنگ آگیا ہوں۔ کہ ہر وقت ان میں لتھڑا رہتا ہوں۔ کیونکہ ہر وقت مجھے کوئی نہیں دھو سکتا۔ اس واسطے کہ میں مسکین بے نوا ہوں۔ آپ دعا کریں کہ میں مر جاؤں۔ تاکہ اس عذاب سے بچ جاؤں۔ کیونکہ زندہ رہنے سے میرا مرنا ہی بہتر ہے +

فقیر سلطان ابراہیم موصوف نے فرمایا۔ کہ اے رانجھا! موت کے لئے دعا کرنا جائز نہیں۔ عرض کیا تو پھر آپ دعا کریں کہ روٹی پانی دکھاؤں نہ پیوں۔ فرمایا خوب پیٹ بھر کر کھا۔ عرض

گیا کہ پھر اسی طرح بول و براز میں لتھڑ جاؤں گا۔ فرمایا جو ملے کھاؤ پیؤ۔ بول و براز نہیں آئیگا +
کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب تک رانجھا زندہ رہا پھر اُسے بول و براز کی حاجت نہیں ہوئی
حالانکہ جو کچھ ملتا بیدریغ کھاتا پیتا تھا۔ آپ کی یہ کرامت جہان میں مشہور ہوگئی +
اس وقت امراء آزمائش کے طور پر اس رانجھا کو اپنے خاص مکانوں میں بلوا کر اپنے سامنے
طرح طرح کے کھانے کھلاتے پلاتے اور اپنے مکلف فرشوں پر عمارتوں میں بٹھا کر دروازوں
میں قفل لگا۔ ان کی چابیاں اپنے پاس رکھتے۔ جب تجربہ کرتے تو اسے ولی اللہ کی کرامت پاتے
اور سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے +
یہاں تک کہ ملتان کے صوبہ دار حاجی غازی شہید نواب محمد مظفر خاں سدوزئی علیہ الرحمۃ
نے بھی اس رانجھا کو بُلا کر کئی دن اپنے پاس رکھ کر امتحان کیا۔ تو درست پایا۔ جس سے اولیاء
اللہ کی کرامت کے بارے میں اس کا یقین بڑھ گیا۔ فقط +
میں نے اپنے بھائی مولانا حضرت شیخ حافظ صالح محمد کے خلف الرشید مولوی شیخ نور محمد
اطال اللہ عمرہٗ کی زبانی سُنا کہ مجھے کسی شخص نے بتایا۔ کہ میں نے سلطان عبدالرحیم سے عرض کیا
کہ آپ میرے حق میں توجہ فرمائیں تاکہ میں ذاکر بن جاؤں۔ پس آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کی
سبابہ انگلی میری زبان پر رکھی جس کے سبب کئی سال تک میری زبان پر ذکر جاری رہا کبھی خاموش
نہ ہوئی +
آپ کی کرامات لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ اگر ایک ایک کا ذکر کیا جائے۔ تو ایک الگ
کتاب تیار ہوتی ہے۔ والسّلام +
سیّد امام شاہ سیالکوٹ والا جن کی خانقاہ شاہ نظام کے قبرستان میں ہے آپ ہی کے مرید
ہیں۔ انشاء اللہ ان کا ذکر بھی کیا جائے گا +
اور سیّد بگھو شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ
مقدّس سے اجازت لے کر آپ ہی سے فیض حاصل کیا تھا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ان کا بھی ذکر
کیا جائے گا +

فصل سوم

موسیٰ ڈبوڑا کے احوال ہیں جو حضرت حافظ عمر علیہ الرحمۃ کی زبانی معلوم ہوئے

مجھے یاد ہے۔ کہ ایک روز میں حضرت حافظ عمر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اپنے احوال کی شکایت کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا۔ کہ صاحبزادے! آپ کے تو گھر میں نعمت ہے۔ آپ کے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ عوام کو اس طرح فیض پہنچاتے ہیں۔ جیسا موسیٰ ڈبوڑا کو پہنچایا ✦

پھر آپ نے یوں بیان فرمایا۔ کہ موسیٰ نامی ڈبوڑا کچھی رو جہان کے جنوب کا رہنے والا تھا۔ اس کی گھوڑی شمالی ملک کے چور چرا کر لے گئے۔ وہ تلاش کرتے کرتے حضرت قدس سرہٗ کے گرد و نواح کے گاؤں سیوا میں جو آنحضرت کے مقام سے مغرب کی طرف ہے تھکا ماندہ رات گذارنے کے لئے آیا۔ خواب میں آنحضرت قدس سرہٗ نے اسے فرمایا۔ کہ ہمارے پاس آؤ۔ تو ہم تمہاری گھوڑی کا پتہ دیں گے۔ موسیٰ نے پوچھا۔ حضرت آپ کون ہیں؟ فرمایا۔ میں باہو ہوں۔ پس میاں موسیٰ اُسی وقت جاگے اور بیقراری اور انتظاری میں باقی رات بسر کی۔ وہاں کے باشندوں سے پوچھا۔ کہ باہو کون فقیر ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو یہی مزار حضرت سلطان باہو کا ہے۔ وہ دوڑ کر وہاں آیا۔ اس کے آتے ہی اس پر ایسی توجہ ہوئی۔ کہ صاحب احوال عالی بن گیا۔ اور فوراً رخصت کا شرف حاصل کیا۔ اس پر ہزارہا اسرار الٰہی منکشف ہوئے۔ اور اپنے وقت کا ایک ولی بن گیا۔ اور جنوبی ملک میں چلا گیا ✦

فصل چہارم

گل محمدؒ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں

آپ اس درجہ صاحب علم۔ صاحب فضل۔ صاحب کمال اور صاحب تجرید و تفرید تھے۔ کہ علم ظاہری میں فاضل اجل تھے۔ آپ علم باطنی کی طلب کے لئے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ حاضر ہوتے ہی اس قسم کی توجہ اور فیضان الٰہی ہوا کہ ابدالوں اور اوتادوں کی طرح مجرد الاکوان ہوئے۔ اور خلفاء سے بھی ان کی صحبت اس مسکین اس طرح پہنچی کہ حضرت سندھی صاحب قدس سرہٗ اپنے شیخ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ کے سوا کسی مقام پر آٹھ پہر سے زیادہ نہ رہتے تھے۔ یعنی دن کہیں اور رات کہیں ؎

بے قرار عشق در یک جا نمے گیرد قرار
کوہ اگر لنگر شود دریا نمے گیرد قرار

عشق کے بیقرار کو ایک جگہ قرار نہیں ہوتا۔ اگر پہاڑ بھی لنگر ہو جائے تو بھی سمندر قرار نہیں پکڑ سکتا۔

اکثر سر پاؤں سے ننگے جنگلوں پہاڑوں میں اور دریا کے کناروں پر پھرتے اور اکیلے سیاحت کرتے۔ آرام اور سیر کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ وقت بے وقت بلکہ اکثر اوقات ادھر اُدھر دوڑ دھوپ کرتے اور کسی شخص سے کوئی چیز بطور ہدیہ یا تحفہ نہ لیتے۔ ہاں افطار کے وقت اگر کوئی شخص روٹی کا ٹکڑا لاتا۔ تو ضرور قبول فرما لیتے۔ اور افطار کرتے۔ اور تہ بند صرف موٹی پنڈلی تک ہوتا تھا۔ اور قریباً ایک گز کپڑا گلے میں سینے پر باندھے رکھتے۔ جب ان دونوں کپڑوں میں سے کوئی ایک بوسیدہ ہو جاتا۔ تو معمول اور طبیعت کے موافق اگر کوئی لے آتا تو اسے قبول فرماتے اور پہن لیتے۔ اور کسی سے انس یا الفت نہ کرتے۔

طالب اللہ گروہ کے گروہ آپ کے پیچھے پیچھے پھرتے۔ آخر انہیں جنگل میں پاتے۔ آپ طالب اللہ کو ایک ہی نگاہ میں بامراد کر دیتے۔ لیکن اپنے روبرو توجہ نہ کرتے۔ اور طالبوں کو فیض کے وقت فرماتے۔ کہ اے فلاں! فلاں جنگل۔ دریا کا کنارہ۔ فلاں درخت یا مقام

جانتے ہو۔ وہ کہتا ہاں صاحب جانتا ہوں۔ پس آپ فرماتے۔ کہ دوڑو دوڑو وہاں ایک ولی اللہ کی روح ہے۔ جلدی وہاں پہنچو۔ امید ہے کہ اس کی رُوح ضرور تم پر توجہ کرے گی۔ جب طالب وہاں پہنچتا۔ تو اس کی پیٹھ پیچھے سے ایسی توجہ کرتے کہ ایک ہی توجہ سے تجلیات کے انوار میں اس درجہ مستغرق کر دیتے اور وہ اسی درجہ صاحب مکاشفات ہو جاتا۔ جس کا کوئی انتہا نہیں۔ بہتوں کو فیض پہنچایا۔ ان میں سے بعض مجھے بھی ملے ہیں۔ جن کا ذکر مفصل کیا جائیگا۔ باقیوں میں سے جن کے نام میں جانتا ہوں انشاء اللہ میں لکھوں گا۔ ان کے اسمائے یہ ہیں:۔

وایہ سلطان علیہ الرحمۃ۔ میاں دلبر مرالی رحمۃ اللہ علیہ۔ قاسم فقیر ان تینوں سے تو میری ملاقات ہوئی ✣

جن دنوں میں عقلمند تھا۔ کیونکہ اہل اللہ درویشوں کی تلاش اور جستجو میں تھا۔ علاوہ ازیں میاں حاکم فقیر اور پیر مبارک شاہ فرزند حضرت پیر عبدالقادر رحمہا اللہ تعالےٰ ملک وچن والے تھے۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت تھے۔ لیکن چونکہ ہمارے زمانے سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اس لئے نہ ان کے حالات معلوم ہیں۔ نہ نام۔ ان سب میں سے حضرت وایہ سلطان علیہ الرحمۃ سے بہت کچھ مجلس کی ہے۔ وہ صاحب تجرید اور تفرید تھے۔ آپ نے اپنی ساری عمر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کی خدمت میں بسر کی ✣

آپ عشق خدا کی راہ میں شہباز کی طرح تھے۔ اور آپ میں مجاہدات اس قدر تھے۔ کہ میں نے آپ کو بڑھاپے کے وقت دیکھا ہے۔ آپ میں اس وقت بھی ایک پہلوان کی سی طاقت تھی ✣

آپ کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے عرصہ دراز تک گوشت نہیں کھایا۔ دن کو روزہ رکھتے۔ اور رات کو جاگتے۔ اور اپنے ہاتھ کی پکی ہوئی سبزی سے روزہ افطار کرتے چنانچہ جاڑے میں سرسوں کا ساگ۔ شلغم۔ موسم بہار میں پالک۔ بیر اور جو سبزی انسان کھا سکتا ہے۔ اور موسم گرما میں جو کھیتوں میں سبزی ہوتی ہے۔ اور انسان کو ضرر نہیں دیتی اپنے ہاتھ سے پکا کر کھاتے۔ چنانچہ تند ولا۔ باتھو۔ مریٹری۔ خرفہ۔ اور وہی بھی افطار کے لئے رکھتے اتفاقاً اگر آنحضرت قدس سرہٗ کے خاندان سے دودھ آتا تو لے لیتے ✣

آپ کے چہرے کی رونق۔ اعضاء کی قوت اور بدن کی صحت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ جب تہجد سے فارغ ہوتے۔ تو صاحبزادوں کی گائیں چرانے کے لئے لے جاتے۔ جب چاشت کے وقت گائیں

سیر ہو چکتیں۔ تو آپ تھوڑی دیر آرام کر کے پھر بیلوں کی جوڑی لے کر دو پہر تک ہل چلاتے اس سے فارغ ہو کر اپنی کٹیا میں آکر ظہر کی نماز ادا کرتے۔ پھر کلہاڑی لے کر حویلی اور پیر خانہ کے اہل پردہ کے لئے ایندھن کا ٹکرا اپنے سر پر اُٹھا کر لاتے۔ پھر دوبارہ مہمان خانہ کے دائرہ کے لئے ایک دو مرتبہ لاتے۔ تب کہیں روز کا گذارہ چلتا تھا۔ پھر عصر کی نماز ادا کر کے افطار کے متعلق کچھ کر کے اپنے حجرے میں بر سر کار ہو جاتے +

مجھ مسکین کو راز بتایا کرتے تھے۔ اپنے مرشد سندھی کے حالات اکثر مجھ سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ بجملاً یہ کہ دایہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک روز میں اپنے مرشد سندھی صاحب کے پیچھے تمام دن دھوپ دوڑ کرتا رہا۔ آخر دریائے چناب کے کنارے مغرب کے وقت جلالپور کمالانہ میں پہنچا۔ جہاں پر گاؤں کے باہر ایک پرانی اور ویران مسجد سر کنڈوں اور گھاس پھونس کی بنی ہوئی تھی۔ میرے مرشد سندھی صاحب دوڑتے ہوئے اس مسجد میں جا داخل ہوئے۔ میں مارے شوق کے رات بھر اس مسجد کے دروازے پر لیٹا رہا۔ موسم بہار تھا۔ جب صبح ہوئی تو دو آدمی آپ کے ہم شکل آپہنچے اور مجھے پوچھنے لگے۔ کہ لڑکے کیا حضرت مولوی صاحب سندھی مسجد کے اندر تشریف فرما ہیں میں نے عرض کیا۔ ہیں۔ کہا کہ اچھا مولوی صاحب اس وقت خلوت میں ہیں۔ ہم انہیں تکلیف دینا نہیں چاہتے جب باہر نکلیں تو ہمارا سلام عرض کر دینا۔ میں نے پوچھا۔ آپ کون ہیں۔ فرمایا۔ ہم بہاؤ الدین ذکریا اور شاہ رکن العالم ملتانی ہیں۔ میں نے متعجب ہو کر باواز بلند کہا۔ کہ یا حضرت آپ خود سنتے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ میں درمیان میں ہوں۔ اور میرے مرشد اندر ہیں۔ اور خود ساری بات چیت سنتے ہیں۔ جب اشراق کے وقت مسجد شریف سے نکلے۔ تو پھر بدستور جنگل کی طرف دوڑ نکلے۔ میں بھی سایہ کی طرح آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ مگر مجھے یہ خیال کھٹکتا رہا۔ کہ میرے مرشد صاحب نے ان دونو صاحبوں کا مکالمہ سُن لیا۔ لیکن جب میں نے پیغام عرض کیا۔ تو مجھے اس کے جواب سے سرفراز نہ فرمایا۔ پھر بھی وہی خیال دل میں رہا آخر میں نے عرض کیا کہ یا حضرت! جو کچھ میں نے مسجد میں عرض کیا تھا۔ وہ آپ نے سُن لیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ دو شخص یعنی حضرت غوث بہاؤ الدین اور شاہ رکن عالم قدس سرہما آئے تھے۔ اور آپ کو سلام عرض کرتے تھے۔ پھر وہ دونوں باہر کے باہر چلے گئے۔ میں نے اسی وقت آپ سے عرض کر دیا تھا۔ اور اب بھی وہی عرض کرتا ہوں۔ آپ یہ سُن کر ٹھہر گئے۔ اور اپنے دونوں ہاتھ میرے قدموں پر رکھ کر چومے اور فرمایا۔ میں تم پر قربان جاؤں۔ تم نے ایسے اولیاء اللہ اور غوث و قطب کو اپنی آنکھوں دیکھا ہے

مَیں شرمندہ ہوگیا۔ اور ڈر گیا۔ مَیں اُلٹے پاؤں چلتا۔ اور میرے مرشد صاحب میری ندامت دُور کرنے کے لئے بار بار میرے قدموں پر ہاتھ رکھ کر چومتے۔ پھر آپ چل پڑے۔ اور بہت سے محب پیچھے سے آملے۔ جب درویشوں کی جماعت کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے درویشو! اور طالبو! تمام اس بچے کے پاؤں پڑو۔ کیونکہ اس میں یہ فضیلت ہے۔ کہ حضرت غوث بہاؤالدین اور حضرت شاہ رکن عالم قدس سرہم اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور علانیہ ملاقات کرتے ہیں۔ کئی روز تک آپ اسی طرح کرتے رہے۔ کہ جب نئے فقیروں کی کوئی جماعت آتی۔ تو آپ اُسے یہی فرماتے اور مجھے شرمندہ اور نادم کرتے +

ایک روز پھر اکیلا آپ کے ساتھ جنگل میں جا رہا تھا۔ میں اچانک روتا ہوا آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور عرض کرنے لگا۔ کہ یا حضرت! میں اس قدر شرمندہ ہوں کہ زمین اگر جگہ دے۔ تو مَیں سما جاؤں۔ آئندہ ایسی خام باتوں سے میری توبہ۔ جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے۔ آپ خدا کے واسطے معاف فرمادیں۔ پھر آپ نے مجھ سے ایسا سلوک کبھی نہ کیا +

نیز ایک روز حضرت دایہ سلطان علیہ الرحمۃ نے تخلیہ مجلس میں مجھ مسکین کو فرمایا۔ کہ مَیں اپنے مرشد حضرت سندھی صاحب کی خدمت میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کے حضور میں حاضر تھا۔ کہ حضرت سندھی صاحب نے مجھے فرمایا۔ کہ اے سلطان دایہ! تم حافظ محمدؐ صاحب گوجر کی خدمت میں جاؤ۔ اور ہمارا سلام عرض کرو۔ اور ان کی اجازت سے جلدی واپس آؤ۔ جب میں رنگپور کھیڑا میں پہنچا۔ تو اس سے آگے چولستان کی منزلیں تھیں۔ اور موسم عین گرمی کا تھا۔ مَیں نے دل میں خیال کیا۔ کہ اے فلاں! تجھے مرشد نے جلدی آنے کی سخت تاکید کی ہے۔ اب فرمانبرداری کی شرط یہ ہے۔ کہ میں ملک چولستان کا پانی نہ پیؤں۔ چنانچہ مَیں نے دل میں ٹھان لی کہ چولستان کا پانی نہیں پیؤں گا۔ جب تک حافظ گوجر صاحب مجھے واپس آنے کی اجازت نہ دینگے۔ تب میں ملک کچھی چناب میں آکر پانی پیؤں گا +

جب میں دوڑ دھوپ کرتا محمود کوٹ کی حد میں حافظ والہ کوئیں پر پہنچا۔ جہاں حافظ گوجر صاحب رہا کرتے تھے۔ تو حاضر خدمت ہو کر مَیں نے سلام عرض کیا۔ اور مولوی سندھی صاحب کا سلام پہنچایا تو آپ نے ازراہ لطف و کرم مجھے وہاں ٹھیرنے کا حکم دیا۔ مَیں ٹھیر گیا +

حافظ گوجر صاحب کا حکم حکم شاہی تھا۔ جب صبح ہوئی تو سینکڑوں درویشوں اور مجوں سمیت مجھے حکم دیا کہ تالاب کھودو۔ اب تالاب کھود کر اس کے کنارے پر ایک چبوترہ بیٹھنے اور

کچہری کرنے کے لئے بنوار ہے تھے۔ دن بھر اسی محنت اور مشقت میں گذر جاتا۔ رات کے وقت یا دوپہر کے وقت کبھی بُھنا ہوُا گوشت لنگر سے فقیروں کو مل جاتا۔ مَیں بھی اپنا حصہ لے لیتا اور کھا لیتا مگر جو اقرار مَیں نے دل میں کیا تھا۔ کہ چولستان کا پانی نہیں پیوں گا۔ وہ میں نے پُورا کیا۔ چنانچہ ایک دو روز تو میں بجائے پانی کے چھاچھ پیتا رہا۔ پھر میں نے خیال کیا۔ کہ اس میں بھی تو پانی ملا ہوُا ہے اس لئے دودھ اور چھاچھ کو بھی ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ دو تین مہینے اسی طرح گذر گئے۔ جب موسم برسات کے وقت دریا میں طغیانی آئی اور نالے کا پانی لا کر تالاب کو پُر کیا۔ تو مذکورہ بالا پچیو ترے پر چھڑ کاؤ کیا۔ اس وقت حافظ گوجر صاحب کی طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اس وقت حاضرین میں دو دو کو جو ایک دوسرے کے جوڑ تھے کُشتی لڑوانے لگے۔ میں ابھی بچہ اور کمزور بدن کا تھا۔ مجھے بھی میرے ایک برابر کے لڑکے سے کُشتی لڑنے کا حکم دیا۔ میں نے پہنچا پکڑتے ہی چھاتی سے چھاتی لگا چاروں شانے چت گرایا۔ حافظ گوجر صاحب نے اس سے زیادہ طاقتور کے ساتھ مجھے لڑایا۔ اُسے بھی زمین پر دے پٹخا۔ اسی طرح زیادہ زیادہ طاقتوروں کو میرے ساتھ لڑواتے رہے۔ اور مَیں بھی ایک ایک کو پچھاڑتا رہا +

آخر ان میں سے ایک نہایت طاقتور پہلوان کو میرے مقابلہ میں کھڑا کیا۔ مَیں نے اُسے بھی گرایا۔ یہ دیکھتے ہی حافظ صاحب مجلس سے اُٹھے اور خلوت خاص میں لے جا کر مجھ سے پوچھنے لگے کہ بچہ! کیا بات ہے۔ کہ تو ایک نحیف البدن بچہ ہے۔ اور تو نے اتنے بڑے بڑے جوانوں کو پچھاڑا ہے۔ کچھ عقل فکر میں نہیں آتا۔ اس میں ضرور کسی باطنی اور روحانی طاقت کی مدد ہے۔ تم جو یہاں رہے۔ کس باطنی شغل میں مشغول رہے +

میں نے از راہ ادب عرض کیا۔ کہ مجھے میرے مرشد مولوی سندھی نے آپ کی اجازت سے جلدی واپس آنے کی تاکید کی تھی۔ چونکہ اجازت میں میرا اختیار نہ تھا۔ جو کچھ میرے اختیار میں تھا۔ مَیں نے ٹھان لی۔ کہ جب تک چولستان میں رہوں گا۔ وہاں کا پانی نہیں پیوں گا۔ چنانچہ جب تک میں یہاں رہا ہوں۔ مَیں نے پانی نہیں پیا۔ اسی وقت حافظ صاحب نے مجھے فرمایا کہ یہاں سے جلدی جاؤ۔ تم کس بلا کے آدمی ہو۔ کوئی اور مصیبت نہ ڈالنا +

پس میں ملک چناب میں اتر آیا۔ اور چناب کا پانی پیا۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں مولوی سندھی صاحب کی خدمت میں آ پہنچا +

پس اس مسکین (سلطان حامد) وایہ سلطان علیہ الرحمۃ نے پوچھا۔ کہ آپ موسم گرما میں چولستان

میں کیونکر بغیر پانی بسر کرتے رہے - فرمایا - صاحبزادے - صرف دوپہر کے وقت ایک گھڑی بدن میں جلن اور گرمی بدرجہ غایت ہوتی تھی - اس کے بعد خود بخود قدرت الٰہی سے فرو ہو جاتی تھی باقی وقتوں میں کسی وقت بھی پیاس یاد نہ آتی تھی +

نیز میں نے ایک رات مجلس میں دایہ سلطان علیہ الرحمۃ سے مولوی گل سندھی صاحب کے آخری وقت کی بابت سوال کیا - تو فرمایا صاحبزادے سنو - ایک روز میرے مرشد حضرت مولوی سندھی صاحب نے اپنے تمام مریدوں کو یاد فرمایا - اور انہیں ساتھ لےکر دریائے چناب کے مشرقی کنارہ سے عبور کر کے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں پہنچے اپنے تمام مریدوں کو جو صاحب احوال تھے - خانقاہ کے دروازے کے سپرد کرتے ہیں - تاکہ ہمارے بعد بھی یہاں آکر فیضیاب ہوا کرو +

ان حاضرین میں سے ایک پیر مبارک شاہ بن پیر حضرت عبدالقادر سارنیانوالہ جن کا روضہ مبارک ملک دچن یعنی جہلم اور چناب کے مابین موضع سد ہانہ مذکورہ میں ہے - دوسرے میاں حاکم فقیر سفید باف تیسرے دایہ سلطان - چوتھے میاں قاسم ذاکر - پانچویں میاں گل محمد سیال وغیرہ تھے - پھر حضور مقدس سے رخصت ہو کر - دریائے چناب کے مشرقی کنارہ پر جماعت مذکور سمیت لوٹ آئے - یعنی دوسرے روز دریائے راوی کی طرف روانہ ہوئے - آپ کے مرید بھی آپ کے پیچھے دوڑے - جب میدان میں پہنچے - تو درویشوں کو فرمایا - کہ عزیزو! ہم پر شہادت کا حکم جاری ہوا ہے - تم لوٹ جاؤ - درویشوں نے رو رو کر عرض کیا - کہ اے حضرت! ہم آپ کے سامنے مقتول ہوں گے - پھر آپ خاموش رہکر آگے منزل مقصود کی طرف چلے - درویش بھی پیچھے پیچھے ہو لئے - ایک گھڑی بعد پھر کھڑے ہو کر درویشوں کی طرف متوجہ ہوئے - اور فرمانے لگے - کہ دوستو ٹھیر جاؤ - اور واپس چلے جاؤ - درویشوں نے عرض کیا - کہ حضرت ہم سب خدمت میں حاضر ہیں +

پس حضرت مولوی صاحب علیہ الرحمۃ نے زمین پر ایک لکیر کھینچکر فرمایا - کہ جس شخص کو اپنی موت اور قتل منظور ہو - وہ اس خط سے گذر کر میرے پیچھے آئے +

اس مقام پر دایہ سلطان نے نقل کیا - کہ اللہ اللہ اس وقت میں نے ایک خاص حالت دیکھی - کہ درویشوں پر ہیبت سی چھا گئی - چنانچہ سب صم بکم رہ گئے اور روتے ہوئے وہیں ٹھیر گئے - صرف ایک میں یعنی دایہ سلطان حکمت الٰہی سے مذکورہ بالا لکیر سے گذر کر اپنے

مرشد مولوی سندھی صاحب کے پیچھے روانہ ہوئے ÷
ایک گھڑی ٹھیر کر مجھے فرمایا۔ اچھا آجاؤ۔ لیکن جب ہم پر وہ وقت آئے گا۔ تم بھی ہم سے بھاگ جاؤ گے۔ اور اس وقت نہیں رہو گے
عزیزو! سُنو۔ یہ جان پر کھیل جانے والے عاشقوں کا حال ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات مقدس اپنے باکمال عاشقوں سے اپنے جلوۂ دیدار کے بدلے دل۔ جان۔ جگر۔ سر سے بدن کا جُدا ہونا اور جسم کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا طلب کرتا ہے۔ اور جانباز عاشق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جان ہتھیلی پر رکھتے ہیں۔ اور اُسے بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں ÷
چنانچہ انجیل شریف کے چھبیسویں باب میں لکھا ہے۔ کہ جب عید فسح کا دن آیا۔ اور حضرت عیسیٰ صلوات اللہ اپنے بارہ حواریوں سمیت شہر یروشلم میں ایک شخص کے گھر میں عید فسح کا طعام یاروں سمیت کھا رہے تھے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے موافق یاروں سے بات چیت کر رہے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ یارو! کل ایک پہر دن چڑھے یروشلم میں مجھے سولی چڑھایا جائیگا۔ یعنی جمعہ کی رات ایک پہر رات رہے پہاڑ سے گرفتار کیا جاؤں گا۔ اور تم میں سے ایک مجھے ہیکل مقدس یعنی بیت المقدس کے یہودی کاہنوں کے حوالے کرے گا جو میری جان کے خواہاں ہیں۔ پھر ہم ایک جگہ اکھٹے نہیں ہونگے۔
حواریوں نے عرض کیا کہ حضرت مسیح روح اللہ وہ شخص کون ہے۔ جو آپ کو یہودیوں کے حوالے کرے گا۔ اس وقت آپ دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یارو تم میں سے مجھے یہودیوں کے حوالے کرنے والا وہ شخص ہے۔ جس کا ہاتھ میرے طباق میں ہے۔ وہ یہودا تھا پس یار زار زار رونے لگے۔ اور یعقوب جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے صحابی ہیں۔ جسے یونانی لغت میں پطرس کہتے ہیں۔ اور نہایت کامل اعتقاد آدمی تھا۔ اس نے پوچھا کہ اے حضرت روح اللہ! ہم سب اس وقت کہاں ہوں گے۔ اور آپ سے کیونکر جُدا ہوں گے۔ آنحضرت ع نے فرمایا کہ تم سب مجھ سے بھاگ جاؤ گے۔ اور جُدا ہو جاؤ گے۔ یعقوب نے عرض کیا۔ کہ اے حضرت! میں ضرور آپ کی خدمت میں ہوں گا۔ اور جدا نہیں ہونگا۔ آنحضرت ع نے فرمایا۔ اے یعقوب! جب جمعہ کی رات کے آخری حصے میں مجھے گرفتار کر کے بیت المقدس میں قید کریں گے۔ مُرغ کی بانگ سے پہلے یعنی صبح سے پہلے بیت المقدس میں تو تین مرتبہ مجھ سے انکار کرے گا۔ جب وقت مجھ پر آئے گا۔ اور مجھے سولی چڑھایا جائیگا اور قتل کرنے کے درپے ہوں گے۔ اس وقت تو مجھ سے

بیزار ہو جائیگا۔ اور میرا ناآشنا بن جائیگا۔ واقعی اسی طرح وقوع میں آیا۔ یعنی جب بیت المقدس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو لاکر قید کیا گیا۔ تو یعقوب آپ کے ساتھ تھا۔ اس وقت شمع جلائی۔ تو ایک لونڈی نے یعقوب کو پہچان لیا۔ اور اس نے یہودیوں کے سرداروں کو کہا۔ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام ہیکل یعنی مسجد قدوس میں وعظ و نصیحت کے لئے آتے تھے۔ تو یہ شخص ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔ پس یہودیوں نے یعقوب سے تین مرتبہ تحقیق کے طور پر پوچھا کہ کیا تو عیسیٰ یسوع ناصری کا ساتھی ہے۔ یعقوب نے تینوں مرتبہ انکار کردیا۔ کہ میں اسے جانتا ہی نہیں۔ یہ کون ہے۔ جب تیسری مرتبہ اس نے انکار کیا۔ تو اتنے میں رات ایک پہر باقی رہ گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ تب یعقوب دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ افسوس میں نے مرغ کی بانگ سے پہلے پہلے تین مرتبہ انکار کیا +

جب جناب سرور کائنات حضرت سید المرسلین محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش بارگاہ الہٰی سے ہوئی۔ کہ آیا یہ باکمال عاشق ہیں۔ یا نہیں۔ تو جنگ احد کے دن آپ کے چچا شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر انتیس زخم لگے۔ اور عتبہ بن وقاص سمیت مکہ معظمہ کے پچیس۲۵ مشرکوں نے آنحضرت کے چہرہ مبارک پر زخم پہنچایا اور عتبہ بن وقاص کے پتھر سے آپ کا دانت مبارک شہید ہوا۔ اور ابن قمیہ کی تلوار کے صدمے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زرہ مبارک ایک گڑھے میں گر پڑی۔ اور آپؐ شہیدوں کی لاشوں تلے چلے گئے۔ جن کی شان میں لولاك لما خلقت الافلاك اگر تو نہ ہوتا۔ تو میں آسمان پیدا نہ کرتا۔ اور لولاك لما اظهرت الربوبیت اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا، آیا ہے۔ ان کی نسبت میدان جنگ میں مشرکوں کے لشکر کے سامنے اور صحابہ کے لشکر میں یہ آواز دی کہ قد قتل محمد (کہ واقعی محمد صلے اللہ علیہ وسلم) قتل کیا گیا ہے۔ جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تتر بتر ہو گئے۔ اس وقت وہ شہنشاہ کونین اور والی ملک قاب قوسین بالکل تن تنہا رہ گئے۔ اور حیدر کرار کرم اللہ وجہہ (قطب) پکارتے ہوئے اور میدان جنگ میں ادھر ادھر دوڑتے ہوئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھتے پھرتے تھے اور اللہ تعالےٰ کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے زخموں کی کثرت سے تین مرتبہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور ستر وفادار یاروں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فراق میں میدان جنگ میں جان خدا کے حوالے کی +

اور حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر سے خود دست مبارک سے خاک کربلا کی شیشی پکڑ مع آل و عیال منزل بمنزل سر ہتھیلی پر رکھ کر کربلا کے میدان شہادت میں آئے اور اللہ تعالٰے کی رضامندی اور اس کے عشق میں اپنی جان پاک دی۔ اور آنجناب کے ساتھ بہتر آدمی نہایت خوشدلی سے شہید ہوئے۔ آپ کا سر مبارک نیزے پر خشک لب ملک شام تک جنگل بہ جنگل کوہ بکوہ شہر بہ شہر مشہور کرتے ہوئے پہنچایا گیا۔ جس کا علم سب کو ہے۔ اور آپ کی نعش مبارک شہیدوں سمیت محبوب بے نیاز کے کرشمہ میں پامال ہوئی۔ اور وا دیئے کربلا میں بے سر۔ بے کفن اور بے وارث جدا رہی +

یہ اللہ تعالٰے کے عاشقوں اور باصفا مشتاقوں اور جان پر کھیلنے والے عشقبازوں کا مقام ہے۔ اس مقام پر حرص وہوا والوں کا گذر نہیں۔ یہاں پر کوئی چون وچرا نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی دم مار سکتا ہے۔ کیونکہ وہ محبوب مطلق اپنے محبوں اور عاشقوں سے اپنے جلال باکمال کے دیدار کی قیمت چاہتا ہے۔ کسی اور کا اس مقام پر دخل نہیں۔ اور نہ ہو سکتا ہے ؎

بحدیث سر زلفش نکند عمر وفا
قصّہ دور و دراز است چہ بایدکرد

اس کی زلف کے سر کی بات کے لئے عمر کافی نہیں۔ یہ قصہ بہت دور و دراز ہے۔ یہاں کیا کرنا چاہیئے +؎

آشنارا ننوازد بہ نگاہے گاہے
یار بے گانہ نواز است چہ بایدکرد

اپنے آشنا کی تو کبھی ایک نگاہ سے بھی نوازش نہیں کرتا۔ ہمارا یار بے گانوں پر نوازش کرتا ہے۔ کیا کرنا چاہیئے +

عالم علوم ربانی محرم اسرار جمالی و کمالی و جلالی حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ باکمال صوفیوں کی جماعت جہان کے میل جول سے دل برداشتہ ہو کر اور دنیاوی تعلقات سے بھاگ کر ففروا الی اللہ کے مطابق گوشہ نشینی میں مشغول ہیں۔ اور وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل گئے ہیں۔ اور پہاڑوں اور میدانوں میں جاکر گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے۔ اور مدت تک وہاں بود و باش رکھی ہے۔ اور درختوں کے پتوں پر گذران کی ہے

اور درختوں کی چھال سے اپنا پردہ ڈھانپا ہے۔ اور عمر بسر کی ہے۔ اور حج کے ارادہ سے حجاز کے سفر کا ارادہ کیا ہے۔ راستے میں ان کے دل میں یہ خیال گذرا کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ عمر بھر گوشہ نشینی میں رہ کر اب حج کے شرف سے بھی مشرف ہوتے ہیں +

ابھی اسی خیال میں تھے۔ کہ اتنے میں غیب سے فرشتۂ غیبی نے آواز دی۔ اور نہایت با عتاب خطاب کیا۔ کہ اے صوفیو! جو عمل تم نے کئے ہیں۔ وہ واپس تمہارے منہ پر مارے جاتے ہیں۔ اور تمہارا حج بھی قبول نہیں۔ یہاں سے لوٹ جاؤ۔ بیچارے صوفیوں نے سر بسجود ہو کر نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ یا اللہ! ہم انسانی نفسانیت کے سبب بھول گئے۔ اور ثابت قدم راہروؤں کی طرح ہم نے رستہ طے نہیں کیا۔ اور ہم گمراہی کے جنگل میں بھٹک گئے۔ تو گناہوں کے بخشنے والا اور پردوں کے ڈھانپنے والا اور تواب اور رحیم ہے +

پس رحمت کر اور ہمیں بخش۔ اور ہمیں پھر اپنی طرف راہ دکھا۔ تاکہ ہم اس گمراہی سے بچ جائیں۔ اور تیری ذات کی سیدھی راہ پر چلیں +

اللہ تعالےٰ نے جو گناہوں کے بخشنے والا اور تواب الرحیم ہے۔ اپنے تمام فضل سے ان کے حال پر رحم کر کے ان کی مناجات کو قبول کر لیا۔ اور پھر عالم غیب سے فرشتۂ غیبی نے آواز دی کہ اے طالبوں کے گروہ! اور اے نور خدا کی تلاش کرنے والو!! ہم تمہاری طرف لوٹ آتے ہیں۔ تم یہاں سے فلاں پہاڑ کی طرف لوٹ جاؤ۔ وہاں راہزن کافر چھپے ہوئے ہیں۔ اور حاجیوں کے قافلوں سے جنگ کرتے ہیں۔ تم مستقل مزاج رہکر ان رہزنوں سے مقابلہ کرو۔ اور انہیں قتل کرو۔ وہاں پر اپنی جانوں کو شہید کر ڈالو۔ تب تمہارے قصوروں سے درگذر کی جائے گی اور تمہیں بخشدیا جائے گا۔ اور تمہیں سچے عاشقوں میں داخل کر لیا جائیگا +

تب وہ باصفا صوفیوں کا گروہ اور وہ خدا کے طالب اور عاشق اور وہ راہ خدا میں دوڑ دھوپ کرنے والے۔ اور راہ خدا کے متلاشی۔ اور کبریا کی تلاش کرنے والے مست الست دل کو ہاتھ میں لئے ہوئے ذوق و شوق سے ناچتے ہوئے دوست کے دیدار کا وعدہ گاہ یعنی اس پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور بجلی کی طرح ایک لمحہ میں منزل مراد پر پہنچ گئے۔ اور کافر رہزن جو موقع کی تاک میں تھے۔ انہیں دیکھتے ہی گھات سے نکلے۔ اور ان مردان خدا کے ساتھ لڑنے لگے اتنے میں صوفی بھی صف باندھ کر ان کے مقابل ہو گئے۔ اور ایک لحظہ میں منزل مقصود پر پہنچ کر شہید ہو گئے

اسی اثنا میں حاجیوں کا قافلہ بھی آپہنچا۔ اور گودڑی پوش نحیف البدن صوفیوں کو شاہراہ پر مقتول دیکھ کر افسوس کرنے لگے۔ ایک ایک کی حالت دیکھتے تھے۔ سب کو شہید پایا۔ صرف ایک میں کوئی دم باقی تھا۔ اس سے احوال پوچھے۔ اس راہ خدا کے مرد اور ذات کبریا کے واصل نے سارا ماجرا سُنایا۔ اور ایک آہ بھر کر کہا۔ کہ وہ راہ خدا میں پختہ کار تھے۔ ایک دم میں خدا تک پہنچ گئے۔ میں ان میں ناقص اور کچا تھا۔ میں نہ پہنچا۔ اور راہ میں رہ گیا۔ یہ کہکر جان خدا کے حوالے کی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

یہ اس واسطے تھا۔ کہ جہان اور اہل جہان اور طالبان قدوس اور قدوسیوں میں اس مردِ خدا کی زبانی شہادت باقی رہے۔ اور طالبان خدا کو قیامت تک اس فیضان کی اطلاع ہوتی رہے ؎

آب چشم ما کہ آرد در شمار
آنکہ کشتی راند بر خون قتیل

جس نے مقتول کے خون پر کشتی چلائی ہو وہ ہمارے آنسوؤں کو کب شمار میں لاتا ہے۔

اے دوستو! اب ہم اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دایہ سلطان علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا کہ ہم اپنے مرشد حضرت گل محمد سندھی صاحب کے پیچھے شام تک دوڑتے رہے اور شہر چوترہ سرگانہ میں جو ملک راوی میں ہے جا پہنچے۔ اس شہر میں اس ملک کے رئیس مہر سلطان کی بیوی حضرت مولوی سندھی صاحب علیہ الرحمۃ کی محبۃ خاص تھی۔ آپ کی تشریف آوری کا حال سُنکر نوکر کے ہاتھ ایک چارپائی اور ایک بوریا اٹھوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اُس چارپائی پر بغیر کچھ بچھائے لیٹ گئے۔ اور اپنا رُخ قبلہ کی طرف کیا۔ اور کوئی بات چیت نہ کی۔ وہ عورت بوریئے پر آپ کے روبرو بیٹھ گئی۔ اور میں (دایہ سلطان علیہ الرحمۃ) بھی ایک طرف زمین پر بیٹھ گیا۔ کیونکہ وہ وقت اور مقام خاموشی کا تھا۔ ایک گھڑی اسی حالت میں گزر گئی۔ کہ اتنے میں مہر سلطان مذکور کا لڑکا نامدار مع اپنے دونوں نوکروں کے تلواریں سونتے ہوئے آپہنچا اور آتے ہی انہوں نے مولوی صاحب سندھی کا سر جدا کر دیا۔ مولوی صاحب نے نہ کوئی آواز کی نہ جنبش۔ اسی طرح دائیں کروٹ پر قبلہ رُخ لیٹے رہے اور ایک دم میں تلوار سے شہید ہو گئے انا للّٰہِ و انا الیہ راجعون وعلیہ الرحمۃ والغفران ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را۔
ہر زماں از غیب جان دیگر است

تسلیم کے خنجر کے مقتولوں کو غیب سے ہر گھڑی اور ہی جان عطا ہوتی ہے +

اور وہ عورت بھی بدستور اپنے مرشد مولوی صاحب سندھی علیہ الرحمۃ کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھی رہی اُسے بھی وہیں قتل کیا گیا۔ اور شہید ہوئی۔ عفرہٗ اللہ +

حضرت مولوی صاحب سندھی پر تلوار کے اتنے وار کئے گئے کہ آپ کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ پھر اُن ٹکڑوں کو کمبل میں باندھ کر سر پر اُٹھا کر شاہ نظام کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جس کے مشرق اور جنوب میں حضرت علی حیدر صاحب علیہ الرحمۃ ہیں اور شمال کی طرف سنپالاں پنجوانہ گاؤں ہے۔ وہاں پر آپ کا مزار بہت منور اور متبرک ہے۔ اور لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اور اسے اپنی حاجتوں کا وسیلہ بناتے ہیں۔ اور مصیبتوں کی سفارش کرواتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے اپنی مرادیں پاتے ہیں +

میسکین (مصنفؒ) ایک روز اپنے والد و مرشد کی خدمت میں اپنے مقام پر بیٹھا تھا۔ کہ ایک سفید پوش شخص ایک چھوٹے گھوڑے پر سوار پژمردہ چہرہ عمر رسیدہ ملک راوی سے آیا۔ رات کو ہم نے اس کی خدمت کی۔ صبح جب میرے والد بزرگوار اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تو اس نے دعائے خیر کے لئے التماس کی۔ کہ میری عمر مصیبتوں میں اور فاقہ میں گذری ہے۔ کھانے کو روٹی میسر نہیں آتی۔ اور پہننے کو کپڑا نہیں ملتا۔ میں مصیبت کا مارا دربدر پھرتا ہوں۔ آپ خانقاہ کے حضور سے میری تقصیروں کی معافی کے لئے مدد مانگیں۔ آپ سُنکر خاموش رہے اور دولتخانہ میں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ کہ اے فرزند سلطان حامد یہ وہی شخص ہرگانہ کا رہنے والا نامدار ہے۔ جس نے حضرت مولوی سندھی کو قتل کیا تھا۔ اس کی تقصیر کیونکر معاف کی جائے۔ پس وہ واپس چلا گیا۔ اور اسی حالت میں مرگیا۔ الآن کما کان۔ اس کے پس ماندے انہیں احوال میں گذرے +

میں نے اپنے والد بزرگوار سے حضرت مولوی سندھی صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات پوچھے۔ کہ یا حضرت! مولوی صاحب کے حالات کیونکر تھے۔ آپ نے آب دیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ اے فرزند! ایک روز مولوی صاحب علیہ الرحمۃ حضور حجرہ مبارک میں سوتے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کی یہ حالت تھی۔ کہ ننگے سر تھے۔ اور سر منڈا ہوا تھا۔ اپنا سر مٹی کے لوٹے پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ کا سر مبارک اور لوٹے کی پیٹھ دونوں گول اور صاف تھے۔ جب حضرت مولوی سندھی صاحب کو اونگھ آتی۔ تو آپ کا سر مبارک لوٹے پر سے لڑھک جاتا۔ اور زمین پر گر پڑتا

آپ بیدار ہو جاتے۔ پھر بوٹے پر سر رکھ کر دراز ہوتے۔ جب اونگھ آتی تو پھر لڑھک جاتا۔ پھر آپ بیدار ہو جاتے۔ اسی طرح آپ خواب کی خواہش کو پورا کرتے۔ اے میرے فرزند غلام باہو۔ حضرت مولوی سندھی صاحب کو اس حالت میں مَیں نے دیکھا۔ تو اپنی چادر کا سر بنا کر جب آپ کا سر گرنے کو تھا میں نے نیچے رکھ دیا۔ جب آپ کا سر نرم کپڑے پر جو میں نے سرہانے کی طرح بنایا ہوا تھا۔ پڑا تو کچھ قرار حاصل ہوا۔ آپ فوراً گھبرا کر اُٹھے۔ اور دیکھا کہ آپ کے سرہانے کھڑا ہوں۔ مجھے فرمایا۔ کہ اے حضرت! آپ ہمارے مرشد و مربی ہیں۔ آپ کے لئے واجب ہے۔ کہ ہمیں خواب غفلت سے جگائیں۔ نہ کہ اُلٹا سُلائیں۔ پھر آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ اے فرزند! حضرت مولوی صاحب کے حالات اس درجہ بلند تھے۔ کہ ایک دفعہ میں آپ کی مجلس میں آ رہا تھا۔ تو میں خانقاہ مقدس میں بیٹھ گیا۔ آپ کے نور منزل دل کے جذبہ نے مجھے اپنی طرف ایسا کھینچا کہ صبح سے شام تک پھر میں اپنے گھر نہ گیا۔ یہاں تک کہ اپنے والد بزرگوار یعنی تمہارے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ محمد صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی حاضر نہ ہوا۔ میرے والد بزرگوار نے مجلس منور میں موجودہ فقراء سے پوچھا کہ آج میرا فرزند غلام باہو کہاں گیا ہے۔ اور اُسے کیا ہو گیا ہے۔ کہ آج اب تک یہاں نہیں آیا۔ ایک درویش نے عرض کیا۔ کہ حضرت! صاحبزادہ صاحب صبح سے خانقاہ مقدس میں حضرت مولوی صاحب سندھی کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ اسی وقت میرے والد ماجد یعنی حضرت شیخ حافظ محمد صاحب دائرہ دولت سے اُٹھ کر خانقاہ مقدس میں آئے۔ اور مجھے وہاں دیکھ کر فرمایا۔ چونکہ میرا اور کوئی فرزند نہیں۔ اس لئے تم میرے ساتھ گھر میں آؤ۔ اور ہماری خدمت کرو۔ جو تمہارا نصیبہ ہے۔ ہماری خدمت میں ہی تمہیں عطا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم کرے اللھم صلی علی سیدنا محمد و علیٰ اٰل سیدنا محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین و علے عبادك الصالحين وعلیٰ ماذکرنا ھم اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین +

فقیر صاحب میاں دلیر مرالی کی زبانی نقل ہے۔ میاں صاحب موصوف کا مزار مبارک ملتان میں ہے۔ ایک روز میں نے میاں صاحب موصوف کی زبانی سُنا کہ میں (دلیر علیہ الرحمۃ) حضرت مولوی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں دریائے راوی کے کنارے اور درویشوں کے ساتھ جا رہا تھا۔ کہ حضرت سندھی مولوی صاحب علیہ الرحمۃ نے نور مرالی سے گذر کر پوچھا کہ یہ شور و غوغا کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ اے حضرت! فلاں زمیندار کا لڑکا آج فوت

ہو گیا ہے۔ اور اس کی میت گھر میں پڑی ہے۔ اس لڑکے پر گاؤں کا گاؤں رو رہا ہے۔ میرے مرشد حضرت مولوی صاحب رح لوٹ کر اس گھر کے دروازے پر پہنچے۔ تو لوگوں نے عرض کیا۔ کہ یا حضرت! وہ لڑکا آپ کا غلام قضائے الٰہی سے مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گھر کے اندر آ کر اپنا لڑکا مجھے دکھاؤ وہ آپ کو لڑکے کی میت پرے آئے۔ حضرت مولوی صاحب نے اپنے دائیں ہاتھ سے لڑکے کی انگلی اچھی طرح پکڑ کر زور سے پکارا۔ جیسے کوئی سوئے ہوئے کو جگاتا ہے۔ سندھی زبان میں آپ نے اُسے گاکا کہکر پکارا۔ اس لڑکے نے فوراً آنکھ کھول لی۔ اور بولنے لگا۔ آپ نے اس کی ماں کو فرمایا۔ کہ اماں جان! یہ لڑکا در اصل مرا ہوا نہ تھا۔ بلکہ چیچک کے سبب اس کو غش آ گیا تھا۔ جنڈی کے پتے اور مکھن ملا کر اسے کھلاؤ۔ اس کی حرارت بجھ جائے گی۔ اتنا فرما کر جلدی جلدی اس گاؤں سے باہر چلے گئے۔ اور جنگل کی راہ لی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

فصل پنجم

حافظ محمد گوجر صاحب غفر اللہ و رحمۃ اللہ تعالیٰ کے احوال میں

آپ کے حالات مختصر طور پر لکھے جائیں گے۔ آپ کے حالات اس علاقہ میں افسانہ روزگار ہیں۔ جو حالات مشہور ہیں وہ اس کتاب میں مختصر طور پر درج کیے جاتے ہیں۔ اگر نہ لکھوں تو لوگ شکایت کریں گے۔ ورنہ آپ کے حالات لکھنے کی طرف میری دلی توجہ نہ تھی۔ آپ کے خوارق عادات بہت مشہور ہیں ۔

اوّل یہ کہ ہزارہا آدمی آپ کے دیدار کے مشتاق تھے۔ اس مطلب کے لیے محنت و مشقت اور فاقہ کشی کو بخوشی قبول کرتے تھے۔ کبھی کبھی بعض محبوں کو غلیل سے گلے بھی مارا کرتے لیکن وہ سر جھکائے کھڑے رہتے۔ دم نہ مارتے کبھی کبھی آپ کی شکل مبارک اور حلیہ بھی بدل جاتا۔ یعنی کبھی سیاہ داڑھی کی بجائے سفید داڑھی ہو جاتی۔ کبھی معصوم بچے بن جاتے۔ حالانکہ در اصل آپ ایک خوبصورت جوان تھے ۔

کبھی آپ کتاب اور قرآن کی شکل میں ہو جاتے۔ مرید اس حالت میں آپ کا طواف کرتے

ہزاروں محب دل وجان سے آپ پر فدا تھے۔ یہاں تک کہ آخر کار سینکڑوں آپ کی راہ میں قتل ہو گئے ؛

ایک روز میں اپنے مرشد و والد بزرگوار کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص غلام جہانیاں نام وہاں سے گذرا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! اس درویش کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ! دیکھتا ہوں۔ فرمایا۔ اس درویش کی شکل و صورت حافظ محمد صاحب گوجر سے ملتی جلتی ہے۔ کیونکہ جس دن پہلے پہل حافظ محمد گوجر خانقاہ مقدس کے احاطہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت میں اپنے والد بزرگوار یعنی تمہارے جدامجد کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے دیکھتے ہی مجھے فرمایا۔ کہ اے میرے فرزند غلام باہو! یہ شخص جو آرہا ہے۔ اس کو دیکھتے ہی میں نے عرض کیا۔ قبلہ دیکھتا ہوں۔ فرمایا اس کی آنکھوں میں بڑا بھاری بگاڑ نظر آتا ہے۔ آخر کار اس کے سبب سے کئی فساد اُٹھیں گے ؛

پس حافظ محمد گوجر خانقاہ مقدس کے درویشوں میں رہے۔ بعدازاں ملک جوبستان میں جاکر ملتان اور ڈیرہ غازی خاں کے مابین موضع محمود کوٹ کے گردو نواح میں قرار گیا۔ اور خلقت آپ کی خدمت میں اس قدر آنی شروع ہوئی۔ کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس قدر جاہ و حشمت ہو گیا۔ جتنا ملک کے ایک امیر کبیر کا ہوتا ہے۔ لوگ بے اختیار آپ کی خدمت میں چلے آتے تھے۔ آپ کے محبوں کا اختیار خود آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کے محب اپنا گھر بار اور عورت بال بچے چھوڑ کر آپ کی خدمت میں رہتے۔ اس لئے آپ نے عمدہ عمدہ گھوڑے خرید رکھے تھے۔ امیروں کا سا باورچی خانہ تھا۔ حاکموں جیسی سواری تھی۔ اور بادشاہوں کا سا بیٹھنا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ میں بادشاہت کی خواہش ہے۔ ملک کے رئیس اور امیر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہی اجلاس کی طرح درجہ بدرجہ بیٹھتے تھے۔ اور سلام اور عرضیاں شاہانہ طریق پر پیش ہوتیں۔ اور اس شان شوکت اور دبدبہ سے بار بار خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آتے۔ اور سجادہ نشینوں یعنی میرے جد بزرگوار اور میرے والد بزرگوار کی طرف کم توجہ کرتے۔ بلکہ سجادہ نشین صاحب اسے صرف سلام اور زیارت خانقاہ کی اجازت دیتے اس سے زیادہ ٹھیرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ کیونکہ اس کا مزاج مستغنی تھا۔ چونکہ آپ کے ساتھ بھیڑ بھڑکا اور اژدہام ہوتا تھا۔ اس لئے سجادہ نشین صاحب نے جاہ و حشمت سمیت آنے سے منع کیا تھا۔ صرف اسے اکیلے آنے کی اجازت تھی اس لئے آپ خلقت کو بقدر ایک منزل پیچھے چھوڑ کر اکیلے زیارت کے لئے آتے۔ اس صورت میں بھی کئی مرتبہ خانقاہ مقدس میں آتے۔ جو محب

آپ کے پاس رہتے۔ آپ اُن سے بڑی محنت و مشقت لیتے۔ یعنی دلوائیں۔ مکان۔ چبوترے بنواتے اور تالاب کھدواتے۔ عمارتیں بنواتے۔ اور خوب بے نیاز بادشاہوں کی طرح بارگاہ آراستہ کر کے بیٹھتے۔ لنگر کے وظیفہ کے بارے میں بھی آپ کی طبیعت بے نیازوں کی سی تھی۔ چنانچہ کبھی تو جَو کے بھُنے ہوئے دانے ایک ایک مٹھی فی کس ملتے۔ کبھی آدھی آدھی خشک روٹی، کبھی بالکل فاقہ۔ کبھی گوشت روٹی وغیرہ یعنی جو کچھ موجود ہوتا دیتے +

آپ کی طبیعت بہت نازک اور باجلال تھی۔ آخر کار ہزاروں آدمیوں کو جمع کیا۔ اور ہر قسم کے ہتھیار اپنے مکانوں میں جمع کئے۔ ایک روز کوچ کر کے رات کے وقت ڈیرہ غازی خاں کے گھاٹ سے زبردست گذر کر ڈیرہ غازی پر شبخوں مارا۔ یہ ڈیرہ غازی خاں کابل کے بادشاہ تیمور کے بیٹے شاہ سدوزئی کی طرف سے نواب صاحب کو ملا ہوا تھا۔ جو وہاں کا حاکم اور ناظم تھا +

آپ نے اپنی فوج کا نام شاہی رکھا۔ چنانچہ ڈیرہ غازی خاں کے قلعہ اور دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے بہت سے صاحب حال فقیر آپ کے ساتھ تھے۔ اسی روز ڈیرہ غازی خاں میں تخت پر بیٹھا۔ اور شہر کو خوب لوٹا۔ جب ڈیڑھ پہر رات باقی تھی تو مراقبہ کر کے فقیر محمد دائم علیہ الرحمۃ سے جن کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔ پوچھا آپ کو مراقبہ میں اس کام کے متعلق کیا نظر آتا ہے۔ میاں محمد دائم نے مراقبہ کر کے کہا کہ اس شہر کو چھوڑنے کا حکم ہوا ہے۔ آپ نے بھی کہا کہ واقعی حکم اس طرح ہے

چنانچہ اسی وقت حکم دیا کہ جو شاہی شخص اس شہر میں ہے۔ فوراً شہر کے فلاں دروازے سے نکلکر فلاں مقام پر آجائے۔ چنانچہ سب کے سب شہر سے نکل کر حافظ محمد صاحب گوجر کی خدمت میں جمع ہو گئے +

شہر سے نکلکر کوئی ایک دو کوس گئے ہونگے کہ صبح کے وقت شہر کا نواب آیا۔ جو شبخوں کے وقت بھاگ گیا تھا۔ جب اُس نے واپس آکر دیکھا اور سُنا۔ تو جتنے آدمی مل سکے انہیں سمیٹ ان کا پیچھا کیا اور حافظ صاحب کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ حافظ محمد صاحب پیدل ہو کر بیچ میں کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کے ہمراہی آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے باقاعدہ صف بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں فوج بھی آگئی۔ اور تیر بندوق کے وار ہونے لگے۔ حافظ محمد صاحب نے اپنے ہمراہیوں کو لڑنے کا حکم دیا۔ ہر شخص ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ چنانچہ سب کے سب اسی

حالت میں قتل کئے گئے۔ لیکن عدول حکمی نہ کی ؛

کوئی آدھ پہر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی۔ بعدازاں حافظ محمد صاحب گوجران میں نہ پائے گئے۔ اور نہ انہیں کسی طرف دوڑتے دیکھا۔ نہ زخمی ہوئے نہ مرے۔ پس اس حالت میں حافظ صاحب کا سارا لشکر درہم برہم ہوا۔ کچھ بھاگ گئے۔ بعض قیدی ہوئے باقی قتل ہوئے۔ ان میں سے ہزاروں چولستان میں آگئے ؛

سب سے عجیب بات یہ ہے۔ کہ جب حافظ صاحب کے لشکر کا کوئی آدمی دشمن کی فوج کے ہاتھ آتا۔ اور اس سے پوچھا جاتا کہ تم کون ہو۔ تو وہ بے دھڑک کہدیتا کہ میں شاہی ہوں پھر اس سے قتل کیا جاتا۔ آخر کار حافظ صاحب کو کسی نے نہ پایا نہ دیکھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فصل ششم

خلیفہ حضرت محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے حالات میں

یہ ذکر نہایت عجیب ہے کہ ایک شخص صدیق نام ملک ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور لیہ کمال خاں کا رہنے والا قوم کا سپہر قوم سپہروال کی آبادانی سے جو دریائے سندھ کے مشرقی کنارے کے لیہ کمال خاں کے قریب تھا۔ اپنا گھر بار چھوڑ حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس میں آیا۔ جب خانقاہ مقدس سے فیضان حاصل کر چکا۔ تو اسے اجازت ملی اور حکم ہوا۔ کہ پہلے حضرت مائی صاحبہ غلام فاطمہ مستورہ کی زیارت کرنا۔ جن کا مزار شریف دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر شہر فتح خاں کے قریب ہے۔ پھر جنوبی سندھ میں لوہڑی شریف المعروف بہ روہڑی سکھر بھکر میں جاکر بود و باش کرنا۔ روہڑی شریف وہی مقام ہے۔ جہاں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے بالوں کا تبرک خلفا کے پاس موجود ہے۔ اور خاص وعام مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ پس جب اپنے مرشد مکمل یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی روحانیت کے حکم سے حضرت خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ رخصت ہوئے۔ تو پہلے مائی غلام فاطمہ علیہا الرحمۃ کی زیارت کے لئے آئے۔ خانقاہ مبارک میں آتے ہی حضرت مائی غلام فاطمہ علیہ الرحمۃ کو روز روشن میں سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ مزار شریف سے کمر تک نکل کر خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ پر توجہ کی اور فرمایا۔ کہ اے محمد صدیق [illegible]

کیا۔ جیسا کہ تمہیں اپنے مرشد کامل قدس سرہٗ سے حکم ہوا ہے۔ روہڑی میں جانا۔ لیکن ڈیرہ غازیخاں کی راہ جانا۔ وہاں پر فلاں مسجد میں سُلطان احمد ستوئیؒ علم پڑھا کرتے ہیں۔ ان سے مُلاقات کر کے جانا اور انہیں تاکید کرنا کہ علم حاصل کرے۔ پس خلیفہ محمد صدیق رُخصت ہو کر ڈیرہ غازیخاں پہنچے۔ اور میاں سلطان احمد ستوئیؒ سے مُلاقات کر کے ملک روہڑی کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے تو موسن شاہ کے جنوب میں تقریباً چھ کوس کے فاصلہ پر محمود پود ہریچہ میں بود و باش اختیار کی۔ اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ پیلو کے ایک درخت تلے اپنے پروردگار کا عبادت خانہ بنایا۔ اس درخت کے گرداگرد اپنے ہاتھ سے احاطہ بنایا اور اس کا ایک مضبوط دروازہ بنایا۔ اس احاطہ کے اندر کی زمین پاک صاف کر کے جھاڑو دے کر مسجد کی طرح پاک کی اور اپنی ساری عمر اسی درخت تلے اسی مکان میں عبادت الٰہی میں بسر کی۔ آپ کی گذران محض اللہ تعالےٰ پر توکل کرنے اور فقر محمدی پر تھی۔

جب آپ نے اس جگہ بیوی کی اور بال بچے ہوئے۔ تو آپ کی یہ عادت تھی۔ کہ موسم گرما میں تلاوت۔ اشراق۔ ضحیٰ۔ مراقبہ اور ذکر اذکار سے فارغ ہو کر اپنی بڑی لڑکی مائی حواؔ کو ساتھ لیکر جنگل سے جنڈ کا میوہ جسے ہندی زبان میں سنگری کہتے ہیں۔ درخت پر سے لکڑی سے جھاڑ کر لاتے۔ اور اس سے گذران کرتے +

ایک روز مائی حوا نے اپنے والد خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کو کہا۔ کہ ابا جان! میوہ سنگری کی خشکی سے میرے سر کے بال جڑھ سے اکھڑ گئے ہیں۔ اگر میرے واسطے کچھ غلہ ہو جائے۔ تو میں کھاؤں۔ خلیفہ صاحب یہ سُن کر خاموش ہو رہے +

ایک روز جب مائی حوا کو لے کر سنگری لینے جنگل میں گئے۔ تو جنڈی کے درخت تلے گھاس میں اناج کا ایک برتن دیکھ کر مائی حوا نے اپنے والد کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی! چونکہ سنگری تمہارے لئے مضر ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے یہ گیہوں بھیجے ہیں۔ اپنے کھانے کے لئے اٹھا جا۔ جب آپ گھر تشریف لائے تو اپنی بیوی کو حکم دیا۔ کہ چونکہ حوا کے لئے سنگری مضر ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے خزانہ غیب سے یہ گیہوں اس کے لئے بھیجے ہیں۔ یہ خاص کر حوا کے لئے ہیں۔ ہم تم حسب معمول سنگری کھائیں گے۔ مائی حوا کو فرمایا۔ کہ تو اس غلہ کو خاص اپنے لئے رکھ۔ اسی میں سے کھایا کرو۔ پس مائی حواؔ نے ایسا ہی کیا۔ مدت دراز تک اس میں سے گیہوں صرف کرتے رہے۔ جتنے صرف کرتے۔ اتنے ہی اور اس میں ہو جاتے۔ وہ برتن ویسے کا ویسا ہی پُر رہا +

حضرت خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ ہر سال حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لیئے آتے۔ اور ایک دو گوڑیاں درویشوں کے پہننے کے لیئے لاتے +

ایک دفعہ جب آپ ملتان کے گرد و نواح سے گذرے اور ساری منزل ہمراہیوں سے پیچھے پیچھے رہے۔ یہاں تک کہ درویش آپ کی انتظار میں راہ میں کھڑے ہوتے۔ پھر جب آپ دکھائی دیتے۔ تو پھر چل پڑتے۔ اسی طرح سارا دن ختم کر دیتے۔ اس روز جب مقام ہوا تو درویشوں نے عرض کیا۔ کہ اے حضرت! آج منزل اچھی نہیں ہوئی۔ آپ تمام دن ملتان کے قریب وجوار میں قدم بقدم چلتے رہے۔ آپ بالکل آہستہ آہستہ آتے تھے۔ اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا تم میرے حال سے واقف ہو۔ میری یہ عادت تھی۔ کہ میں ہمیشہ ملتان کی راہ آیا کرتا تھا۔ تو پہلے حضرت غوث الملک ابا بکر محمد زکریا بہاؤ الدین اور حضرت ابو الفتح شاہ رکن عالم قدس سرہ کی زیارت کر کے آگے روانہ ہوا کرتا تھا۔ آج جب میں اس رستے گذرا۔ تو اپنے ہادی مکمل حضرت سلطان العارفین کی زیارت کی کشش وجذبہ نے ان دونوں صاحبوں کی زیارت کے لیئے جانے نہ دیا۔ اس واسطے وہ دونوں صاحب میری ملاقات کو آئے۔ اور ساری منزل اس فقیر کے ساتھ قدم بقدم چلتے رہے۔ ان کے ساتھ بات چیت کرنے کے سبب میں آہستہ آہستہ آیا۔

منقول ہے کہ خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی زیارت کے لیئے آئے۔ ان دنوں چوروں کا بڑا ڈر تھا۔ پس خلیفہ صاحب نے گدھوں کو جنوبی دروازے یعنی بہشتی دروازے کے باہر سرس کے درخت تلے باندھا۔ رات کو جب آپ کے ہمراہی درویش گدھوں کی دیکھ بھال کے لیئے اُٹھتے تو ہر دفعہ گدھوں کے پاس آگ کی روشنی دیکھتے۔ صبح خیال کیا۔ کہ کوئی اور زیارت کرنے والے ہمارے پیچھے آئے۔ جنہوں نے رات بھر سردی کے واسطے آگ جلائی۔ جب صبح گدھوں کے چارہ کی خبر گیری کے لیئے گئے تو دیکھا کہ گدھوں کے پاس راکھ یا آگ کا نشان تک نہیں۔ یہ ماجرا خلیفہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب ہم حضور سے مشرف ہوئے۔ اور دل میں چوروں کا ڈر تھا۔ تو ہمارے ہادی کامل حضرت سلطان العارفین نے نور محمد علیہ الرحمۃ کو فرمایا۔ اے فرزند! محمد صدیق کے گدھوں کی حفاظت تمہارے ذمے ہے۔ یہ روشنی جو رات بھر گدھوں کے پاس دیکھتے رہے ہو۔ وہ حضرت صاحبزادہ سلطان العاشقین نور محمد قدس سرہ کی توجہ کا نور تھا +

سینکڑوں آدمی خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ سے ملک سندھ کچھی میں فیضیاب ہوئے۔ جو شخص آپ کی خدمت میں آیا فیض سے خالی نہ گیا۔ مطلب یہ کہ بہت سے آدمیوں کو فیض ہوا۔ ہزاروں مرید ہوئے اور اس وقت ہیں ٭

خلاصہ یہ کہ میاں سلطان لوہار ملک کچھی میں اس کالڑ کا خلیفہ فقیر محمد اس کالڑ کا خلیفہ سلطان رحمۃ اللہ علیہ صاحب احوال تھے۔ خلیفہ محمد کامل توگھوٹہ گھوٹکی سے آکر خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مشرف ہو کر فیضیاب ہوئے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر ملک تاڑی میں بود و باش اختیار کرو۔ کیونکہ تمہیں وہیں کا حکم ہے۔ پس خلیفہ محمد کامل علیہ الرحمۃ کٹھیاراں گاؤں میں رہنے سہنے لگے۔ ہزاروں کو آپ سے فیض ہوا۔ ان کے بیٹے خلیفہ محمد حسن علیہ الرحمۃ کے حالات بھی بہت اعلیٰ درجہ کے تھے ٭

مختصر یہ کہ ان کی ایک ہی نگاہ سے کئی طالبوں کو ایسا اثر ہو جاتا۔ کہ بے خود ہو جاتے اور صاحب مراقبہ و مکاشفہ ہو جاتے۔ ان کے بیٹے خلیفہ محمد اکرم۔ مولوی غلام حیدر اور مولوی تاج محمد بڑے صالح آدمی تھے ٭

خلیفہ سید محمد شاہ ملک کچھی کے گاؤں سنجرانی میں صاحب احوال ہو گذرے ہیں۔ آپ صاحب مراقبہ۔ مکاشفہ اور صاحب حضور تھے۔ آپ کا بیٹا سید عثمان شاہ صاحب ارادت وسعادت تھے ٭

علاوہ ازیں خلیفہ میاں موسیٰ جن کی ایک خرق عادت یہ تھی۔ کہ جب کبھی آپ قصیدہ بردہ شروع کرتے تو آپ کے بدن کے تمام بال اس طرح کھڑے ہو جاتے کہ سر کے بالوں سے پگڑی اوپر کو اٹھ جاتی ٭

خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے فرزند میاں نور محمدؒ۔ میاں نور احمد تھے۔ جن میں سے میاں نور احمد علیہ الرحمۃ عجب صاحب جمال اور بدرجہ کمال مسکین تھے۔ میں (مصنفؒ) نے بھی آپ کے مکان پر آپ کی ملاقات کی ہے ٭

خلیفہ نور محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ درویشوں کی جماعت سمیت اپنے مرشد مکمل حضرت سلطان العاشقین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں آئے۔ اور بہت دن حاضر خدمت رہے۔ رات عبادت الٰہی میں بسر کرتے۔ اور دن کو اکثر اوقات خانقاہ مقدس کے لئے پکی اینٹیں ننگے سر پر اٹھا کر لاتے۔ ایک روز میں (سلطان حامد مصنف کتاب) خانقاہ مقدس کی دوسری حویلی کے مشرقی دروازہ

کے باہر خانقاہ کے کنوئیں کے قریب لنگر فیض اثر کے لئے اپنے ہاتھوں سے زراعت کی ہوئی زمین میں عشاء کی نماز کے بعد چار پائی پر سویا ہوا تھا۔ کہ ایک درویش نے میرے پاؤں دبانے شروع کئے۔ مَیں نے بیدار ہو کر پوچھا۔ تو کون ہے؟ کہا۔ میں آپ کا غلام نور محمد ہوں۔ میں نے کہا۔ خلیفہ صاحب! آپ اِس وقت کیوں آئے۔ کہا۔ حضرت! بہت عرصہ گذر چکا ہے۔ حضور سے رخصت حاصل نہیں ہوئی۔ اور درویش لوگ رخصت کے منتظر ہیں۔ مَیں آپ کی خدمت ملتمس ہوں کہ آپ حضور پُر نور میں ہمارے لئے سفارش کر کے رُخصت دلوائیں۔ پس مَیں نے دل میں کہا۔ کہ میرے حضرت مرشد والد صاحب خود دولت خانہ میں موجود ہیں اور دوسرے صاحب زادے یعنی میرے بڑے بھائی بھی موجود ہیں۔ اور میرا اپنا حال بھی پوشیدہ نہیں۔ پھر جو خلیفہ نور محمد صاحب نے یہ التماس مجھ سے کیا ہے۔ میں کس لائق ہوں کہ حضور پُر نور میں عرض کر سکوں اور سفارش کروں۔ مَیں نے خلیفہ نور محمد سے بہت عذر کئے۔ لیکن انہوں نے کہا۔ کہ مَیں نے آپ کے قدم پکڑے ہیں۔ آپ ہمارے لئے کافی ہیں۔ پھر میری پائینتی کی طرف زمین پر بیٹھکر میرے دونوں قدموں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ملتے رہے مجھ مسکین کو آپ کے اس فعل سے شرم آتی تھی۔ عین شرم اور کم لیاقتی کے سبب میں شکستہ دل ہوا اور اپنی دلی آرزو اپنے جد بزرگوار قدس سرہٗ کے حضور پُر نور میں پیش کی۔ کہ اے حضرت! یہ شخص خود متبرک اہل اللہ ہے۔ ہم کو محض آپ کی اولاد سمجھ کر وسیلہ کے لئے التماس کرتا ہے۔ آپ اِس معاملہ سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ مجھے اس بارے میں کسی قسم کا رشد حاصل نہیں ؎

اِس سے پیشتر خانقاہ مقدس میں مجلس میں ایک عالم شخص نے مجھ پر اعتراض کیا تھا۔ کہ خانقاہ کے اندر جانا کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔ کیونکہ خانقاہ بناتے وقت گو معماروں نے صحن کے اندر مٹی کا بہت بلند چبوترہ بنایا تھا۔ لیکن زیارت کرنے والے جب اندر جاتے ہیں تو حضور پُر نور کا جسم مبارک خاک کے اندر نیچے رہتا ہے۔ اور زائرین اوپر بلند سطح پر پھرتے ہیں جس سے بے ادبی ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے اعتراض کے جواب میں مَیں نے مثال اور نظیر پیش کی۔ کہ دیکھو حضرت غوث الملک اور شیخ الاسلام حضرت ابو بکر محمد زکریا اور حضرت ابو الفتح شاہ رکن عالم قدس سرہما کے مزار منور اور روضہ شریف بلند کرسی اور چبوترے پر ہیں۔ معترض کے لئے تو کافی جواب تھا۔ اور بہ ظاہر اس کا اعتراض رفع ہو گیا۔ لیکن اسی وقت سے میرے دل میں وسوسہ سا پیدا ہو گیا۔ اس لئے کچھ عرصہ سے مَیں نے خانقاہ میں جانا ترک کر دیا میں

ادب کے واسطے باہر ہی باہر دروازہ منورہ کی دہلیز سے نیچے کھڑا ہو کر زیارت کر لیتا +

مختصر یہ کہ خلیفہ نور محمد صاحب کی رخصت کی فکر میں مَیں سو گیا۔ جب رات کا آخری حصہ ہُوا تو بلا معتاد و جوانی کی خواب گراں سے بیدار ہوا۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے مزارات کی زیارت کی کشش نے مجھے کھینچا۔ میرا دل بے قرار ہو گیا۔ اس کو مَیں سے مَیں نے وضو کیا اور دوڑتا ہُوا خانقاہ کے اندر حضور پُرنور میں جا کر حاضر ہُوا۔ اس وقت انوار تجلیات ہو رہی تھیں۔ حسب عادت جا بجا درویشوں کے حلقے تھے۔ بعض بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بعض کھڑے ہوئے حلقہ باندھ کر ذکر خفی اور مراقبہ میں مشغول ہیں۔ میں بھی مزار منور کے چہرے کے مقابل دست بستہ بیٹھ گیا۔ اور زیارت شریف کو دیکھتا رہا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت صاحب یعنی میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرّہٗ مزار شریف کے تخت پر پیٹھ کے بل سوئے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا چہرہ مبارک آسمان کی طرف ہے۔ اور ریشم کا باریک غلاف ریشمی کاغذ کی طرح سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے ہیں۔ اور جب آپ سانس لیتے ہیں۔ تو وہ کپڑا نیچے اوپر ہوتا ہُوا دکھائی دیتا ہے۔ اسی اثنار میں خلیفہ نور محمد موصوف مزار شریف کی پشت کی طرف سے یعنی دروازہ مبارک کی طرف سے روبقبلہ مزار شریف کی طرف متوجہ ہو کر دست بستہ کھڑے ہیں۔ دروازہ شریف کی دائیں طرف یعنی شمال مشرق کے گوشہ میں اور ان کے باقی رفیق بھی صف باندھے پہلو بہ پہلو خلیفہ نور محمد صاحب کی متابعت میں سر جھکائے کھڑے ہیں پس اس حالت میں مجھے مکاشفہ ہُوا۔ کہ میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرّہٗ متوجہ ہو کر فرماتے ہیں۔ کہ تمہیں کیا خیال آیا۔ تم دیکھتے ہو کہ ہمارے جسم پر کس قدر پردہ ہے۔ اِس سے مجھے اور بھی رقت ہوئی۔ اور وجد سا ہو گیا۔ بعد ازاں اپنی مبارک آنکھوں سے خلیفہ نور محمد صاحب اور ان کے ہمراہیوں کی طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی خلیفہ موصوف پروانے کی طرح مزار شریف کے پائے مبارک پر گر پڑے اور قدمبوسی کر کے جلدی جلدی دوسرے مزاروں کی قدمبوسی کی اور وداع ہونے شروع ہوئے۔ آپ کے ہمراہی بھی آپ کی طرح کرنے لگے +

مطلب یہ کہ فجر کی نماز سے پہلے رخصت حاصل کر کے روانہ ہو گئے۔ اور کسی فقیر درویش یا معتکف یا مجھ کو وداع اور ملاقات کرنے کی فرصت نہ ملی +

واہ! واہ!! ہمارے حضرت صاحب کی توجہ اور فیضان کس درجہ کے ہیں۔ چنانچہ فرماتے

ہیں۔ کہ کامل مرشد اپنے مرید کی آستین میں ہوتا ہے۔ یعنی گریبان حبل الورید والا معاملہ ہوتا ہے۔
بنظر غور و تعمق دیکھنا چاہیئے کہ جو کچھ اس شرمسار و گنہگار کے دل میں خلیفہ نور محمد صاحب کے التماس کے وقت ندامت اور شرم پیدا ہوئی اور اس وقت دل کے ذکر سے خلیفہ صاحب کے التماس کو خانقاہ مقدس کے اندر حضور پُر نور میں عرض کیا گیا تھا۔ اور جب میں خانقاہ مقدس کے اندر گیا۔ تو اس وقت جو خیال اور وسوسہ مجھے ہوا۔ اور جس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ اس کے سبب میں عاجز رہ گیا تھا۔ اس فیضان کے کرشمات کیا ہی ظاہر اور عیاں ہیں۔ کہ پہلے خلیفہ نور محمد کو معہ ان کے ہمراہیوں کے رخصت کے ارادہ سے اپنے حضور میں حاضر کیا۔ اور محفل آراستہ کی۔ بعد ازاں مجھ عاجز اور درماندہ کو اپنے حضور انور میں اس خاص وقت میں اپنی ذات منبع فیوضات کی توجہ کے جذبہ سے حاضر کیا۔ اور پھر کیسے صاف صاف کشف سے میری مشکل کو حل کیا +
بعد ازاں میرے روبرو کس طرح اپنی مبارک آنکھوں سے خلیفہ موصوف کو سرفراز فرمایا۔ اور رخصت عنایت فرمائی۔ اور اس وقت اپنی کوتاہی اور کمی کے سبب جو مجھے ندامت ہوئی۔ ان سب کی تلافی کی۔ گویا میرے وسیلے سے خلیفہ موصوف کو رخصت عنایت فرمائی۔ اور سرفراز فرمایا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت سلطان العارفین اس وقت پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے ہوئے تھے۔ مجھے مغرب کی طرف یعنی دائیں ہاتھ بیٹھنے کا شرف بخشا۔ اور خلیفہ موصوف کو ان کے ہمراہیوں سمیت بائیں طرف صف بستہ ہاتھ باندھے کھڑا کیا۔ اللہ اللہ کیا ہی شاہانہ انتظام ہے۔ اور کیا ہی فیض رسانی کا مقام ہے۔ فقط +
مَیں نے خلیفہ موصوف کے بھائی نور احمد کو محمد پور میں دیکھا تھا۔ جبکہ میں اپنے مرشد و والد بزرگوار کے ساتھ ملک سندھ کے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کو گیا تھا۔ وہ اولیاء اللہ جابجا سوئے ہوئے ہیں۔ ہم سہوان شریف تک پہنچے۔ وہاں حضرت سید عثمان مرندی یعنی حضرت لعل شہباز قدس سرہٗ کے مزار منور کی زیارت کی۔ اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مکان بھی دیکھا۔ جو پہاڑ کے دامن میں ہے۔ یہ ایک نہایت بلند مزار ہے۔ جو امیر خسروؒ نے اپنے واقعات اور مکاشفہ کے بموجب بنوایا تھا۔ اور حضرت شاہ مکی حیدر آبادی کی بھی زیارت کی۔ اور لوٹتے وقت دریائے پنج ند کے مشرقی کنارہ پر حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹ والہ کی زیارت کی۔ اور حضرت شیخ نوح نوحانی کے مزار و روضہ کی بھی زیارت کی جو نہایت کامل ولی اور قریشی صدیقی ہیں۔ اور رانی پور گنبٹ وغیرہ کے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

کی زیارت کی +
بعد ازاں خلیفہ محمد صدیق کی ماتم پرسی اور فاتحہ خوانی کی۔ اس جگہ میں نے میاں نور احمد کو بھی دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت میں بچہ تھا۔ اس وقت سے لیکر اب تک اس ملک کی سیر کا اتفاق نہ ہوا۔ میرے والد بزرگوار خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ جو لعل پیر کے نزدیک ہے۔ ان دنوں وہ مزار ابھی تیار ہو رہا تھا۔ اس وقت ٹالپور سرائے کا بلوچ حاکم تھا۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس سفر کا مفصل حال اپنے والد بزرگوار کے حالات میں لکھوں گا +

فصل ہفتم

بیر حضوری کا اپنے پاؤں چلنا

یہ خرق عادت میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین کے مزار شریف سے روحانی اور حضوری تصرف سے ہوا۔ اور یہ خلیفہ محمد صدیق کی سب سے بڑھ کر فضیلت ہے۔ کہ آپ کو اس سے ممتاز اور مخاطب فرمایا گیا +
یہ نہایت صحیح نقل ہے۔ اور ہزاروں آدمیوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ بیر کا ایک درخت حضوری شریف کی دہلیز کے وسط میں تھا۔ جو لوگ زیارت کرنے جاتے انہیں تکلیف ہوتی۔ اور درمیان میں پردہ سا حائل ہو جاتا خلیفے اور مجاور حضور کے ادب کے سبب درخت مذکور کا کاٹنا جائز خیال کرتے +
ایک روز ظہر یا عصر کی نماز کے وقت ایک نابینا خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے گیا۔ کہ اس درخت کا تنہ اس کی پیشانی میں لگا۔ جس سے زخم ہو گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ خلیفوں اور مجاوروں نے یہ حال دیکھ کر اسے تسلی دینے اور اس کا علاج کرنے کے بعد یہ ٹھان لی کہ کل فجر کی نماز ادا کر کے اس درخت کو کاٹ ڈالنا چاہیے۔ تاکہ زیارت کرنے والوں کو دقت نہ ہو۔ تمام فقیر اس بات پر متفق ہوئے اور یہ قرار داد کر کے اپنے اپنے حجروں میں چلے آئے۔ اسی رات مکاشفہ خاص میں خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کو جو اس مشورہ میں شامل تھے ارشاد فرمایا۔

کہ اے محمدؐ صدیق! ہمارے بیر کو کیوں کاٹتے ہو؟ وہ خود بخود یہاں سے دُور جا کھڑا ہو گا۔ صبح دیکھا گیا۔ کہ واقعی وہ درخت اپنے اصلی مقام سے دس قدم یعنی پندرہ ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہے۔ یہ مبارک درخت دہلیز کے وسط سے عین شمال کی طرف یعنی زیارت کرنے والوں کے دائیں ہاتھ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اور ولی اللہ یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے تصرف سے خود بخود جا کھڑا ہوُا ٭

اس خارق عادت کے ظہور سے پہلے خلیفہ محمدؐ صدیق علیہ الرحمۃ نے رات کو ہی خلیفوں اور مجاوروں کو کہدیا تھا۔ اور حضرت سلطان العارفین کا ارشاد فیض بنیاد سُنا دیا تھا۔ کہ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارے بیر کا درخت کیوں کاٹتے ہو وہ خود بخود اپنے پاؤں چل کر دُور جا کھڑا ہو گا۔ اس روز سے اس درخت کا نام حضوری بیر ہے۔ بلکہ اُسے کوئی بھی سدرہ۔ کنار بیر نہیں کہتا۔ اس کا میوہ ہزار ہا زیارت کرنے والے ہزاروں کوس تک مُلک مُلک میں بطور تبرک لے جاتے ہیں۔ اُسے بیماروں کی شفا۔ حصول اولاد۔ مراد۔ یمن اور تبرک کے لئے کھاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ خلیفے اس درخت کا پھل دوسرے سال تک جمع رکھتے ہیں۔ اور سائلوں کی کثرت کے سبب بہت تھوڑا ہاتھ آتا ہے۔ اگر اس کا پھل موجود نہ ہو۔ اور خرچ ہو جائے تو اس کے پتے ہی تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں۔ چونکہ اس خرق عادت کا شرف حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے حضور پُر نور سے مراقبہ میں خلیفہ محمدؐ صدیق علیہ الرحمۃ کو حاصل ہوُا تھا۔ اس لئے ملک سندھ اور کچھی شکارپور وغیرہ میں اس روز سے اکثر مرید اور محب خلیفہ موصوف کو "بیر والہ صاحب" اور "مخدوم صاحب بیر والا" کے لقب سے پکارتے ہیں۔ والسلام ٭

دوسرے طبقہ کے خلیفوں کے حالات میں

فصل اوّل

مولوی صاحب سندھی گل محمدؒ کے فرزند فقیر اللہ رکھیا کے حالات میں

فقیر اللہ رکھیا صاحب مجرد اور صاحب حضوری تھے۔ یعنی آپ نے نکاح نہیں کیا تھا۔ آپ کا لباس صرف ایک سیاہ کمبل تھا۔ ایک روز مجھے میرے مرشد و والد بزرگوار نے فرمایا۔ کہ اے فرزند! اللہ رکھیا اول عمر میں اللہ تعالےٰ کے عشق و شوق میں اپنے وطن چاچڑاں جنوبی کوٹ مٹھن والہ سے جو آپ کا وطن اور چاچڑ کے نام سے مشہور ہے خانقاہ مقدس میں مشرف ہوئے۔ تو ایک روز میرے والد بزرگوار یعنی تمہارے جد بزرگوار حضرت حافظ محمدؒ قدس سرہٗ حسب معمول خانقاہ میں گئے۔ حضرت ممدوح کی یہ عظمت تھی۔ کہ جب آپ خانقاہ مقدس میں آتے تو تمام درویش رعب کے مارے اپنے اپنے حجروں میں چلے جاتے۔ اور حضرت ممدوح قدس سرہٗ زیارت شریف سے فارغ ہو کر باہر آ کر بیٹھتے۔ اور ایک ایک درویش کو یاد فرما کر حاضر کرواتے ان پر رحم و شفقت کرتے۔ ورنہ اصل میں حضرت قدس سرہٗ کی پوشاک اور خوراک درویشانہ تھی اور مسکینوں کی غمخواری کیا کرتے تھے۔ جس مسکین کو بھوکا یا ننگا پاتے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اور آپ اس کے پاس جا کر بیٹھتے اور اس کی دلجوئی کرتے۔ آپ کا رعب داب الٰہی عظمت و حشمت کی وجہ سے تھا۔ مصرعہ

ہیبت حق است صاحب دلق نیست

یہ اللہ تعالےٰ کی ہیبت ہے گودڑی والے کی نہیں +

مطلب یہ کہ ایک روز خانقاہ مقدس میں وقت مقررہ پر زیارت شریف کے لئے آئے۔ اور تمام فقیر حسب دستور اپنے اپنے حجروں میں چلے گئے۔ اور حضرت فقیر اللہ رکھیا صاحب بھی حجرے

میں جانے کے ارادہ سے فوراً اٹھے۔ لیکن ریاضت کی کثرت سے آپ پہلے دُبلے پتلے ہو رہے تھے۔ کمزوری اور ناطاقتی کے سبب دماغ چکرا گیا۔ اور غش کھا کر زمین پر گر پڑے اتنے میں حضرت ممدوح آ پہنچے۔ اور اس کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ ابھی فقیر موصوف بیہوش پڑا تھا۔ کہ آپ آکر اس کے سرہانے بیٹھے۔ اور اس کے سر کو زمین پر سے اُٹھا اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور زار زار رونے لگے۔ دوبارہ اُسے اُٹھا کر نہایت رحم سے اُسے ہوش میں لانے کے لئے بغل میں لیا۔ اور فرمایا اے فرزند! مولوی صاحب! تم نے خدا کی راہ میں اس قدر تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ اور تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے۔ تب فقیر اللہ رکھیا صاحب ہوش میں آئے اور آپ کو حق تعالیٰ نے باطنی نعمت اور سینے کا نور عنایت فرمایا۔ اور حضرت ممدوح قدس سرہٗ نے دوسرے روز آپ کو رخصت فرمایا۔ اور آپ داؤد پوترہ کے جنوبی ملک میں شدانی کے گرد و نواح میں دریا کے مشرقی کنارے ڈیرہ ان کے گھر میں رہنے سہنے لگے۔ یعنی اوچ متبرک والہ کے ساحل پر مقام کیا۔ سینکڑوں مرد و زن آپ کے مرید ہوئے۔ آپ نے ہر شخص کو صدری فیض اور نور عنایت فرمایا۔ اور انبیاء علیہم السلام کی سنت موکدہ کی پیروی کرتے ہوئے لنگر جاری کیا۔ حدیث من زار حیا ولم یطعم فانما زار میتا جس نے کسی زندہ کی زیارت کی اور کچھ نہ چکھا۔ گویا اس نے مردہ کی زیارت کی +

آپ ایک برتن سے آٹا۔ اور دوسرے سے گھی مہینوں خرچ کرتے۔ لیکن کم نہ ہوتا۔ گویا رسولی خزانہ ہو گیا +

آپ کے مرید بھی آپ کی طرح صاحب تجرید۔ تفرید۔ تارک۔ فارغ۔ عاشق باللہ ہوتے تھے۔ میں نے (مصنف رح) بھی آپ کے بعض مرید دیکھے ہیں۔ سبحان اللہ ان جان قربان کرنیوالے عاشقوں اور پاکبازوں کے احوال کا کیا کہنا +

خود حضرت فقیر صاحب موصوف ہمیشہ مجنوں کی طرح عشق الٰہی میں جان جلاتے آپ کی ہڈیاں اور چمڑا خشک ہو گیا تھا۔ سردی گرمی میں صرف ایک سیاہ کمبل میں رہتے تھے۔ وفات کے وقت آپ کا مزار میرے جد بزرگوار حضرت سلطان عظمت صاحب علیہ الرحمۃ کے روضہ مبارک میں بنایا گیا۔ اب تک بھی آپ کے مزار سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اور آپ کا لنگر مسکینوں اور مسافروں کے لئے بدستور جاری ہے +

آپ کے خلیفہ سب کے سب با اثر ہیں۔ ان خلفا کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔ میاں

گوڈر رحمۃ اللہ - میاں محرم بوکرہ - میاں سلیمان - میاں خان محمد اور میاں روڈا - قدس سرہم العزیز آپ کے اکثر خلیفے مجرد - تارک الدنیا - زاہد - عابد - اللہ تعالے کے مشتاق ہیں - اور صرف ایک کمبل پہنتے ہیں - آپ کے مرید سینکڑوں کی تعداد میں مال مویشی آپ کی نذر کرتے ہیں - والسلام +

فصل دوم

مولوی تاج محمود صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ کے ابتدائی حالات یہ ہیں - کہ آپ قوم کے مہر ہیں - اور آپ کے بزرگوں کا وطن میاں صاحب پٹ والے کے کھوٹہ کے قریب ہے - جو شکارپور کے گرد و نواح میں ہے - آپ کا مزار شریف بھی وہیں ہے - آپ پہلے کھوٹہ مذکور میں مولوی عبدالحکیم صاحب علیہ الرحمۃ سے علم حاصل کیا کرتے تھے - مولوی عبدالحکیم صاحب حضرت موسن شاہ گیلانی گھوٹکی والہ کے مرید ہیں +

بعد ازاں مولوی تاج محمود موصوف علم کی تلاش میں ملتان آئے - پھر آپ قاضی نور احمد صاحب بلکانی والہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - بلکانی والہ حضرت حامد محمود مخدوم سید محمد راجن صاحب علیہ الرحمۃ کے روضہ منورہ کے قریب دریائے سندھ کی کچھی میں - یہاں پر آپ کے سر میں درد شروع ہو گیا - بہتیرا علاج معالجہ کیا - لیکن بے سود - حالانکہ خود حضرت قاضی صاحب ممدوح ایک نہایت حاذق طبیب تھے - لیکن کوئی علاج کارگر نہ ہوا - حکیموں اور طبیبوں کے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا - اتفاقاً حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا ایک مرید سیر کرتے کرتے وہاں آ نکلا اس نے مولوی تاج محمود کو کہا کہ اے درویش! اگر فلاں مقام پر ہمارے پاس آؤ - تو انشاء اللہ ہم ضرور علاج کریں گے - جب مولوی صاحب حسب الحکم وہاں پہنچے - تو اس نے کہا - کہ مولوی صاحب! آپ کا یہ درد کسی بیماری یا مادہ کے سبب نہیں - کہ حکیموں کا علاج کارگر ہو - یہ ہمارے مرشد و آقا جناب سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کے جذبہ و کشش کے سبب ہے - طبیبوں کے علاج سے آپ کو ہرگز ہرگز فائدہ نہ ہوگا +

آپ بے فائدہ تکلیف نہ اُٹھائیں۔ آپ ہمارے حضرت صاحب کی خانقاہ مقدس کی زیارت کریں۔ انشاء اللہ مزار شریف کی زیارت کرتے ہی آپ کا درد سر جاتا رہے گا +

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ مولوی صاحب زیارت کرتے ہی شفایاب ہو گئے۔ اور اڑھائی سال سال تک معتکف رہے۔ اور فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ ایک مقبول خدا۔ اور ولی اللہ اور صاحب حضوری ہو گئے۔ یا اللہ! ہمیں بھی انہیں میں کا بنائیو +

چونکہ مجھے حصول مطلب کے شوق نے بے قرار کر رکھا تھا۔ اور میں اہل اللہ اور صاحب فیض فقیروں کی جستجو میں تھا۔ میں نے مولوی صاحب کے حالات اوروں کی زبانی بہت کچھ سُنے تھے۔ میں اپنے والد و مرشد بزرگوار کی زبانی ان کی تصدیق چاہتا تھا۔ کیونکہ مولوی صاحب کے حالات سُن کر آپ کی زیارت کا ازحد شوق ہو گیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر میرے والد بزرگوار ان حالات کی تصدیق کریں۔ اور واقعی وہی حالات بیان فرمائیں۔ تو مولوی صاحب ضرور صاحب اثر ہیں +

چنانچہ اس غرض کے لئے میں نے اپنے والد و مرشد بزرگوار سے مولوی صاحب موصوف کے حالات پوچھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند! مولوی تاج محمود کے حالات نہایت اعلےٰ پایہ کے تھے۔ جب مَیں نے زیادہ سلسلہ جنبانی کی تو یوں فرمایا۔ کہ ایک روز مجھے میرے والد بزرگوار یعنی تمہارے جد امجد نے فرمایا کہ بیٹا! تین فقیر اور اونٹ لے کر واسو آستانہ گاؤں میں جاؤ۔ وہاں سے باگڑ کی لمبی لکڑیاں مانگ کر لاؤ۔ کیونکہ فلاں کنوئیں میں پانی کم ہو گیا ہے اس میں کوٹھی بنائی جائے۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ جب باگڑ کی لکڑیاں دریافت کیں۔ تو معلوم ہوُا کہ فلاں کنوئیں میں بیکار پڑی ہیں انہیں کھینچکر نکال لو۔ جب ہم اس کنوئیں پر پہنچے۔ تو غوطہ لگا کر چاروں لکڑیوں کو چار رسوں سے باندھا۔ جب پانی کی سطح پر آئیں۔ تو ان رسّوں کو باہر کے درختوں سے باندھ دیا تاکہ ایک ایک کر کے نکال لی جائیں۔ اسی کام میں شام ہو گئی۔ چونکہ جلدی تھی۔ اس لئے میں نے مولوی تاج محمود کو کہا کہ جلدی آؤ اور اس چوتھی لکڑی کی رسّی کو اچھی طرح کھینچے رہو۔ مجھے خیال تھا کہ جب باقی کے تین رسے باندھ لئے جائیں گے۔ تو پھر اس چوتھے کو بھی باندھ لیا جائے گا۔ اور رات اپنے اپنے مکانوں میں بسر کر کے صبح ان لکڑیوں کو نکال کر اونٹوں پر لاد دیا جائیگا۔ اور اس طرح پھر دوسرے دن کنوئیں میں اترنا نہیں پڑے گا +

القصہ ہم فارغ ہوکر سوار ہوئے اور ساتھیوں کو ساتھ لیا۔ لیکن تاج محمود بدستور رسی تھامے رہا۔ اس کا ساتھ لینا بھی بھول گیا۔ جب ہم مکان پر پہنچے۔ اور ایک ایک ساتھی کو دیکھا تو تاج محمود کو نہ دیکھا۔ مَیں نے ہمراہیوں سے پوچھا کہ تاج محمود کہاں ہے۔ تم نے اُسے کہیں دیکھا ہے۔ ایک نے کہا کہ صاحب! اب مجھے یاد آیا ہے۔ وہ چوتھی رسی کو تھامے کھڑا ہے۔ مَیں نے اسی وقت گھوڑا لوٹایا۔ اور کنوئیں پر پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ تاج محمود دونوں ہاتھوں سے رسی کو اچھی طرح پکڑے ہوئے اور آنکھیں مراقبہ کے لئے بند کئے ہوئے اپنے خیال میں مست کھڑا ہے۔ مَیں نے گھوڑے سے اتر کر اس کے ہاتھ سے رسی لی۔ اور درخت سے باندھی۔ اور اُسے ساتھ لیا۔ میں نے پوچھا کہ تاج محمود! جب ہم چلے تھے۔ تو تم نے کیوں نہ کہدیا کہ یہ رسی کسی درخت سے باندھ کر مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ اس نے کہا صاحب! مجھے رسی تھام کر کھڑے رہنے کا حکم تھا۔ میں کیونکر کوئی بات منہ سے نکال عدول حکمی کر سکتا تھا۔ سبحان اللہ! مولوی صاحب کیا ہی صاحب وجد۔ صاحب استقامت اور سچے معتقد اور جان قربان کرنے والے تھے۔ مولوی صاحب کے فضائل اور مناقب بہت ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے میں مختصر طور پر لکھتا ہوں +

منقول ہے۔ کہ مولوی تاج محمود صاحب معاش کے لئے ریوڑ پالا کرتے تھے۔ تھوڑا سا دُودھ بیچکر روٹی کے واسطے غلہ خرید لیتے۔ اور باقی راہ خدا میں لوگوں کو پلا دیتے۔ اس ریوڑ کو عموماً بذات خود چراتے تھے۔ اور جب بھیڑیں چرا کر واپس آتے۔ تو ایندھن کا گٹھا سر پر اُٹھا کر لاتے +

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ بچے رستے میں کھڑے تھے۔ انہیں معلوم تھا۔ اور انہوں نے سُنا ہوا تھا۔ کہ اگر کوئی شخص مولوی صاحب کو یہ بات کہدے کہ تم اپنے مرشد کے نام پر یہ کام کرو۔ تو مولوی صاحب اسی وقت اس کام میں مشغول ہو جاتے ہیں +

پس بچوں نے کھیل کے طور پر مولوی صاحب کو کہا۔ کہ مولوی صاحب تاج محمود اپنے مرشد کے نام پر اس تالاب میں ایک غوطہ لگاؤ۔ مولوی صاحب نے وجد میں آکر ایندھن کا گٹھا سر سے پھینک تالاب میں غوطہ لگایا۔ جب ایک دفعہ غوطہ لگا چکے۔ تو پھر بچوں نے کہا کہ اپنے مرشد کے نام پر ایک دفعہ اور غوطہ لگاؤ۔ آپ نے پھر غوطہ لگایا +

بچوں نے کھیل سمجھ کر بار بار کہنا شروع کیا۔ اور آپ نے بھی غوطے لگانے شروع کئے۔ بچوں

کو یہ بڑا عجیب کھیل ہاتھ آیا۔ دیر تک ایسا کرتے رہے۔ خدا معلوم کتنی مرتبہ غوطہ لگائے۔ اتنے میں ایک شخص اِدھر آ نکلا کیا دیکھتا ہے۔ کہ بچے اس کھیل میں مشغول ہیں۔ اور مولوی صاحب غوطے لگا رہے ہیں۔ اس نے بچوں کو ڈانٹا کہ بچو! اس کام سے باز آؤ۔ اب مولوی صاحب کو تکلیف نہ دینا۔ کیونکہ تمہاری بے ادبی کی انتہا ہو چکی ہے۔ اس نے لڑکوں کو ہٹایا اور مولوی صاحب کے کپڑے نچوڑے اور ان کا گٹھا اور ریوڑ دونوں ان کے مکان پر پہنچا دئے۔ آپ کا یہ حال جہان میں بطور قصہ مشہور ہو گیا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را — ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تسلیم کے خنجر کے مقتول کو ہر گھڑی غیب سے اور ہی جان حاصل ہوتی ہے

احمدا! تا گم نگردی ہوش دار — کیں جرس را کاروانے دیگر است

اے احمدا! خبردار جب تک تو گم نہ ہو جائے منزلِ مقصود پر نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ اس جرس کا قافلہ اور ہی ہے ۔

چونکہ مولوی صاحب مدت تک اپنے مرشد مکمل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں زیادہ عرصہ معتکف رہے۔ اس لئے آپ کا بڑا بھائی میاں مبارک آپ کے پیچھے خانقاہ مقدس میں آیا۔ اس نے مولوی صاحب کو وطن واپس لے جانا چاہا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ میرا کام نہیں۔ بلکہ حضرت سلطان العارفین کی اجازت اور رخصت پر منحصر ہے۔ میاں مبارک موصوف نے پھر سلطان العارفین کے حضور میں عرض کیا۔ تو ارشاد ہوا کہ مبارک چلے جاؤ۔ تاج محمود موسم برسات گذرنے کے بعد ماہ اسوج کاتک میں یہاں سے رخصت ہوگا۔ پس مولوی تاج محمود نے موسم مذکورہ میں رخصت کا شرف حاصل کیا۔ وہ مع الخیر اپنے وطن پہنچے ۔

صحیح یہ ہے۔ کہ یہ خطاب بھی تاج محمود کو ہوا تھا۔ نہ کہ میاں مبارک کو۔ مولوی تاج محمود پھر دو تین مرتبہ حضور فیض گنجور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آخری مرتبہ جب بڑھاپے میں آکر زیارت کی۔ تو پھر خانقاہ میں آنا آپ کو معاف کیا گیا۔ حکم ہوا۔ کہ اب تم خلیفہ محمد صدیق کھنڈری والہ کے مکان پر جایا کرو۔ اور وہاں سے فیض حاصل کیا کرو۔ باقی جو کچھ تمہارے نصیب میں ہے۔ وہیں تمہاری مدد کی جائے گی۔ اور وہیں عنایت کیا جائے گا ۔

مولوی صاحب اپنے وطن پہنچکر اللہ تعالےٰ کی یاد میں مشغول ہوئے۔ عموماً عمر بھر آپ کا گذارہ ریوڑ پر رہا۔ بعد ازاں بڑی مسجد میں معتکف ہو گئے اور وہیں ایک گوشہ میں مراقبہ کئے

ہوئے سر سینے پر رکھ کر دم بخود رہے +

جب مولوی صاحب کو رخصت عنایت ہوئی۔ تو خانقاہ سے ارشاد ہوا۔ کہ اے تاج محمود! تجھے یہاں پھر آنا معاف کیا گیا ہے۔ اگر ہماری زیارت کا شوق غلبہ کرے۔ تو خلیفہ محمد صدیق محمد پور والہ کی زیارت کر لینا +

پس حضرت مولوی تاج محمود اس کے بعد محمد صدیق علیہ الرحمۃ کی زیارت کرتے رہے۔ اور وہیں سے فیض حاصل کرتے رہے۔ اور ان کو بھی اپنا ایک پیشوا قرار دیا۔ یہاں تک کہ مولوی صاحب کی اولاد اب تک خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کی زیارت کو لازم جانتے ہیں اور از حد اُن کے معتقد ہیں۔ اور نذر نیاز پیش کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کی خدمات بجا لاتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ تعالےٰ ہمیں اور انہیں سب کو قیامت تک ہدایت دے۔ صلے اللہ تعالیٰ علےٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ و اھل بیتہ الطاہرین +

منقول ہے۔ کہ مدت مدید کے بعد آخر عمر میں مولوی صاحب کو ان کے مرشد کمل حضرت سلطان العارفین کے حضور فیض گنجور سے تلقین اور ارشاد کی اجازت عطا ہوئی۔ اس وقت آپ بوڑھے تھے۔ جو شخص معرفت الٰہی کے حصول کی خاطر آتا۔ اسے ایک ہی توجہ سے مراد کو پہنچا دیتے +

ایک روز آپ نے اپنے خلیفہ رحیم دتہ کو فرمایا کہ فلاں گاؤں میں جاکر نوح نام بڑھئی کو فی الفور لاؤ۔ تاکہ میں اُسے تلقین کرو۔ خلیفہ مذکور نے اس گاؤں میں جاکر نوح بڑھئی کا پتہ پوچھا۔ تو وہاں کے لوگوں نے کہا۔ کہ اس سے تمہارا کیا کام ہے۔ خلیفہ نے کہا۔ میرے مرشد مولوی تاج محمود صاحب اُسے یاد فرماتے ہیں۔ جو لوگ وہاں بیٹھے تھے۔ سب نے متفق ہو کر کہا۔ کہ درویش صاحب! لوٹ جائیے اور اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کیجئے کہ آپ اس دیوار کو کیونکر درست کر سکتے ہیں۔ جس کی بنیاد کلر کھا گیا ہو۔ اور گرنے کے لئے تیار ہو۔ اس کے پاس نہ بھیجو۔ کیونکہ یہ شخص رات بھر لوگوں کو لڑواتا رہتا ہے۔ یہ سُنکر رحیم دتہ لوٹ آیا۔ اور اس نے سارا ماجرا مولوی صاحب کی خدمت عرض کیا۔ آپ نے فرمایا اس کو جلدی لاؤ۔ کیونکہ نعمت کے مالکوں نے اس کی دیوار زمین کے نیچے سے لے کر نہایت پختہ طور پر اوپر تک بنادی ہے۔ فقیر مذکور گوڈگہ مذکور میں جاکر نوح برھئی کو لے آیا۔ اس کے آتے

ہی ایک نگاہ سے بارگاہ الٰہی کا خاص بندہ اور صاحب حضوری بنادیا۔ پھر تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ پورے چھ مہینے اس مسجد میں ایک ہی استغراق میں مراقبہ کئے بیٹھا رہا۔ کہ اس کا سر سینے سے نہ اُٹھا ۔

جو شخص آپ کی خدمت میں آتا۔ اُسے ایک ہی نگاہ سے دریائے توحید میں مستغرق کر دیتے مجھے (سلطان حامد مصنفؒ) بھی ان کی زیارت کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کا شوق ہوا اس غرض کے لئے میں نے اپنے مرشد و والد بزرگوار سے اجازت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں بیٹا! اگر مولوی صاحب کے پاس جاؤ۔ تو وہ تمہیں ضرور مراقبہ کا علم ضرور سکھائیں گے میں دل میں خوش ہوا۔ اور تیار ہوگیا۔ کہ اتنے میں مولوی صاحب کی خدمت سے فقیروں کی ایک جماعت خانقاہ مقدس میں آئی۔ وہ لوگ فیض یاب ہو کر رخصت ہوئے۔ میرے بارے میں اِن کے ساتھ ذکر ہوا۔ ابھی میں اس بارے میں تیار تھا۔ کہ حضرت مولوی صاحب نے اپنے فرزند محمد ہاشم کو فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ خانقاہ کے حضور میں فیض حاصل کرنے کی خاطر بھیجا۔ جب ہاشم آئے۔ میں نے دیکھا کہ اِن کے بدن کی ہڈیوں پر چمڑا ابھی خشک ہو گیا تھا۔ حالانکہ ابھی شروع جوانی میں تھے۔ اور سبزے کا آغاز تھا۔ آپ ہر وقت سینے پر سر رکھے رہتے اور مراقبہ میں مستغرق رہتے۔ میں عصر کی نماز کے وقت خانقاہ مقدس کی حضوری جامع مسجد میں اِن سے ملا۔ وہ میرے پاؤں پر گر پڑے۔ اور نہایت جذبہ اور شوق سے زار زار رونے لگے جب میں نے خیریت پوچھی تو عشق الٰہی کے درد کی کثرت کے سبب ان کی آواز نہ نکلی۔ صرف نہایت ہی نرم آواز میں الحمد اللہ کہا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی رَو جاری تھی۔ بعد ازاں ایک دفعہ جب میں مسجد میں آیا۔ تو اس وقت محمد ہاشم حجرہ خلوت میں تھے۔ ان کے درویشوں سے حال پوچھا کہ کیا میں نے جو حضرت مولوی صاحب کی زیارت کا ارادہ کیا ہے۔ اس کی اطلاع مولوی صاحب کو کسی نے کی ہے۔ درویشوں نے کہا کہ یا حضرت! ہم سے پہلے جو درویش آئے اور زیارت کر کے پھر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچے انہوں نے آپ کا اشتیاق زیارت ظاہر کیا تھا۔ تو مولوی صاحب نے سنتے ہی زار زار رو دیا۔ اور نہایت شوق سے جذبہ میں آکر اپنے مرشد مکمل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سے عرض کیا۔ کہ صاحبزادہ صاحب کو اپنے حضور پُر نور سے ہی مشرف رکھیں۔ اور ان کی مراد کو وہیں پورا کریں۔ تاکہ انہیں یہاں آنے کی تکلیف نہ ہو ۔

اے دینی بھائیو! میں نے (فقیر سلطان حامد مصنف) اپنے حق میں امر الٰہی کو اس طرح پایا۔ حالانکہ بظاہر مجھے اپنے والد بزرگوار سے وہاں جانے کی اجازت حاصل ہو چکی تھی۔ امر الٰہی سے مجھے توفیق نہ ہوئی۔ بلکہ کچھ عرصے بعد وہ خیال ہی میرے دل سے جاتا رہا ؎

نصیبم چناں بود روز ازل
کہ داغے بدل مے برم در لحد

روز ازل ہی میں میرا یہ نصیبہ تھا کہ میں دلی داغ لے جاؤں ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

میرے دل میں ایسا درد ہے کہ اگر میں کہوں تو زبان جلتی ہے۔ اور اگر خاموش رہوں تو ڈر ہے کہ کہیں ہڈیوں کا مغز نہ جل جائے۔ والسلام۔ خیر الکلام علیٰ سیدنا الانام وعلیٰ کافتہ الاسلام۔

آٹھواں باب

حضرت سلطان العارفین کی بعض اولاد کے بیان میں۔ اور آنحضرت کے بھائی بہنوں کے اسمائ میں

واضح رہے کہ حضرت سلطان العارفین کے آٹھ فرزند نرینہ تھے۔ چنانچہ اِن کے اسماء گرامی تیسرے باب میں بیان ہو چکے ہیں۔ اِس باب میں اِن کی اولاد کا مفصل ذکر بطور شجرہ کیا جاتا ہے۔

فصل اوّل

حضرت شیخ سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض فضائل و احوال کے بیان میں

واضح رہے کہ حضرت شیخ سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے بڑے فرزند ہیں۔ بعض کی رائے ہے۔ کہ آنحضرت کے سب سے بڑے فرزند شیخ سلطان ولی محمدؒ ہیں۔ جو سجادہ نشین ہیں +

بہر حال حضرت شیخ سلطان ولی محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ ولیعہد اور سجادہ نشین ہیں۔ کیونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی وفات پر حضرت شیخ سلطان نور محمد روضہ منورہ کے قرب و جوار کو چھوڑ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر علاقہ گراگم۔ اور فتح خان میں چلے گئے۔ اور وہیں رہنا سہنا اختیار کیا۔ اور اپنے بھائی سلطان ولی محمدؒ کو سجادہ نشین بنایا۔ اور خود معہ عیال و اطفال ملک سندھ مذکور میں بود و باش اختیار کی۔ چنانچہ اپنے والد بزرگوار یعنی حضرت سلطان العارفین کی وفات کے بعد مذکورہ بالا علاقے میں مدت تک زندہ رہے۔ پورے بیس سال بعد اللہ تعالےٰ کے حکم سے نہایت شوق اور جذبہ سے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے آئے۔ اور پھر یہیں مقبرہ اولے میں دفن ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اور دریائے چناب کی طغیانی کے سبب دوسرے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کا روضہ اور مزار حضرت سلطان العارفین کے مزار کے کس طرف ہے +

آپ کے تینوں فرزند حافظ شیخ سلطان غلام محمد اور حافظ شیخ سلطان محمود اور حافظ شیخ سلطان احمد رحمہم اللہ اور آپ کی بیوی غلام عائشہ معہ تمام عیال و اولاد دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر علاقہ فتح خاں میں حضرت فاطمہ مستونی علیہا الرحمۃ کی خانقاہ کے قریب مدفون ہیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک کہ ۱۳۰۰ سنہ ہجری ہے۔ ان میں سے صرف ایک آدمی حضرت شیخ سلطان یار محمدؒ بن حضرت شیخ محمد حسین بن حضرت شیخ سلطان محمود بن حضرت شیخ سلطان

نور محمدؒ رحمہم اللہ ہمارے زمانے میں صحیح سلامت ملک سندھ مذکور سے اپنے جد امجد کی خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور حکم الٰہی سے دو تین روز بعد یہیں فوت ہو گیا۔ اور خانقاہ مقدس کے قرب وجوار میں دفن ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٭

بہرحال شیخ سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ ولیعہد اور سجادہ نشین ہیں۔ آپ حکم الٰہی سے جب سیر وسیاحت کرتے ہوئے (جیسا کہ اولیاء کا قاعدہ ہے) ڈیرہ غازی خاں کے گردونواح کے شہر مرٹہ میں پہنچے۔ تو وہیں وفات پائی۔ انشاء اللہ ان کے حالات علیحدہ فصل میں مفصل لکھے جائیں گے ٭

ایسا ہی حال پیر سید محمد راجن قدس سرہٗ کا ہوا کہ آپ سید السادات حضرت پیر مخدوم سید جلال مخدوم جہانیاں قدس سرہم کے پاک مزارات کے سجادہ نشین تھے۔ لیکن آپ کی وفات دریائے سندھ مذکور کے مشرقی کنارے پر لیہ کمال خاں کے گردونواح ہوئی۔ اور وہیں آپ کا مزار بنایا گیا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ اور کسی کو معلوم نہیں کہ کس سر زمین میں مرے گا۔ یہی حال انبیاء علیہم السلام اور جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی آل کے مزارات کا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالےٰ کا نہایت فضل کرم ہے۔ کہ اس وقت سے لےکر آج تک آپ کی اولاد سلسلہ بہ سلسلہ اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی ولیعہد اور سجادہ نشین ہوتی آتی ہے۔ خقطہ مولانا حضرت شیخ سلطان نور محمد پر بھی فضل الٰہی بدرجہ کمال تھا ٭

ایک یہ کہ پورے بیس سال بعد ۱۹۔ ماہ محرم کو سوموار کی رات جب تین پہر گزر چکے اپنے والد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار فیض آثار پر آئے۔ اور فیضیاب ہوئے۔ اور یہیں وفات پائی۔ اور یہیں حضرت قدس سرہٗ کے پہلوئے مبارک میں شرف تدفین حاصل کیا ٭

دوسرے یہ کہ ایک روز حضرت سلطان العارفین جا رہے تھے۔ اور حضرت سلطان نور محمد علیہ الرحمۃ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ آنحضرت نے کھڑے ہو کر آپ کو اپنے دست مبارک سے پکڑ کر اپنے آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔ آپ نے پاس ادب کے لئے بہتیرے عذر کئے۔ لیکن آنحضرت نے ایک بھی قبول نہ فرمایا۔ اور آپ کو آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ بیٹا! اوپر کی طرف دیکھو۔ بفضل خدا تمہارا نور عالم بالا سے گذر گیا ہے

فقط +

اس سے زیادہ آپ کی فضیلت کے بارے میں کیا لکھوں۔ آپ کی اولاد بھی بفضل خدا علم و عمل میں اہل فضل تھی۔ والسلام +

فصل دوم

حضرت سلطان ولی محمد قدس سرہٗ کے فضائل کے بیان میں علاوہ ازیں آپ کی اولاد کے نام بھی مفصل مندرج ہیں۔

ظاہر ہے کہ حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے والد ماجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے دینی علوم اور فن کتابت کی تحصیل کے لئے دہلی اور دیگر مقامات پر بھیجا۔ اور آپ فارغ التحصیل ہوکر آئے۔ خوشخطی میں زمانہ میں یکتا تھے۔ چنانچہ آپ کے ہاتھوں کے قطعے خاندان میں سلسلہ بہ سلسلہ چلے آتے ہیں۔ علم باطنی میں اکمل مکمل تھے۔ چونکہ کامل اولیاء اللہ کے حالات و مقامات کے بیان سے عاجز ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے میں بھی مختصر طور پر بیان کرتا ہوں +

حضرت ممدوح پر عموماً سُکر غالب تھا۔ آپ کا وظیفہ اور معتاد یہ تھا۔ کہ آپ ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کے رو برو بیٹھا کرتے۔ اور دن بھر آنحضرت کے جمال باکمال کا مشاہدہ کرتے۔ اور سُکر کے استغراق میں مستغرق رہتے۔ عشق کے کمال کی وجہ سے آپ آنحضرت کے جمال سے آنکھ بند نہ کر سکتے تھے +

ایک روز حضرت سلطان نور محمد قدس سرہٗ نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت آپ اپنے جسم منور کو چادر یا کرتے سے ڈھانپ رکھا کریں۔ کیونکہ ولی محمد ہر وقت آپ کے جسم منور کو دیکھتا رہتا ہے۔ بد نظری کا خوف ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ بیٹا! ہمارا اور ولی محمدؒ کا وہ معاملہ ہے۔ جس کی کسی کو اطلاع نہیں۔ تم اس بحث کو جانے دو۔ کیونکہ اُسے بہت بلند مقام حاصل ہے۔ فقط +

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے چار حرم تھے۔ جیساکہ تیسرے باب میں بیان ہو چکا ہے۔ حضرت سلطان ولی محمدؒ صاحب اس حرم کے بطن سے تھے جو ہم کفو تھا۔ جو حضرت ولی محمدؒ کے حالات نہایت اعلیٰ تھے۔ آپ سے ہر وقت کرامات اور خارق عادات ظہور میں آتے تھے آپ کی ایک ادنےٰ کرامت یہ ہے۔ کہ آپ رنگپور کھیڑا کے گرد و نواح میں سیدھی راہ سیر کو جا رہے تھے۔ اور زمیندار نیا کنواں کھود رہے تھے۔ آپ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم بے فائدہ یہاں کنواں کھودتے ہو۔ یہ درست نہیں ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضرت آپ ہی فرمائیں کہاں کھودا جائے۔ آپ نے ایک ٹیلے پر کھڑا ہو کر فرمایا۔ میرے پاؤں تلے ایک نہایت عمدہ کنواں دبا ہوا ہے۔ اسی کو آباد کرو۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ اور کنواں از سر نو آباد کر کے فائدہ اٹھایا +

حضرت ممدوح اکثر لنگر کی حالت میں سیر و سیاحت کرتے۔ ملتان کے گرد و نواح میں کھائی کھیپیاں کا ایک رئیس خاندان کا شریف صاحب حشمت و منصب اور اہل علم و عمل تھا۔ اس کے گھر میں ایک نوجوان معصومہ تھی۔ اپنے سراپردہ میں لنگر پکایا کرتی۔ ایک روز تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے زبان سے ذکر الٰہی میں مشغول تھی۔ اور روٹی توے پر ڈال رکھی تھی کہ اتنے میں ایک سیاہ کمبل پہنے فقیر مست الست ہاتھ میں لکڑی لئے آیا۔ اور دسترخوان میں سے اسی لکڑی سے ایک روٹی اٹھا غائب ہو گیا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ ڈر گئی اور اس کا ذکر اپنے باپ سے کیا۔ اس کا باپ روٹی پکاتے وقت پردہ کے پیچھے چھپ گیا۔ جب مقررہ وقت پر درویش نے اسی حالت میں آکر روٹی اٹھائی۔ تو اس کے باپ نے درویش کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کہ اے درویش! نامحرم اور بیگانہ مستورات اہل پردہ کے گھر میں آنا اور مالکوں کی اجازت بغیر کھانا اٹھا لے جانا اللہ والوں کا کام نہیں۔ حضرت شیخ سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ صاحب! ہم اپنے گھر میں آتے ہیں۔ وہ مرد شریف اس لطیف جواب سے سوچ میں پڑ گیا۔ اور پوچھا کیونکر۔ فرمایا کہ مراقبہ میں دیکھو۔ جب اس شریف مرد نے مراقبہ کیا۔ کہ اسے عالم قدس سے اطلاع پہنچی۔ کہ اے فلاں تیری یہ معصومہ نیک دامن روز ازل میں ہم اس مرد ولی اللہ مسمی سلطان ولی محمدؒ جو سلطان باہو قدس سرہٗ کا فرزند ہے نامزد کر چکے ہیں۔ یہ مرد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے گھر میں آتا ہے۔ اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دو۔ اس مرد شریف نے مراقبہ سے سر اٹھا کر زار زار رو کر آپ کے قدم پکڑ لئے۔ اور عرض

کیا کہ از راہِ شفقت مردانہ مکان تک تشریف لے چلیں۔ اور وہاں کچھ دیر ٹھیریں۔ تاکہ شرعی احکام اور عام رسومات بجا لائی جائیں۔ اور آپ کی امانت آپ کے حوالے کی جائے۔ اور دونوں جہان کی سرفرازی حاصل کی جائے۔ حضرت ممدوح نے ایسا ہی کیا۔ اس مرد شریف نے یہ عجیب معاملہ اپنے ہمرازوں اور قبیلہ کے بڑے بڑے آدمیوں کو بتایا۔ اور یہ بھید ان پر ظاہر کیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں شادی کا کام سرانجام کیا۔ دونوں حضرات کو مبارکباد دی اور نہایت عزت کے ساتھ جہیز۔ مال و اسباب اور اس مستورہ کو اسباب دیگر ہودہ میں عزت و عظمت کے ساتھ بٹھایا۔ اور دایہ اور خدمتگار خدمت کے لئے دیں۔ منزل بمنزل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس تک مقبرہ اولے کے مقام پر پہنچے۔ سجادہ نشینوں کا خاندان اور ہمارے جد امجد حضرت شیخ سلطان ولی محمدؒ علیہ الرحمۃ کی تمام اولاد اسی نیک دامن بی بی کے بطن سے ہیں۔

حضرت شیخ سلطان ولی محمد جو حضرت سلطان باہو کے سجادہ نشین ہیں اکثر الہام الٰہی سے بہ سبب غلبات شوق و عشق الٰہی سیاحت کے لئے بھی جایا کرتے تھے۔ آخری سفر میں ڈیرہ غازیخان کے قریب شہر مرٹہ میں حضرت غیاث الدین تیغ براں عادل غازی شہید کی خانقاہ کے قریب ذوق الٰہی کی مستی میں پہنچے۔ اور بڑی مسجد کے قریب ایک سیاہ کمبل اوڑھے ہوئے تین دن رات ایک بڑی لکڑی پر جام الست کے مست غلبہ سکر میں بیٹھے رہے اور لوگ زیارت کے لئے آپ کے گرد اکٹھے ہوتے۔ لیکن حضرت ممدوح عالم مستی سے عالم ہوش میں نہ آتے۔ آخر تیسرے روز حکم الٰہی سے ہوش میں آئے۔ اور زائرین میں سے ایک کا نام لے کر پکارا۔ کہ اے محمود قصاب آگے آؤ۔ جو ایک کالی گائے تمہارے پاس ہے اُسے ہمارے پاس لاؤ۔ اور ذبح کر کے خدا کی راہ میں تقسیم کرو۔ ہم اس مسجد کے حجرہ میں خلوت میں جاتے ہیں۔ تین دن بعد حجرہ میں آنا۔ اور ہماری تجہیز و تکفین وغیرہ کرنا۔ تم اور تمہاری اولاد ہمارے مرقد کی مجاور اور خادم ہوگی۔ اور ہمیں بڑی مسجد کے قریب کے قبرستان میں دفن کرنا۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

وہ نیک مرد اپنے ہمسایوں سے نیک تھا۔ مجاور بنا۔ بعد ازاں اس کی اولاد اب تک مزار منور کی مجاور اور خادم ہے۔ اور حضرت ممدوح اب تک حکم الٰہی سے اس مقبرہ منورہ میں آرام کئے ہوئے ہیں۔ سجادہ نشینوں میں سے کسی کو ان کے منتقل کرنے کی مجال نہیں ❊

فصل سوم

حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ کی بعض اولاد کے حالات میں

واضح رہے کہ ہمارے جد امجد حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہٗ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ جس کا نام معلوم نہیں۔ ایک کا نام شیخ محمد حسین اور دوسرے کا شیخ سلطان محمد تھا۔ شیخ سلطان محمد کے دو فرزند تھے۔ ایک شیخ محمد شریف اور دوسرے محمد ظریف۔ جو دونوں کے دونوں لاولد رہے۔ اور بیت اللہ شریف کی زیارت کو گئے۔ وہیں معتکف رہکر اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ ان کے والد حضرت شیخ سلطان محمد علیہ الرحمت کا مزار حضرت سلطان العارفین کے روزہ منورہ میں مغرب کی طرف حضرت شیخ سلطان نور محمد اور شیخ سلطان شیخ محمد کے قدموں کی طرف ہے۔ اور دوسرے حضرت شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین قدس سرہٗ جن کے مفصل حالات انشاء اللہ علیحدہ فصل میں بیان کئے جائیں گے۔ شیخ سلطان محمد حسین ممدوح کے تین فرزند تھے۔ ایک شیخ سلطان عظمت۔ دوسرے شیخ سلطان نور محمد۔ تیسرے شیخ سلطان محمد سجادہ نشین علیہم الرحمۃ و الغفران۔ شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین علیہ الرحمۃ کے حالات علیحدہ فصل میں کئے جائیں گے۔

حضرت شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین قدس سرہٗ کے بڑے فرزند شیخ سلطان عظمت ہیں۔ دوسرے شیخ سلطان نور محمد ہیں۔ اور تیسرے حضرت شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین ہیں۔ فقط

انشاء اللہ تعالےٰ اس باب کے اخیر پر حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کی اولاد کا ذکر بطرز نقشہ شجرہ انساب لکھائے گا۔

جب سلطنت دہلی میں زوال آیا۔ اور نادر شاہ کے آنے سے کھلبلی مچ گئی تو سنہ ۱۱۵۸ ہجری میں ملتان کا شہر اور قلعہ جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ کے قبضے میں آیا۔ تب ان مسکینوں کے بزرگواروں کو اپنے جد بزرگوار یعنی حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہو کی خانقاہ مجبوراً چھوڑنی پڑی۔ انھوں نے یہاں سے ہجرت کر کے کچھی ملک داؤد پوترہ میں بودوباش اختیار کی۔ کیونکہ داؤد پوترہ امیر اور خان شکارپور سندھ سے مغلوب الحال ہو کر ملک کچھی میں آئے اور پھر انھوں نے

تلوار کے زور سے جگہ بجگہ قلعے اور شہر لے لئے۔ اور یہیں بود و باش اختیار کی۔ جب یہ لوگ مُلک شکارپور میں تھے۔ تو اس وقت یہ لوگ چونکہ حضرت سلطان العارفین کے خلیفہ سید مومن شاہ گیلانی گھوٹکی والے کے مرید تھے۔ اس لئے جب ہم لوگ بھی ہجرت کر کے ملک کچھی میں پہنچے تو وہ حضرت شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین قدس سرہٗ کے تینوں فرزندوں کو جن کے اسمائے گرامی اوپر درج ہو چکے ہیں۔ نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ مختلف علاقوں میں لے گئے۔ چنانچہ حضرت شیخ سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کو پرچانی خاں احمد پور کالرا کے دار الخلافہ میں لے گئے۔ اور حضرت شیخ نور محمد علیہ الرحمۃ کو کوٹ سبزل میں لے گئے۔ اور ہمارے دادا بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین علیہ الرحمۃ کو کھرانی اور معروفانی خان یعنی محمد جام خاں ولد ملا علی خاں کھرانی اور وڈیرا نور محمد خاں معروفانی خیرپور ٹامیں میں جو اب بھی اسی نام سے مشہور ہے لے گئے +

آخر جب سلطنت دہلی پر احمد شاہ درانی کا قبضہ ہوا۔ اور ملتان پر درانی پٹھان یعنی نواب محمد شجاع خاں ولد غازی نواب حاجی محمد مظفر خاں سدوزئی علیہ الرحمۃ اور نواب ولی محمد خاں خوگانی المعروف خاکوانی رحمۃ اللہ علیہ کا قبضہ ہوا۔ تو ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد علیہ الرحمۃ نے جو سجادہ نشین تھے۔ پھر حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کی۔ اور اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ سلطان نور محمد کو شیخ موسیٰ نواب کی ہٹی مروہی کے قریب کے گاؤں کوٹ سبزل سے اپنے پاس لے آئے اور حضرت شیخ سلطان عظمت جو سب سے بڑے تھے۔ احمد پور ہی میں رہنے سہنے لگے۔ چونکہ سجادہ نشینی کا منصب ہمارے جد بزرگوار شیخ حافظ سلطان محمد علیہ الرحمۃ کو عطا ہوا۔ اس واسطے حضرت شیخ سلطان عظمت علیہ الرحمۃ نے احمد پور کو نہ چھوڑا۔ وہیں وفات پائی اور وہیں آپ کا عالی شان مقبرہ بنایا گیا۔ آپ کے فرزند شیخ حاجی شریف بھی اسی مُلک میں فوت ہوئے۔ اور ان کا مزار بھی اپنے والد بزرگوار حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کے روضہ میں بنایا گیا +

شیخ حاجی شریف کے بڑے بیٹے شیخ غلام مرتضےٰ اپنے بیٹے شیخ سلطان بخش سمیت مذکورہ بالا روضہ منورہ میں مدفون ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ اس مسکین سلطان حامد نے اس باب کے آخر میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کا شجرہ نسب معہ اسماء والدین شریفین اور آنحضرت کے بھائی بہنوں کے اسماء شریف اور آنحضرت کے والدین کے اسمائے گرامی یعنی حضرت شیخ سلطان بازید محمد اور حضرت بی بی راستی قدس سرہما حضرت شیخ سلطان جان محمد قدس سرہٗ

لاولد گئے۔ اور آپ کی بہن حضرت بی بی مہری قدس سرہا۔ کے اسمائے گرامی لکھے گئے۔ ان اسماء کو عبارت میں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کلام لمبا ہو جاتا ہے۔ اس واسطے جن کی ضرورت سمجھی ہے ان کا حال لکھ دیا ہے +

شیخ سلطان محمد حسین کے دوسرے فرزند شیخ نور محمد کے دو فرزند تھے۔ شیخ ولی محمد اور شیخ خیر محمد۔ شیخ ولی محمد موصوف کے دو فرزند ہیں۔ ایک شیخ نور محمد جو شادی سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ اور جن کا مزار میاں قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک نزدیک ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقے شہر چودواں میں کوہ مغربی کے دامن میں واقع ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کی پائنتی کی طرف محمد عمر خاں سیس زئی کی قبر ہے۔ جو ہمارے حضرات قدس سرہم کا معتقد اور محب تھا۔ شیخ ولی محمد موصوف کے دوسرے فرزند شیخ غلام میراں ہیں۔ جو اب تک زندہ ہیں۔ شیخ خیر محمد موصوف کے دو فرزند تھے۔ ایک شیخ شاہ نواز دوسرے شیخ امام۔ شیخ شاہ نواز کا ایک فرزند شیخ سردار بخش لاولد فوت ہوا۔ اس کا مزار ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے علاقہ شہر بھکر میں شمال کی طرف ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ آپ کی خانقاہ نہایت برکت والی ہے۔ شیخ امام بخش مذکور بھی لاولدی میں اس دنیا سے سفر کر گئے +

واضح رہے کہ ہمارے زمانے یعنی ۱۳۸۹ھ ہجری تک حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کی نسل سے پشت بہ پشت اور درجہ بدرجہ پانچ سجادہ نشین ہوئے جن میں سے ہر ایک کا مجمل حال تبرک کے طور پر اس مختصر کتاب میں لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ نیک لوگوں کا ذکر کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے +

سلطان العاشقین مرشد الطالبین ہمارے جد بزرگوار شیخ سلطان ولی محمد یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے جو پہلے سجادہ نشین تھے، کے حالات مجمل طور پر پہلے لکھے جا چکے ہیں +

فصل چہارم

دوسرے سجادہ نشین یعنی سلطان ولی محمدؒ کے فرزند رشید شیخ سلطان محمد حسین کے حالات ہیں

یہاں صرف وہ حالات لکھے جاتے ہیں جو بزرگوں کی زبانی سُنے ہیں۔ آپ ۱۱۶۱ھ ہجری میں سجادہ نشین ہوئے۔ اور اکتالیس سال سجادہ نشینی کی مسند پر مشرفت و مستقیم رہے۔ اور خلقت کو فیض پہنچاتے رہے۔ آپ کی مُہر پر یہ الفاظ کندہ تھے "ولی عہد سلطان یاہو محمد حسین"۔ آپ نہایت خوبصورت لطیف طبع۔ کامل۔ زاہد۔ سخی اور پرہیزگار۔ پالکی میں بیٹھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی نہایت قیمتی گھوڑی پر بھی سوار ہوتے۔

آپ کا لباس یہ تھا۔ گولہ دار نفیس پگڑی سر پر۔ فراخ جامہ بدن پر۔ کھلے پائچے کا پاجامہ اور پاؤں میں جوتی۔ قد بہت لمبا تھا۔ بہت نازک بدن تھے۔ سلطنت کی طرف سے پندرہ روپے نقد روزانہ خانقاہ کے لئے ملتا تھا۔ اور گاؤں کا مالیہ بھی خانقاہ ہی کو ملتا تھا۔ مرید اور زیارت کرنے والے جو تحفے تحائف اور نذریں لاتے وہ ان کے علاوہ تھیں۔ آپ اس قدر سخی تھے کہ جو کچھ آج ملتا اس میں سے کل کے لئے کچھ بھی نہ رکھتے۔ بعینہٖ فقر محمدی اور اخلاق محمدی کی متابعت کرتے۔ آپ اس قدر سخی تھے۔ کہ سائل کبھی خالی نہ جاتا۔ بلکہ سوال کے موافق عنایت کرتے۔ آپ کی سواری کی گھوڑی ایک ہزار روپیہ کی ہوا کرتی تھی۔ جو تکیہ میں بندھی رہتی۔ اگر کوئی سائل دلیری کر کے گھوڑی مانگتا۔ تو آپ فی الفور اُسے عنایت کرتے۔ اور قحط کے دنوں میں جب خلق خدا کو روٹی کا ٹکڑا میسر نہ ہوتا۔ آپ لنگر فیض اثر سے ہزاروں بھوکوں کو آدھ سیر فی کس اناج دیتے +

ایک رات کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنے مکان فیض آشیان سے نکل نماز تہجد کے وضو کے لئے کنوئیں پر جا رہے تھے۔ آپ نے رات کی روشنی میں دیکھا کہ شارع عام پر کسانوں کے مزدور آپ کے اناج کے انبار کو لوٹ کر سر پر گٹھڑیاں رکھے آگے پیچھے قطار باندھے آرہے ہیں۔ چونکہ

اس رستے سے بھاگ کر اور کہیں کو نہ جا سکتے تھے۔ کیونکہ کنوئیں سے لے کر گاؤں تک دونوں طرف دیوار تھی۔ آپ نے یہ دیکھ کر فی الفور سر پر سے پگڑی اتار چادر اوڑھ لی اور ایک دیوار کے ساتھ قضائے حاجت کے بہانے سے بیٹھ گئے۔ تاکہ وہ آدمی آپ کو کوئی عورت خیال کریں۔ اور بے دھڑک چلے جائیں۔ اور آپ کو پہچان نہ سکیں۔ اور شرمندہ نہ ہوں۔ یہ سب کچھ اخلاق کی کمالیت کے سبب ہے۔ کیونکہ جب مرد کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ تو صفات الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ہمچو صوفی در لباس صوف باش
با صفت ہائے خدا موصوف باش

صوفی کی طرح صوف کے لباس میں رہ۔ اور اللہ تعالےٰ کی صفات سے موصوف ہو۔ یہ عین صفت الٰہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

کرم بین و لطف خداوندگار
گنہ بندہ کردست او شرمسار

اللہ تعالےٰ کا لطف و کرم دیکھ۔ کہ گناہ بندہ کرتا ہے۔ اور شرمندہ خدا ہوتا ہے +

آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ اب صرف ایک اور بیان کر کے مختصر کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب نادر شاہ ایرانی نے ہندوستان میں ہل چل مچائی۔ اور تباہی کرنے لگا۔ اور دہلی کے تمام صوبوں میں بدنظمی پھیل گئی۔ اس وقت ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور ڈیرہ غازی خاں میں بالکل امن چین تھا۔ کیونکہ وہ خراسان کے ماتحت تھے۔ ان دنوں ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ نے کمال خاں کے لیہ کی حد میں جو صوبہ ڈیرہ جات کے متعلق تھا۔ نوشہراں سیداں میں مصلحت وقت کے مطابق بود و باش اختیار کی۔ اور قضائے الٰہی سے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ "کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کیا ہو گا۔ اور کسی کو معلوم نہیں کہ کس سرزمین میں مرے گا" کے مطابق وہیں آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر دفن کرنے لگے اور لحد پر اینٹیں رکھی گئیں۔ تو سید پہلوان شاہ معشوق اللہ پوترہ نے جو نوشہرے کے بڑے سیدوں میں سے تھے۔ اور آپ کے خاص مرید تھے۔ معماروں کو کہا۔ کہ برائے خدا لحد کی اینٹیں اٹھاؤ۔ تاکہ ایک دفعہ اور اپنے حضرت صاحب کی زیارت کر لوں۔ جب اینٹیں اٹھائیں۔ تو کیا دیکھتے

ہیں۔ کہ آپ اُٹھ کر اپنے ہاتھوں سے اپنے کفن کے بند کھول رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر معمار ڈر سے اُور جلدی سے باہر نکل آئے۔ اور سید پہلوان جو عاشق مرد تھے۔ آنحضرت کے روئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور وہیں بے ہوش ہو گئے۔ حاضرین نے سید پہلوان شاہ کو قبر میں سے اٹھا کر باہر نکالا۔ معماروں نے دوسری مرتبہ بغور دیکھا۔ حضرت ممدوح قدس سرہٗ پھر دراز ہو رہے معشوق اللہ پوترہ کے مزارات میں مدفون ہوئے۔ اس وقت سید پہلوان شاہ کی یہ حالت ہوئی۔ کہ مدت تک آپ مست رہے۔ عرصہ دراز کے بعد صحو میں آئے۔ اور مدت تک زندہ رہے۔ جب سال کے بعد آنحضرت کی وفات کا وہ دن آتا۔ اور وہ زیارت کا وقت یاد آتا۔ تو آپ بے ہوش ہو جاتے اس روز سے آپ کی طبیعت میں مستی آ گئی تھی۔ مجھے (مصنفؒ) اچھی طرح یاد ہے۔ کہ میں نے اپنے والد و مرشد حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ کے ساتھ ملک سندھ و بلوچستان میں سیر کے لئے گیا ان دنوں وہاں کے حاکم میر کرم علی اور میر مراد علی تھے۔ جن کا ذکر اپنے مرشد کے حالات کی فصل میں لکھا جائے گا۔ اس وقت میں نے سید پہلوان شاہ کے فرزند سید سلطان شاہ کو جو ہمارے حضرت صاحب کے مرید تھے۔ دیکھا جن کا کارخانہ بظاہر امیرانہ تھا۔ یعنی حیدرآباد کے حاکموں کے پیر و مرشد تھے۔ وہ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح مست رہتے تھے۔ اور مستجاب الدعوات تھے +

جب ملک پنجاب میں درانیوں کا عمل درامد ہوا۔ اور صوبہ ملتان میں امن چین ہو گیا تو میرے جدِ بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد سجادہ نشین علیہ الرحمۃ نے اپنے والد ماجد یعنی حضرت شیخ سلطان محمد حسین علیہ الرحمۃ کو اس شہرہ مذکور کے قبرستان سے لاکر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مقبرہ میں دفن کیا۔ چنانچہ دروازہ سے گذر کر سب سے پہلا مزار انہیں شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ کا ہے +

فصل پنجم

عمدۃ العارفین۔ قدوۃ الکاملین فنا فی ذات الاحد ہمارے جدّ بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کے مناقب میں

آپ تیسرے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کو سجادگی سنہ ۱۲۰۰ھ ہجری میں ملی۔ اور پورے بائیس سال سجادگی کی مسند پر خلق اللہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمد ممدوح قدس سرہٗ اس حرم سے تھے۔ جو حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ کی جدمیں سے تھیں۔ آپ کے دو بڑے بھائی یعنی حضرت شیخ سلطان عظمت اور حضرت شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ جو دوسری ماں سے تھے۔ ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد قدس سرہٗ یعنی اپنے چھوٹے بھائی سے دشمنی کیا کرتے تھے۔

بے حسد نبود برادر گرچہ پیمبر زادہ است
یوسف از بے مہرئ اخوان بچاہ افتادہ بود

بھائی خواہ پیغمبر زادہ ہی کیوں نہ ہو حسد سے خالی نہیں ہوتا۔ دیکھو یوسفؑ بھائیوں کی بےمہری سے کنوئیں میں پڑے تھے +

ایک روز بڑے بھائیوں کے حسد و کینہ کے بارے میں اپنے والد صاحب کو اطلاع دی۔ تو انہوں نے بچشم خود یہ حالت دیکھ کر اور اس بات کی تصدیق کر کے شیخ سلطان محمد قدس سرہٗ کو ڈیرہ غازی خاں میں تقریباً ایک سو کوس کے فاصلہ پر پرورش۔ حفاظت اور تعلیم کے لئے اپنی ایک محبہ کے پاس بھیجدیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے بھروسے پر اپنے آپ سے جدا کیا۔ چنانچہ آپ کئی سال تک وہاں رہے۔ مدت بعد آپ کے والد بزرگوار کو بیٹے کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ تو بذات خود منزل بمنزل اس سے تھوڑے فاصلے پر جا پہنچے۔ تب آپ نے آنے کی اطلاع دی۔ شیخ سلطان حافظ محمد قدس سرہٗ کے استاد نے آپ کو فرمایا۔ کہ بیٹا آؤ اور اپنا سبق مجھے سناؤ۔ کیونکہ آپ کے والد کل تمہارا سبق سننے آئیں گے۔ سبق صاف کر لو۔ جب آپ استاد کو سبق سنانے لگے تو ایک لفظ

بھی درست نہ پڑھا گیا۔ اُستاد نے سخت ناراض ہو کر جھڑکا اور مار پیٹ کی اور کہا۔ او لڑکے! تو نے اپنا بھی منہ کالا کیا۔ اور میرا بھی۔ جا چلا جا۔ ہٹ جا۔ اور کوزہ دریا سے بھر لا۔ آپ اس درجہ غبی تھے۔ کہ کئی سال میں کلام اللہ شریف کے چند ایک رکوع بھی ضبط نہ کر سکے۔ آپ اُستاد کا کوزہ لے کر شکستہ دل بسست۔ روتے دھوتے دریا کی طرف چلے۔ چونکہ بچپن میں ماں مر چکی تھی۔ باپ اور وطن سے جدا ہو آئے تھے۔ اس لئے نہایت ہی غمگین تھے۔ نہ دریا سے پانی بھر سکتے نہ اُستاد کے خوف سے خالی کوزہ واپس لے جا سکتے۔ اس لئے خالی کوزہ ہاتھ میں لیکر دریا کے کنارے کنارے رو رہے تھے۔ کہ اچانک آپ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک نیک مرد نورانی صورت لہریں مارتے ہوئے دریا پر کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں۔ آپ متعجب ہو کر اس مردِ خدا اور اس کے معجزے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ خدا کا پیارا نماز سے فارغ ہو کر قدم قدم پانی پر سے خشکی پر آیا۔ اور اس نے شیخ سلطان محمد کے سر پر دست شفقت سے پیار دے کر نہایت لطف وکرم سے تسلی کی اور پوچھا۔ بیٹا! کیوں روتے ہو۔ عرض کیا۔ مجھے سبق نہیں آتا اور اُستاد مارتا ہے۔ فرمایا۔ جہاں تمہارا سبق ہے۔ وہاں سے میرے سامنے پڑھو۔ تاکہ میں تمہارا سبق درست کر دوں۔ اس سے آپ کو کچھ افاقہ ہوا اور استقامت ہوئی۔ اور آپ نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ تو صرف ایک لفظ پر اٹکے۔ جہاں اس مرد خدا نے لقمہ دیا۔ آپ کا سبق پہلے سیپارے میں تھا۔ جب آپ پانچویں سیپارے تک پڑھ چکے۔ تو اس استاد کامل اور ہادیٔ مکمل نے آپ کو دعا دی کہ جاؤ تم نیکوکار اور نیک بخت ہو گے۔ میں پھر بھی تم سے ملاقات کروں گا۔ یہ فرما کر اپنے دست مبارک سے کوزہ پُر کر کے آپ کو دیا۔ جب آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (کیونکہ وہ مرد خدا خود رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے) کی توجہ سے فیض حاصل کر کے رخصت ہوئے تو نہایت خوشی خوشی انوار الٰہی سے سینہ پُر مکان پر آئے اور وہ کوزہ ظاہری اُستاد کی خدمت میں پیش کیا۔ اُستاد چونکہ غصے میں بھرا ہوا تھا۔ پھر جھڑک کر کہنے لگا۔ او منہ کالے! تجھے کچھ آتا بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے عرض کیا کچھ آتا ہے۔ کہا پڑھ۔ آپ نے باطنی استاد کی توجہ کے جذبات سے قرآن شریف شروع سے لے کر اخیر تک کھڑے کھڑے سُنا دیا +

جب آپ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ آپ کا استاد بے ہوش ہو کر زمین پر گرا۔ چونکہ آپ کو اس اُستاد باطنی سے کامل تاثیر ہو چکی تھی۔ پھر آپ اس کی تلاش میں دریا کے کنارے جا نکلے اور اسی مقام پر پہنچے۔ جہاں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض باطنی حاصل کیا تھا۔

چنانچہ سال بھر جنگلوں اور دریا کے کنارے پر پھرتے رہے ۔ آبادی میں نہ آئے ۔ لیکن وہ اُستاد باطنی پھر نہ ملا ۔

بعد ازاں آپ اپنے والد بزرگوار کی ملاقات اور اپنے جدامجد حضرت سلطان العارفین کے مقبرہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے ۔ جہاں آپ رات کے وقت قیام کرتے ۔ خلق خدا مسخر ہو جاتی اور مرید بن جاتی ۔ آپ ساری رات کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآن شریف پڑھتے اور خلق خدا کو تاثیر ہو جاتی ۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ۔

ایک رات بسر کرنے کے لئے خاص ڈیرہ غازیخاں میں بلوچوں کی سرائے میں جو پہلے جد بزرگوار کے مرید تھے آئے ۔ اور حسب عادت تمام رات قرآن شریف بلند آواز پڑھتے رہے ۔ سرائے مذکور بلوچوں کے حاکم کے گھر کے پاس تھی ۔ چونکہ آپ رات بھر قرآن شریف پڑھتے رہے ۔ اس لئے وہ ساری رات سو نہ سکا ۔ رات بھر بے قرار رہا ۔ صبح حاکم نے اس بلوچ کو جو آپ کا مرید اور میزبان تھا ۔ بلوا کر پوچھا ۔ او فلانے ! یہ بلبانہ (دلانہ) کہاں سے لایا ہے ۔ اس نے تو رات بھر مجھے سونے نہیں دیا ۔ جا اُسے ہمارے پاس لا ۔ اس نے کہا صاحب ! کوئی عامی تو ہلوے سترخانہ میں آ نہیں سکتا ۔ یہ ہمارے مرشد زادے ہیں ۔ پھر اس حاکم نے کہا کہ اُسے ہمارے پاس لاؤ ۔ اس بلوچ نے اپنے آنے سے پہلے ایک آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا ۔ کہ حضرت صاحب کو فوراً رخصت کردو ۔ کیونکہ حاکم زبردست ہے اور سختی سے پیش آتا ہے ۔ وہ اس وقت ناراض ہے ۔ بہتر ہے حضرت صاحب منہ چھپا نکل جائیں ۔ ابھی بلوچ رستے میں تھا ۔ کہ حضرت صاحب اس بھیجے ہوئے آدمی کے ساتھ خود ہی وہاں تشریف لے آئے ۔ یہ دیکھ کر مرید حواس باختہ ہو گیا ۔ اور عرض کرنے لگا ۔ کہ حضرت ! یہ آپ نے کیا کیا ۔ کیونکہ حاکم زبردست اور ظالم ہے ۔ اور اس وقت سخت غصے میں بیٹھا ہے ۔ بہتر یہ ہے کہ اب بھی نکل جانے کا وقت ہے ۔ آپ تشریف لے جائیں ۔ جو کچھ ہوگا ۔ ہم اپنے سر لے لیں گے ۔ آپ نے فرمایا اندیشہ نہ کر جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا ۔ ظہور میں آجائے گا ۔

جب آپ حاکم کے پاس پہنچے تو اس نے بنگاہ غضب دیکھ کر آپ کا نام نشان اور وطن دریافت کیا ۔ اور کہا اے شخص ! تو رات بھر کیا کرتا رہا ۔ تو نے تو محلہ والوں کو بھی آرام نہیں لینے دیا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں کلام الٰہی پڑھ رہا تھا ۔ تم چونکہ غافل اور حریص ہو ۔ اس لئے تمہیں اس کے سننے سے خوشی نہیں ہوئی بلکہ شیطان تمہارے دلوں میں نفرت اور دشمنی کرتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کا کلام سنکر اور آپ کا چہرہ منور دیکھ کر حاکم کا دل نرم

ہو گیا۔ اور خاموش رہ گیا +

اسی اثنا میں اس حاکم کی ایک گھوڑی آئی جو مطیع نہ ہوتی تھی۔ حاکم نے کہا۔ گھوڑی منہ زور ہے۔ صاف نہیں چلتی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ سوار کو واقفیت نہیں۔ حاکم نے کہا۔ آپ سوار ہو سکتے ہیں فرمایا۔ ہاں۔ کہا۔ اچھا سوار ہو جاؤ۔ میں دیکھوں۔ آپ نے سوار ہو کر اسی مقام پر اس گھوڑی کو ایسا مطیع کیا۔ کہ حاکم خوش ہو گیا۔ پھر اپنے نوکر کو حکم دیا۔ کہ طویلے میں جو فلاں گھوڑی ہے۔ فوراً تیار کر کے لاؤ۔ سائیس فی الفور لے آئے۔ حاکم نے آنحضرت کو کہا۔ آپ اس پر سواری کریں۔ حالانکہ اس پر کوئی بھی سوار نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ کوئی اس پہ سوار ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ بہت منہ زور اور بدلگام تھی۔ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس گھوڑی پر سوار ہوئے۔ اور باطنی تصرف سے اُسے بھی مطیع کر لیا۔ جسے دیکھ حاضرین دنگ رہ گئے۔ پھر آپ گھوڑی سے اتر مجلس میں آ بیٹھے۔ حاکم نے آپ سے پوچھا۔ کہ ان دونوں گھوڑیوں میں سے کونسی اچھی ہے۔ آپ نے ایک کی طرف اشارہ کیا۔ حاکم نے کہا۔ اسے یہیں رہنے دیا جائے۔ اور دوسری طویلہ میں بھیجدی۔ پھر اپنے خدمت گاروں کو اشارہ کیا۔ اور وہ قیمتی پوشاک کے دو بقچے اور ایک جوڑی سونے کے کنگن لے آئے۔ حاکم نے آپ کا معتقد ہو کر وہ لباس اور کنگن آپ کے پیش کئے جو نہایت عاجزی اور الحاج کے بعد آپ نے منظور فرمائے۔ آپ اسی وقت شمال کی طرف روانہ ہوئے مذکورہ بالا مریدوں نے معتبر خدمت گذار آپ کے ساتھ روانہ کئے۔ تاکہ آپ کو خانقاہ مقدس تک پہنچا دیں۔ کیونکہ اس سے پہلے آپ اکیلے تن تنہا سیاحت فرما رہے تھے +

جہاں آپ تشریف لے جاتے۔ اور رات گذارتے۔ وہیں کے لوگ آپ کے معتقد اور مرید ہو جاتے۔ اور چوپائے اور نقدی وغیرہ مختلف اقسام کی نذریں پیش کرتے۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے منزل بمنزل آپ بہت سامال و اسباب لے کر اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس سے فیضیاب ہوئے۔ جو مال اسباب آپ لائے تھے۔ سب اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے آپ کے دونوں بڑے بھائیوں حضرت شیخ سلطان عظمت اور شیخ نور محمد کو دیا۔ چونکہ آپ کی والدہ محترمہ رحلت فرما چکی تھیں۔ اس لئے آپ مردانہ مکان میں رہا کرتے تھے۔ اور فقیروں اور درویشوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ پس حضرت شیخ سلطان حافظ محمد نے اپنے والد ماجد کی خدمات اپنے لئے جائز اور مقرر کر لیں۔ چنانچہ وضو کرانا۔ نہلانا۔ سر مونڈنا۔

سنوارنا۔ پوشاک پہنانا۔ ہانڈی۔ روٹی۔ بستر بچھانا۔ اور پاؤں دبانا خود اپنے دست مبارک سے کرتے اور زندگی بھر آپ یہ خدمات بجالاتے رہے +

آپ عاشق باللہ۔ آزاد تھے۔ آپ کی طبیعت درویشانہ تھی۔ بے دین جاہل اور حریص لوگوں سے کتراتے تھے۔ اِن سے ہرگز ہرگز ملاقات اور رغبت نہ کرتے تھے +

ایک روز آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو فرمایا۔ کہ مولوی حافظ سلطان حامد کبھی جو اکثر ہمارے پاس آتے ہیں اور صاحب فضل و ہنر ہیں۔ اور کتابت میں اس درجہ لائق ہیں کہ اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف ایک سو روپے کو بکتا ہے۔ تم بھی اِن سے فن کتابت سیکھو آپ کتابت کی مشق کا اسباب لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے +

ایک دفعہ آپ لکھنے میں مشغول تھے۔ اور سر جھکائے دیر ہوگئی۔ تو افاقہ لینے کے لئے سر اوپر کر کے کمر اور سینہ کو سیدھا کیا۔ اس حالت میں آپ کے سر مبارک کے بال کندھوں پر گرے۔ یہ دیکھ کر اُستاد نے فرمایا۔ حضرت باصاحبزادگی اور گھنگر یالے بال کندھوں پر لٹکانا۔ اور جوانی کی مستی کام نہیں آئیں گے۔ ہنر حاصل کرنا چاہیئے۔ تب آپ نے اپنے اُستاد کی طرف نگاہ کی جس سے مولوی صاحب پر یہ تاثیر ہوئی۔ کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور مست ہوگئے۔ آپ نے فوراً حجام کو بلا کر اسی وقت اپنے گیسو منڈا ڈالے۔ اور بعد ازاں عمر بھر سر منڈواتے ہی رہے۔ آپ کے اُستاد صاحب جب ہوش میں آئے۔ تو ان کی یہ حالت ہوگئی۔ کہ کتابت کا تمام سامان توڑ کر کنوئیں اور دریا میں پھینک دیا۔ اور صاحب کشف اور اسرار الٰہی ہوئے۔ آپ نے بھی پھر کبھی کتابت کا قلم ہاتھ میں نہ لیا +

آپ کا لباس ایک تہ بند۔ ایک چادر اور ایک قادری ٹوپی یعنی طاقیہ لاطیہ تھا۔ جو سر کی کھوپڑی سے چسپاں ہوتی ہے۔ اور جس کا ذکر صوفیائے کرام کی کتابوں میں مفصل مندرج ہے۔ جو بڑے بڑے مشائخ خرقہ کے ساتھ اپنے مریدوں کو دیا کرتے تھے اور اپنے خلیفوں کو بخشا کرتے تھے۔ اس کی تشریح قطب الاقطاب حضرت شیخ حاجی فریدالدین شکر گنج قدس سرہٗ کی کتاب فوائد السالکین کی بارھویں فصل میں مندرج ہے وہاں سے دیکھنی چاہیئے +

اِن دونوں چادروں میں سے ایک کو کیکر کی چھال سے رنگا کرتے۔ جمعہ کی نماز اور دونوں عیدوں کی نمازوں کے وقت دس گز کھدر سفید کی پگڑی زیب سر فرمایا کرتے +

ایک روز گھر والوں نے آپ سے عرض کیا۔ صاحب! کل آپ کے رشتہ دار آپ کی

مُلاقات اور خصوصاً خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آرہے ہیں۔ آج دونوں چادریں پہننی چاہیئیں آپ خاموش ہو رہے اور اپنے ڈیرے پر آکر خدمتگار کو فرمایا۔ کہ ہمارے گھر سے جتنے کپڑے ہمارے پہننے کے ہیں سب لے آ۔ جب وہ لایا تو آپ نے وہیں رنگریز اور دیگچہ منگا تمام کپڑوں کیکر کے چھال سے رنگوایا۔ حتیٰ کہ لاطیہ ٹوپی بھی رنگوالی۔ اور رشتہ داران موصوف کی ملاقات سے پہلے پہلے تمام رنگدار کپڑے پہن کر بیٹھ گئے۔ جب تک وہ رنگے ہوئے کپڑے بوسیدہ نہ ہو گئے۔ آپ نے کوئی اور سفید کپڑا نہ پہنا۔ جب وہ پھٹ گئے۔ تو پھر بدستور ایک سفید چادر اور ایک رنگدار پہننی شروع کی +

آپ کا اخلاق یہ تھا۔ کہ مسکینوں۔ فقیروں۔ درویشوں۔ عاجزوں اور عالموں پر از حد شفقت وعنایت اور لطف کرم فرمایا کرتے آپ دنیادار بے دین۔ فاجر کافر اور حریص سے متنفر تھے گھوڑے رکھتے۔ مہمان نوازی کرتے تھے۔ کھیتی باڑی کے شائق تھے۔ مہمان نواز پرلے درجے کے تھے۔ لیکن جو نیک نہ ہوتا۔ اُسے اپنے ڈیرے میں گھسنے نہ دیتے +

آپ نے آبادی سے باہر الگ ایک تکیہ مقرر کر رکھا تھا۔ جہاں مہمانوں کی تمام ضروریات مہیا رکھی جاتی تھیں۔ نیک۔ عالم اور شریف آدمیوں کو اپنے خاص ڈیرے پر ٹھہراتے۔ چونکہ گھوڑوں سے خاص اُنس تھا۔ اس لئے سینکڑوں روپوں کی مالیت کے گھوڑے گھوڑیاں آپکے اصطبل میں موجود تھے۔ جہاں عمدہ گھوڑے گھوڑی کی خبر پاتے۔ جس طرح ہو سکتا اسے خرید لیتے۔ سوداگر لوگ خراسان اور پنجاب سے آپ کی خدمت میں گھوڑے لاتے۔ تو معتبر آدمیوں کو پہلے ہی رستے پر بھیجدیتے۔ اور ملک کے امیروں سے پہلے ہی سوداگروں کی خدمت کرتے اعلیٰ سے اچھے اچھے گھوڑے خرید لیتے +

جس گھوڑے کی قیمت آپ کے اندازہ سے زیادہ خیال کرکے نہ بھیجتے۔ آپ رخصت کے وقت واجبی قیمت سے زیادہ اس طرح ادا فرماتے کہ تم ہم سے اقرار کرو۔ کہ جو قیمت ہم نے بتائی ہے۔ اگر اس سے زیادہ ملے تو بیچدینا۔ اگر اسی قیمت پر بکے تو واپس لاکر ہمیں دینا۔ مختصر یہ کہ سوداگر جہاں کہیں اسے لے جاتے۔ لوگ آپ کی تجویز کردہ قیمت سے زیادہ نہ دیتے اس لئے سوداگر پھر اس گھوڑے یا گھوڑی کو آپ کی خدمت میں لے آتے +

مطلب یہ کہ ہمعصر امیر سوداگروں سے پہلے پوچھتے کہ تم کس راہ سے آئے ہو؟ اگر سوداگر کہتے کہ ہم فلاں مکان سے فلاں صاحب سے ملاقات کرکے آئے ہیں۔ تو اکثر امیر آپ کا اسم مبارک

سُن کر یہ کہتے کہ حضرت جیو نے تمام اچھے گھوڑے خرید لئے ہونگے۔ اِس لئے وہ گھوڑوں کو دیکھتے ہی نہ تھے۔ کیونکہ آپ نے باقی گھوڑوں کی زیادہ سے زیادہ قیمت فرما دی ہوگی۔ اب یہ کسی کے لینے کے قابل نہیں ⁂

آپ کے اصطبل میں زین ساز اور شہسوار موجود رہتے تھے۔ آپ خود اتنی سواری نہ کیا کرتے۔ جب گھوڑے سواری کے لائق ہوتے تو انہیں آپ اپنے فرزند یعنی میرے (مصنفؒ) والد بزرگوار شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ کو حکم دیتے۔ لیکن انہیں بھی سواری کا چنداں شوق نہ تھا ⁂

آپ کا مزاج اس قدر درویشانہ اور آزاد تھا کہ خیر پور ٹامیوالی والا ملک داؤد پوترہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اسے عاشورہ کے دنوں میں اپنے جدامجد حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰے عنہٗ اور حضرت سلطان العارفین کا روز وصال اگرچہ جمادی الثانی ۱۱۰۲ہجری کی پہلی تاریخ جمعہ کی رات تین پہر گزرے ہے۔ لیکن اپنے وطن کے بزرگوں سے سُنا ہے کہ حضرت سلطان العارفین کی روحانیت کا یہ ارشاد ہے کہ عاشورہ کے دن تمام فقیر اور مرید اکھٹے ہوا کریں۔ اور حضرت امامین شہیدین علیہما السلام اور شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم کی نیاز پکائی جائے اور ختم دلایا جائے۔ اس وقت حضرت سلطان العارفین کی روحانی توجہات سے فقیروں اور طالبوں پر زیادہ فیضان ہوتا ہے۔ اس کا تھوڑا سا ذکر جو میرے تجربہ میں آیا ہے۔ انشاء اللہ آٹھویں باب میں اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے حالات میں لکھوں گا ⁂

مطلب یہ کہ ہمارے جد بزرگوار حضرت شیخ حافظ سلطان محمدؒ قدس سرہٗ خیر پور مذکور سے پا پیادہ تن تنہا زیارت کے لئے روانہ ہوا کرتے تھے۔ اور جب خیر پور کے گرد و نواح سے درویش اور مرید زیارت سے مشرف ہوتے۔ آپ کا احوال پوچھتے کہ کس طرح تم پہنچے؟ تم نے زیارت کی؟ اور خانقاہ مقدس کے مجاوروں اور معتکفوں کا کیا حال تھا؟ اسی روز اسی تاریخ کو آپ زیارت سے مشرف ہوئے۔ حالانکہ خیر پور اور خانقاہ مقدس کا فاصلہ جنگل اور بیابان کی راہ ستر اسی کوس ہے اور آبادی کے رستے کچھ کم نوّے کوس ہے ⁂

آپ کی طبیعت اس درجہ درویشانہ اور حلیم تھی۔ کہ کبھی کبھی ہم مسکینوں کی جدہ محترمہ کے مزاج احوال کی مستی آجاتی۔ اور آپ کھانا کھانے گھر جاتے۔ اس وقت جدہ محترمہ خشک روٹی آپ کے

سامنے رکھ دیتیں اور سالن دینا یاد نہ رہتا۔ آپ روکھی پھیکی ہی کھا لیتے۔ نہ ان کو اور نہ خدمتگاروں کو پوچھتے کہ سالن کہاں ہے؟ کبھی جدہ امجدہ سالن رکھتیں تو روٹی نہ رکھتیں۔ اس وقت آپ صرف سالن ہی کھا کر چلے جاتے۔ اور کسی کو کچھ نہ کہتے۔

آپ نیک لوگوں، درویشوں اور مستحقوں کے حق میں حلیم تھے۔ نہ کہ بدکار اور متکبر آدمیوں کے حق میں۔ بلکہ ان کے بارے میں پرلے درجے کے بے پرواہ تھے۔ بعینہٖ آپ کا وصف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا وصف تھا۔ جن کی بابت اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں۔ اور آپ ہر وقت عشق الٰہی میں اس طرح رہتے کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے بھاری بادل کی طرح آنسوؤں کا تار بندھا رہتا تھا۔ اگر کوئی شخص آپ کے روبرو اسم ذات (اللہ) زبان سے کہتا یا انبیاء اور اولیاء کا ذکر اذکار ہوتا۔ تو آپ کے جسم مبارک میں جذبہ اور لرزہ پیدا ہوتا۔ اور پھر آنکھوں سے زار قطار آنسو جاری ہو جاتے۔

ایک روز ایک شخص امیر نامی قوم کا سیال دراج قرب وجوار کا باشندہ آپ کی مجلس میں حاضر تھا۔ کہ آپ کے بدن پر مذکورہ بالا سبب سے لرزہ پڑا۔ اس شخص نے خیال کیا۔ کہ آپ کا بدن جو کانپا ہے محض ریاکاری اور مکر کے سبب سے ہے۔ جب وہ شخص اپنے گھر گیا۔ تو ٹھیک اس وقت جبکہ اس کے دل میں خیال آیا تھا۔ اس کا بدن کانپنے لگا۔ اور پھر عمر بھر اس کا بدن کانپتا رہا۔ اس بداعتقادی کے سبب کانپنے کا مرض ہو گیا۔ اس بات کا راوی بھی وہ شخص خود ہی ہے اس حالت سے اسے شفا نہ ہوئی۔ فقط

آپ دن رات میں صرف چند آدمیوں میں سے ہمکلام ہوتے۔ بلکہ مقررہ وقتوں میں لوگوں کی عرضیوں اور سوالات کے جواب دیتے۔ آپ کے اصطبل میں مردانہ مکان کے ایک کونے میں ایک حجرہ تھا۔ اس حجرے کے پچھلی طرف سراپردہ کی دیوار میں ایک کھڑکی تھی۔ جس کا تالا ہر وقت لگا رہتا تھا۔ اس حجرے کا بڑا دروازہ اصطبل کی طرف تھا۔ آپ کی چارپائی۔ مصلےٰ اور کوزہ اسی حجرے میں رہتا۔ خاص خاص فقیر اور نیک ہمسائے عشاء کی نماز کے بعد وہاں حجرہ شریف میں آپ کی مجلس سے مشرف ہوتے۔ کھدر کا ایک دوہرا اور صوف کا ایک کمبل تخت پوش کی پائنتی کی طرف تہ شدہ پڑے رہتے۔ آپ کی عشاء کی نماز کے بعد نہ ملتے۔ اکیلے جنگل میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ چنانچہ مولانا سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ درویش کے لئے لازم ہے۔ کہ

رات کو اکیلا رہ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہووے۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات سے اُنس اور رفاقت کر کے اور ہر رات کو قبر کی رات سمجھے۔ کیونکہ قبر میں بھی اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی انیس اور رفیق نہ ہو گا۔ جب دن چڑھے اور لوگ جاگیں۔ تو اسے قیامت کا دن سمجھے کہ قبروں سے اُٹھے ہیں۔ اور ہر دن کو اپنے لئے قیامت کا دن سمجھے اور اپنے بُرے اعمال کے محاسبہ میں گوارے ۞

روایت ہے کہ ایک روز امیر المومنین خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کیا۔ تو ہاتھ میں کوڑا لیکر اپنے جسم مبارک پر بے تحاشہ غضب میں آکر مارنے لگے۔ حتیٰ کہ جسم کو زخمی کر لیا۔ آپ اس حالت سے باز نہیں آتے تھے آپ کے فرزند امیر المومنین حضرت علی مرتضےٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہٗ اور ذی النورین رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں گھبرائے ہوئے آئے۔ اور حال عرض کیا۔ کہ تین دن رات سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نے حالت محاسبہ میں آکر اپنے جسم مبارک کو زخمی کر لیا ہے۔ اور اس حالت کو نہیں چھوڑتے۔ دونوں صاحبوں نے حضرت خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر انہیں اسی حالت میں دیکھا۔ تو ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تسلّی دی اور وعظ و نصیحت کی۔ کہ خلیفہ صاحب! اپنے آپ کو چھوڑ دو۔ یہ کام نہ کرو۔ آپ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت پر قائم رہیں۔ کیونکہ ایک گھڑی کا انصاف ہزار سالہ عبادت سے افضل ہے۔ یہ سُن کر آپ اس حالت سے باز آگئے ۞

یہ بھی روایت ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک روز اپنا محاسبہ کیا۔ تو اپنی زبان دونوں ہاتھوں سے کھینچکر باہر نکالی۔ جب اسی حالت میں بہت دیر تک رہے۔ تو آپ کے فرزندوں نے باقی تین اصحاب رضی اللہ عنہم کی خدمت میں آکر حال عرض کیا۔ تینوں نے آکر تسلّی دی۔ اور اطمینان دلایا اور آپ کے ہاتھوں سے زبان کو چھڑایا۔ جو زخمی اور سوجی ہوئی تھی۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ یارو مجھے چھوڑ دو۔ مجھے تکلیف نہ دو۔ کیونکہ مجھے اس زبان کے ذریعہ ایسا نقصان پہنچا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ مجھے زبان نے حشر کے حساب میں ڈالا ہے جس کا مَیں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ جاؤ مجھے کچھ نہ کہو۔ یاروں نے وعظ و نصیحت سے اطمینان دلایا اور زبان مبارک آپ کے ہاتھ سے چھڑائی ۞

امام محمد غزالی قدس سرہٗ کی تصانیف میں ہے۔ کہ حضرت عبداللہ ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہمیشہ حجرۂ خلوت میں اکیلے یادِ الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور دروازہ ہمیشہ بند رکھا

کرتے تھے۔ اور کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیتے تھے۔ ایک روز کسی ضرورت کے لئے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے۔ چونکہ کئی سال آپ خلوت میں رہے۔ جب دیکھا کہ شہر کے باہر ایک نیا عمدہ محل تیار ہے۔ پوچھا کہ یہ کس کا ہے؟ اسی ایک لفظ کے کہنے سے آپ کو تنبیہ ہوئی۔ وہاں سے لوٹ آئے۔ اور پھر اسی طرح حجرے میں آ گئے۔ اس ایک کلام فضول کے محاسبہ میں نفس کو سال بھر گرم پانی پلا کر تکلیف دیتے رہے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ ابھی تیرے دماغ میں سے ہوس نہیں نکلی۔ تجھے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

اسی بارے میں عالم ربانی مظہر انوار جلالی و جمالی حضرت امام محمد غزالیؒ قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ ایک روز سراج الامۃ امام الملّۃ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے پہاڑ میں چلے گئے۔ اور پہاڑ سے بھاری بھاری پتھر اپنی عمر کے دنوں کی تعداد کے برابر اُٹھا اُٹھا کر ایک جگہ جمع کئے۔ حتیٰ کہ وہ ایک ٹیلہ سا بن گیا۔ پھر فرمایا۔ کہ دیکھ اے نفس! اگر تو نے دن میں ایک گناہ بھی کیا ہو۔ تو دیکھ گناہوں کا کتنا بوجھ تجھ پر ہو گیا ہے ۔

اور ظاہر ہے کہ جناب اخ الرسول زوج البتول والد البشر و الشبیر الحسن و الحسین امیر المومنین علی المرتضیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر وقت ایک کنکر اپنے منہ میں رکھتے۔ تاکہ فضول کلام کرنے سے بچے رہیں۔ ضرورت کے وقت وہ پتھر نکال کر ہاتھ میں لے لیتے۔ نہایت ضروری اور مختصر کلام کے بعد پھر وہ کنکر منہ میں رکھ لیتے ۔

یا اللہ! ہمیں بخش۔ اور ائمۂ دین کے صدقے ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ آمین!

مطلب یہ کہ ہمارے جد بزرگوار ممدوح رات کے وقت جنگل میں اکیلے یاد الٰہی کیا کرتے۔ اور صبح خانقاہ مقدس کی بڑی جامع مسجد حضوری میں آتے۔ اور نماز با جماعت ادا کرتے اشراق سے فارغ ہو کر خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ پھر خانقاہ کے باہر روضہ منورہ کی دیوار سے تکیہ لگا کر فیض رسانی کے سجادہ پر بیٹھتے۔ جلال حق کی ہیبت کے سبب جو آپ کی پیشانی میں تھا۔ درویش اور فقیر اپنے حجروں میں چلے جاتے۔ اور آپ ایک ایک کو اپنے حضور میں بُلوا کر اُن پر نوازش فرماتے۔ اور ان کی ضروریات پر غور فرماتے ۔

مسکینوں اور فقیروں پر اس قدر رحم کرتے کہ دُعا کا دست مبارک۔ ہر ایک کے سر پر پھیرتے۔ اور نہایت رحم سے زار زار رو کر فرماتے کہ ان مسکینوں نے ہم سے کیا کھایا! اور یہ کہ ہم نے ان کی کونسی خدمت کی؟ یہ کس طرح گذارہ کرتے ہیں؟ پھر جو نئے زیارت

کرنے والے آتے اسی جگہ مشرف ہوتے اور اپنی اپنی ضروریں اور حاجتیں عرض کرتے۔ اور آپ سنتے۔ بعد ازاں سیر کے لئے کھیتی باڑی دیکھنے جاتے۔ پھر اصطبل میں آکر گھوڑوں کو دیکھتے۔ ان سے فارغ ہوکر حجرہ شریف میں کھانا کھاتے۔ اس وقت اس کا بڑا دروازہ بند کیا جاتا۔ اور کھڑکی کھول کر بال بچے اور مستورات حاضر ہوکر زیارت سے مشرف ہوتیں۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد آپ تھوڑی دیر سو جاتے۔ بیدار ہوکر اسی جگہ وضو کرکے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں لیکر زبان سے اسم اللہ کا ذکر کرتے۔ اور دل میں عشق خدا کا نور ہوتا۔ پھر خانقاہ مقدس کی جامع حضوری میں جاکر نماز با جماعت ادا کرکے دیر تک عبادت میں مشغول رہتے۔ پھر ڈیرے اور اصطبل میں تشریف لے جاتے۔ باقی نمازیں ڈیرے کے پاس کی مسجد میں ادا کرتے۔ اور کھیتی باڑی کا تدارک اس قدر تھا۔ کہ چالیس جوڑی کا بیل سے کاشت کی جاتی تھی۔ کھیتی باڑی کے علاوہ باقی گیہوں جو لنگر میں خرچ ہوتے وہ تقریباً پانسو اونٹ کے بوجھ کے برابر تھا +

ایک روز میں نے آپ کے محب محمد نام سیال مرجانہ سے آنحضرت کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا۔ آنحضرت کی عادت تھی کہ اپنی کھیتی باڑی کا جو غلہ آتا وہ کھلیان کے وقت سارے کا سارا ہندو ساہوکاروں کو دے دیتے۔ اور جس قدر لنگر کے خرچ کے لئے ضروری ہوتا۔ انہیں ساہوکاروں سے لیا کرتے۔ میں (محمد سیال) موت تک یہ حال دیکھتا رہا۔ اور دل میں کڑھتا رہا۔ لیکن چونکہ آنحضرت کا رعب تھا۔ اس لئے میں پوچھ نہیں سکتا تھا آخر جب وہ خیال بہت غالب آیا۔ تو میں نے ایک روز آنحضرت سے پوچھا۔ کہ یا حضرت اس کا کیا سبب ہے۔ کہ آپ سارا غلہ ہندوؤں کو دے دیتے ہیں؟ اگر یہی غلہ لنگر شریف میں محفوظ رکھا جائے تو فائدہ ہو۔ کیونکہ ہندو لوگ اپنے دینے میں ضرور نقصان پہنچاتے ہیں۔ چونکہ اس وقت مجلس میں عام لوگ موجود تھے۔ اس لئے مجھے جواب سے سرفراز نہ فرمایا۔ اور خاموش ہو رہے۔ چونکہ یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی تھی۔ اس لئے ایک خاص وقت میں پھر یہی عرض کیا۔ تو فرمایا۔ محمد! ہم نے جو بیل خریدے ہیں یا محبوں نے دیئے ہیں۔ ان کی بابت ٹھیک معلوم نہیں۔ کہ وہ حلال ہیں یا مشتبہ اس لئے میں کل آمدنی ہندوؤں کو دے دیتا ہوں۔ اور پھر ان سے بطور قرضہ لیتا ہوں۔ اس مسئلہ شرعی سے یہ جائز اور درست ہو جاتا ہے +

حکایت

ایک روز مَیں نے اپنے والد و مرشد بزرگوار یعنی حضرت شیخ سلطان غلام باہو قدس سرہٗ کی زبانی جبکہ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان حافظ محمد قدس سرہٗ کے حالات بیان فرما رہے تھے، سُنا۔ کہ ایک شخص کیمیا کا مہوس حسین شاہ نامی نے بہت عرصہ کیمیا کے حاصل کرنے میں بسر کیا۔ لیکن بے بہرہ ناکام رہا۔ آخر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا شہرہ سُن کر خانقاہ مقدس میں آیا۔ اور مدت تک بیٹھا رہا۔ ایک روز آنحضرت کی روحانیت سے اسے ارشاد ہوُا۔ کہ جاؤ۔ شہر فلاں فلاں دوائی خرید لو۔ اور اس ترکیب سے انہیں تیار کر لو۔ رانگ چاندی ہو جائے گی۔ پس حسین شاہ خوشخبری پاکر رخصت ہوا۔ اور شہر جھنگ سیال میں پہنچا۔ اور آنحضرت کے حکم کے مطابق رانگ کو چاندی بنا لیا۔ چونکہ اس نے بہت سی عمر ناکامی کیمیا کی ہوس اور مفلسی میں گذاری تھی۔ اس لئے اس نے کئی کئی خیال کر رکھے تھے۔ کہ جب کیمیا میرے ہاتھ آئیگی تو میں یہ یہ دلی خواہشات پوری کروں گا۔ اسے جب چاندی بنانا آگیا۔ تو پھر کیا تھا؟ بس رات کو رنڈیوں کا ناچ دیکھنا اور اور عیاشی کے کام کرنا شروع کر دیئے۔ اسی رات حضرت قدس سرہٗ نے اس کے چہرے پر طمانچہ مار کر فرمایا۔ کہ تجھے یہ حلال فن اسی لئے دیا گیا تھا۔ کہ توُ بد افعال میں اسے استعمال کرے۔ اس حالت میں اس سے نعمت سلب کی گئی اور اس کا منہ کالا کیا گیا +

صبح جب اُٹھا۔ تو تمام چیزوں کو خرچ کرکے سر اور ڈاڑھی منڈوا ڈالی اور مُنہ پر سیاہی مَل کر گدھے پر اُلٹا سوار ہو شہر میں کوچہ بکوچہ منادی کروائی۔ اور لڑکوں کا ایک گروہ اپنے پیچھے لیا۔ خوب زور سے ڈھول بجوا کر یہ منادی کروائی۔ کہ جو شخص اپنے مرشد کی نافرمانی کرتا ہے اس کی سزا ایسی ہوتی۔ جب منادی والا آواز دے چکتا۔ تو لڑکے خوب زور سے نعرہ لگاتے۔ صبح سے شام تک شہر میں گدھے کو پھرایا +

رات کے وقت افسردہ و پژمردہ اسی بد حالی میں سو گیا۔ تو حضرت سلطان العارفین کی روحانیت نے از راہِ لطف و کرم پھر اسے زیارت نصیب کی۔ اور اس کے منہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ حسین شاہ! غم نہ کر آئندہ تمہارے گناہوں کا نگہبان حقیقی ہے۔ ہم بھی تیری نگہداشت کریں گے۔ اُٹھ خوش ہو جا۔ اور سونا چاندی دونوں اس طرح بنا کر راہِ خدا میں صرف کیا کر +

جب صبح ہوئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے سونا چاندی بنانے کا علم عطا فرمایا۔ چنانچہ اس علم کے عالم بھی ہوئے اور عامل بھی +

آپ سونا چاندی بنا کر خانقاہ مقدسہ کے مسکینوں۔ فقیروں اور مستحقوں کو دیا کرتے۔ آپ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ کے مقبول بن گئے۔ مدت تک آپ خانقاہ کے معتکف رہے اور نیکیوں میں مشغول رہے +

ایک روز میں نے جد بزرگوار شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت! آپ اگرچہ بے پرواہ ہیں۔ لنگر میں کئی قسم کے اخراجات ہیں۔ آپ اپنے صاحبزادے حضرت غلام باہو صاحب کو اجازت دیں۔ تاکہ وہ سونا چاندی بنانے کا علم و عمل جو حضور پُرنور کا عطیہ ہے۔ مجھ سے سیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیرو صبر کرو! ہم خود تمہیں کہیں گے۔ اس کے بعد پورے ایک سال تک حسین شاہ اسی انتظار میں رہا۔ ایک روز آنحضرت اپنے فرزند غلام باہو کو ساتھ لے خانقاہ مقدسہ کی حویلی میں کھڑے ہوئے۔ مجھے فرمایا۔ کہ خانقاہ سے حسین شاہ کو بلا لاؤ۔ جب میں بلا لایا۔ تو اسے بھی ساتھ لیا۔ اور توت والے کنوئیں پر پہنچے۔ اس وقت زوال کا وقت تھا۔ اور جوار کے پکنے کا موسم تھا۔ جوار کے سایہ میں آپ بیٹھ گئے۔ اور مجھے فرمایا کہ غلام باہو! جوار کا ایک پودا مع جڑ شاخ پتوں اور پھل کے لے آ۔ جب میں لے آیا۔ تو فرمایا۔ اس کے خوشے الگ کرو۔ تنہ الگ پتے الگ۔ اور جڑ الگ کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ تو پھر حسین شاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ اے حسین شاہ! اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ کیمیا عنایت فرمائی ہے۔ دیکھ ایک دانے سے کس قدر دانے اور اور چیزیں پیدا کی ہیں۔ میرے اکلوتے بیٹے غلام باہو کو تم احکام کے معرض خوف اور مستحقوں اور بینواؤں کے حقوق کے ضامن بنانا چاہتے ہو۔ ہمیں یہی کیمیا کافی ہے۔ جو حق تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو یہی سکھائی ہے۔

کیمیا خواہی زراعت کن چہ خوش گفت آنکہ گفت

اگر تو کیمیا چاہتا ہے تو کھیتی باڑی کر کیونکہ جس نے کہا ہے بہت اچھا کہا ہے۔ کہ

زرع راثلثاں زراست وثلث دیگر ہم زر است

زرع کے دو ثلث (زر) بھی سونا ہیں اور تیسرا ثلث (رع بمعنی سونا بھی سونا ہے

خبردار! آئندہ میرے بیٹے کو اس کام کی ترغیب یا تکلیف نہ دینا۔ تمہیں یہاں سے جاگیر

اجازت ہے۔ جاؤ خوش رہو۔ حسین شاہ اسی وقت رخصت ہو کر چلا گیا +

آپ کے طویلے میں تمام گھوڑے گھوڑیاں نہایت قیمتی تھیں۔ ایک بھی گھوڑا کم قیمت نہ تھا۔ کوئی ٹٹو اصطبل میں نہ تھا۔ دوست کہا کرتے تھے۔ کہ حضرت! طویلے میں ایک دو ٹٹو ہونے ضروری ہیں۔ تاکہ خدمتگاران پر سواری کر کے خدمات بجا لا سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے درویش ہمارا اسباب قیمتی گھوڑوں پر لاد کر ہمارے ساتھ ہوں۔ تو ہماری عزت میں سے کچھ کم نہیں ہو جاتا۔ علاوہ ازیں جتنا کم قیمت گھوڑے کھاتے ہیں۔ اتنا ہی زیادہ قیمت کے +

آپ کے فضائل اور مناقب بہت ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے مختصر لکھتا ہوں :-

آپ حاکموں اور دولتمندوں کے پاس خود نہیں جایا کرتے تھے۔ البتہ جب ضرورت ہوتی تو درویشوں کو بھیج دیتے۔ مسلمان حاکموں کے وقت میں ملتان کے حاکم جب عرض کر بھیجتے۔ کہ ہم آپ کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوں؟ تو آپ کہلا بھیجتے۔ کہ اگر ہم ایسا کریں۔ تو حاجتمند لوگ ہمیں بیٹھنے بھی نہیں دیں گے۔ میرا فرزند غلام باہو ابھی بچہ ہے۔ جب یہ بڑا ہوگا۔ اور سواری کے لائق ہوگا تو اسے تمہاری ملاقات کے لئے بھیجدیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی ملاقات خود میری ملاقات ہے۔ اور جھنگ سیال کے صوبہ داروں کو بھی یہی جواب دیا +

اگر کوئی حاکم یا دولت مند خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آتا۔ تو اُسے ڈیرے میں آکر خاص ملاقات کا حکم نہ ہوتا۔ لیکن ہاں اس صورت میں جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے اشراق کے بعد خانقاہ مقدس میں ان معروضات کے مقام پر آتا +

ملتان کا صوبیدار نواب ولی محمد خاں خوکانی یعنی خاکوانی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آیا۔ لنگر شریف کے خرچ کے لئے نذر پیش کرنے کے بعد فیض اثر لنگر کا قرض ادا کر کے اور سال بھر کے گزارے کا خرچ دیکر چلا گیا۔ جب دوسرے سال اپنے رسوخ سے پھر زیارت شریف کے لئے آیا۔ اور حالات پوچھے۔ اور لنگر فیض اثر کا قرض پوچھا۔ لنگر والے درویشوں اور خدمتگاروں سے دریافت کیا۔ کہ پھر ابھی قرضہ کیوں باقی ہے۔ کہا۔ کوئی فضول خرچی تو نہیں ہوتی۔ صرف لنگر شریف کے ضروری اخراجات زیادہ ہو گئے ہیں۔ نواب موصوف نے پھر قرض ادا کیا۔ اور سال بھر کا تخمینہ کر کے خرچ دیا۔ جب تیسرے سال پھر زیارت سے مشرف ہوا۔ تو پھر قرضہ بھی ادا کیا۔

اور خرچ کے لیئے بھی روپیہ دیا۔ حضرت قدس سرہ نے نواب کو فرمایا۔ کہ آئندہ تم ایسے معاملے میں روپیہ خرچ کرنا۔ کیونکہ ہمارا گزارا اسی طرح رہے گا۔ پھر اس کی کوئی چیز قبول نہ کی ؛

میرے مرشد ووالد بزرگوار قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ اے فرزند! میں ابھی بچہ تھا۔ کہ تمہارے جد بزرگوار یعنی حضرت شیخ سلطان محمدؒ قدس سرہٗ خانقاہ مقدس والے کوئیں کو جو پرانا ہو گیا تھا۔ نئے سرے نو کھدوا رہے تھے۔ میں (غلام باہو) کنوئیں میں سے نکلی ہوئی ریت پر کھیل رہا تھا۔ آپ نے تقریباً چالیس آدمی کا نجن (وہ لکڑی جس میں کنوئیں کے ڈھول کا تیر ہوتا ہے) اُٹھانے کے لئے اکٹھے کئے۔ انہوں نے بہتیرا زور مارا۔ لیکن اسے نہ اٹھا سکے۔ آپ نے فرمایا جوانو! بیٹھ جاؤ۔ پھر بذات خود اٹھ کر بائیں ہاتھ سے تہ بند درست کیا۔ اور پکڑا۔ اور دایاں ہاتھ اس لکڑی کے سر تلے رکھ کر سبحان اللہ کہہ کر اُسے اُٹھایا۔ اور مینار کے سر پر رکھ دیا۔ پھر دوسری طرف آکر بدستور سبحان اللہ کہکر دوسرا سرا مینار پر رکھ دیا۔ اور لوگوں کو رخصت کیا ؛

نیز میرے مرشد والد بزرگوار نے فرمایا۔ کہ بیٹا ایک روز میں ایک جوان ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ گھوڑا نو آموز تھا۔ حضرت قدس سرہٗ پیادہ جنگل میں تشریف لے گئے۔ اور مجھے گھوڑے کی رفتار سکھانے لگے۔ اچانک وہ گھوڑا کودا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں چونکہ گھوڑے کی رفتار کے خیال میں تھا۔ اور گھوڑا دفعتہً کودا۔ اس لئے میں گر پڑا۔ اور چوٹ کے آنے سے بیہوش ہو گیا۔ آپ نے پہلے مجھے اُٹھا۔ اور اپنے آغوش مبارک میں لیکر پیار سے دبایا۔ آپ کے یمن و برکت سے مجھے ہوش آگیا۔ اور مجھے بٹھایا۔ گھوڑا چونکہ دوڑا جا رہا تھا۔ آپ نے ایک ہاتھ سے تہ بند پکڑا اور اس کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ فی الفور فاصلہ طے کر کے ایک ہاتھ سے گھوڑے کو پکڑ لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس کے مُنہ پر ایسا مُکا مارا کہ اُس کے مُنہ سے خون بہ نکلا۔ اور ایسا معقول ہو گیا۔ کہ سر جُھکائے آپکے ہاتھ میں آرہا تھا۔ آپ نے پھر مجھے اس پر سوار کیا۔ وہ گھوڑا ان دنوں نو سو روپیہ کی خرید تھا ؛

ایک روز آپ کو معلوم ہوا کہ حرم سرائے والے لونڈیوں پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔ آپ نے عشا کی نماز کے بعد چند پختہ کار درویشوں کو حکم دیا۔ کہ جتنی لونڈیاں ہیں۔ اتنے گھوڑے زین ڈالکر اصطبل سے لے آؤ۔ تو پردہ کے پیچھے سے ایک ایک لونڈی کو بلا کر رستے کا خرچ اور کچھ اور عطا فرما کر گھوڑے پر سوار کیا۔ اور درویشوں کو حکم دیا۔ کہ انہیں ان کے وطنوں میں پہنچا دو۔ ایک گھڑی میں سب کو رخصت کیا۔ لونڈیاں روتی تھیں۔ آپ خوف خدا سے ان کنیزوں کا

رکھنا جائز نہیں سمجھتے تھے ۔

صبح گرد و نواح میں مشہور ہو گیا ۔ کہ رات کو آنحضرت کی تمام لونڈیاں بھاگ گئی ہیں ۔ آپ نے اس بھید کے ظاہر ہونے کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی ۔ اور حرم سرائے کی خدمت کے لئے یہ تدبیر کی کہ ہمسایوں کے گھروں میں سات آٹھ جوان لڑکیاں تھیں ۔ ایک ایک ہمسایہ کو بلا کر کچھ نقد روپیہ دیا ۔ انہوں نے پوچھا یہ روپے کیسے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ۔ ان کا زیور بنوا کر اپنی لڑکی کو پہنانا ۔ انہوں نے عرض کیا ۔ کہ ہم لنگر شریف کا روپیہ کیونکر اپنے خرچ میں لا سکتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ۔ کہ تم نے سُنا ہو گا ۔ کل رات ہماری لونڈیاں چلی گئی ہیں ۔ اور حرم سرائے کے لئے ہمیں کام کی ضرورت ہے ۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ صبح شام تمہاری لڑکیاں آ کر حرم سرائے میں کچھ مدد دینگی ۔ پھر اس تھوڑی چیز کا حق تم پر کیا رہ جائیگا ۔ پس ہر صبح شام سات آٹھ لڑکیاں آ کر حرم سرائے کا کاروبار کر جاتیں ۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں کام ختم ہو جاتا ۔ روٹی کے لئے سالن ۔ دودھ دہی وغیرہ بذات خود حرم سرائے میں لے جاتے ۔ اس تدبیر سے حرم سرائے کا کاروبار چلتا ۔

میرے مرشد والد بزرگوار قدس سرہٗ نے مجھے فرمایا ۔ کہ اے فرزند ! ایک روز تمہارے جد بزرگوار نے کسی کام کے لئے مجھے دریا پار بھیجا ۔ میں دوپہر کے وقت بلھر سجادل جنجیانہ کھڑانوالہ میں سویا ہوا تھا ۔ کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں ۔ کہ ملتان میں بڑی مسجد پھولاں ہٹانوالہ کی سیڑھیوں پر بیٹھا ہوا ہوں ۔ بازار کی طرف میرا رُخ ہے ۔ یعنی مشرق کی طرف مُنہ ہے ۔ کہ ناگاہ قیامت برپا ہوئی ۔ مَیں نے میدانِ قیامت میں دیکھا ۔ کہ حیران پریشان ہیں ۔ اتفاقاً ایک شخص میرے پاس آیا ۔ اور باآواز بلند کہنے لگا ۔ کہ قیامت تو قائم ہو گئی تھی ۔ لیکن فقیر گل محمد اوچ والہ کی سفارش سے ایک سال کے لئے ملتوی کی گئی ہے ۔ مَیں گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔ اور دل میں کسی کام کی فکر باقی نہ رہی ۔ مَیں قیامت کے اندیشے میں ایسا مستغرق ہو گیا ۔ کہ جس کام کے لئے مَیں گیا تھا ۔ وہ بھی مجھے یاد نہ رہا ۔ ہر کام سے بیزار ہو گیا ۔ اسی طرح پریشانی کی حالت میں مشک ہاتھ میں لے اکیلا دریائے چناب سے پار ہوا ۔ اور اسی روز دوپہر کو خانقاہ مقدس میں آ پہنچا ۔ اس وقت تمہارے جد بزرگوار بہشتی دروازہ کے باہر محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ۔ جب میں حاضر خدمت ہوا ۔ تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے غلام باہو ! کیا کسی سے لڑ کر آئے ہو ؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت نہیں ۔ آج دوپہر کے

وقت فلاں مقام پر خوب گہری نیند سویا ہوًا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔ مَیں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ اور سارے کاروبار بھول گئے۔ مجھے یہ خیال ہوًا۔ کہ جب قیامت میں ایک سال باقی ہے تو پھر اور کاروبار کیوں کرتے ہیں۔ اس واسطے میں دریا کی اس طرف آگیا۔ اور آپ کی خدمت میں پہنچا۔ فقط ٭

پس اے فرزند! تمہارے جد بزرگوار نے سُنتے ہی اپنے ایک خادم کو بلاکر پوچھا۔ کہ سید فقیر گل محمدؒ صاحب بیمار تھے۔ تمہیں ان کی کچھ خبر ہے؟ اس نے عرض کیا۔ کہ انہیں شفا نصیب ہوئی ہے۔ تب تمہارے جد بزرگوار نے مجھے فرمایا۔ کہ اے فرزند! فقیر گل محمدؒ صاحب بیمار تھے۔ اب انہیں شفا ہو گئی۔ پورے ایک سال بعد وہ فوت ہوں گے۔ کیونکہ موت چھوٹی قیامت ہوتی ہے ٭

پھر میرے مرشد ووالد نے فرمایا۔ کہ یہ سُن کر مجھے تسلی ہوئی۔ اور وہ گھبراہٹ اور خیال دل سے باہر جاتا رہا۔ فوراً اپنے مقام پر آکر وہ تاریخ لکھ لی۔ ایک سال گزرنے پر تمہارے جد بزرگوار نے مجھے ملتان کی طرف سعد اللہ خاں بالی کے ساتھ جو شاہی منصب دار اور تمہارے جد امجد کے خاندان کا محب تھا۔ سرکاری کام کے لئے بھیجا۔ جس روز کا آپ نے اشارہ فرمایا تھا۔ میں اس روز سعد اللہ خاں کے مکان پر ملتان میں تھا۔ زوال کا وقت ہوًا۔ تو سعد اللہ خاں نے مجھے کہا کہ آیئے پھولاں ہٹانوالہ کی بڑی مسجد میں نماز ادا کریں۔ مَیں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ پاس ادب کے لئے وہ سب میرے پیچھے آرہے تھے۔ اور میں آگے آگے تھا۔ مَیں اپنے خیال میں مسجد تک آیا۔ اور انتظار میں مسجد کی سیڑھی پر مشرق کی طرف رُخ کرکے بیٹھا تھا۔ کہ ایک شخص نے آکر کہا۔ کہ خان جو تمہارے پیچھے آرہے تھے۔ ایک قاصد اوچ سے خط لایا ہے جس کے پڑھنے کے لئے خان ٹھہر گئے ہیں۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ حضرت فقیر گل محمدؒ علیہ الرحمۃ فوت ہو گئے ہیں۔ اس افسوس کے لئے وہ محفل میں بیٹھ گئے ہیں۔ آپ بخیریت نماز ادا کریں۔ اور ہم اس جگہ نماز ادا کرلیں گے۔ میں جو اسی بات کی فکر میں تھا۔ پورا ایک سال گذرنے پر میں بڑی مسجد کی سیڑھیوں پر بازار کی طرف رُخ کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ کہ یہ خبر اسی شخص نے دی جسے مَیں نے خواب میں دیکھا تھا ٭

ایک روز میرے مرشد ووالد بزرگوار نے فرمایا۔ کہ اے فرزند! ایک رات مَیں گھر میں سویا ہوًا تھا۔ کہ خواب میں امیر المومنین حضرت اسد اللہ الغالب علی المرتضےٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مجھے توجہ سے سرفراز فرما کر چند کلمات بطور ارشاد سندھی زبان میں فرمائے۔ کہ میں اسی وقت چارپائی سے اُٹھ کر کسی کام کے لئے گھر سے باہر چلا گیا۔ اور تمہاری بڑی جدہ یعنی حضرت سلطان عظمت کی بیٹی جو میری ہمبستر تھیں۔ بدستور چارپائی پر سوئی رہیں حتےٰ کہ فجر کی نماز کے لئے بھی نہ اُٹھیں۔ بلکہ لونڈیوں نے انہیں جگایا۔ اور نماز کے لئے کہا۔ کیونکہ ان میں نماز کے ادا کرنے کا شعور نہ تھا۔ وہ عورتوں کی باتیں ہی نہ سمجھ سکتی تھیں۔ جہاں بیٹھتیں، بیٹھی رہتیں۔ نہ کوئی بات سنتیں نہ کہتیں۔ یہ حالت دیکھ کر حرم سرائے کے لوگ خصوصًا تمہاری جدہ ماجدہ اندیشہ مند ہوتیں۔ اور تمہارے جدامجد کی خدمت میں ڈیرے پر آکر حالات عرض کئے۔ آنحضرت نے جب آکر میری بیوی کو دیکھا تو اس کے ہوش بجا نہ تھے۔ وہ آنحضرت کی بھانجی تھیں۔ اس واسطے آنحضرت کو بہت پیاری تھیں۔ آنحضرت نے اس کی آنکھوں کو بغور دیکھ کر مجھے ڈیرے پر بلا کر ایک کونے میں لیجا کر پوچھا۔ کہ غلام باہو تم نے رات کو کیا خواب دیکھا ہے؟ مَیں نے سارا حال عرض کیا۔ مجھے رخصت کیا۔ اور گھر جا کر صاف پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اور خود دستِ مبارک سے میری بیوی کے چہرے اور آنکھوں پر چھڑکا۔ جس کی برکت سے وہ اُسی وقت ہوش میں آئی ۔

نور خاں دوانی بالی جو جناب کا محب تھا۔ ایک منصب دار تھا۔ اس کے اولاد نہ تھی آخری عمر میں خانقاہ مقدس میں آیا۔ اور مدد طلب کی۔ اور میرے جد بزرگوار سے التماس کیا۔ اور حضرت سلطان العارفین کی روحانیت سے مدد کی طلب کی۔ آنحضرت نے نور خاں کو خواب میں ایک انار دیا۔ صبح نور خاں نے پھر آنحضرت کی خدمت میں التماس کیا۔ لیکن رات کے اسرار کو چھپائے رکھا۔ اس کے التماس کرتے ہی آپ نے فرمایا۔ کیا رات کے انار سے تمہاری تسلی نہیں ہوئی؟ اور یقین نہیں ہوا؟ نور خاں مطمئن ہو کر ہاتھ باندھے رُخصت ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے ایک نیک فرزند مسمی غلام حسین بخشا ۔

نواب ولی محمد خاں خوکانی یعنی خاکوانی ملتان کا صوبیدار آپ کی خدمت میں ملتان کی صوبیداری کے دوام کے لئے التجا لایا۔ آپ نے اس پر رحم فرما کر صبح ایک دستار لا کر نواب موصوف کو عنایت فرمائی۔ کہ اسے باندھ کر چلے جاؤ۔ تمہیں اجازت ہے۔ نواب مذکور کی زبان سے یہ کلمات نکلے کہ حضرت! مجھے سخی سرور کے پھٹوک کپڑے سے ظاہرداری سے فریفتہ نہ کرو۔ میں اپنی مراد چاہتا ہوں۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے پگڑی لے لی۔ اور فرمایا

ہمارے پاس تو یہی ظاہرداری کا کپڑا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ جاؤ اپنی راہ لو۔ ہر چند نواب گڑگڑایا لیکن آپ نے اسے پگڑی نہ دی۔ چونکہ تقدیر اسی طرح تھی۔ تیمور شاہ درانی نے اسے ملتان میں اسے قتل کرڈالا۔ اور وہاں کی صوبہ داری شجاع خاں کو دی ◆

آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔ جو کلام وظیفہ کے لئے آپ چاہتے۔ اس کے لکھنے یا دوبارہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ خواہ وہ کلام کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہوتا۔ صرف ایک ہی دفعہ کے سننے سے یاد ہو جاتا۔ ظاہر میں قرآن شریف پڑھنے کے بعد حرز یمانی۔ ننانوے نامہ اور قصیدہ بردہ رات کے وقت پڑھتے۔ اور کلام اللہ کے حافظ تھے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کس قدر روز پڑھا کرتے تھے۔ دن کے وقت ہر وقت آپ باوضو ہاتھ میں تسبیح لیے رہتے۔ اور دُنیاوی کلام نہ کرتے۔ بلکہ اکثر خاموش رہتے۔ مقررہ اوقات پر حاجتمندوں کے سوالوں کے مختصر اور ضروری جواب دیتے۔ اور پھر یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ کسی کو معلوم نہ تھا۔ کہ کس ذکر الٰہی میں آپ مشغول رہتے ہیں۔ غالباً خفی الاخفیٰ میں مشغول رہا کرتے تھے ◆

آپ اس قدر صاحب تدبیر اور عقل کامل۔ نہایت ذکی۔ صاحب تہور۔ حشمت۔ رعب اور عظمت تھے۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ کسی کی جرأت نہ تھی۔ کہ بے موقع کوئی بات عرض کرے۔ دُنیاداروں اور لالچیوں سے آپ سخت نفرت کرتے۔ اور بدکار اور جاہل سے اعرض عن الجاهلین کے موافق منہ پھیر لیتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عشق اور بھید کو فیض سے بھرے ہوئے سینے میں اس طرح پوشیدہ رکھتے۔ کہ وہاں شیخی مشائخی۔ قیل و قال۔ قصہ کہانی کے اظہار کی مجال نہ تھی۔ کیونکہ معاملہ محض حال کے متعلق تھا۔ نہ کہ قال کے۔ ہر بارے میں آپ کے کلمات بمنزلہ ارشاد تھے ◆

ایک روز آپ نے سُنا کہ فلاں بزرگ نے اپنا تمام مال اسباب راہِ خدا میں لٹا دیا ہے آپ نے آہ سرد بھری۔ حاضرین نے پوچھا۔ کہ حضرت آپ نے آہ کیوں بھری؟ فرمایا۔ وہ نفس کے دھوکے میں آگیا۔ اگر وہ پوشیدہ طور پر اس سے دُگنا خرچ کرتا۔ پھر بھی ممکن تھا۔ کہ شہرت سے نفس کی مراد بر آجاتی ◆

حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہ کی وفات میں

میرے مرشد و والد بزرگوار نے فرمایا۔ کہ اے فرزند! تمہارے جد امجد کو کوئی مرض نہ تھا۔ ہاں ان دنوں آپ کی مبارک طبیعت میں کچھ سستی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن تپ وغیرہ نہ تھا۔ ایک روز معمول سے زیادہ تیز سانس محسوس ہونے لگا۔ میں نے پوچھا۔ تو فرمایا۔ بیٹا! اب چور بدن میں گھس آیا ہے۔ لیکن آپ نماز، وظائف اور اشغال بدستور کرتے رہے۔ اور مجھے بھی اس بات کا چنداں اندیشہ نہ تھا۔ کیونکہ آپ کی طبیعت برقرار معلوم ہوتی تھی۔ ایک دن تہجد کے وقت مجھے یاد فرمایا۔ کہ فلاں گھوڑی پر سوار ہو جاؤ۔ اور رنگ پور کھیڑا میں جاکر فلاں طبیب سے میری حالت کا ذکر کر کے کوئی دوائی تجویز کرلاؤ۔ اس وقت گرم پانی کا ایک گھڑا تھا۔ آپ اسے لیئے کھڑے رہے۔ اور دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ اور وہ گھڑا ابھی ہاتھ میں تھامے رہے۔ وہ گھڑا کوزے کی شکل کا تھا۔ اسی سے آپ غسل اور وضو کیا کرتے تھے۔ میرے دل کو تسلی ہوئی۔ کہ ابھی آپ میں اس قدر طاقت ہے۔ کہ پانی کا بھرا ہوا گھڑا تھامے ہوئے ہیں۔ اور اتنی دیر مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ اور گھڑے کے بوجھ کی پرواہ نہیں کی۔ میں نے سوار ہو کر گھوڑی کو ایڑی لگائی۔ اور کوئی آدھ پہر دن نکلے میں دو میل کے فاصلے پر تھا۔ کہ آپ نے جان شیریں خدا کے حوالے کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

حاضرین نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا حضرت! آپ کا اس جہان میں صرف ایک ہی لڑکا ہے۔ اسے بھی رنگ پور کھیڑیاں میں جانے کا حکم دیا ہے۔ اس کے آنے تک جلدی نہیں کرنی۔ فرمایا۔ وہ آرہا ہے۔ ہم نے اسے مصلحتاً بھیجا ہے۔ اس وقت اس کے یہاں موجود ہونے میں مصلحت نہ تھی +

بیٹا! جب میں آیا۔ اور اس نورانی مہتاب اور فیض رسانی کے آفتاب کو بظاہر تاریک بادل کے پردہ میں دیکھا۔ تو اس وقت میری یہ حالت ہوئی۔ کہ اللہ تعالے کا حکم نہیں تھا۔ ورنہ میری روح پرواز کر جاتی +

میں (مصنف رح) نے ان لوگوں سے جو خاص اس وقت آنحضرت کی خدمت میں تھے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ جب حضرت قطب الدین شیخ غلام باہو اپنے والد ماجد کی خدمت میں

اُن کی وفات کے بعد پہنچے۔ تو اپنی قبا کے بند کھول کر سینہ سینے پر اور لب لبوں پر رکھ کر ہندی زبان میں یہ کلمات عرض کئے:۔ "بولن کیوں چھوڑیو میاں رانجھیا لوکاں دے آکھے لگ کے"۔ (یعنی) او میاں رانجھا! تو نے لوگوں کے کہنے سننے سے بولنا کیوں چھوڑ دیا"؟ اس وقت میرے والد ماجد حضرت شیخ حافظ سلطان محمدؒ قدس سرہٗ کی ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال آپ کے روئے مبارک پر کھڑے ہو گئے۔ حاضرین میں سے ہر ایک نے اپنی آنکھوں دیکھا۔ کہ آپ کے لب حرکت کرتے تھے۔ لیکن ظاہر میں کوئی کلام نہ کیا۔ اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے۔ کہ امر الٰہی کی پیروی اور شریعت کا پاس کرتے ہوئے بات چیت نہ کی۔ فقط

فصل ۶

میرے والد و مرشد شیخ قطب الحق والشرع والدین فنافی ہُو حضرت شیخ سلطان غلام باہُو قدس سرہٗ کے مجمل حالات زندگی میں

یہاں پر آپ کے حالات مختصر طور پر لکھتا ہوں۔ اب باقی سجادہ نشینوں کی طرح ان کے حالات بھی لکھتا ہوں۔ آپ چوتھے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے مفصل حالات انشاء اللہ نویں باب میں اپنی واقفیت کے مطابق لکھوں گا۔ کیونکہ نواں باب خاص طور پر انہیں کے لئے مخصوص ہے۔ آپ کے فضائل از حد ہیں۔ اگر ان سب کو لکھوں۔ تو ایک علیحدہ کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ یہاں مختصر لکھتا ہوں:۔

آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ آپ پہلے درجے کے سخی۔ بہادر۔ فصیح اور صاحبِ کمال تھے۔ خوبصورت۔ ذکی۔ متواضع۔ خلیق۔ خاکسار۔ بارعب۔ باوقار۔ مہمان نواز۔ غریبوں کے دستگیر تھے۔ ہر وقت عاجزوں کی چارہ سازی اور دلداری میں رہتے۔ زاہد۔

تارک الدنیا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے تھے۔آپ کا فقر اختیاری اور بے ریا تھا۔ ہر وقت ظاہر و باطن میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔آپ عابد۔ صاحب ورع۔ صاحب تقویٰ اور شرع کے پابند تھے۔ اور صوفیِ باصفا۔ مخلص۔ اسرارِ الٰہی کے راز دار۔ بے نفس۔ صاحب حوصلہ وسیع بُردبار۔ رضا کے تابع۔ وعدے کے سچے۔ عاشق باللہ۔ اخلاقِ محمدی سے متخلق۔ اور اوصافِ الٰہی سے موصوف تھے۔آپ کے جو حالات نویں باب میں لکھے جائیں گے۔ انہیں پڑھ کر اِن باتوں کی تصدیق ہو جاتی ہے۔آپ کے والد ماجد حضرت شیخ سلطان حافظ محمد قدس سرہٗ تیسرے سجادہ نشین کے حالات اس آٹھویں باب میں ایک علیحدہ فصل میں لکھے گئے ہیں۔آپ بھی مادر زاد ولی اور صاحبِ علمِ لدنی تھے۔ حضرت قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ کے خوارقِ عادات کا ذکر نویں باب میں کیا جائے گا +

آپ ۱۱۹۷ھ ہجری میں خیر پور ٹامیوالی المعروف خیر پور کھرانی میں جس کا ذکر کیا جائے گا۔ سینکڑوں کرامتوں اور برکتوں سے پیدا ہوئے۔ اور ۱۲۲۲ھ ہجری میں اپنے والد بزرگوار کے بعد سجادگی کی مسند پر مشرف ہوئے۔ اور اکتالیس سال سجادگی مسند پر متمکن رہ کر خلق اللہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ اور ۱۲۶۳ھ ہجری کو پانچویں جمادی الثانی سوموار کے روز دار فانی سے دار البقا کو سدھارے چوراسی سال اس دنیا میں طرح طرح کی عبادتوں۔ ریاضتوں۔ نیکیوں اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ باتوں میں مشغول رہے۔آپ کے اعضائے بالکل درست رہے۔ اور استعداد و علم بدن زیادہ ہوتی رہی۔ اور آخری دن تک نماز فریضہ اور نماز نوافل برابر ادا کرتے رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

مثنویاتِ تاریخ وفات

غلام باہُو آن غوثِ زمانہ	زبحرِ معرفت دُرِّ یگانہ
وہ زمانے کا غوث غلام باہُو	معرفت کے سمندر کا بے نظیر موتی
سبق بر داز طریقِ اولیائی	مشرف بالقائے مصطفائی
اولیائی طریق میں سبقت لے گیا	اور جناب مصطفیٰ کے لقاسے مشرف ہوا
چو جدِّ خویشتن عالی گہر بود	شہنشاہ لقب والا قدر بود
اپنے جدِ امجد کی طرح عالی نسل تھا	اور بلند قدر اور شہنشاہ لقب تھا

ولی را واں حیاتی در مماتی — بود محفوظ از انوارِ ذاتی
ولی کو زندگی ہی میں مردہ سمجھو — وہ انوار ذاتی کے سبب محفوظ ہوتا ہے
چو فردوسِ معلیٰ گشت منزل — جہاں را شد ز ہجرش بار بر دل
جب اس کا مقام بہشتِ بریں ہوا — تو اہلِ جہان اسکی جدائی سے کڑھنے لگے
گذشتہ پنج از آخر جمادی — بعصر اثنین خلد آمد بشادی
جمادی الآخر کی پانچویں تاریخ تھی — پیر کی عصر کو بہشت خوشی منانے لگا
بگو تاریخ آن وصل مکرم — ولی شد در حریمِ قدس محرم
اسی مکرم و معظم کے وصال کی تاریخ — "ولی شد در حریمِ قدس محرم" کہو

قصیدۂ تاریخ

سالکانے کزیں جہاں رفتند — در تہِ ذاتِ حق نہاں گشتند
جو سالک اس جہان سے گئے ہیں۔ وہ — اللہ تعالیٰ کی ذات تلے پوشیدہ ہو گئے ہیں
گرچہ در زیرِ خاک مدفون اند — لیک در قربِ خاص بیچوں اند
اگرچہ وہ خاک تلے مدفون ہیں — لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں ہیں
گر از چشمِ خلق مستور اند — لیک در خفیہ نور پُر نور اند
اگرچہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں — لیکن بہ باطن نوراً علیٰ نور ہیں
رحمتِ حق غلام باھو را — بُد عجب مظہرے ز نورِ خدا
غلام باھو پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو — آپ اللہ تعالیٰ کے نور کا عجب مظہر تھے
مقتدائے زمان شیخ امم — مہدئ خلق مرشد عالم
آپ زمانے کے پیشوا اور اُمتوں کے شیخ تھے — اور خلقت کو ہدایت کرنیوالے اور جہان کے مرشد تھے
در شرع پیشوائے اہلِ جہاں — پیشروِ اتقیائے اہلِ زماں
آپ شرع میں اہل جہان کے پیشوا تھے — اور اہل زمانہ کے متقیوں کے پیشرو تھے
باطنش پُر ز شوقِ ربانی — در رہ عشق باہوئے ثانی
آپ کا باطن ربانی شوق سے پُر تھا — عشق کی راہ میں باہو ثانی تھے۔
رہنمائے چو خضرِ اعظم — فیض بخشائے چوں سحابِ کرم

آفتاب کی طرح رہنما تھے۔ — اور سخاوت کے بادل کی طرح فیض بخش تھے

بلبلِ شاخسارِ جبروتی — بازِ اشہبِ مکانِ لاہوتی

جبروتی ٹہنی کا بلبل تھے — اور لاہوتی مکان کے سفید باز تھے

تاجدارِ سریرِ مخدومی — وز خدا یافت عزِ مرحومی

مخدومی کے تخت کے بادشاہ تھے — اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے مرحومی کی عزت حاصل کی تھی

نورِ اللہ بر قبرِ شاد دلش — بارک اللہ بہ نیک اولادش

اللہ آپ کی خوش قبر کو منور کرے — اور آپ کی نیک اولاد میں برکت دے

رفت خوشنود زیں جہانِ فانی — شد بہ جنت بنورِ عرفانی

اس جہانِ فانی سے راضی خوشی — عرفانی نور سے جنت میں گئے۔

روزِ دوشنبہ شد تولدِ آں — کہ تولد شدہ رسولِ جہاں

آپ سوموار کے روز پیدا ہوئے — اسی دن جنابِ رسولِ خدا پیدا ہوئے تھے

ہمدریں روز یافت شرفِ وصال — ایں توافق بشرفش آمد دال

اسی دن وصال کا شرف پایا — یہ موافق آپکے شرف و دلالت کرتی ہے

بود پنجم جمادی آخر — کہ زحق یافت خلعتِ فاخر

جمادی الآخر کی پانچویں تاریخ تھی — جب اللہ تعالیٰ سے انہوں نے خلعتِ فاخرہ حاصل کی

سالِ وصلش سروش گویاں گشت — ابداً سالکے بہ جنت رفت

آپکی تاریخ وصال کیلئے فرشتۂ غیبی نے کہا — ایک سالک ہمیشہ کے لئے جنت میں گیا

یافت از ہجرتِ رسول اللہ — گفت تاریخ وصلِ ذاتِ اللہ (۱۲ ۵ ۶۳)

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو اتنے سال گذرے تھے وصلِ ذاتِ اللہ (۱۲ ۵ ۶۳)

یہ قصیدہ میں (مصنفؒ) نے نہیں کہا۔ بلکہ آنحضرت کی وفات پر سید محبوب شاہ مولوی محمد ابراہیم اور مولوی محمد یحییٰ نے ان موتیوں کو از راہِ ارادت و اشتیاق پرویا ہے +

فصل ۷

پانچویں سجادہ نشین حضرت مولا اخی مخدوم شیخ سلطان حافظ صالح محمد صاحب

(اللہ تعالےٰ مریدوں مسکینوں اور فقیروں کو آپکی ذات سے مستفید فرمائے)

آپ کے فضائل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ بہت سے مقامات پر آپکے فضائل کی تشریح ہو چکی ہے۔ یہاں پر صرف مجیب الدعوات کی بارگاہ میں دعائیں اور مناجات پر اکتفا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس ذات ملکی صفات۔ منبع فیوضات۔ مصدر حسنات کو دیر تک زندہ رکھے۔ اور یہ کہ اس آئینہ جیسے سینے والے اور نور منزل دل کو اپنے بے ریا عشق سے پُر رکھے۔ تارک الدنیا بنائے۔ اور توفیق دے کہ خدا کی راہ میں جان قربان کرے۔ صاحب استقامت اعلےٰ ہیں خاص اللہ تعالےٰ کی خاطر عبادت اور ریاضت کرتے ہیں۔ جن میں فخر۔ تکبر یا خود پسندی کی بُو تک نہیں آتی۔ آپ فروتن خاکی خاص بندۂ خدا ہیں۔ صاحب وقار اور متخلق باخلاق محمدی ہیں۔ دوست و دشمن سے صاف دلی سے پیش آتے ہیں۔ جس میں کدورت کا نام و نشان نہیں۔ نفس پروری سے فارغ ہیں۔ بلکہ عین نفس کُش اور روح پرور درویش ہیں۔ ہر وقت اور ہر دم یاد الٰہی میں مشغول ہیں آپ کا ضمیر منیر اللہ تعالےٰ کے ذوق و شوق سے پُر ما سوائے اللہ کے خیال سے خالی ہے فقیروں اور مسکینوں کے خادم ہیں۔ دردمندوں اور محتاجوں کے خادم ہیں۔ پاک مشرب رند اور صاف مذہب رند ہیں۔ ؎

ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست | نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

یہاں ہزاروں نکتے بال سے باریک ہیں | جو شخص سر منڈواتا ہے ضروری نہیں کہ وہ قلندری سے واقف ہو

بلکہ قلندری وہ ہے۔ جو ایک دانہ اور ایک پیسہ بلکہ دُنیا دی مال و اسباب میں سے کچھ بھی اپنے پاس نہ رہنے دے۔ بلکہ سب راہِ خدا میں صرف کر دے۔ یہاں تک کہ عصا اور تسبیح بھی اگر رغبت کی نگاہ سے دیکھے۔ تو وہ بھی راہِ خدا میں دیدے۔ جہاں تک ہو سکے دلوں کو ہاتھ میں لائے

آپ بے حرص - بے ہوا اور بے طمع ہیں - اگرچہ ظاہر میں صاحب اسباب اور تسخیرات ہیں - لیکن درحقیقت سب کچھ راہِ خدا میں دید یتے ہیں - صوفی باصفا ہیں - اعلےٰ درجہ کے موحد اور صاحب شرع وورع ہیں - طریقت کے تمام رستے طے کئے ہوئے ہیں - حقیقتوں کے محقق ہیں - معارف کے عارف ہیں - معنوی رموز کے نکتہ دان ہیں - علم لدنی کے عالم - حافظ قرآن اور فصیح البیان ہیں صاحب جمال اور صاحب قوتِ روحانی ہیں - فیضرسانی کے مسند نشین ہیں - جو کچھ آپ کے فیض منزل دل میں آتا ہے - باللہ تعالےٰ کے حکم سے ویسا ہی ہو جاتا ہے - حالانکہ ابھی زبان سے نہیں نکالتے - آپ کے اگر سارے فضائل بیان کروں - تو ایک الگ باب درکار ہے - یہاں صرف اختصار پر اکتفا کرتا ہوں - اور بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگتا ہوں - کہ آپ کی ذات جو فیوض کا منبع اور نیکیوں کے نکلنے کا مقام ہے، اسے دیر تک زندہ رکھ کر فیضرسانی کے مسند پر قائم رکھے - اور قرآن شریف اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے قیامت تک زندہ رکھے *

فصل ۸

حاجی مولوی فقیر شیخ سلطان نور محمدؒ علیہ الرحمۃ کے بعض مناقب کے بیان میں

یہ ظاہر ہے کہ مولوی حاجی فقیر سلطان نور محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ پانچویں سجادہ نشین مخدومی ومولائی بھائی حضرت مخدوم حافظ صالح محمدؒ ادام اللہ برکاتہٗ کے فرزند دلبند ہیں - یعنی اس مسکین سلطان حامد (مصنفِ کتاب) کے بھتیجے ہیں - آپ کو بچپن ہی میں دولت ونعمت ہاتھ لگ گئی - یعنی اپنے جد بزرگوار میرے والد ومرشد حضرت سلطان غلام باہو قدس سرہ سے یہ نعمت ہاتھ آئی - جس کا مفصل ذکر انشاء اللہ نویں باب میں علیحدہ اس فصل میں کیا جائے گا - جس میں حضرت ممدوح کے مناقب مندرج ہوں گے - اس جگہ سجادہ نشینوں کے سلسلہ میں صاحبزادہ نور محمدؒ کا ذکر اس واسطے ہوا ہے کہ آپ پانچویں سجادہ نشین کے ولیعہد ہیں - جب آپ خیرپور کھرانی کے سفر کو گئے - تو میں ساتھ تھا - آپ از راہ شفقت میرے

بھتیجے کو بھی ساتھ لے گئے۔ حالانکہ اس کی عمر صرف چار سال کی تھی۔ آنحضرت موضع لگری سے دریا پار خیرپور میں تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ جب تیار ہو گئے۔ تو اُسی وقت صاحبزادہ موصوف ایک محل کے اندر اُٹھ گئے۔ اور اس کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اور لوگوں نے بہتیرا پکارا۔ لیکن جواب نہ دیا۔ اور دروازہ نہ کھولا۔ آخر آنحضرت نے گھوڑے پر سے اُتر کر فرمایا بیٹا دروازہ کھولو۔ اور آؤ۔ کہا۔ دادا جان! مَیں دروازہ نہیں کھولوں گا۔ اور باہر نہیں آؤں گا۔ پوچھا کیوں؟ کہا آج یہیں مقام کرنا چاہیئے۔ فرمایا ہم بالکل تیار اور سوار کھڑے ہیں۔ کہا۔ آپ کی مرضی۔ مگر آج کشتی نہیں ملے گی۔ اور برف برسے گی۔ اور لوٹ آنا پڑے گا۔ آخر جب آنحضرت نے اصرار کیا۔ تو دروازہ کھولا۔ اور دادا صاحب کے آگے گھوڑے پر ہو بیٹھے اور دریائے ستلج کے گھاٹ پر پہنچے۔ اور کشتی کا انتظار کرنے لگے۔ غیب سے ہوا چلنے لگی۔ اور برف کی طرح سردی ہو گئی۔ اور کشتی نہ پہنچ سکی حتےٰ کہ اس کے انتظار میں بے وقت ہو گیا ✣

آنحضرت فرماتے تھے کہ ہم سردی کے سبب کپڑوں میں لپٹے پڑے رہے۔ اور نور محمدؒ دن بھر سرد زمین اور گیلی ریت پر کھیلتا رہا۔ آخر سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا۔ اور نور محمدؒ کی پیشینگوئی کے موافق لوٹ کر موضع اروتی میں رات بسر کی۔ دوسرے روز ہم دریا سے پار ہوئے اور آنحضرت نے فرمایا۔ اے سلطان حامد! نور محمدؒ ضرور فقیر ہو گا ✣

آنحضرت ابھی اسی سفر میں تھے۔ کہ پیچھے سے ایک قاصد خط لایا۔ جس میں لکھا تھا۔ نور محمدؒ کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئی ہے۔ چونکہ آپ صاحب باطن تھے۔ اس لئے قاصد کو پیغام دینے سے منع فرمایا۔ اور ہمراہیوں کو سخت تاکید کی۔ کہ خبردار! کوئی ایک بھی نور محمدؒ کو اس بات کی اطلاع نہ دے۔ کہ ابھی بچہ اور کم ظرف ہے۔ اس کا دل پژمردہ ہو جائے گا۔ شیخ نور محمدؒ عقل خدا داد یا نور ولایت سے اس بات کو تاڑ گئے۔ مگر دادا جان کی منشا کے مطابق تفتیش نہ کی۔ بلکہ اس طرح پوشیدہ رکھا۔ کہ جب سفر سے وطن آ گئے۔ تو ستر برس کے اندر آنحضرت کے ساتھ جاتے اور انہیں کے ساتھ کھاتے۔ انہیں کے ساتھ سوتے۔ اور والدہ صاحبہ کا ذکر اذکار ہرگز نہ کرتے۔ اپنے دادا جان کی مرضی کے مطابق پوشیدہ رکھتے۔ اور اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر نہ جاتے۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ بالکل بیوقت پوشیدہ طور پر مزار پر گئے۔ اور مجھے دیکھ کر فی الفور مکان کو گئے جب آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عاقل اور بالغ ہوئے۔ تب بھی اپنی والدہ کی وفات کی خبر کو

چھپائے رکھا۔ کسی سے بھی یہ ماجرا نہ سُنا۔ نہ اس بارے میں کبھی کوئی بات کی۔ کیسا ہی قابلیت اور حوصلہ کی وسعت ہے ✣

جب آپ مدرسہ میں گئے۔ اور اُستاد سے سبق لیا کرتے تھے۔ وہ اُستاد قضاالٰہی سے فوت ہوگیا۔ اس لئے آپ کو ایک اور اُستاد کی خدمت میں شہر گھیانہ جھنگ سیال میں جانا پڑا۔ وہاں آپ کئی سال صرف ونحو کا علم حاصل کرتے رہے۔ جب عقاید اور معقولات کی کتابوں سے واسطہ پڑا تو اُستاد مذکور کی تقریر مسائل کو پورے طور پر حل نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے پورا پورا فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ خود بخود ہی بچپن میں عقل خداداد سے کسی اور اُستاد کی تلاش میں اکیلے نکلے۔ اور شمال کا رُخ کیا۔ آخر کار شہر بھیرہ میں ایک کامل مکمل اُستاد ملا۔ جو استاد کل۔ صاحب صفا۔ باتاثیر عالم ربانی اور تارک الدنیا تھا۔ اس اُستاد کی خدمت میں رہنا شروع کیا۔ تقریباً سولہ سال آپ سفر میں رہے۔ اور علم نحو۔ علم عقائد۔ علم معقولات۔ حکمت الٰہیہ۔ علم ہیئت اور علم راہج سلم اور زواہد تک اور علم فقہ۔ علم حدیث اور علم قرأت قرآن حمید حاصل کئے ✣

جناب صاحبزادہ صاحب نہایت ذکی اور سمجھدار تھے۔ آپ کو علم یاد تھا۔ ایک روز قصبہ سے خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے درویشوں کی طرح کتاب بغل میں لئے اس طرف روانہ ہوئے اور شاہپور کے گھاٹ پر شیرازی کشتی پر بیٹھے۔ آپ لہریں مارنے والے دریا میں پہنچے۔ تو موجوں کے تھپیڑوں کے سبب کشتی ٹوٹ گئی۔ حتیٰ کہ پانی زانو تک اور پھر کمر تک آگیا۔ جناب صاحبزادہ ناواقف درویشوں کی طرح ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب یہ حالت وقوع میں آئی۔ تو آپ نے مراقبہ کے لئے سر جھکایا۔ کشتی والے چیخنے چلانے لگے۔ کسی نے جناب صاحبزادہ کو پہچانا اور کہا۔ او مصیبت کے مارو! یہ صاحبزادے حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں۔ ان کی خدمت سے مدد مانگنی چاہیئے۔ سب آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور رو رو کر مدد مانگنے لگے۔ صاحبزادہ صاحب بدستور مراقبہ میں رہے۔ اور کشتی تقریباً چار میل پر جاکر کنارے لگی۔ اور نیم غرق ہوئی۔ لوگ قیامت کی [illegible] جان بہن بھائی ماں باپ کو چھوڑ کر بھاگیں گے۔ اپنا اپنا مال اسباب لیکر کنارے پر اُترے اور جناب صاحبزادہ صاحب اکیلے کشتی میں رہ گئے۔ کسی نے کہا۔ [illegible] جناب صاحبزادہ صاحب تو کشتی میں ہیں۔ لوگوں نے صاحبزادہ صاحب کو اُٹھا کر باہر نکالا۔ آپ اسی مستی مدہوشی میں ایک طرف کو نکل گئے۔ اور لوگوں نے آپ کی کتابیں کشتی میں سے نکالیں اور آپ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ جب صاحب زادہ صاحب نے قدم باہر رکھا۔

اسی وقت کشتی ڈوب گئی +

جو لوگ اس طرف کو آنے والے تھے۔ جب خانقاہ مقدس سے گذرے۔ تو صاحب زادہ صاحب کے والد بزرگوار کو جو اس وقت سجادہ نشین تھے۔ اس حال سے آگاہ کیا۔ پس سجادہ نشین صاحب پریشانی کی حالت میں میری طرف تشریف لائے۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ بھائی سلطان حامد! تو نے کچھ سنا ہے۔ سخت حادثہ گزرا ہے۔ پھر سارا حال بیان فرمایا۔ میں نے کہا۔ جناب لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے صاحبزادہ صاحب کو خود صحیح سلامت کشتی سے نکالا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے کہا۔ اللہ تعالٰے کا شکر بجالانا چاہیئے۔ حوصلہ سے اس کی تلاش کرنی چاہیئے۔ فرمایا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ عین اندیشہ ہے۔ تو اس بات کا ہے۔ کہ گرمی کا موسم ہے۔ دوپہر کے وقت ننگے پاؤں مستی کی حالت میں چولستان کی راہ گیا ہے۔ خدا معلوم اس کی کیا حالت ہوئی ہو گی اور کہاں گیا ہو گا؟ میں نے کہا۔ میں اس کا پیچھا کرتا ہوں۔ اللہ تعالٰے نے جب اس جائے ہلاکت سے بچالیا۔ تو آیندہ بھی اُس کا محافظ ہو گا۔ حوصلہ کرنا چاہیئے۔ فرمایا مجبوری ہے۔ میں بیہاں رہ نہیں سکتا۔ تم یہاں رہو۔ اور میں خود اس کے پیچھے جاتا ہوں +

اسی اثنا میں ایک زیارت کرنے والے نے خبر دی۔ کہ جناب صاحبزادہ صاحب پاؤں سے ننگے ہاتھ میں لوٹا لیکر چولستان سے صحیح سلامت نکلکر ملک کچھی سندھ میں آگئے ہیں۔ اس کے بعد خبر آئی۔ کہ عالم علم ربانی۔ مقبول خدا حافظ مولوی جان محمدؒ کی خدمت میں پہنچکر مسائل توحید کے اسرار کے انکشاف کا مباہلہ کیا ہے۔ انہوں نے صاحبزادہ صاحب کو کمال مستی میں دیکھ کر معذور سمجھا۔ اور تسلیم کر لیا۔ وہاں سے اسی حال میں آگے نکل آئے +

یہ خبر سُنکر آنحضرت چند سواروں سمیت روانہ ہوئے۔ اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں اپنے فرزند دلبند کو جا ملے۔ اور اُس وقت آپ کے بدن پر کپڑا نہ تھا۔ سجادہ نشین صاحب فرزند کو اس حالت میں دیکھ کر آنکھوں میں آنسوں بھر لائے۔ نصیحت والفت سے پیش آئے۔ اور قیمتی کپڑے پہنا کر اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ راستے میں آپ نے وہ قیمتی لباس جلا کر راکھ کر ڈالا۔ سجادہ نشین صاحب نہایت الفت اور دلجوئی سے آپ کو اور لباس پہنا گھر لائے جب میں نے آپ سے ملاقات کی۔ تو حالانکہ آپ بینظیر شائستہ اور متواضع تھے۔ خود بخود مجھ سے توحید کے بارے میں عجب انداز سے گفتگو شروع کی۔ میری طبیعت بہت پریشان ہوئی۔ اور آپ سے نفرت کرنے لگی۔ حضرت سجادہ نشین صاحب نے فرمایا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ یہ

معذور ہے۔ لیکن مجھے نفرت ہوگئی۔ اور فکر پیدا ہوئی۔ کہ خدایا! یہ ولیعہد ہونے والا ہے اور اس نے طرح طرح کے علوم اور اوصاف حاصل کئے ہیں۔ یہ بزرگوں کے اخلاق کو چھوڑ زندیقوں کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ تو ہمارے لئے سخت مصیبت ہے میں انہیں خیالاتوں میں سوگیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ بذاتِ خود مجھ سے متوجہ ہوکر فرماتے ہیں۔ کہ اے فلاں! نور محمدؒ پر ناراض نہ ہو۔ وہ کشتی میں تھا۔ اور کشتی غرق ہونے لگی تھی۔ کشتی والوں نے اسے ہمارا فرزند سمجھ کر اس سے مدد مانگی تھی۔ سو ہمارے لئے اس موقعہ پر اس کی مدد ضروری ہوئی۔ اس لئے ہم وہاں پہنچے۔ کیونکہ ہمارے سوا اس کی نگاہ اور کہیں نہ تھی۔ نور محمدؒ معذور ہے۔ کیونکہ توجہ کے جذبہ سے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ اسے عین معذور سمجھ کر اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ جب میں جاگا۔ تو اپنے آپ کو مطمئن پایا۔ اور صاحبزادہ صاحب پر ترس کھایا۔ اور اسے تسلی دینے لگا۔ جناب صاحبزادہ صاحب ہماری مراد کے موافق حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی توجہ سے ہوش میں آئے۔ اور پھر علم کی تلاش میں اُستا صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اور تحصیل علم کر کے اسی جگہ روحانی قوت اور علم باطنی کی وہ تاثیریں ہاتھ آئیں۔ کہ جہان بھر کو آپ کی صحبت اور زیارت سے تاثیر ہو جاتی۔ اور سینکڑوں عقلمند۔ شریف۔ عالم تجربہ کار اور طالب علم جو عمر بھر سیر کرتے پھرے۔ اور آخر آپ کے معتقد اور مرید ہوئے۔ اور اپنی مراد کو پہنچے۔ آپ میں تصرف اس درجہ تھا کہ محض صحبت اور نظر کی تاثیر سے لوگوں کو ایسا تجربہ ہو جاتا کہ گھر کے کاروبار چھوڑ کر آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور مدت تک رہتے۔ اور جب ان کی نگاہ صاحبزادہ صاحب کے روئے مبارک پر پڑتی۔ ایسی رقت طاری ہوتی کہ مست ہو جاتے۔ اور ما سوی اللہ کو ترک کر دیتے۔ اور ان کی حالت "الطالب عند المرشد کالمیت بین یدی الغاسل" "طالب مرشد کے پاس ایسا ہوتا ہے جیسا مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں" کا مصداق ہو جاتی ✤

میں نے کبھی کسی کو ان سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا۔ یا ان کی طرف پیٹھ کر کے چلتے دیکھا۔ یا ان کا نام لیتے سُنا۔ آپ کے مرید آپ پر جان و مال قربان کرتے تھے۔ آپ عبادت اور معاملات نہایت کوشش سے علم کے موافق کرتے۔ مگر ظاہرا طور پر بذاتہ ملامتی رکھتے تھے۔ مگر اصل میں اپنے اجداد بزرگوار کی توجہات کے جذبات سے جو بچپن میں

آپ کو نصیب ہوئے۔ مست ضرور رہتے تھے۔ مریدوں کو بھی اِن کی صحبت اور دیدار سے فائدہ ہوتا۔ ظاہر میں آپ توجہ نہ فرماتے اور ورد وظیفہ کی تکلیف نہ کرتے۔ کشف و کرامات کے اظہار سے بالکل نفرت کرتے۔ لیکن خود بخود قرائن سے معلوم ہوتا تھا۔

تحصیل علم کے بعد مدت تک مولے کی طلب میں رہے۔ جہاں کوئی کامل یا صاحب تاثیر سُن پاتے۔ فیض حاصل کرنے کے لئے ضرور اس کی خدمت میں پہنچتے۔ مگر جس شیخ یا درویش کی خدمت میں جاتے۔ اِن پر آپ کے جذبہ کا اثر ہو جاتا۔ اس لئے تواضع کرکے آپ کو فی الفور رخصت کرتے۔

گذشتہ کامل بزرگوں کے اکثر مزاروں پر گئے۔ چند مرتبہ دہلی میں اپنے پیر سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمٰن گیلانی قدس سرہٗ کے مزار فیض آثار کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

نیز آپ کے احوالات کی بابت مشہور ہے۔ کہ اگرچہ آپ کی عادت گوشہ نشینی کی تھی۔ اور گوشہ ہی میں سوتے تھے۔ مگر جو درویش۔ آپ کی خدمت میں رہے وہ بیان کرتے۔ کہ جب جناب صاحبزادہ صاحب سو جاتے۔ تو نہایت لطیف آواز سے اسم اللہ۔ اللہ صاف طور پر آپ کے دل سے سُنا جاتا۔ نیز خواب سے بیدار ہو کر خواب گاہ پر شکر کی حالت میں دیر تک بیٹھے رہتے۔

مولوی غلام دستگیر جو اہل اللہ اور اہل فضل ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے جناب صاحبزادہ صاحب کی دعوت کی۔ اور رات کو اپنے گھر لے گیا۔ اور ایک الگ مکان میں رات کو آرام کیا۔ کوئی آدھی رات کے وقت میرے عیال گھر کے کام کاج سے فارغ ہوئے اور زیارت کے لئے گئے۔ صاحبزادہ صاحب چارپائی پر تھے۔ مگر آپ کے گرد نور اس قدر تھا۔ کہ آپ کا جسم مبارک اس میں چھپا ہوا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر وہ گھبرائی ہوئی واپس آئی۔ اتنے میں جناب صاحبزادہ صاحب اس حالت سے نکلے تو آواز دی کہ فلاں آدم آؤ۔ جب آئی اور زیارت کے لئے بیٹھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم بے وقت آئیں۔ اچھا جاؤ۔ اس حال کو چھپائے رکھنا۔

آپ نے مجھ مسکین سلطان حامد (مصنفؒ) کو فرمایا۔ کہ چچا جان! جب میں سو جاتا ہوں

معذور ہے۔ لیکن مجھے نفرت ہوگئی۔ اور فکر پیدا ہوئی۔ کہ خدایا! یہ ولیعہد ہونے والا ہے اور اس نے طرح طرح کے علوم اور اوصاف حاصل کئے ہیں۔ یہ بزرگوں کے اخلاق کو چھوڑ زندیقوں کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ تو ہمارے لئے سخت مصیبت ہے میں انہیں خیالاتوں میں سوگیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ بذات خود مجھ سے متوجہ ہوکر فرماتے ہیں۔ کہ اے فلاں! نور محمدؒ پر ناراض نہ ہو۔ وہ کشتی میں تھا۔ اور کشتی غرق ہونے لگی تھی۔ کشتی والوں نے اسے ہمارا فرزند سمجھ کر اس سے مدد مانگی تھی۔ سو ہمارے لئے اس موقعہ پر اس کی مدد ضروری ہوئی۔ اس لئے ہم وہاں پہنچے۔ کیونکہ ہمارے سوا اس کی نگاہ اور کہیں نہ تھی۔ نور محمدؒ معذور ہے۔ کیونکہ توجہ کے جذبہ سے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ اسے عین معذور سمجھ کر اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ جب میں جاگا۔ تو اپنے آپ کو مطمئن پایا۔ اور صاحبزادہ صاحب پر ترس کھایا۔ اور اسے تسلی دینے لگا۔ جناب صاحبزادہ صاحب ہماری مراد کے موافق حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی توجہ سے ہوش میں آئے۔ اور پھر علم کی تلاش میں اُستاد صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اور تحصیل علم کرکے اسی جگہ روحانی قوت اور علم باطنی کی وہ تاثیریں ہاتھ آئیں۔ کہ جہان بھر کو آپ کی صحبت اور زیارت سے تاثیر ہو جاتی۔ اور سینکڑوں عقلمند۔ شریف۔ عالم تجربہ کار اور طالب علم جو عمر بھر سیر کرتے پھرے۔ اور آخر آپ کے معتقد اور مرید ہوئے۔ اور اپنی مراد کو پہنچے۔ آپ میں تصرف اس درجہ تھا کہ محض صحبت اور نظر کی تاثیر سے لوگوں کو ایسا تجربہ ہو جاتا کہ گھر کے کاروبار چھوڑ کر آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور مدت تک رہتے۔ اور جب ان کی نگاہ صاحبزادہ صاحب کے روئے مبارک پر پڑتی۔ ایسی رقت طاری ہوتی کہ مست ہو جاتے۔ اور ما سوی اللہ کو ترک کر دیتے۔ اور ان کی حالت "الطالب عند المرشد کالمیت بین یدی الغاسل" "طالب مرشد کے پاس ایسا ہوتا ہے جیسا مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں" کا مصداق ہو جاتی۔

میں نے کبھی کسی کو ان سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا۔ یا ان کی طرف پیٹھ کر کے چلتے دیکھا۔ یا ان کا نام لیتے سُنا۔ آپ کے مرید آپ پر جان و مال قربان کرتے تھے۔ آپ عبادت اور معاملات نہایت کوشش سے علم کے موافق کرتے۔ مگر ظاہرا طور پر بناتہ ملامتی رکھتے تھے۔ مگر اصل میں اپنے اجداد بزرگوار کی توجہات کے جذبات سے جو بچپن میں

آپ کو نصیب ہوئے۔ مست ضرور رہتے تھے۔ مریدوں کو بھی ان کی صحبت اور دیدار سے فائدہ ہوتا۔ ظاہر میں آپ توجہ نہ فرماتے اور ورد وظیفہ کی تکلیف نہ کرتے۔ کشف و کرامات کے اظہار سے بالکل نفرت کرتے۔ لیکن خود بخود قرائن سے معلوم ہوتا تھا +

تحصیل علم کے بعد مدت تک مولے کی طلب میں رہے۔ جہاں کوئی کامل یا صاحب تاثیر سن پاتے۔ فیض حاصل کرنے کے لئے ضرور اس کی خدمت میں پہنچتے۔ مگر جس شیخ یا درویش کی خدمت میں جاتے۔ اس پر آپ کے جذبہ کا اثر ہو جاتا۔ اس لئے تواضع کر کے آپ کو فی الفور رخصت کرتے +

گذشتہ کامل بزرگوں کے اکثر مزاروں پر گئے۔ چند مرتبہ دہلی میں اپنے پیر سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمٰن گیلانی قدس سرہٗ کے مزار فیض آثار کی زیارت سے مشرف ہوئے +

نیز آپ کے احوالات کی بابت مشہور ہے۔ کہ اگرچہ آپ کی عادت گوشہ نشینی کی تھی۔ اور گوشہ ہی میں سوتے تھے۔ مگر جو درویش۔ آپ کی خدمت میں رہے وہ بیان کرتے۔ کہ جب جناب صاحبزادہ صاحب سو جاتے۔ تو نہایت لطیف آواز سے اسم اللہ اللہ صاف طور پر آپ کے دل سے سُنا جاتا۔ نیز خواب سے بیدار ہو کر خوابگاہ پر سُکر کی حالت میں دیر تک بیٹھے رہتے +

مولوی غلام دستگیر جو اہل اللہ اور اہل فضل ہیں فرماتے ہیں کہ مَیں نے جناب صاحبزادہ صاحب کی دعوت کی۔ اور رات کو اپنے گھر لے گیا۔ اور ایک الگ مکان میں رات کو آرام کیا۔ کوئی آدھی رات کے وقت میرے عیال گھر کے کام کاج سے فارغ ہوئے اور زیارت کے لئے گئے۔ صاحبزادہ صاحب چارپائی پر تھے۔ مگر آپ کے گرد نور اس قدر تھا۔ کہ آپ کا جسم مبارک اس میں چھپا ہوا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر وہ گھبرائی ہوئی واپس آئی۔ اتنے میں جناب صاحبزادہ صاحب اس حالت سے نکلے تو آواز دی کہ فلاں آدم آؤ۔ جب آئی اور زیارت کے لئے بیٹھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم بے وقت آئیں۔ اچھا جاؤ۔ اس حال کو چھپائے رکھنا +

آپ نے مجھ مسکین سلطان حامد (مصنف) کو فرمایا۔ کہ چچا جان! جب میں سو جاتا ہوں

تو میرے پیشوا کی روحانیت آموجود ہوتی ہے۔ اور مجھ پر فیض کی نگاہیں ہونے لگتی ہیں۔ اور میں اسم اللہ ذات کے ذکر و فکر میں وحدت کے اندر مستغرق ہو جاتا ہوں۔ جب بھی سوتا ہوں یہی حالت ہوتی ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ ازلی نصیبہ بھی کیا عجب معاملہ ہے۔ کہ مجاہدہ کرنے والے طالب بیچارے ظاہر میں مجاہدوں اور ریاضتوں میں خون جگر پیتے ہیں۔ اور ان مراتب کی انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ فقط +

صاحبزادہ صاحب بزرگوں اور خصوصاً والدین اور مسکین کے ادب میں رہتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول اُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا فِي نَفْسِهٖ الخ پر عمل کرتے تھے۔ بڑوں کے فرمان کو عزت سے اور چھوٹوں کے کہنے کو شفقت سے بجا لاتے۔ اور لوگوں کی دلداری اس قسم کی کرتے۔ کہ سب کو اپنے پر راضی رکھتے۔ ہر ایک یہی جانتا تھا۔ کہ جناب صاحبزادہ صاحب سب سے زیادہ مجھ پر مہربان ہیں۔ آپ کسی کے پاس اپنی ضرورت نہ لیجاتے۔ اپنا کام اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس بھی ضروریات بیان نہ کرتے۔ اگر ضرورت ہوتی تو بھی مختصر الفاظ میں اشارتاً جتاتے۔ اگر سفر میں جاتے۔ تو کسی کو اطلاع نہ دیتے۔ محض درویشی کی حالت میں بلا تکلف پا پیادہ یا ایک چھوٹا سا ٹٹو لے لیتے۔ ولی عہدی کی عظمت و حشمت اور علمیت اور خاندانی کے مرتبہ کا خیال بھی نہ کرتے۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے لوگ آپکے پاؤں اپنے سروں پر رکھتے۔ اور نہایت عمدہ لباس پہناتے۔ اور پاکیزہ مکان میں رکھتے۔ آپ نہایت خوبصورت شیریں گفتار تھے۔ اگرچہ صاحب حشمت و وقار تھے۔ دنیاوی طمع آپ میں نہ تھی۔ دنیا داروں سے پہلوتہی کرتے۔ اور بیزار ہوتے +

آپ کا بدن نہایت لطیف تھا۔ کلام شیریں اور دل کو لبھانے والا۔ عمدہ صورت اور نیک سیرت۔ نرگس کی طرح آنکھیں۔ خوبصورت ڈاڑھی خمدار بال۔ ہاتھ پاؤں نہایت لطیف اور نازک۔ ناک اونچی۔ فصیح زبان۔ خوبصورت۔ کم گو۔ خوش خو۔ درمیانہ مگر موزون قد ہر وقت حیا کے سبب نگاہ زمین پر رہتی۔ کشادہ پیشانی۔ رنگ سانولا۔ شاکر۔ صابر۔ اللہ تعالےٰ پر متوکل۔ تارک الدنیا۔ ہر وقت مولیٰ کی طلب میں دل بیدار۔ اسرار کے منبع۔ انوار کے مطلع تھے۔ اگر آپ کے اوصاف و احوال شمار کروں۔ تو ایک الگ کتاب تیار ہوتی ہے +

القصہ آخری عمر میں پوشیدہ طور پر سفر جہاز کی تیاری کی۔ اور حقیقی بھائی شیخ نور احمد کو ساتھ

لیا۔ اور دہلی کی راہ بندرگاہ بمبئی پر پہنچے۔ اور وہاں سے دخانی جہاز پر بیٹھے۔ اور عدن کی راہ گذر کر یلملم کے نزدیک حجاز میں احرام باندھا۔ اور جدہ شریف پہنچے۔ اور مکہ معظمہ میں کعبہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور اکیس روز حرم شریف میں رہ کر حج کیا وہاں دونوں بھائی سخت بیمار ہو گئے۔ اور حج کے مناسک ادا کر کے واپس اسی دخانی جہاز پر واپس ہوئے۔ آپ کا ساتھی مسمی احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ قضا الٰہی سے جہاز ہی میں فوت ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ❊

راستہ میں طوفان آیا۔ لیکن چند روز بعد جہاز صحیح سلامت بمبئی بندرگاہ پر پہنچا۔ جن سوداگروں کے مکان پر آپ نے قیام کیا تھا۔ اِن کے دل آپ کی طرف ایسے کھچے۔ کہ صاحبزادوں کی خبر بذریعہ تار برقی پوچھتے تھے۔ جب آنے کی خبر تحقیق ہوگئی۔ تو وہ سوداگر کشتیوں پر سوار ہو کر استقبال کے لئے گئے۔ اور صاحبزادوں کو نہایت عزت و احترام سے اپنے مکانوں پر لائے۔ مکہ معظمہ میں بھی ایسی عزت ہوئی کہ معلم محمد حسین صاحب اور اس کے فرزند محمد عبداللہ اور دوسرے رئیس جو آشنا ہوئے۔ جب صاحبزادہ صاحب رخصت ہوئے۔ تو زار زار روئے۔ اور کہتے تھے۔ کہ برائے خدا ہمیں فراموش نہ کرنا۔ اور عرفات منا اور مزدلفہ شریف میں آپ کے ساتھ رہے۔ اور آپ کو علیحدہ خیمہ دیا گیا۔ جب قاضی محمد یار اور مولوی سلطان محمود دوسرے سال حج کے لئے گئے۔ اور مشرف ہوئے۔ تو مذکورہ بالا عمائد نے نہایت اشتیاق سے جناب صاحبزادہ صاحب کے حالات پوچھے سلام دیگر دُعائیں طلب کیں۔ آخر کار جب صاحبزادہ صاحب عشرہ محرم شریف میں اپنے جدامجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں اور گھر والوں سے ملے۔ تو آپ کے بھائی شیخ نور احمد شفایاب ہوئے۔ اور جناب بدستور بیمار رہے۔ اور معالجہ کے لئے گوجرانوالہ کی طرف مولوی غلام حسین صاحب کے حکم سے روانہ ہوئے۔ وہاں جموں میں حکیم نور الدین کے پاس پہنچے۔ وہاں بھی جب کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو میری طرف لکھا۔ اور واپس چلے آئے۔ اور گوجرانوالہ سے اکیلے ریل گاڑی پر بیٹھ کر دہلی میں اپنے پیر سید عبدالرحمن قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک ہفتہ کے اندر پھر گوجرانوالہ میں پہنچکر درویشوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو منزلیں قطع کرتے ہوئے یہاں پہنچے۔ تو سب سے پہلے مجھ مسکین اور اپنے والد کی زیارت کی۔ اگرچہ پرانی بیماری کے سبب دُبلے ہو رہے تھے۔ لیکن چونکہ

دور کی راہ طے کر کے غذا کی پرہیز کئے بغیر آئے تھے۔ اس واسطے چنگے بھلے معلوم ہوتے تھے۔ پھر خانقاہ کے اندر جا کر چند گھڑی رہے۔ جب باہر نکلے تو آپ مریل تھے۔ پھرنے کے لئے آپ اپنے باغیچہ اور تکیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں ایک ہفتہ اسی حالت میں رہے۔ بعد ازاں مجھے فرمایا۔ کہ چچا جان! گھر جانا مناسب ہے۔ بہتر ہے۔ اب سات روز اپنے بنگلہ میں رہنے دیں میں نے کہا۔ بیٹا! یہ مکانات سب تمہارے ہیں۔ تم اس طرح کیوں کہتے ہو۔ مطلب یہ کہ بنگلہ میں آئے اور چودہ روز بعد ۲۵۔ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۶ ہجری سوموار کے روز ایک پہر دن نکلے مطابق ۴۔ ۱ ساڑھ جان اللہ تعالےٰ کے سپرد کی۔ اس وقت آپ کی عمر انتالیس ۳۹ سال کی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ٭

یہاں پہنچکر راز دانی کے طور پر فرمایا۔ کہ جموں میں مجھے جد امجد کی روحانیت نے اشارہ کیا تھا۔ کہ جلدی چلے آؤ۔ تمہارا وقت قریب ہے۔ صرف اتنی مہلت تھی کہ میں نے دہلی جا کر اپنے پیر کی زیارت کی۔ اور وقت پہ پہنچ گیا۔ اگر مجھے مہلت ملتی تو دوسرے سال حج کے موقع پر سفر حجاز۔ بغداد شریف۔ کربلائے معلےٰ اور شاہ نجف اشرف کی زیارت کرتا۔ لیکن فرصت نہ ملی۔ اس واسطے جلدی اصلی سفر کی تیاری کی ٭

وفات کے بعد جب مجھے خواب میں ملے۔ تو فرمایا کہ چچا جان! حج کوئی اتنا بڑا عمل نہیں کیونکہ تمام گناہوں کے ہوتے ساتے ساقط بھی ہو جاتا ہے۔ اور بخشا جاتا ہے ٭

جب وہ فرشتہ سیرت۔ ملک صورت۔ بہشتی حوروں کے لئے باعث رشک۔ ہر خوبصورت اور بدصورت کے صبر کو کھونے والے۔ صاحب حسن و جمال اور اخلاق باکمال۔ اہل فضل و حسن و اعمال۔ عابد۔ زاہد رند نما۔ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جان قربان کرنے والے۔ ہر دم باحق دنیا اور عاقبت سے گذرے ہوئے۔ علم ربانی کے عالم جان جلانے والے۔ اللہ تعالےٰ کے مشتاق۔ اسرار یزدانی کے مظہر۔ انوار صمدانی کی کان۔ معرفتوں اور حقیقتوں کی باریکیوں کو کھولنے والے۔ ما سوی اللہ کے حجابوں کو پھاڑنے والے ذات میں محو۔ فنا فی اللہ۔ اور بقا باللہ کے سمندر میں مستغرق اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ تو ان کی جدائی میں جہان اور اہل جہان روئے۔ جس نے دیکھا یا سنا زار زار رو دیا۔ اور جان قربان کرنے والے محب۔ رشتہ دار قریبی ہمیشہ غم و الم کی آگ میں جلتے ہے

جدائی آتش تیز است مے سوزد دل وجاں را
خدا ہرگز نصیب کس نسازد داغ ہجراں را

جدائی تیز آگ ہے۔ جو دل وجان کو جلا دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ داغ ہجر کسی کے بھی نصیب نہ کرے ؎

غم ودرد زلیخا را د ہجرے پیر کنعاں را
کسے داند کہ چوں یوسف عزیزے در سفر دارد

زلیخا کا غم ودرد اور یعقوب علیہ السلام کا درد ہجر۔ وہ شخص جانتا ہے۔ جس کا کوئی عزیز یوسف کی طرح سفر میں ہو ؎

شنیدہ ام سخنے خوش کہ پیر کنعاں گفت
فراق یار نہ آں میکند کہ بتواں گفت

مَیں نے وہ عمدہ بات سُنی ہے۔ جو یعقوب علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ کہ یار کا فراق ایسی حالت نہیں بتاتا کہ جسے بیان کر سکیں ؎

میزنم از دست فراقت فریاد — آہ اگر نالہ فریادم نرساند یاد

مَیں جدائی کے ہاتھوں فریاد کرتا ہوں۔ افسوس ہے۔ اگر میری آہ وزاری یاد نہ دوائے +

چہ کنم گر نکنم نالہ و فریاد وفغاں — کز فراق تو چنانم کہ بد اندیش مباد

اگر میں چیخ پکار اور آہ وزاری نہ کروں تو کیا کروں۔ کیونکہ تیری جدائی سے میری یہ حالت ہے کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے +

روز وشب غصہ وخوں میخورم چوں نخورم — چوں ز دیدار تو دورم بچہ باشم دل شاد

دن رات غصہ وخون کھاتا ہوں۔ اور کیونکر نہ کھاؤں۔ جبکہ تیرے دیدار سے دور ہوں پھر کس سے دل خوش کروں +

تا تو از چشم من سوختہ دل دور شدی — اے بسا چشمہ خونی کہ دل از دیدہ کشاد

جب سے تو مجھ دل جلے سے دور ہوا۔ تب سے دل نے انکھوں سے بہت سے خونوں کے چشمے جاری کئے +

ازیں ہر مژہ قطرۂ خوں ہمیش چکید — چوں برآورد دل از دست فراقت فریاد

ہر ایک پلک کی جڑ سے خون کے بہت سے قطرے ٹپکے - جب دل نے تیری جدائی کے ہاتھوں فریاد کی +

حافظ دلی شدہ مستغرق یادت شب و روز
توازیں بندۂ دل خستہ بکلے آزاد

حافظ تیری یاد میں دن رات دل مستغرق ہے - لیکن تو اس زخمی دل بندے سے بالکل آزاد ہے ۵

دیدی اے دل کہ غم یار دگر بار چہ کرد چوں بشد دلبر با یار وفادار چہ کرد
اے دل تونے دیکھا یار کے غم نے دوبارہ کیا کیا - جب دلبر چلا گیا - تو اس نے وفادار یار سے کیا کیا +

آہ ازاں نرگس جادو کہ چہ بازی انگیخت وائے زاں مست کہ با مردم ہوشیار چہ کرد
افسوس اس جادو بھری نرگس نے کیا کھیل کھلا - افسوس اس مست نے ہشیار آدمی سے کیا سلوک کیا +

اشک من رنگ شفق یافت زبیمہری یار طالع بے شفقت بین کہ دریں کار چہ کرد
میرے آنسو یار کی بے مہری کے سبب سرخ ہو گئے - دیکھ بے مہر نصیبہ نے یہ کیا کام کیا +

ساقیا جام مے دہ کہ نگارندۂ غیب نیست معلوم کہ در پردۂ اسرار چہ کرد
اے ساقی شراب کا جام دہ کیونکہ معلوم نہیں کہ غیب کے نقش و نگار کرنے والے نے بھید کے پردہ میں کیا کیا ہے +

آنکہ بر نقش زد ایں دائرۂ بینائی کس ندانست کہ در گردش پرکار چہ کرد
جس نے نقش پر یہ دائرہ بینائی بنایا - کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے پرکار کی گردش میں کیا کیا +

برقے از منزل لیلیٰ بدرخشید سحر وہ کہ با خرمن مجنوں دل افگار چہ کرد
سحر کے وقت لیلیٰ کے مکان سے بجلی چمکی - خوب اس نے زخمی دل مجنوں سے کیا سلوک کیا +

برق عشق آتش غم در دل حافظ زد و سوخت

یار دیرینہ بہ بیند کہ با یار چہ کرد

عشق کی بجلی نے حافظ کے دل میں غم کی آگ لگادی - پرانا یار دیکھتا ہے کہ اس نے یار سے کیا کیا ہے

صبا اگر گذرے افتدت بکشور دوست   بیار نفحۂ از گیسوئے معنبر دوست

اے صبا! اگر تو دوست کی ولایت سے گذرے - تو دوست کے خوشبودار گیسوؤں کی خوشبو ضرور لانا -

بجان او کہ بشکرانہ جاں بر افشانم   اگر بسوئے من آری پیام از دوست

اگر تو دوست کی طرف سے مجھے پیغام لادے - تو مجھے اسی کی جان کی قسم ہے کہ اس شکریہ میں میں جان قربان کردونگا +

وگر چنانچہ دراں حضرتت نباشد بار   برائے دیدہ بیاور غبار از درِ دوست

اگر اس بارگاہ میں تیرا گذر نہ ہوسکے - تو میری آنکھوں کے لئے دوست کے دروازے کا غبار ہی لے آنا +

من گدا و تمنائے وصالش ہیہات   مگر بخواب بہ بینم جمال منظر دوست

میں بھکاری اور اس کے وصال کی خواہش کاش - شاید دوست کی شکل کا جمال خواب ہی میں دیکھ لوں -

دل صنوبریم ہمچو بید لرزاں است   زحسرتِ بالائے چوں صنوبر دوست

دوست کے صنوبر جیسے قد کی حسرت سے - میرا صنوبری دل بید کی طرح کانپتا ہے +

اگرچہ دوست بچیزے نمے خرد مارا   بعالمے نفروشیم موئے از سر دوست

اگرچہ دوست ہماری کچھ بھی قدر و قیمت نہیں مانتا - لیکن ہم دوست کے سر کا ایک بال سارے جہان کے عوض نہیں بیچتے + ۵

اے شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت   وائے آں مرغ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت

اے قدسی معشوق! تیری نقاب کے بند کو کھولے - اس بہشتی مرغ پر افسوس جو تجھے دانہ پانی دیتا ہے +

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز   کاغوش کہ شد منزل آسائش خوابت

اس جگر کو جلانے والے فکر میں میری آنکھوں سے نیند جاتی رہی کہ کسی اور کی آغوش تیری نیند کے لئے آرام کا مقام بنی

ہر نالہ و فریاد کہ کردم نشنیدی پیداست   اے نگار اکہ بلند است جنابت

اے معشوق چونکہ تیری جناب بہت اونچی ہے۔ اس واسطے ظاہر ہے۔ کہ جو چیخ پکار میں نے کی ہے۔ وہ تو نے نہیں سُنی ہے

اے نسیم سحر آرام گہ یار کجا رست   منزل آں مہ عاشق کش عیار کجاست

اے نسیم سحر! یار کی آرام گاہ کہاں ہے۔ اور اس عاشق کو ہلاک کرنے والے چالاک چاند کی منزل کونسی ہے۔

شب تار است رہ وادیٔ ایمن در پیش   آتش طور کجا وعدہ دیدار کجا ست

رات اندھیری ہے اور وادیٔ ایمن آگے ہے۔ کوہ طور کی روشنی کہاں۔ اور وعدہ دیدار کہاں +

ہر کہ آمد بجہاں نقش خرابی دارد   در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست

جو شخص جہاں میں آیا ہے۔ اس میں خرابی کی علامت ہے۔ شرابخانہ میں یہ نہ پوچھو کہ ہشیار کہاں ہے +

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند   نکتہ ہاست بسے محرم اسرار کجاست

وہ شخص جو اہل بشارت ہے وہ اشارہ تاڑ جاتا ہے۔ نکتے تو بہت سے ہیں بھید کا واقف کہاں +

بر سر موے مرا با تو ہزاراں کار است   ما کجائیم نصیحت گر بیکار کجاست

مجھے ہر بال کے مطابق تجھ سے ہزاروں کام ہیں۔ ہم کہاں ہیں۔ اور بے کار ناصح کہاں ہے +

عاشق خستہ ز درد و غم ہجرت سوخت   خود نپرسی تو کہ آں عاشق عیار کجاست

تیرے ہجر کے درد و غم سے زخمی عاشق جل گیا۔ کیا تو خود نہیں پوچھتا کہ وہ چالاک عاشق کہاں ہے۔

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیا است ولے   عیش بے یار مہیا نشود یار کجاست

شراب مطرب اور پھول سب مہیا ہیں۔ لیکن بغیر یار کے عیش نہیں ہوتی۔ یار کہاں ہے +

عقل دیوانہ شد آں سلسلہ مشکین کو　　دل زما گوشہ گرفت ابروے دلدار کجاست

عقل دیوانی ہوگئی ہے۔ وہ مشکیں سلسلہ کہاں۔ دل نے ہم سے کنارہ کیا۔ معشوق کی بھویں کہاں ہیں۔

حافظ از بادِ خزاں در چمن دہر مرنج
فکر معقول بفرما گلِ بے خار کجاست

اے حافظ! زمانے کے چمن میں خزاں کی ہوا چلنے سے ناراض نہ ہو۔ ذرا غور تو کر کہیں بے کانٹے پھول ہے؟

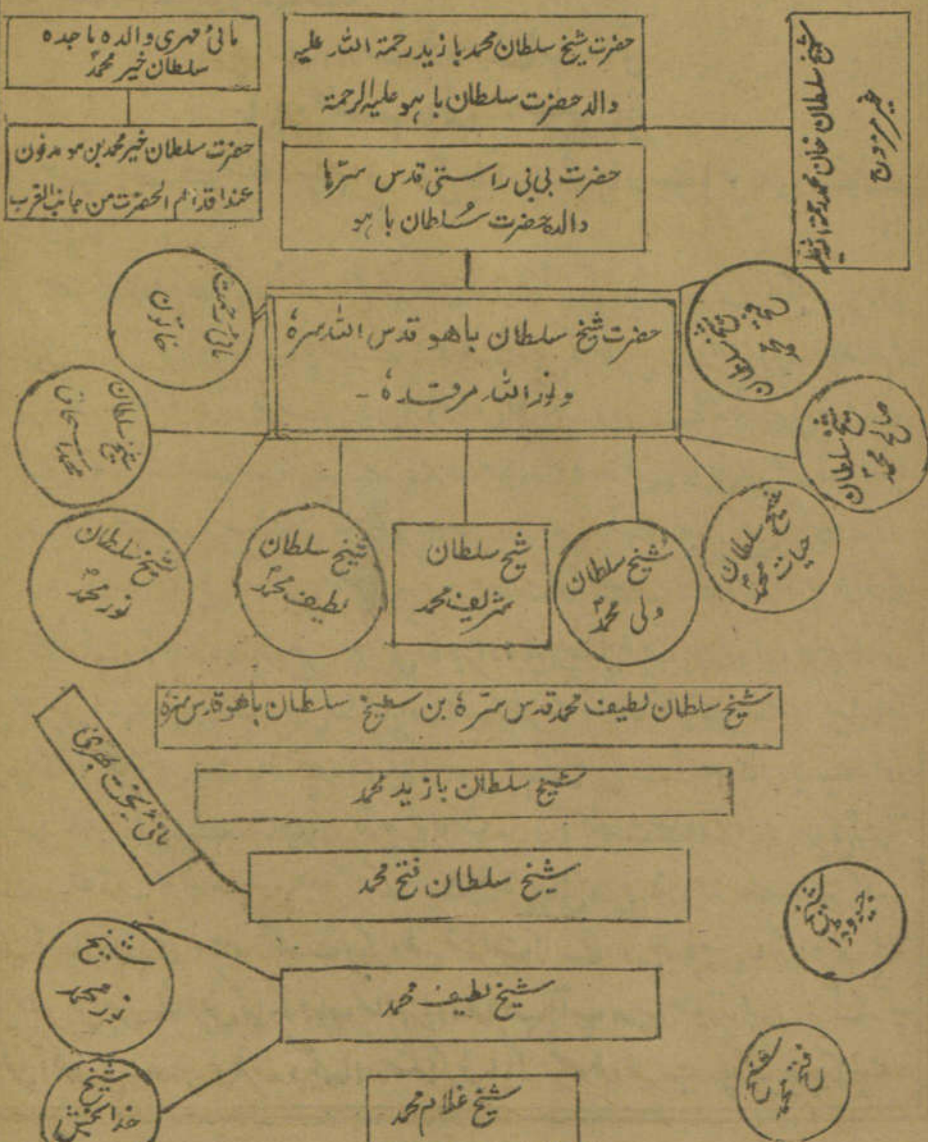
چو رفت از دست غم و جام و ساقی
بما جز غم نماندہ ہیچ باقی

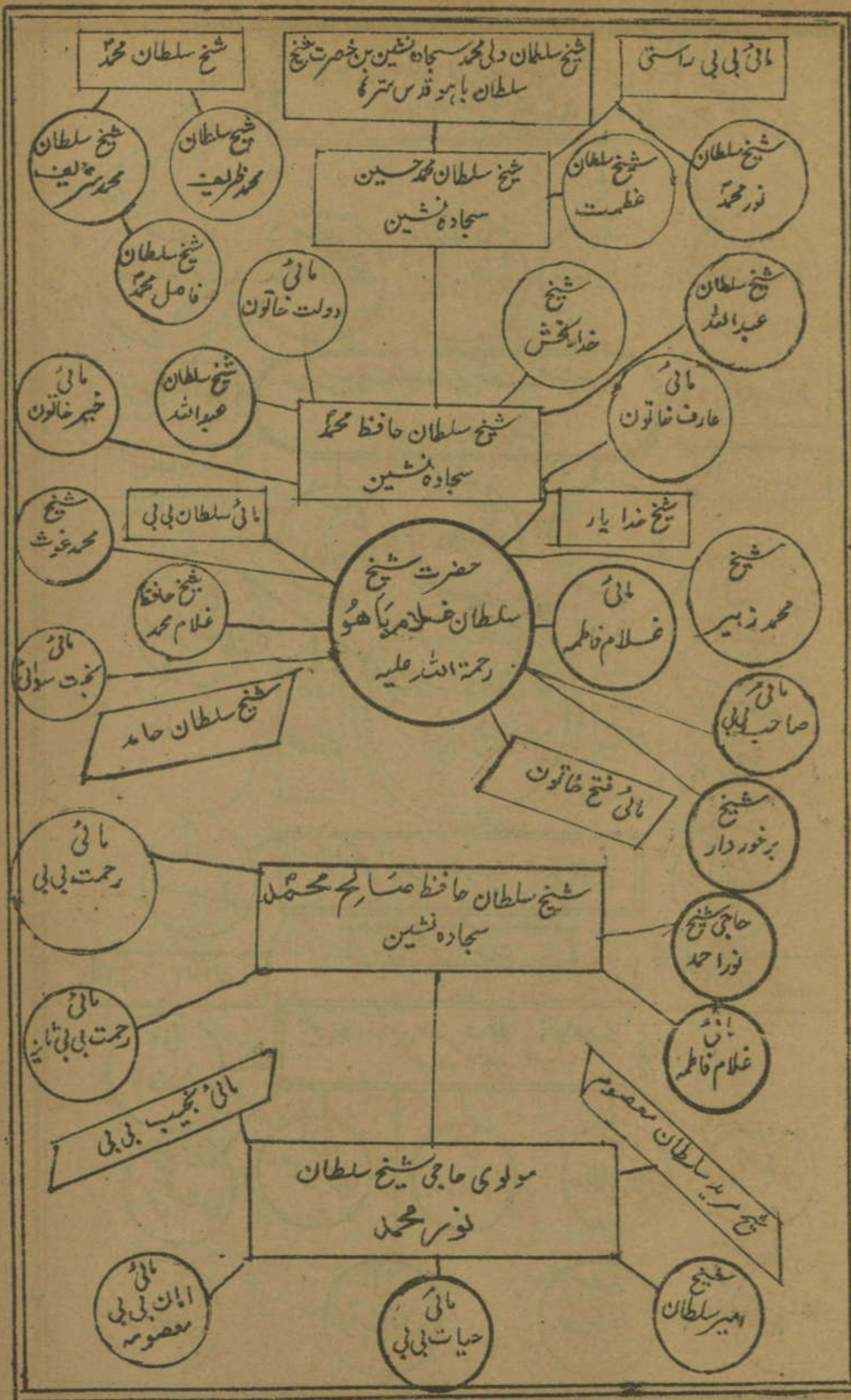
جب ہاتھ سے مٹکا۔ جام اور ساقی جاتا رہا۔ تو ہمارے پاس سوائے غم کے کچھ نہ رہا۔

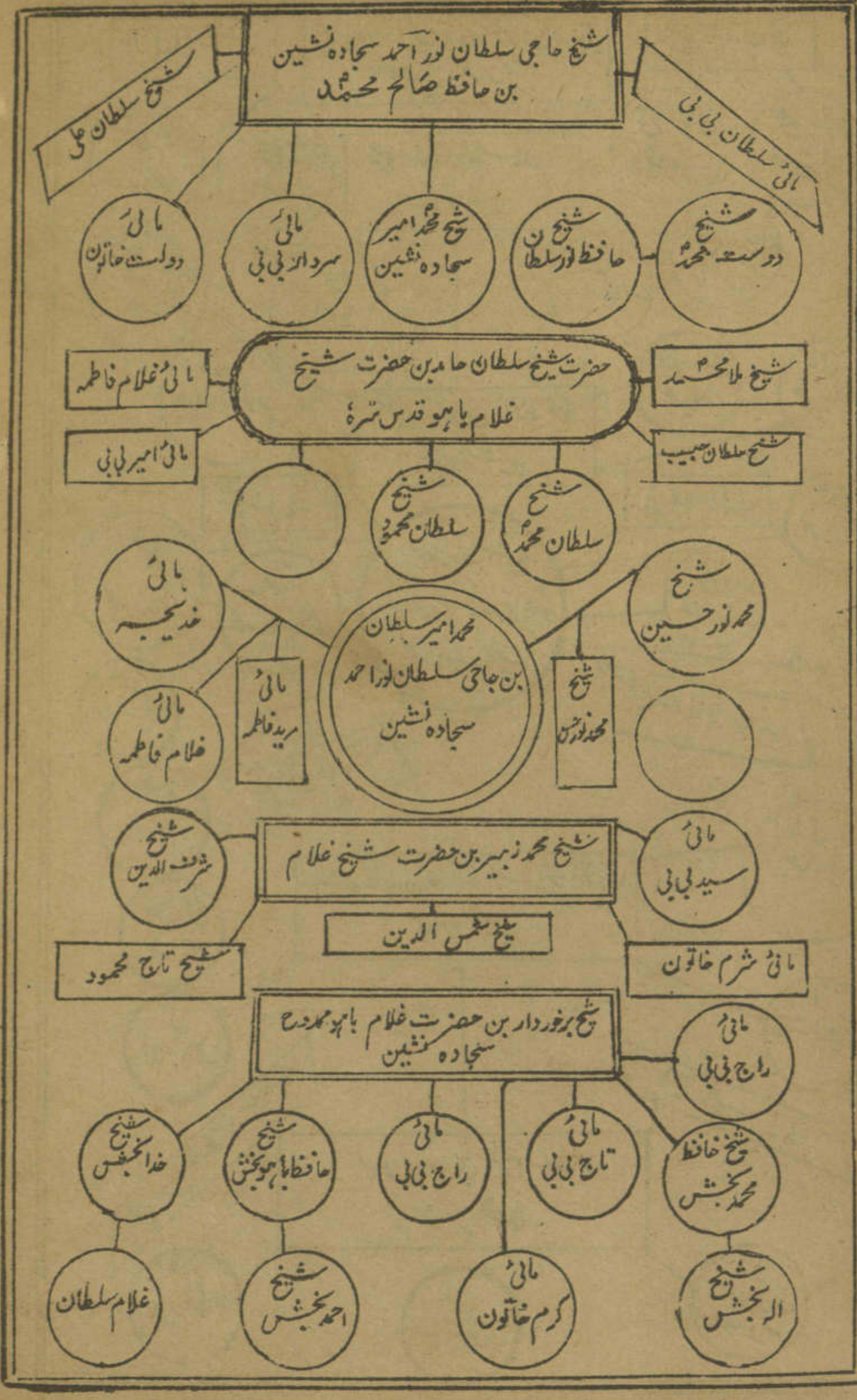
حضرت مخدومی بھائی حافظ صالح محمد، اللہ تعالٰی آپ کو دیر تک زندہ رکھکر مریدوں مسکینوں اور محتاجوں کو فایدہ پہنچائے۔ فرماتے ہیں کہ محکم دین درویش بن حافظ غلام محمد مغفور ساکن موضع بھیرہ نے جب دونوں درویش اہل اللہ وہاں گئے۔ تو ان کی خدمت میں بیان کیا۔ کہ صاحب جب آپ کے فرزند صاحب زادہ صاحب حاجی نور محمد قدس سرہٗ حج کے لئے گئے اور حرم شریف میں ٹھہرے میں نے اس وقت اسرار میں دیکھا۔ کہ حضرت صاحبزادہ حرم میں یاد الٰہی میں مشغول ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے روبرو بیٹھے آپ پر توجہ فرما رہے ہیں۔ میں بھی صاحبزادہ کی پیٹھ کی طرف ہوں۔ اور توجہ کا اثر مجھ پر بھی ہو رہا ہے۔ پھر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے صاحبزادہ صاحب کو فرمایا۔ کہ تم اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ پھر نہ آنا۔ کیونکہ تمہیں ہم نے یہیں سے رخصت کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے سپرد کر دیا ہے۔ صاحبزادہ ممدوح حج کا شرف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہات رخصت اور شفقت کا فیضان حاصل کر کے۔ اپنے حقیقی بھائی حاجی نور احمد کے ساتھ کعبہ شریف کی چار دیواری سے رخصت ہو کر وطن تشریف لائے۔ اور بھیرہ میں رونق افروز ہوئے۔ خاص مجلس میں میں نے عرض کیا۔ کہ جناب صاحبزادہ صاحب! آپ مدینہ منورہ کیوں نہ گئے۔ آپ نے کن آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ تجھے خود خبر ہے۔ پھر کیا پوچھتا ہے۔

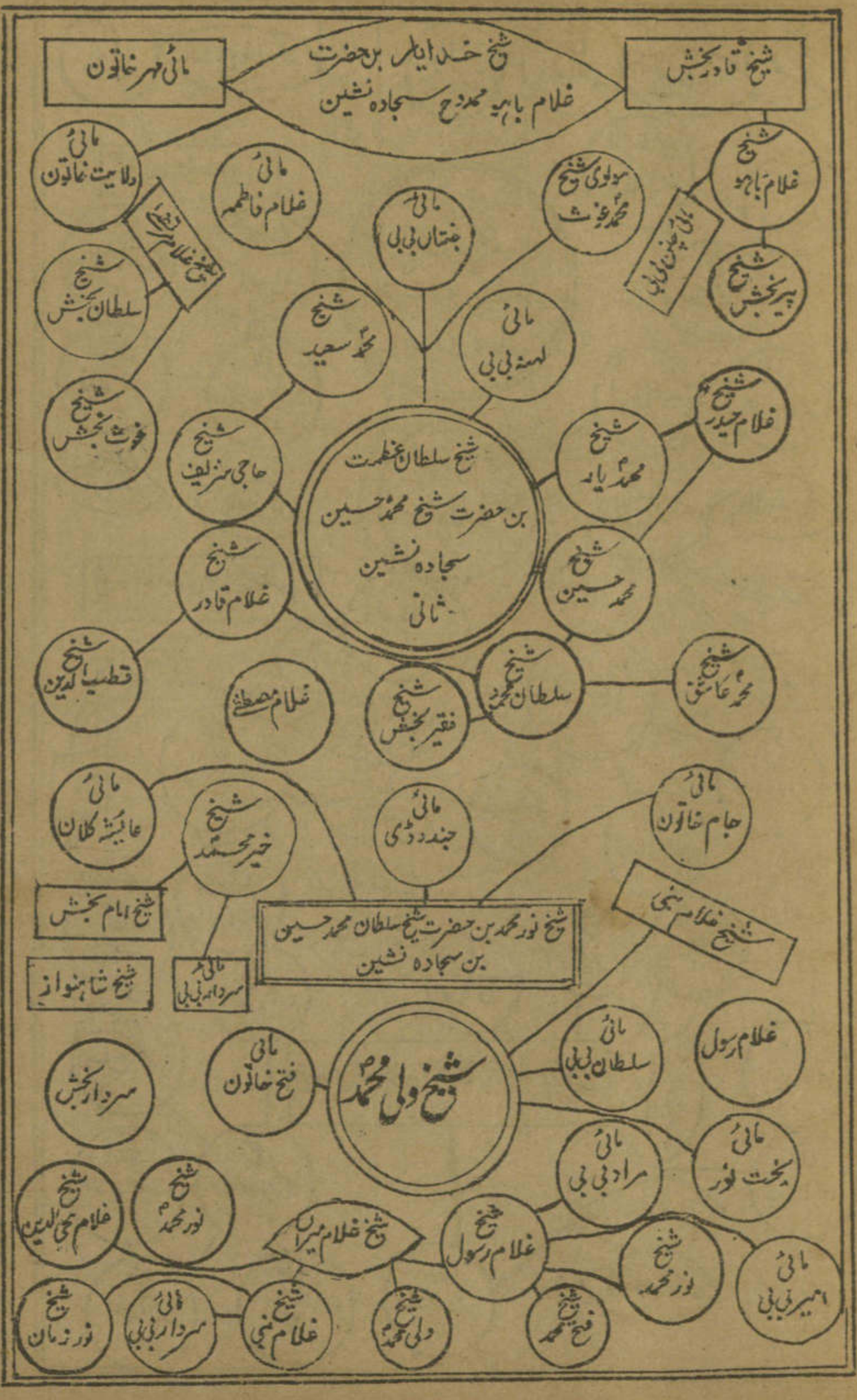
مَیں کھسیانہ ہوگیا۔ مجھے صاحبزادہ کی کشف و آگاہی کا یقین زیادہ ہوگیا +
یہ مسکین سلطان حامد (مصنف رح) کہتا ہے کہ اگرچہ ظاہر بین قیاس کرتے ہیں کہ صاحبزادے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کیوں نہ پہنچے۔ لیکن درحقیقت یہ معاملہ تھا جو اوپر ذکر ہؤا۔ والسّلام +

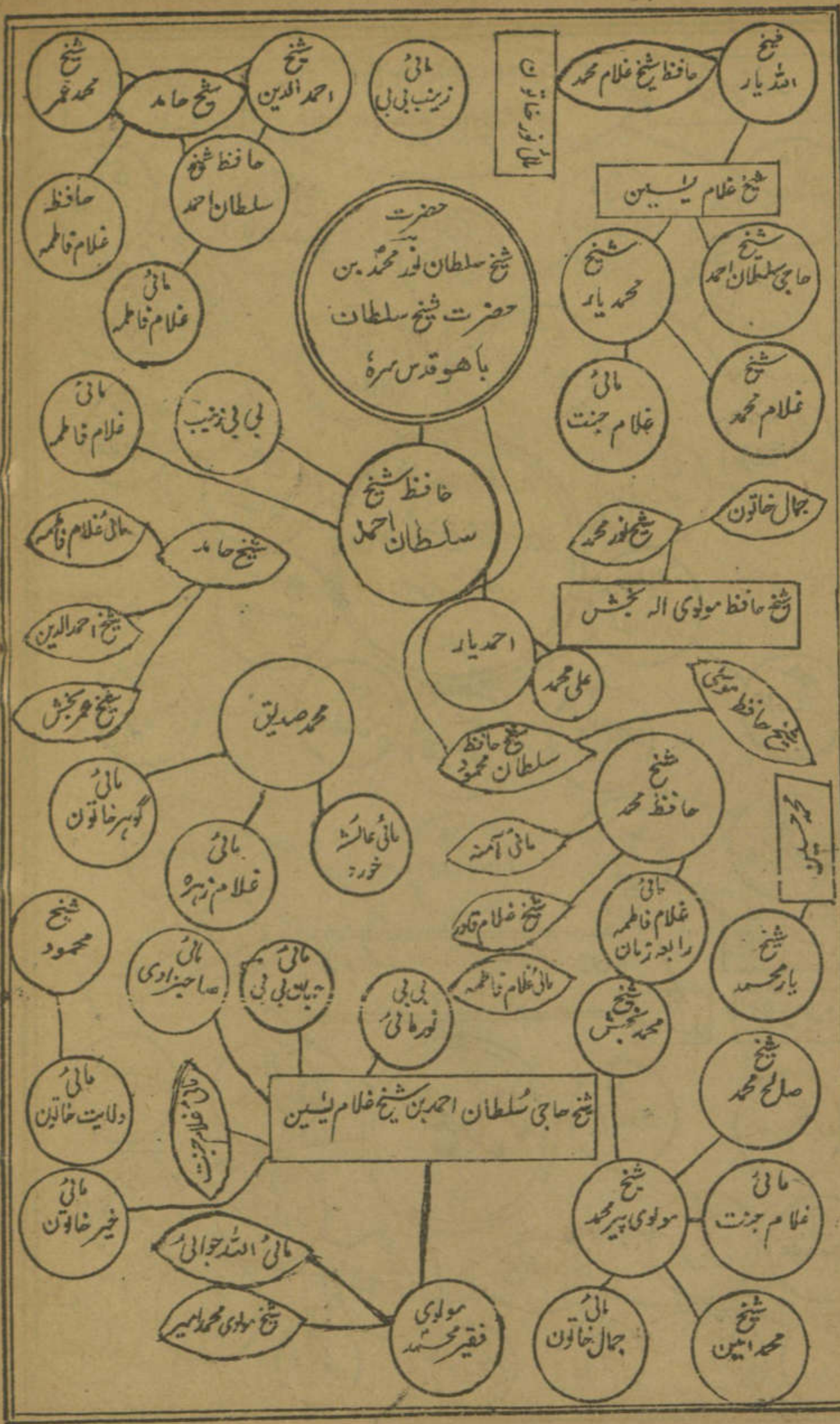
شجرۂ انساب خاندانِ والاشان مولانا سلطان العارفین حضرت سُلطان باھو قدس سرہٗ

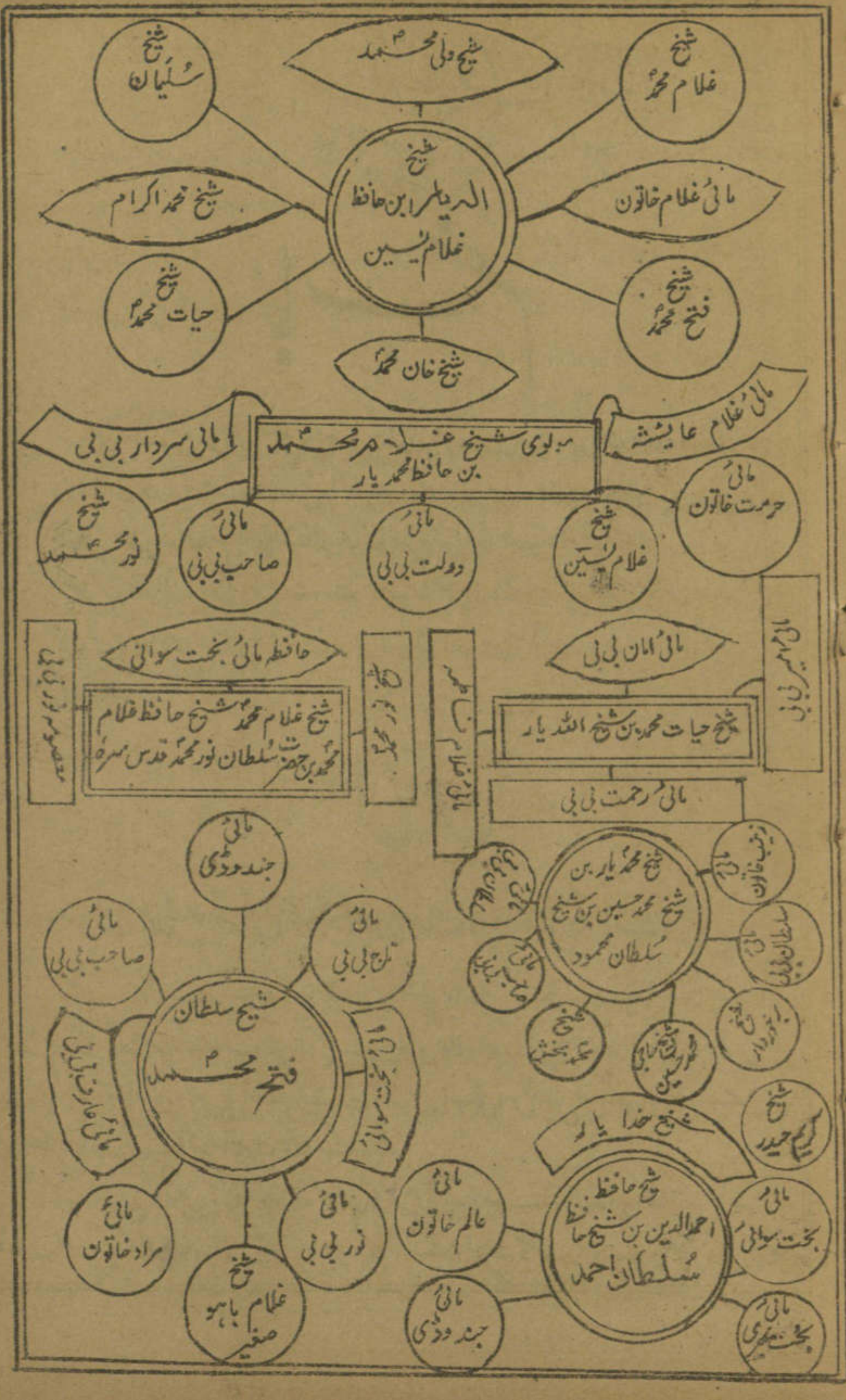



شیخ سلطان محمدؒ
شیخ سلطان ولی محمد سجادہ نشین بن حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ
مائی بی بی راستی
شیخ سلطان محمد شریف
شیخ سلطان محمد لطیف
شیخ سلطان محمد حسین سجادہ نشین
شیخ سلطان عظمت
شیخ سلطان نور محمدؒ
شیخ سلطان فاضل محمدؒ
مائی دولت خاتون
شیخ خدا بخش
شیخ سلطان عبداللہ
مائی خیر خاتون
شیخ سلطان عبداللہ
شیخ سلطان حافظ محمدؒ سجادہ نشین
مائی عارف خاتون
مائی سلطان بی بی
شیخ خدا یار
شیخ محمد غوث
حضرت شیخ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ
شیخ حافظ غلام محمد
مائی غلام فاطمہ
شیخ محمد زبیر
مائی نجبت سوانی
شیخ سلطان حامد
مائی صاحب بی بی
مائی فتح خاتون
شیخ برخوردار
مائی رحمت بی بی
شیخ سلطان حافظ صالح محمد سجادہ نشین
حاجی شیخ نور احمد
مائی رحمت بی بی ثانیہ
مائی غلام فاطمہ
مائی نجیب بی بی
شیخ سلطان معصوم
مولوی حاجی شیخ سلطان نور محمد
مائی امان بی بی معصومہ
مائی حیات بی بی
شیخ امیر سلطان


شیخ حاجی سلطان نور احمد سجادہ نشین
بن حافظ صالح محمد
شیخ سلطان علی
مائی سلطان بی بی
مائی دولت خاتون
مائی سردار بی بی
شیخ محمد امیر سجادہ نشین
شیخ حافظ نور سلطان
شیخ دوست محمد
حضرت شیخ سلطان حامد بن حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ
مائی غلام فاطمہ
شیخ ملا محمد
مائی امیر بی بی
شیخ سلطان حبیب
شیخ سلطان محمود
شیخ سلطان محمد
مائی خدیجہ
محمد امیر سلطان بن حاجی سلطان نور احمد سجادہ نشین
شیخ محمد نور حسین
مائی مرید فاطمہ
شیخ محمد نور حسن
مائی غلام فاطمہ
شیخ شرف الدین
شیخ محمد زبیر بن حضرت شیخ غلام
مائی سید بی بی
شیخ شمس الدین
شیخ تاج محمود
مائی شرم خاتون
شیخ برخوردار بن حضرت غلام باہو محمد رح سجادہ نشین
مائی راج بی بی
شیخ خدا بخش
شیخ حافظ باہو بخش
مائی راج بی بی
مائی تاج بی بی
شیخ حافظ محمد بخش
غلام سلطان
شیخ احمد بخش
مائی کرم خاتون
شیخ الہ بخش


شیخ حسن ایار بن حضرت غلام باہو ممدوح سجادہ نشین
مائی مہر خاتون
شیخ قادر بخش
مائی ولایت خاتون
مائی غلام فاطمہ
مائی جنتاں بی بی
مولوی شیخ محمد غوث
شیخ غلام باہو
مائی چنن بی بی
شیخ پیر بخش
شیخ غلام میراں
شیخ سلطان بخش
شیخ محمد سعید
مائی لعنہ بی بی
شیخ غوث بخش
شیخ حاجی شریف
شیخ سلطان عظمت بن حضرت شیخ محمد حسین سجادہ نشین ثانی
شیخ غلام حیدر
شیخ محمد یار
شیخ محمد حسین
شیخ غلام قادر
شیخ قطب الدین
غلام مصطفےٰ
شیخ فقیر بخش
شیخ سلطان محمود
شیخ محمد عاشق
مائی عائشہ کلاں
شیخ خیر محمد
مائی جندوڈی
مائی جام خاتون
شیخ امام بخش
شیخ نور محمد بن حضرت شیخ سلطان محمد حسین بن سجادہ نشین
شیخ غلام نبی
شیخ شاہنواز
مائی سردار بی بی
شیخ ولی محمد
مائی فتح خاتون
مائی سلطان بی بی
غلام رسول
سردار بخش
مائی بخت نور
مائی مراد بی بی
شیخ غلام محی الدین
شیخ نور محمد
شیخ غلام میراں
شیخ غلام رسول
شیخ نور محمد
مائی امیر بی بی
شیخ نور زمان
مائی سردار بی بی
شیخ غلام نبی
شیخ ولی محمد
شیخ فتح محمد


حضرت شیخ سلطان نور محمد بن حضرت شیخ سلطان باھو قدس سرہٗ
شیخ اللہ یار
حافظ شیخ غلام محمد
مائی نور خاتون
مائی زینب بی بی
شیخ احمد الدین
شیخ حامد
شیخ محمد عمر
حافظ شیخ سلطان احمد
حافظ غلام فاطمہ
مائی غلام فاطمہ
شیخ غلام یٰسین
شیخ محمد یار
شیخ حاجی سلطان احمد
مائی غلام جنت
شیخ غلام محمد
بی بی زینب
مائی غلام فاطمہ
حافظ شیخ سلطان احمد
مائی غلام فاطمہ
شیخ حامد
شیخ احمد الدین
شیخ عمر بخش
جمال خاتون
شیخ نور محمد
شیخ حافظ مولوی الہ بخش
احمد یار
علی محمد
شیخ حافظ موسیٰ
شیخ حافظ سلطان محمود
محمد صدیق
شیخ حافظ محمد
مائی آمنہ
مائی گوہر خاتون
مائی غلام زہرہ
مائی عائشہ خورد
مائی غلام فاطمہ رابعہ زمان
شیخ غلام قادر
شیخ یار محمد
شیخ محمود
مائی صاحبزادی
مائی تاباں بی بی
بی بی نور مائی
مائی غلام فاطمہ
شیخ محمد بخش
شیخ صالح محمد
شیخ حاجی سلطان احمد بن شیخ غلام یٰسین
مائی ولایت خاتون
مائی غلام جنت
مائی خیر خاتون
شیخ مولوی پیر محمد
مائی غلام جنت
مائی اللہ جوائی
شیخ مولوی محمد امیر
مولوی فقیر محمد
مائی جمال خاتون
شیخ محمد امین


شیخ ولی محمدؒ
شیخ سلیمان
شیخ غلام محمدؒ
شیخ الہ دیار ابن حافظ غلام یسین
شیخ محمد اکرام
مائی غلام خاتون
شیخ حیات محمدؒ
شیخ فتح محمدؒ
شیخ خان محمدؒ
مائی سردار بی بی
مولوی شیخ غلام محمد بن حافظ محمد یار
مائی غلام عایشہ
مائی حرمت خاتون
شیخ نور محمدؒ
مائی صاحب بی بی
مائی دولت بی بی
شیخ غلام یسین
حافظ مائی بخت سوائی
شیخ غلام محمدؒ شیخ حافظ غلام محمد بن حضرت سلطان نور محمدؒ قدس سرہ
مائی امان بی بی
شیخ حیات محمد بن شیخ اللہ یار
مائی رحمت بی بی
شیخ محمد یار بن شیخ محمد حسین بن شیخ سلطان محمود
شیخ محمد بخش
مائی جند وڈی
مائی صاحب بی بی
مائی تاج بی بی
شیخ سلطان فتح محمدؒ
مائی مراد خاتون
مائی نور بی بی
شیخ غلام باہو صغیر
شیخ خدا یار
شیخ کریم حیدر
مائی عالم خاتون
شیخ حافظ احمد الدین بن شیخ حافظ سلطان احمد
مائی بخت سوائی
مائی جند وڈی
مائی بخت

شیخ حافظ
موسیٰ بن شیخ سلطان محمود
بن شیخ حضرت سلطان
نور محمدؒ

شیخ نور محمدؒ

باب نہم

سیدی و سندی ولی نعمی شیخی وابی حضرت غلام باہو قدس سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی وفات اور بعد کے چند روحانی واقعات کے بیان میں۔ علاوہ ازیں میرے بھائی حضرت مخدوم شیخ سلطان حافظ صالح محمدؒ صاحب دام فیوضہٗ کا مولانا و شیخنا اپنے والد ماجد کی خدمت سے تلقین حاصل کرنے اور مجھ فقیر سلطان حامد قادری کا حضرت ممدوح یعنی اپنے والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کا مرید ہونا بیان کیا گیا ہے ⁂

فصل اوّل

حضرت ممدوح قدس سرہٗ کی ولادت اور ابتدائی حالات میں

یہ ظاہر ہے کہ جب میرے جد امجد یعنی حضرت شیخ سلطان حافظ محمد قدس سرہٗ نے جھنڈا سنگھ و گنڈا سنگھ کے غلبہ کے سبب ہجرت کر کے اسلامی علاقے داؤد پوترہ کھرائی خیرپور ٹامیوالی میں بود و باش اختیار کی۔ جس کی مفصل کیفیت آٹھویں باب کی اس فصل میں لکھی جا چکی ہے جس میں حضرت ممدوح کے مختصر حالات لکھے گئے تھے

آپ خیرپور ٹامیوالی کے علاقے گاؤں گوٹھ میں پیدا ہوئے۔ پہلے آپ کا اسم مبارک قطب الدین رکھا گیا۔ بعد ازاں غلام باہو کے نام سے مشرف و مشہور ہوئے۔ نام تبدیل کرنیکی

وجہ یہ تھی۔ کہ میرے دادا جان کے تین فرزند خاص عمر تک پہنچکر بیمار ہو کر مر گئے تھے۔ جب چوتھا فرزند عنایت ہوا۔ تو اس کا نام قطب الدین رکھا۔ جب آپ بھی اسی عمر کو پہنچے تو اسی طرح بیمار ہو گئے۔ میرے دادا جان شکستہ دل ہو کر خیرپور ٹامیواں سے اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس میں مدد مانگنے آئے۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ اس کا نام سلطان باہو رکھو۔ پھر میرے دادا جان نے مراقبہ میں التماس کیا۔ کہ اگر بجائے سلطان باہو کے غلام باہو کی اجازت عنایت ہو تو بہتر ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس وقت سے آپ کا اسم مبارک غلام باہو رکھا گیا۔ اپنے بزرگوں کی دعا سے آپ کی عمر بھی دراز ہوئی۔ اور اولاد بھی بکثرت ہوئی +

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے اپنی پیدائش کا وقت بخوبی یاد ہے۔ جب میری ناف کاٹی گئی تو مجھے تکلیف ہوئی۔ اور مجھے رنگدار سلارا (دھاری دار کپڑے کا نام ہے) میں لپیٹا گیا۔ جسکی دھاریاں مجھے اب تک یاد ہیں۔ جو عورتیں اس وقت موجود تھیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ دایہ نے کہا۔ بیبیو! اگر اللہ تعالےٰ نے بخشا ہے۔ تو اُسے زندگی بھی زیادہ بخشیگا۔ تم کیوں اس کی ماں کا دل شکستہ کرتی ہو۔ اس نے کہا۔ کہ مائی صاحب اللہ تعالےٰ نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا ہے مبارک ہو۔ نیز آپ فرماتے تھے۔ کہ شیشے کی ونگیں (چوڑیاں) جو مجھے پہنائی گئیں وہ بھی مجھے یاد ہیں "

ایک روز میں خیرپور کے قریب وجوار کے گاؤں میانی میں جو آنحضرت کی پیدائش کے علاقے میں ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ چارپائی پر رو بقبلہ لیٹے ہوئے تھے۔ اور میں آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کو اس وقت اپنے مرشد و والد ماجد یاد آئے اور اپنی بود و باش کا ذکر فرما رہے تھے۔ اور اس گاؤں کے زن و مرد اور بچے آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں ایک اندھی عورت نہایت عمر رسیدہ کبڑی پیٹھ والی اپنا عصا ایک لڑکی کو پکڑائے ہوئے اسی حلقہ میں آپ کے رو برو آ بیٹھی۔ اس کے بیٹھتے ہی آپ نے اس سے پوچھا۔ بڑھیا تو کون ہے؟ عرض کیا۔ صاحب! میں ایک ہندو عورت ہوں۔ فرمایا کیا تیرا نام یہ اور تمہارے باپ کا نام یہ ہے؟ عرض کیا درست ہے۔ پوچھا۔ بڑھیا! کیا مجھے پہچانتی ہو؟ عرض کیا صاحب! معذور ہوں۔ میری آنکھیں نہیں۔ فرمایا شیخ حافظ سلطان محمد کا بیٹا قطب الدین ہوں۔ کہ ہمارا گھر گونڈ گاؤں میں تھا۔ اس وقت تو جوان اور تنا ور عورت تھی۔ اور مجھے پنگوڑے سے کھینچ اپنے دونوں ہاتھوں سے اوپر کو اچھالا کرتی تھی۔ جب اس

بڑھیا کو وہ وقت یاد آیا۔ تو آپ کے پاؤں پر گر پڑی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے گاؤں سے چلے گئے تھے اُس نے عرض کیا ٹھیک ہے۔ ہم جنوبی ملک میں چلے گئے تھے ٭

پھر آپ نے فرمایا میں اس وقت دو شخصوں سے بہت ڈرا کرتا تھا۔ ایک اس عورت سے کہ یہ اس وقت بہت جوان تھی۔ اور مجھے دونوں ہاتھوں سے اُٹھا آسمان کی طرف پھینکتی تھی۔ اور پھر ہاتھوں میں لے لیتی۔ میں ڈرتا اور کانپتا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو میں کسی دفعہ زمین پر گر پڑوں۔ اس عورت کی آواز میں دُور سے پہچان لیتا تھا۔ جب یہ ہمارے گھر کے باہر بولتی تو میں ڈر جاتا۔ کہ اب آکر مجھے اُچھالے گی۔ دوسرے سُرخ رنگ کی کُتیا تھی۔ جس کے دونوں کان کھڑے تھے۔ اس کتیا کی عادت تھی۔ کہ جب میری والدہ اور دایہ سو جاتیں اور مجھ سے غافل ہو جاتیں۔ تو وہ میرے گہوارے میں میرے ساتھ سو جاتی۔ جس کے خوف سے میں ہاتھ پاؤں نہ ہلا سکتا تھا۔ اگر میں اس کی طرف دیکھتا تو مجھے تکلیف دیتی۔ اس کی آواز بھی کتوں کے بھونکنے کے وقت میں پہچان لیتا تھا۔ اس کی آواز سُنکر میں کانپتا تھا۔ بندوق کی آواز سے بھی مجھے ڈر لگتا تھا۔ جب مجھے اپنا وقت یاد آتا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ بچوں کے پنگوڑے سے کتوں کو دُور رکھنا چاہیئے۔ اور معصوموں کے گھر کے پاس بندوق بھی نہیں چلانی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ڈر جائیں۔ اس وقت آپ کا نور منزل دل اپنے بزرگوں اور جائے پیدائش کے تذکرہ پر آمادہ ہوتا تھا۔ اس وقت آپ کے سامنے ایک سات آٹھ سال کی لڑکی جو آپ کی مریدہ تھی کھڑی ہوئی تھی۔ آپ زبان مبارک سے یہ حالات بیان فرما رہے تھے۔ اور دست مبارک سے اس لڑکی کے کاکل کے بال پکڑ کر ہرن کے سینگ کی طرح اوپر کو کر رہے تھے۔ جب وہ وقت گذر گیا۔ اور مُدت تک اس ملک میں جانے کا اتفاق نہ ہُوا۔ تو عرصہ دراز کے بعد اُدھر سے ایک قاصد خط لایا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ جس لڑکی کے بال آپ نے ہرن کے سینگ کی طرح اوپر کو کیئے تھے۔ وہ اب جوان ہو گئی ہے۔ اور اس کے بال بدستور اوپر کو اُٹھے ہوئے ہیں۔ بہتیرا تیل وغیرہ لگا کر دُرست کیئے جاتے ہیں۔ لیکن ٹھیک نہیں رہتے۔ اور نہ وہ اوڑھنی اوڑھ سکتی ہے۔ یہ بڑا عیب ہو گیا ہے۔ آپ کوئی تعویذ بھیجیں۔ اور کوئی دُعا کریں۔ تاکہ اس کی یہ حالت جاتی رہے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ بیٹا! تعویذ لکھ دو۔ یہ دُور سے آیا ہے۔ اسے رخصت کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا۔ اور اتفاقاً اس ملک میں جا نکلا۔ اور مریدوں کے اس گاؤں میں ایک رات قیام کیا۔ صبح وہ بھولا بسرا قصہ مجھے یاد آگیا۔ میں نے مریدوں سے

اس لڑکی کا حال پوچھا۔ تو انہوں نے مفصل بیان کیا۔ میں نے پوچھا۔ اس کا نام کیا ہے اور کہاں رہتی ہے۔ کہا۔ یہاں سے کوئی دو تین میل کے فاصلہ پر احمد پور میں رہتی ہے۔ اس کے بال آپ کے بھیجے ہوئے تعویذ سے درست نہ ہوئے۔ آخر خود حضرت صاحب یہاں تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس لڑکی کو آنحضرت کی خدمت میں لے جاکر عرض کیا۔ کہ یہ اس میں ایک عیب ہو گیا ہے۔ آنحضرت نے پانی منگاکر اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اور خود دست مبارک سے اس کے سر کے بال نیچے کئے۔ لیکن تقریباً چار انگل اب بھی وہ بال اوپر کو اُٹھے رہتے ہیں۔ مگر اوڑھنی اوڑھ سکتی ہے۔ باقی کے بال درست ہو گئے۔ گیسو وغیرہ بٹنے میں آسکتے ہیں +

میں نے کہا کہ اچھا آج میں یہیں ٹھیرتا ہوں۔ اُسے یہاں بلواؤ۔ تاکہ میں دیکھوں۔ جب میں نے اُسے دیکھا۔ تو ٹھیک اسی طرح پایا۔ جیسا کہ انہوں نے بیان کیا تھا +

آنحضرت فرمایا کرتے تھے۔ کہ جوانی کی سرگذشت مجھے بھول گئی ہے۔ لیکن بچپن اور شیر خوارگی کے حالات مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ جب میں دُنیا میں آیا۔ اس وقت جو حالت مجھ پر گذری وہ بعینہٖ مجھے یاد ہے۔ مگر ماں کے شکم کے اندر کے حالات مجھے یاد نہیں رہے۔ وہ غازی خاں نوریل کو یاد تھے +

ایک روز میں نے آنحضرت سے فقر اور ہمت فقر کی بابت پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا بیٹا جو کچھ ہمیں حاصل ہے۔ مادر زاد ہے۔ اور گہوارے میں عطا ہوا ہے۔ اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے۔ جو جان گیا جان گیا +

مُناقب

ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ صاحب اسیر حضرت خواجہ محکم دین سیرانی قدس سرہٗ کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا بیٹا۔ میں ابھی دودھ پیتا بچہ تھا۔ کہ لوگوں نے میرے والد بزرگوار کو اطلاع دی کہ صاحب اسیر آپ کے گاؤں کے پاس فلاں مقام پر بیٹھے ہیں چونکہ آپ ان کی ملاقات کے از بس شائق تھے فوراً اُٹھ کر ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن انہیں وہاں نہ پاکر لوٹ آئے۔ دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ بعد ازاں بہتیرا لوگوں نے کہا۔ کہ صاحب اسیر آپ کے گاؤں کے پاس سے گذر رہے ہیں۔ لیکن آپ

بالکل نہ اُٹھے۔لوگوں نے پوچھا کہ پہلے تو آپ کئی مرتبہ فاصلے پر ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔اور اب گاؤں کے باہر ہیں۔تو بھی آپ نہیں اُٹھتے۔فرمایا۔لوگو! ہماری خواہش اور کوشش سے ہمیں ان کی ملاقات نہیں ہوتی۔تاوقتیکہ وہ خود نہ چاہیں +

گرمی کے موسم میں ایک رات جبکہ چاند کی چودھویں تھی۔اور چاند ظہر کے وقت پر تھا اور بیدار ہو کر چاند کی طرف دیکھ رہا تھا۔اور خوشی سے خود بخود کھیل رہا تھا۔اس وقت میں ایک بڑے پلنگ پر تھا۔ایک طرف والدہ صاحبہ اور دوسری طرف والد بزرگوار مجھ پر اُڑا رہے تھے کہ اچانک گھر کے دروازے پر کسی نے پکارا "گھر والے جاگتے ہیں۔یا سوئے ہوئے"! میرے والد بزرگوار فی الفور اُٹھے۔اور ٹوپی سر پہ اور چادر کندھوں پہ رکھ کر پلنگ سے نیچے اترے۔میری والدہ محترمہ نے پوچھا۔حضرت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔فرمایا۔حضرت صاحب اسیر ملاقات کے لئے آئے ہیں۔جب آپ اکیلے ان کی خدمت میں پہنچے۔تو دونوں صاحب ایک بیر کے درخت تلے گاؤں سے باہر ایک پاک صاف جگہ پر جا بیٹھے۔نمازیں بھی وہیں ادا کیں۔اور اپنی دلی مرادیں پوری کیں۔یعنی اللہ تعالےٰ کے راز ایک دوسرے کو بتائے۔اور مردان خدا کے بھید ظاہر کیئے۔جن سے نامحرم واقف نہیں +

حضرت صاحب اسیر میں یہ اثر تھا۔کہ خلقت کے گروہ آپ کے پیچھے پھرتے تھے۔وہ دونوں راز دار یار چاشت تک اسی خلوت میں بیٹھے رہے۔اس اثنا میں سینکڑوں آدمی جو حضرت صاحب اسیر کی زیارت کے مشتاق تھے۔اس درخت کے گرد حلقہ باندھے کھڑے ہو گئے۔اسی بھیڑ میں حضرت صاحب اسیر نے فرمایا۔کہ ہمارے ہمنام کو بلاؤ۔عام لوگ اس معمہ کو نہ سمجھ سکے۔پس میرے والد ماجد نے فرمایا کہ حضرت صاحب اسیر میرے فرزند کو یاد فرماتے ہیں۔اس معمے کے معنے یہ ہیں کہ صاحب اسیر کا اسم مبارک محکم دین تھا اور میرے والد بزرگوار کا نام بھی بچپن میں قطب دین تھا۔دایہ نے اندر جا کر میری جدہ ماجدہ سے عرض کیا۔کہ حضرت محکم الدین صاحب آپ کے فرزند کو یاد فرماتے ہیں۔انہوں نے اپنے فرزند کا کرتہ اتار بالکل ننگا کر کے انہیں دیا۔جو عورتیں اس وقت وہاں موجود تھیں انہوں نے پوچھا۔کہ ایک بزرگ کی خدمت اپنے بچے کو ننگا کر کے کیوں بھیجتی ہیں؟ فرمایا اس واسطے کہ ولی اللہ کا مبارک ہاتھ میرے بچے کے ننگے بدن پر لگے۔نہ کہ کپڑے پر میرے والد ماجد فرماتے تھے۔کہ بیٹا! جب حضرت صاحب اسیر نے مجھے اپنے مبارک

ہاتھوں میں لیا۔ اور مجھے اپنی گود بٹھایا۔ اور میرے تمام بدن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ یہ لڑکا نیک اور کامیاب ہوگا۔ اور اس کی عمر بہت زیادہ ہوگی۔ مجھے اس وقت کا دیکھا ہوا حلیہ مبارک اور چہرہ منور اب تک یاد ہے ٭

فصل دوم

آنحضرتؐ کے افادہ کے بیان میں

میرے والد ماجد نے فرمایا۔ کہ مجھے میرے والد ماجد قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ جاؤ غونڈ پہاڑ پر جاکر مجاہدہ کیا کرو۔ کیونکہ گذشتہ اولیاء اللہ بھی اسی پہاڑ پر جاکر چلہ کشی کرتے تھے۔ اور یاد الٰہی میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ اس لئے یہ قدیم ہی سے متبرک مقام ہے۔ میں ہاتھ باندھ کر اُٹھ بیٹھا۔ چونکہ حکم تھا۔ اس لئے پاپیادہ روانہ ہوا۔ فرمایا کہ فلاں روز آنا۔ اور اتنا عرصہ وہیں معتکف رہکر یاد الٰہی میں مشغول ہونا۔ فلاں روز فارغ ہوکر آنا۔ اور دریا سے گذر کر شہر کلور کوٹ میں اپنے جد بزرگوار کے مرید فلاں شخص کے گھر میں جانا۔ وہ درویش گھوڑا لئے تمہارا منتظر کھڑا ہوگا۔ تو اُسی وقت سوار ہوکر خدمتگاروں کے ساتھ آنا۔

یارو! صاحبدل درویشوں کا حال دیکھو۔ کہ اکلوتا بیٹا نازو نعمت میں پلا ہوا۔ جس کے لئے رنگا رنگ کے گھوڑوں کا طویلہ بھرا ہوا۔ طرح طرح کی نعمتیں موجود، لنگر فیض اثر سے سینکڑوں آدمی وظیفہ خوار اور کئی خدمت گار۔ کارخانہ ہر طرح سے ترقی پر اور خدا کا دیا ہوا شان وشوکت موجود۔ باوجود ان باتوں کے اپنے بیٹے کو دور دراز سفر کے لئے غیر ملک میں پہاڑ پر بھیجا۔ رستے کی دشوار گذار اور کٹھن منزلیں۔ چولستان کا جنگل۔ اللہ تعالےٰ کے بھروسے پر تن تنہا خدا کو رفیق بنا اس کے حوالے کر روانہ کیا۔ آپ نے سفر و سیاحت اور مجاہدات فی اللہ کا حق ادا کیا۔ آپ نے اس سے زیادہ بھید نہ ظاہر کیا۔ یعنی یہ نہ فرمایا کہ کس شغل میں مشغول رہے۔ صرف اتنا فرمایا کہ میں حکم کے موافق عمل کرتا رہا۔ اور مقررہ دن کو کلور کوٹ آیا۔ تو درویش پہلے ہی سے گھوڑا لیکر میرا منتظر تھا ٭

دوسرے روز جب میں خدمت میں حاضر ہوا۔ تو فرمایا بیٹا! ایک روز تمہارے جدا مجد نے

مجھے اجازت دی کہ رات کو دریا کنارے فلاں شغل کیا کرو۔ جب میں جا کر مشغول ہوا۔ تو ایک رات حسب معمول دریا کنارے مشغول تھا۔ کہ اچانک دو درندے میرے دائیں بائیں آئے۔ اور دونوں طرف مجھ پر حملہ کرنے لگے۔ میرے پاس تلوار تھی۔ جس نے مجھ پر پہلے حملہ کیا۔ اس پر مَیں نے مصلے پر بیٹھے ہی وار کیا۔ وہ کٹ گیا۔ اور دوسرا بھاگ گیا۔ میں بدستور اس شغل میں مشغول رہا۔ صبح جب مَیں نے دیکھا۔ تو وہ درندہ بجو تھا +

اسی حال سے ملتا جلتا اپنا ذکر سُنایا۔ کہ جب میں دریا کنارے رات کے وقت مشغول ہوا کرتا تھا۔ تو ایک رات بھینسوں کا گلہ میرے قریب چر رہا تھا۔ اچانک ایک بھینس کی آواز مَیں نے سُنی۔ مَیں سمجھا کہ شاید کسی شیر نے بھینس کو پکڑا ہے۔ میں وہاں پہنچا۔ چونکہ رات اندھیری تھی۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک جانور نیچے پڑا ہے اور دُوسرا اس کے اوپر کھڑا ہے۔ مَیں نے سوچا کہ پہلے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا چاہیئے۔ تاکہ موقعہ پر تلوار چلاؤں۔ جب مَیں نے ہاتھ مارا تو بھینس کی پیٹھ پر لگا۔ اللہ تعالےٰ نے نقصان سے بچالیا۔ مَیں اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لایا +

ایک اَور مرتبہ رات کے وقت حسب معمول مشغول تھا۔ کہ بھینس کی آواز آئی۔ پھر مَیں تلوار لے کر دوڑا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ بھینس پر شیر کھڑا ہے۔ مَیں نے توکل بخدا اس پر حملہ کیا۔ وہ شکار کو مُردہ کر کے حکمت الٰہی سے ایک طرف جا کھڑا ہوا۔ مَیں بھینس پر جا پڑا۔ پھر ثابت قدم ہوا۔ شیر جو تلوار کے خوف سے کود گیا تھا۔ پھر مقابلہ کے لئے آ کھڑا ہوا۔ اور مجھ پر حملہ کرنے لگا۔ وہ دونوں کان سمیٹ کر تلوار تک پہنچتا۔ جب مَیں للکارتا تو پیچھے ہٹ جاتا۔ اسی طرح کرتا رہا۔ حتیٰ کہ رات کا باقی حصہ اسی جھگڑے میں گذرا۔ اور ہم ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے۔ جب صبح صادق ہوئی۔ اور مال والے بھینسوں کو اکٹھا کرنے کے لئے چراگاہ میں آئے۔ جب میرے قریب پہنچے۔ تو شیر ان کی آواز سن کر میرے مقابلہ سے منہ پھیر جنگل میں گھس گیا۔ مَیں نے مری ہوئی بھینس مال والوں کے سپرد کر کے کہا کہ اسے دریا میں ڈال کر آبادی میں لے جاؤ۔ شیر نے اُسے بالکل نہیں کھایا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور مَیں نے گھر جا کر آرام کیا۔ گو مَیں نے یہ حالات اپنے والد بزرگوار سے چھپائے رکھے۔ لیکن آپ نے اِن مال والوں اَور لوگوں کی زبانی سُنکر فرمایا۔ کہ اب تم دریا کے کنارے نہ جایا کرو +

نیز ایک روز ازراہ شفقت مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! ایک روز میں اپنے والد ماجد کی خدمت میں ملتمس ہوا کہ مجھے تہجد کی اجازت دی جائے۔ فرمایا۔ بیٹا مجھ سے کبھی کبھی تہجد کی نماز میں ناغہ ہو جاتا ہے۔ کسی ایسے شخص سے اجازت لینی چاہیئے۔ جس نے کبھی ناغہ نہ کیا ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یہ بھی جناب کی شفقت پر منحصر ہے۔ فرمایا۔ اچھا بتائیں گے۔ ایک روز ایک درویش کو حکم دیا۔ کہ فلاں فلاں گھوڑی پر زین ڈال کر لاؤ۔ جب لایا تو فرمایا کہ ایک پر تم سوار ہو جاؤ۔ اور ایک پر یہ درویش۔ دونوں ڈیرہ اسمٰعیل کے قریب کے گاؤں بگوانی میں میاں جوسا نامی درویش کے پاس جاؤ۔ اُسے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی زبان فیض بیان سے تہجد کی اجازت حاصل ہے۔ میں منزلیں طے کرتا وہاں پہنچا۔ اور جوسا درویش کلال کا پتہ پوچھا۔ میں نے دیکھا کہ درویش مذکور نورانی چہرہ معمر آدمی ہے۔ اس کی زیارت سے میں بہرہ مند ہوا۔ اور اس کی خیریت پوچھی۔ اور اپنی بتائی۔ اس نے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے بتائی۔ سنتے ہی میرے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔ حضرت میں آپ کی جناب کا غلام اور خدمتگار ہوں۔ جو کچھ ہے آپ ہی کی جناب سے عطا ہوا ہے۔ آپ رات یہیں آرام کریں۔ تہجد کے وقت وضو کرانے کے لئے حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ رات مہمانداری کے لوازمات بجا لایا۔ جب میں سو گیا۔ تو اپنی جگہ چلا گیا۔ ابھی میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ ایک ہاتھ میں کوزہ لئے ہوئے دوسرے سے میرے پاؤں ملنے لگا۔ جب میں جاگا۔ تو میں وضو کر کے مصلے پر بیٹھ گیا۔ اس نے میرے پاس بیٹھ کر نماز تہجد کی اجازت دی۔ اور ترتیب سمجھائی۔ چنانچہ میں نے اس کے رو برو ادا کی۔ صبح رخصت ہو کر منزل بمنزل پھر حاضر خدمت آ ہوا۔ اور میاں جوسا کے پورے حالات عرض کئے +

بعد ازاں پھر شفقت قلبی کے سبب مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! جس رات نماز تہجد کے ادا کرنے میں دیر یا سستی ہو جائے۔ فوراً میاں جوسا ہاتھ میں کوزہ لئے ہوئے میرے پاؤں مل کر جگا دیتے ہیں۔ اور تہجد کے لئے تیار کر دیتے ہیں۔ اِن کی روحانیت کے یمن سے میری غفلت دور ہو جاتی۔ اور اللہ تعالےٰ سے نماز تہجد کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کسی اور شغل کی وجہ سے دیر سے سوؤں تو بھی وقت مقررہ پر آنکھ کھُل جاتی ہے +

نیز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! ایک روز مجھے والد بزرگوار

نے فرمایا۔ اے غلام باہو! فلاں درویش کو ساتھ لیکر لسکانی والہ میں قاضی نور احمد صاحب کی خدمت میں جاؤ۔ اور اُن سے عمل کی اجازت کے لئے التماس کرو۔ اور غازی جنجیانہ کے لئے جو لیہ کمال خاں میں قید ہے دُعا کی درخواست کرو۔ پھر اپنی والدہ کے لئے ضیق النفس کا علاج پوچھنا۔ اور اپنے نزلہ کے لئے بھی علاج پوچھنا۔ مَیں اسی وقت آداب بجالاکر سوار ہو گیا۔ منزلیں طے کرتا ہوا تقریباً ڈیڑھ پہر دن چڑھے لسکانی والہ میں پہنچا۔ دیکھا تو قاضی مسجد اور خانقاہ میں نہ تھے۔ مَیں نے پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا گھر تشریف لے گئے ہیں۔ مَیں نے کہا ہمارے آنے کی اطلاع کر دو۔ لوگوں نے کہا۔ بے فائدہ ہے آپ کا معمول ہے کہ وقت مقررہ سے پہلے نہیں آتے۔ مَیں نے کہا ہم زیارت کے شوق سے آئے ہیں۔ اور دُور سے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا ہم اطلاع کئے دیتے ہیں۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ تیمور شاہ بادشاہ درانی بے وقت زیارت کے لئے آیا تھا۔ تو مقررہ وقت تک اُسے منتظر رہنا پڑا تھا۔ اور آپ ظہر کی نماز کے وقت تشریف لائے تھے تب بادشاہ نے زمین بوسی کا شرف حاصل کیا تھا +

آخر ایک ہمسایہ عورت نے ہمارے آنے کی اطلاع کی۔ تو آپ سُنتے ہی باہر تشریف لائے۔ اور دیر تک ہمارے ساتھ بیٹھے رہے۔ پھر میری مہمانی کے لئے حرم سرا میں تشریف لے گئے +

خدمتگار عورتیں جو اندر سے آئیں وہ کہنے لگیں۔ کہ حضرت قاضی صاحب نے اندر جاکر اپنے عیال و اطفال کو فرمایا ہے۔ کہ آج ایک خوبصورت نوجوان فلاں شخص کا فرزند میری مُلاقات کے لئے ملک چناب سے اپنے جدامجد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ کی خانقاہ سے آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُسے ہر آفت اور بدنظری سے محفوظ رکھے۔ کہ اس سے پہلے ایسا خوبصورت اور پسندیدہ جوان کبھی نہیں دیکھا +

جن لوگوں نے قاضی صاحب کا بے وقت آنا دیکھا یا سُنا۔ انہوں نے بہت ہی تعجب کیا۔ کہ قاضی صاحب بادشاہ کی ملاقات کے لئے بے وقت نہ نکلے اور اس شخص کے لئے اسی وقت نکل آئے۔ اور دیر تک اس کے ساتھ بیٹھے رہے +

جب مَیں دوپہر کو سویا۔ تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ قاضی صاحب مذکور مجھے

اپنے حرم سرا میں لے گئے ہیں۔ جب قاضی صاحب ظہر کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر جو ضروری باتیں تھیں پوچھیں۔ میری والدہ صاحبہ کے ضیق النفس کے لئے فرمایا کہ سرسوں کا تیل ناک میں ڈالنا۔ اور میرے نزلہ کے لئے فرمایا۔ کہ دودھ میٹھے بغیر نہ پینا۔ خواہ گڑ ہی ملے۔ کیونکہ میٹھا ملا دودھ انسان کے لئے اکسیر ہے۔ حکیم نے جو آپ کے کاگل پر داغ دیا ہے غلطی کی ہے۔ کیونکہ اس سے آپ کا دماغ کمزور ہو گیا ہے۔ اب پرہیز کیا کریں۔ یعنی کچا گھی نہ کھایا کریں۔ جو مرغن چیز کھائیں۔ اس سے پہلے اجوائن یا اور کوئی خشک چیز ضرور کھالیا کریں۔ اور اس کے کھانے کے دو تین گھڑی بعد پانی پیا کریں۔ مرغن کھانے کے ساتھ ہی پانی پینے کی عادت ترک کریں +

جب میاں غازی جنجیانہ کے ملنے دعا کے واسطے ملتمس ہوا۔ تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے اور فرمایا اُسے کہو سوتے وقت دو سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرے۔ ہم نے بہتیری کوشش کی اور خود مجلس میں جا کر درود شریف سیکھا۔ لیکن وہ درود شریف مجھے یاد نہ ہوا اور ان بزرگوں کی توجہ سے رہائی پائی۔ والدہ ماجدہ کی ناک میں سرسوں کا تیل ڈالنے سے انہیں شفا ہو گئی۔ جب میرے والد بزرگوار نے قاضی صاحب سے عمل کی اجازت لینے کے بارے میں پوچھا۔ تو میں نے عرض کیا۔ میں نے انہیں بابرکت اور صاحب کمال دیکھ کر ان سے نہ پوچھا۔ فرمایا۔ بیٹا! عمل بھی کمالیت کی علامت ہے۔ خواب میں قاضی صاحب کا مجھے حرم سرائے میں لے جانا عرض کیا۔ تو فرمایا کہ بیٹا! تیری اولاد میں سے کسی کا نکاح قاضی صاحب کے خاندان میں ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ یعنی میرے فرزند میاں خدایار کی شادی اسی خاندان میں ہوئی +

مجھے (سلطان حامد مصنف رحؒ) بخوبی یاد ہے کہ میرے والد بزرگوار کی یہ عادت تھی۔ کہ میٹھے بغیر دودھ نہیں پیتے تھے۔ اور کسی قسم کا میٹھا نہ ملتا۔ تو گڑ پر ہی اکتفا کرتے اور بعد میں عادت ہو گئی تھی۔ کہ خواہ مصری۔ چینی۔ شکر وغیرہ موجود بھی ہو تو بھی گڑ ڈال کر پیتے۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ کہ بیٹا! ایک مقبول شخص کی زبانی میں نے سُنا ہے کہ دودھ میٹھا ڈال کر پیو۔ خواہ گڑ ہی ہو۔ اور مجھے فائدہ بھی بہت دیتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ آپ کامل کے کہنے کا اعتقاد بڑا تھا۔ اس کے مناسب یہ بھی ہے۔ کہ ہر موسم خریف کے شروع میں سونف کے چاول کوٹے ہوئے اور سونٹھ مدبر یعنی رات کو صاف پانی میں بھگوئی ہوئی۔ ادم

گھی میں بھونکر کوٹ چھان کر دونوں کے برابر شکر سفید چینی و کھانڈ ملاکر اس کا سفوف حاضرین کو عنایت فرمایا کرتے۔ اور باقی کو رکھتے۔ تھوڑا تھوڑا کبھی کبھی بلا ضرورت خود بھی استعمال کرتے اور باقی دوستوں اور اپنے اہل وعیال کو بھی دیتے۔ چنانچہ حصہ دار بانٹتے۔ میں نے پوچھا حضرت اتنی محبت سے آپ نسخہ تیار کرتے ہیں۔ اور آپ بخوبی استعمال نہ کرکے ہر شخص کو بلا ضرورت عنایت فرماتے ہیں۔ فرمایا۔ بیٹا! یہ نسخہ مجھے حضرت نور محمد چیلا صاحب کلاں علیہ الرحمۃ نے خفقان بلغمی اور ریحی بیماریوں کے لئے تہ دل سے عنایت فرمایا تھا۔ کہ ہر فصل خریف کے شروع میں تیار کر رکھیں۔ اور کھایا کریں۔ بہت ہی مفید ہے۔ سو بیٹا! میں اہل اللہ کا فرمایا ہوا بجا لاتا ہوں +

ایک دفعہ خلوت میں آپ پر رقت طاری ہوئی۔ تو مجھے فرمایا کہ بیٹا! میں نے تین مردانِ خدا کو مجنوں کی طرح عشق خدا میں ایسا کمزور اور دُبلا دیکھا ہے۔ کہ ہڈیوں پر صرف چمڑا ہی چمڑا ہے۔ گوشت کا نام تک نہیں۔ میں نے پوچھا حضرت وہ کونسے ہیں۔ فرمایا ایک حضرت قاضی نور احمد صاحب لسکانی والہ۔ دُوسرے حضرت سید سلطان اعظم شاہ وندی والہ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ تو میں نے پھر پوچھا۔ کہ حضرت تیسرا شخص کونسا ہے۔ آپ زار زار روئے اور دیر تک خاموش رہ کر فرمایا۔ کہ مجھ مسکین کے والد ماجد۔ فقط +

والسلام خیر الکلام اللّٰھم اغفر لی ما سلف من الذنوب و اعصمنی فی ما یقوت من الاجل فان الخیر کلہ بیدک وانت رؤف الرحیم بحرمت سید الابرار محمد و اھل بیتہ والہ و عترتہ والصالحین صلوٰۃ اللہ وسلامہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین +

فصل سوم

آنحضرت کی پاکدامنی کے بیان میں

ایک روز میں آپ کی خدمت میں تھا۔ چونکہ آپ کو مجھ پر شفقت بدرجہ غایت تھی۔ اس لئے خلوت میں مجھ سے یہ راز کی بات فرمائی۔ کہ بیٹا! مَیں ایک گنہگار بندہ ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ یہ معاملہ اس واسطے ہے۔ کہ کبیرہ گناہ مجھ سے کوئی صادر نہیں ہوا۔ جیساکہ آٹھویں باب میں لکھا گیا ہے۔ کہ جب حرم سرائے والے لونڈیوں پر ناراض ہوئے۔ تو میرے والد بزرگوار نے اللہ تعالےٰ کے خوف سے ان سب لونڈیوں کو رخصت کر دیا۔ اور ان کے عوض ہمسایوں کی بیٹیوں سے کام لینا شروع کیا۔ میرے والد بزرگوار حضرت شیخ غلام باہو نے فرمایا۔ کہ جب کوئی کام کسی لڑکی کے سپرد کرتا۔ تو ان میں سے ایک لڑکی سب سے پہلے آگے بڑھ کر وہ کام سرانجام دیتی۔ اور خود اپنے ہاتھ سے وہ کام کرتی۔ مجھے اپنی سادہ دلی کے سبب اس کی علت غائی معلوم نہ ہو سکی۔ اور دن اسی طرح گذرتے گئے۔ آخر ایک روز جب میں گھر سے باہر آرہا تھا۔ تو اس نے فرصت پاکر کہا۔ کہ صاحب جانتے ہو۔ مَیں تمہیں کیا کہتی ہوں اور تم سے کیا چاہتی ہوں۔ مَیں نے کہا۔ مجھے کیا معلوم۔ اُس نے جھٹ میری کلائی پکڑ لی۔ اور کہا۔ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے۔ میرا مطلب یہ ہے۔ کہ مَیں تم سے وہ چاہتی ہوں۔ جو ایک نوجوان عورت نوجوان مرد سے چاہتی ہے۔ مَیں نے چونکہ اس سے پہلے ایسا معاملہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس لئے ایک لمحہ کے لئے سوچنے لگا۔ اور میری کلائی بدستور اس کے پنجے میں تھی۔ بعد ازاں جب مجھے سمجھ آئی تو مَیں کلائی چھوڑا کر باہر چلا گیا۔ اس بات کے فکر و اندیشہ سے میرا دل بہت کچھ کڑھا۔ اور میں شکستہ اور پژمردہ دل ہو گیا۔ کہ ایسا کیوں ہوا مَیں ایک گوشے میں ہو بیٹھا۔ اور اسی بات کا افسوس کرتا ہوا سو گیا۔ تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ قیامت قائم ہے۔ اور مَیں میدان قیامت میں کھڑا ہوں۔ اچانک دوزخ کے ایک فرشتے نے دوزخ سے آگ کا زنبور لاکر اس سے عین اس جگہ سے میری کلائی کو پکڑا جہاں

سے اس لڑکی نے پنجہ میں پکڑی تھی۔ میری کلائی کو جو تکلیف ہوئی۔ میں چلا اٹھا۔ اور گڑ گڑا کر فرشتہ سے معافی مانگنے لگا۔ کہ مجھے چھوڑ دو۔ اس نے کہا کہ جس وقت تیری کلائی لڑکی نے پکڑی تھی۔ اس وقت تجھے نفرت نہ آئی اور نہ چلایا۔ بلکہ تجھے آرام معلوم ہوا۔ اب تجھے اس کا بدلہ مل رہا ہے۔ تو فریاد کرتا ہے۔ اور معافی مانگتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں ڈرا اور چونک پڑا۔ توبہ استغفار پڑھنے لگا ﴿

دوسرے دن جب میں خدمت میں تھا۔ تو آپ نے اسی بارے میں ایک سرگذشت سنائی۔ کہ بیٹا! میں تمہارے جدامجد کی زندگی میں جوانی کے وقت گھوڑوں کا مشغلہ لیکر ان کو فروخت کرنے کے بہانہ سے رخصت لے ملک داؤد پوترہ کے گاؤں خیرپور ٹاوانویں میں گیا۔ وہاں پہنچکر ایک بڑا تالاب کے کنارے میر محمد خاں کے باغ میں مقام کیا۔ داؤد پوترہ خانوں اور امیروں نے جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت موسن شاہ گیلانی کے مرید تھے۔ مجھ فقیر غلام باہو کو اپنے گھروں میں لے جاکر امیرانہ اور مرادمندانہ خدمات کیں۔ شاید مجھے نوجوان اور خوبصورت سمجھ کر اپنے دلوں میں آزمائش کے لئے یہ تدبیر کی۔ کہ عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھانے سے فارغ ہوکر عین آرام کے وقت ایک نوجوان اور شکیلہ رنڈی کو عمدہ لباس اور زیورات پہنا کر دو تین سہیلیوں سمیت پوشیدہ طور پر میرے پاس بھیجدیا۔ چونکہ میں نماز اور کھانے سے فارغ ہوکر آرام کیئے ہوئے تھا۔ اسباب اور گھوڑے کے پہرہ داروں نے انہیں روک کر مجھ سے عرض کیا۔ کہ اس قسم کے آدمی زیارت کے بہانہ سے آتے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔ میں نے کہا انہیں الگ الگ صبح تک اپنی حفاظت میں رکھو۔ خبردار غافل نہ ہونا۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے ملنے نہ دینا۔ اتنا کہکر میں سو گیا۔ محافظوں نے انہیں الگ الگ نظر بند رکھا صبح جب رنڈیوں کے وارثوں نے ان امیروں اور خانوں کو کہا۔ کہ تمہاری بھیجی ہوئی رنڈیوں سے یہ سلوک ہوا ہے۔ تو امیر اور خان سُنکر سخت نادم ہوئے۔ اور سفارش کر کے انہیں چھڑوایا ﴿

اس آزمائش کے بعد خانوں کا اعتقاد اور بھی کامل ہوگیا۔ میر محمد خاں کے فرزند محمد مراد خاں اور محمد دلاور خاں بہت سے معتبروں سمیت اور خانوں کی عورتیں اور خیرپور مذکور کے بہت سے لوگ مرید ہوئے۔ واللہ مکون الکون والعصمۃ والعون

واللہ یختص برحمتہٖ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ٭

جب آپ خیر پور سے لوٹ کر آئے۔ تو مجھے فرمایا بیٹا! جب میں خیر پور کے سفر سے ملتان واپس پہنچا۔ تو شاہی وفعدار سعد اللہ خاں بابی کے مکان پر اترا۔ ملتان کے بڑے بڑے رئیسوں نے شائد پہلے ہی ان کا یہ خیال تھا۔ ایک رنڈی کو جس کی بہن ملتان کے صوبہ دار محمد مظفر خاں کی منکوحہ تھی۔ نہایت التماس عزت اور الفت سے تماشا کے لئے اس مکان میں بلانے کی تجویز کی۔ اور تمام خاں بھی وہاں جمع ہوئے۔ اور ایک محفل آراستہ کر کے مجھے بھی ہم عمر سمجھ کر وہاں بلا بھیجا۔ وہ رنڈی ملوافہ جب مجلس میں آئی۔ تو اپنے حسن جوانی۔ لباس کنگھن اور خاندانی (کیونکہ اس کی بہن صوبہ دار ملتان کی منکوحہ تھی) کے تکبر سے ایسی بلند مزاج تھی۔ کہ وہاں بڑے بڑے خاں صاحب جاہ وحشمت طرح طرح کے لباس اور زیور سے آراستہ تھے۔ لیکن وہ کسی ایک کی طرف بھی نہیں دیکھتی تھی۔ آسمان کی طرف دیکھتی تھی۔ خان اس کی اس حرکت سے کچھ ناراض تھے۔ اور اس بارے میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے شکایت کرنی شروع کی۔ کہ یہ رنڈی ہماری طرف دیکھتی بھی نہیں یہ عجب قسم کی بلند مزاج واقع ہوئی ہے۔ اسی خیال میں تھے۔ کہ اس عورت نے یکایک میری طرف رُخ کیا۔ اس نے نیاز۔ تواضع اور ادب کے لئے ہاتھ جوڑنے کا طریقہ میرے سامنے شروع کیا ٭

رنڈیوں کا قاعدہ ہے کہ اہل محفل کے روبرو چکر لگا کر بیٹھتی ہیں۔ اور پھر اُٹھ کر ازسرِ نو چکر لگاتی ہیں ٭

وہ کسی کے پاس نہ جاتی۔ بلکہ سب سے دُور عین بیچ میں فرش پر بیٹھتی۔ اور پھر غرور سے گھومنے لگتی۔ ایک گھڑی بعد اس نے محفل میں گھومنا چھوڑ دیا۔ صرف میرے سامنے طواف کرنے لگی۔ اور نہایت نیاز اور تواضع سے میرے سامنے ہاتھ جوڑنے لگی۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر خانوں کی طبیعتیں اور بھی ملول ہوئیں۔ مگر چار و ناچار محفل میں رہے۔ ایک اور گھڑی گذرنے پر وہ رنڈی رونے لگی۔ اس کے ہوش گم ہو گئے۔ اس کی جان اور اس کا دل دونوں پگھلے گئے۔ پھر میری طرف ہاتھ باندھے آئی۔ امیر یہ دیکھ کر ناراض ہوئے۔ مگر ناچار محفل میں رہے۔ ایک اور گھڑی گذرنے پر رونے لگی۔ اور بے ہوش ہو گئی۔ اور ہمہ تن میری مائل ہو گئی۔ اور مست اور فریفتہ ہو گئی ٭

حریص امیر جنہوں نے روپیہ دے کر اسے منگایا تھا۔وہ بھی انہیں کی خاطر آیا تھا۔جب اُسے مجھ جیسے مسافر درویش کا مسخر دیکھا۔تو سخت متنفر ہوئے اور مجلس سے اُٹھ گئے +

جب یہ حالت ہوئی تو اس رنڈی کے وارث اُسے بیہوش اُٹھا کر لے گئے۔اور صبح اُسے مجذوبانہ حالت میں میرے مکان پر لائے۔وہ زار زار روتی تھی۔اور اسمائے پاک کو حیلہ وسیلہ پیش کر کے گڑگڑاتی تھی۔کہ مجھے اپنا ایک غلام بنالو۔اور اپنے ساتھ لے چلو +

ہم مسافر سفر کے لئے تیار تھے۔لیکن اس کی جان لبوں پر تھی۔اور یہی واویلا کرتی تھی اور یہی ورد زبان تھا۔کہ مجھے غلام بنا کر ساتھ لے چلو۔بہت لوگ خاصکر خان اس عجیب واقعہ کو دیکھنے کے لئے آئے۔اس کے وارث بھی التجا کرتے تھے۔کہ کسی طرح اس کی عرض کو قبول کرو۔ میں نے جب کوئی چارہ نہ دیکھا۔تو کہا۔کہ میں سر منڈا فقیر ہوں۔میرا طریقہ درویشی اور فقیری ہے ممکن نہیں کہ میں اس عورت کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ہاں اگر یہ عورت فقیرانہ طریق پر کاربند ہو کر دُنیا چھوڑے۔اور میری طرح سر منڈائے۔تو پھر میں اسے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ چونکہ وہ عورت میرے خیال میں مست تھی۔اس نے جھٹ سارا زیور اتار میرے سامنے رکھ دیا اور نہایت خوشی سے سر منڈوانے کے لئے تیار ہو گئی۔حاضرین اور خصوصًا وارث شور مچانے لگے۔اور سخت متعجب ہوئے +

اس اثنا میں یہ خبر نواب صاحب کے گھر میں بھی پہنچی۔تو خان اور دولت خانہ کے معتبر آدمی میرے پاس آئے۔اور اس عورت کی تسکین کے لئے سفارش کرنے لگے۔میں اس معاملہ کی شہرت اور نامناسبتی سے بہت ملول ہوا۔اور سوچ میں پڑ گیا۔اور درویشی سے اس کے دلی عقدہ کو جو میرے خیال میں اُسے بندھ گیا تھا دعا کے ہاتھ سے کھولا۔چنانچہ ایک گھڑی بعد اس عورت نے واویلا کرنا اور شور مچانا بند کر دیا۔تب بظاہر اُسے درود اور کلام کھلایا اور اس کے وارثوں کے حوالے کیا۔اور اپنا پاؤں اس ناپاک کیچڑ سے نکالا۔ اور سوار ہو کر چل دیا۔اس کا باقی حصہ خیرپور کے سفر کے اختتام پر لکھا جائے گا +

فصل چہارم

میرے والد و مرشد حضرت غلام باہو قدس سرہٗ کا پاکپتن کی زیارت کے لئے جانا اور خیرپور کے سفر کے باقی ماندہ حالات میں

مجھے فرمایا کہ بیٹا! جن دنوں میرا مقام گیگڑا تالاب کے کنارے میر محمد خاں کے باغ میں تھا ان دنوں بہشتی موسم یعنی عاشورہ شریف کے دن آ پہنچے۔ اور لوگ گروہ گروہ پاکپتن کے بہشتی دروازہ میں داخل ہونے کے لئے جا رہے تھے۔ ہمیں بھی قطب الاقطاب زاہد زہدا حضرت خواجہ شیخ فریدالدین شکر گنج قدس سرہٗ کی فیض بشارت زیارت کا شوق دامنگیر ہوا اسباب اور گھوڑے خیرپور میں چھوڑے۔ اور ایک معمولی گھوڑے پر سوار ہو چند درویشوں کے ساتھ چوروں کے ڈر کے مارے قافلہ کے ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں دوپہر کے وقت ایک مقام پر اترنے کا اتفاق ہوا۔ جس کی آبادی بالکل تھوڑی تھی۔ اس میں ایک دکان بھٹیارن کی تھی۔ میرے ساتھی روٹی پکوانے اس کے تنور پر گئے۔ وہ بھٹیارن گاہکوں کی کثرت۔ اپنی گرم بازی۔ جوانی اور مال میں مست میرے ساتھیوں سے بدخلقی سے پیش آئی۔ یہاں تک کہ درویش خشک آٹا اسی طرح دامن میں لے آئے۔ اور ساری کیفیت مجھ سے بیان کی۔ میں نے کہا صبر کرنا چاہئے۔ دوپہر کو ہم بھوکے سو رہے۔ ایک گھڑی گذری ہوگی۔ کہ وہ بھٹیارن مست۔ زیور سے آراستہ۔ لباس پہنے دکان چھوڑ روتی ہوئی میرے مقام پر آئی۔ بھوکے اور ناامید درویشوں نے اُسے دیکھ کر مجھے جگایا۔ وہ عورت رو رہی تھی۔ اور اس کا خاوند بھی فرطِ محبت سے رو رہا تھا۔ میں نے پوچھا کیا ہے؟۔ اس عورت نے گڑگڑا کر پاؤں پڑ کر عرض کیا۔ کہ مجھے برائے خدا اپنے ساتھ لے چلو۔ عمر بھر غلام رہونگی۔ جب ایک گھڑی ان درویشوں سے جو اس پر ناراض تھے۔ دُعا مانگی۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے تسلی دی۔ اور اس کی وہ حالت جاتی رہی۔

فوراً اپنے گھر جا کر چرب اور لطیف کھانا تیار کر کے نہایت خلوص و ارادت سے درویشوں کے سامنے رکھا۔ جو درویشوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اور اس کے حق میں دُعائی زوال کے وقت ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ منزل بمنزل چلکر زیارت شریف سے مشرف ہوئے +

بعد ازاں حضرت دیوان غلام رسُول صاحب گدی نشین اور حضرت قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی مجلس میں گئے۔ میری بابت پوچھا۔ تو میرے ہمراہیوں نے میرا حال عرض کیا۔ کہ فلاں شخص ہے +

دیوان صاحب کو وجع المفاصل کی بیماری تھی۔ آپ نے خدمت گاروں کو حکم دیا۔ کہ جناب صاحبزادہ صاحب کی تعظیم کے لئے مجھے کھڑا کرو۔ چنانچہ خدمت گاروں نے آپ کی دونوں بغلیں پکڑ کر اُٹھایا۔ آپ نے نہایت تعظیم و تکریم سے مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ اور ہمارے حضرت قدس سرہٗ کے حالات پوچھے۔ نیز آنحضرت کی تصانیف کی بابت پوچھا۔ مَیں نے سب کچھ ٹھیک ٹھیک عرض کیا +

حضرت دیوان صاحب کی مجلس اور کچہری میں سینکڑوں عالم۔ صالح اور بڑے بڑے آدمی آنحضرت کے ملازم زرہیں ہتھیار لگائے۔ نفیس لباس پہنے موجود تھے۔ اس وقت حافظ محمّد جمال صاحب ملتانی جو آپ کے مرید تھے موجود تھے۔ انہوں نے بھی سلطان العارفین کی تصانیف کے نام اور احوال سُنے۔ سُنکر اس نے نالائم بات کی۔ مَیں نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ ہمارے حضرت صاحب کی تصانیف میں آیت اور حدیث سے ثابت شدہ باتوں کا ذکر ہے اپنی طرف سے آنحضرت نے کچھ نہیں لکھا +

پس حضرت دیوان صاحب نے فرمایا۔ کہ بزرگوں کے حق میں ایسی باتیں زیب نہیں۔ تنبیہ کے بعد پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حضرت سلطان العارفین کے کچھ ہندی بیت تو سُناؤ میں نے حسب ذیل شعر پڑھے ؎

جو دل منگے ہتھیوے کھٹوں تھیوں رہیا پریرے
دوست نہ دیوے درد داروں دل عشق نہ واگاں پھیرے

جو دل مانگتا ہے۔ وہ کہاں سے میسر ہو۔ دلی مراد کا پورا ہونا بہت دُور ہے۔ دوست رونے کا درد نہیں دیتا۔ اور عشق لگام نہیں پھیرتا ؎

ایس میدان محبت دیوچ ملن تا تکھیرے

میں قربان تنہاں تھیں باھو جنہاں رکھیا قدم اگیرے

محبت کے اس میدان بہت سخت اور تیز تاؤ دیئے جاتے ہیں۔ باہو! میں ان پر قربان ہوں جو قدم آگے بڑھائے +

حضرت دیوان صاحب یہ شعر سُنکر زار زار روئے اور آپ پر رقت طاری ہوئی۔ بعد ازاں روضہ منورہ کے دروازے پر سماع کی مجلس آراستہ ہوئی۔ صوفی وجد میں آئے پھر وجد کی نوبت اس صوفی پر آئی۔ جو حضرت قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی اولاد سے تھا۔ اور اپنے جدامجد قدس سرہٗ کے ایک مرید کا مرید تھا +

جب وہ صاحبزادہ وجد کے لئے اُٹھا۔ اور دروازہ مُبارک کے چرخ باندھا (گھومنے لگے) اسی وجد کے وقت سب نے سر اپنے مرشد کے قدموں پر رکھ دیا۔ اور وہیں سر جھکائے رہے۔ حتیٰ کہ تمام وجد اور رقص میں اسی طرح رہے +

پس میرے والد بزرگوار نے فرمایا کہ بیٹا! میں بھی صوفیوں کی پیروی کرتے ہوئے اٹھا۔ اور اسی چشتی صاحبزادہ کے وجد کی سچائی دیکھ نفسانی ننگ و ناموس اور خاندانی عار کو بالائے طاق رکھ کر اُسے معاف کیا۔ اور نہایت اعتقاد سے اس چشتی صاحبزادے کے پاس روضہ منورہ کے دروازہ کے قریب جا پہنچا۔ جب وہ صاحب زادہ وجد میں پھر گھوما تو روضہ منورہ کے دروازہ پر پہنچا۔ اور اس نے عین وجد کے وقت ایک ہاتھ اور بازو میرے کندھے پر رکھ دیا۔ جس کے رکھتے ہی مجھ پر بھی مستی اور وجد کی حالت طاری ہوئی مگر سینکڑوں حیلوں سے میں نے اپنے آپ کو مضبوط رکھ کر اپنا ہاتھ روضہ منورہ کے حلقہ پر رکھا۔ اور دہلیز مبارک سے چمٹ گیا۔ اس حیلے سے میرا پردہ رہ گیا +

اس کے بعد جب کبھی سماع و سرود سُننے کا اتفاق ہوتا۔ میری طبیعت میں فوراً وہی مستی آجاتی +

جب خانقاہ کی زیارت اور بہشتی دروازہ میں سے گذرنے کا شرف حاصل کر کے شیرپور کے سفر سے ملتان کی راہ لوٹا۔ تو راستہ میں مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا۔ کہ جب میں سفر سے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں جاؤنگا۔ تو شرمندہ ہونگا۔ کیونکہ آپ نے کشف باطنی سے میرا حال دیکھ لیا ہوگا۔ اور سینے کے نور سے میرے باطن کو تاڑ گئے ہوں گے۔ ایک یہ کہ باوجود طریقہ قادریہ عالیہ مستی کا اثر سرود و سماع کے وقت حضرات چشتیہ کی مجلس سے

مجھ پر ہؤا- دوسرا یہ کہ ملتان کی رنڈی کے دل میں میرا خیال جاگزیں ہؤا- اور وہ میری طرف کھچی آئی یہ کام نہایت ہی نامناسب ظہور میں آیا +

القصہ جب خانقاہ مقدس کے ظہور پرنور خصوصًا اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہؤا- تو آپ کی زیارت کرتے ہی وہ رنڈی والا خیال اور وہم بالکل جاتا رہا اور اس کے ناپاک اندیشے سے میرا دل بالکل صاف ہوگیا ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود از قیل و قال

اے کہ تیرا دیدار ہر سوال کا جواب ہے- تجھ سے بغیر قیل و قال مشکل حل ہوتی ہے +

جب مَیں آپ کی خدمت میں بیٹھا- اور آنحضرت نے مجھ سے بہشتی دروازہ اور صوفیائے کرام کی مجلس کی بابت پوچھا- تو مَیں نے بلاکم و کاست سب کچھ عرض کیا- کہ اس چشتی صاحب زادہ نے میرے کندھے پر ہاتھ اور بازو رکھا- مجھ پر مستی غالب آئی- اور اس کے بعد بھی سرود و سماع کے وقت مستی کی حالت طاری ہوتی رہی - آپ نے جواب میں فرمایا- کہ بیٹا! اس صوفی کے ہاتھ رکھنے سے اس واسطے اثر ہؤا- کہ اس کا وجد سچا تھا- ہم جو سلسلہ قادریہ کے درویش ہیں - ہمیں ایسا نہیں ہونا چاہیے +

جب مَیں نے یہ واقعات آنحضرت کی خدمت میں عرض کیے- اسی وقت وہ تاثیر مجھ سے جاتی رہی- اور پھر کبھی ظاہر نہ ہوئی- اس مرشد کامل کی توجہ سے دونوں باتوں کا اندیشہ دل سے دور ہوگیا +

مناقب

ایک ہی دن میں حضرت صاحب کا خیر پور ٹاویں (خیر پور کھرانی) سے خانقاہ مقدس میں پہنچنا

واضح رہے کہ ایک روز میرے مربی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ بیٹا ایک دفعہ موسم گرما میں میں خیر پور ٹامے ویں میں تھا۔ حکمت الٰہی سے مجھے خیال آیا کہ ایک ہی دن میں خانقاہ مقدس میں پہنچ جاؤں اس غرض کے لئے امراء داؤد پوترہ سے جو محب تھے۔ مہرہ اونٹ طلب کئے۔ اور اپنے گھوڑے اور سامان بدستور خیر پور میں چھوڑ خانیوالہ بار کی راہ ایک دن میں خانقاہ مقدس میں جا پہنچا۔ لوگوں نے مبارکباد دی اور کہا، کہ اتنا عرصہ ہوا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے عہد کیا تھا۔ کہ جب تک میرا بیٹا غلام باہو نہیں آئے گا۔ میں نہ کھاؤں گی نہ پیونگی۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ ساہو قوم کے جیونہ نامی آدمی کو حضرت ممدوح نے بدکاری کے سبب اپنی آبادی سے نکال دیا۔ جب حضرت ممدوح خیر پور تشریف لے گئے۔ تو وہ شخص ایک دفعہ حضرت صاحب کے کنوئیں پر سے بیلوں کی جوڑی چرا لے گیا۔ اور دوسری دفعہ آ کر کنوئیں پر کے دوسرے مکانوں کو آگ لگا گیا۔ میرے بچے ابھی کم سن تھے۔ اس واسطے لوگوں نے اس امر کی شکایت ڈیوڑھی پر کی۔ اس لئے میری والدہ ماجدہ نے اللہ تعالٰے سے عہد کیا کہ جب تک میرا فرزند غلام باہو نہ آئے گا۔ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ جب لوگوں نے والدہ صاحبہ کو میرے آنے کی خوشخبری دی۔ کہ حضرت آپ کھانا کھائیں۔ اور پانی پئیں۔ اللہ تعالٰے نے آپ کا عہد پورا کیا ہے۔ یعنی آپ کا فرزند غلام باہو آ گیا ہے۔ ڈیوڑھی شریف سے جواب آیا۔ کہ میں نے اللہ تعالٰے سے عہد کیا ہے۔ کہ جب تک میرا فرزند چور کے ہاتھ باندھ کر لائے گا۔ اس وقت کھاؤں گی۔ اس لئے میں نے باقی رات مدو کے لئے خانقاہ مقدس میں گذاری۔ اور گھر نہ گیا +

صبح کے وقت جب مجھے اونگھ آئی۔ تو میرے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین نے

ارشاد فرمایا۔ کہ اگر سورج نکلنے سے پہلے شامہ تک کنوئیں پر پہنچ جاؤ۔ تو ہم چور کے بازو تمہیں دیں گے +

جب صبح نماز ادا کی تو ڈھال تلوار لے کر پا پیادہ اس کنوئیں کی طرف دوڑا دوڑا گیا۔ لیکن سورج نکلنے سے پہلے وہاں نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ وقت تنگ تھا۔ سورج رستہ ہی میں نکل آیا۔ جب کنوئیں پر جا کر پوچھا کہ کیا کوئی شخص رات کو تمہارے کنوئیں پر تھا؟ انہوں نے کہا کہ جیونا سو ہو رات یہیں تھا۔ لیکن سورج نکلتے ہی وہ دکن کی طرف رنگپور کھیڑا کی راہ چلا گیا ہے۔ میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ کیونکہ مجھے والدہ صاحبہ کی پیاس کا بڑا خیال تھا۔ صبح کے وقت پیچھے سے آدمی گھوڑوں پر زین ڈال مسلح ہو کر آ پہنچے۔ ہم سوار پیادہ مل ملا کر بہت ہو گئے۔ اور سب اس جیونا کے پیچھے ہو لئے۔ حتیٰ کہ ہم علی مست خاں کی کڑی میں پیر علی پیر کمال کے پاس پہنچے۔ اور میں نے اس چور کی پیٹھ دیکھی۔ وہ ہمارے گھوڑوں کی آواز سنتے ہی ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ میں فوراً گھوڑے پر سے اتر اس پر جھپٹا۔ اور اتنی مہلت نہ دی کہ وہ مکان سے نکل سکے۔ میرے ساتھیوں نے بھی حملہ کیا۔ اسی اثناء میں گاؤں والے مصیبت خیال کر مسلح ہو کر نکل آئے۔ اور ہمارے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ آدمیوں نے انہیں کہا۔ کہ یہ غلام باہو ہے چور کی تلاش میں آیا ہے۔ آپ ڈریں نہیں۔ یہ سن کر گاؤں کے لوگ تھم گئے۔ سب سے پہلے میں ہی اس دروازے پر پہنچا۔ اور دروازے کو بند پایا۔ لیکن چور کو اتنی فرصت نہ ملی کہ کسی اور چیز سے دروازے کو مضبوط کرے۔ صرف اپنے دونوں ہاتھوں سے دبائے ہوئے کھڑا تھا۔ میں نے تلوار سونت اس دروازے میں سے وار کیا۔ کیونکہ وہ دروازہ سرکنڈوں کا بنا ہوا تھا۔ میری تلوار کی نوک اس کے کان پر لگی اور اس کے ہاتھ سے دروازہ چھٹ گیا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے ...... اسے پکڑ کر اسے باہر نکالا۔ اس کے زخم پر پٹی باندھ گھوڑے پر اپنے ساتھ سوار کر کے اسی وقت واپس پھرا۔ اور ظہر کے وقت گھر میں پہنچے اور چور کو ڈیوڑھی کے دروازہ پر حاضر کیا۔ اور خود والدہ صاحبہ کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ کہ اماں جان! میں چور کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے باندھ لایا ہوں +

میری والدہ صاحبہ کئی دن رات سے بھوکی پیاسی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور روزہ افطار کیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے کیا ہی مقبول تھے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ان کا کیسا اعتقاد تھا۔ اللہ ان پر رحم کرے +

واضح رہے کہ خیر پور کے اسی سفر میں مَیں حاضر خدمت تھا۔ کہ ایک رات محمد مراد خاں داؤد پوترہ کے ڈیرہ میں ایک مکان میں بسیرا لئے ہوئے تھے۔ سوتے وقت آپ نے فرمایا کہ چراغ کی روشنی مدھم پڑتی جاتی ہے۔ ذرا بتی اکسا دو۔ ایک درویش نے دیکھ کر عرض کیا۔ کہ حضرت چراغ میں تیل نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بتی اکسا دو۔ درویش نے عرض کیا کہ بتی بھی نہیں صرف تھوڑی سی گادھ ہے۔ وہ بھی چراغ کے منہ میں ہے۔ وہی جل رہی ہے +

آنحضرتؒ نے فرمایا۔ کہ اب بازار ہیں دکانیں بند ہیں۔ سب سوئے ہوئے ہیں۔ اور سحر کے وقت چراغ کی روشنی بھی ضروری ہے۔ اچھا اب سو جاؤ۔ یہ کہ ہم روشنی میں سوتے ہیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ درویش بھی تہجد کے لئے اُٹھا کرتے تھے۔ مجھے بھی انہوں نے جگایا۔ اگر میری عمر بہت چھوٹی تھی۔ لیکن مجھے یاد ہے۔ کہ جب تہجد کیو قت اُٹھے تو چراغ شمع کی طرح جل رہا تھا۔ تہجد اور وظائف بدستور ادا کئے۔ جب فجر کی اذاں ہوئی تو آنحضرت نے ایک درویش کو فرمایا کہ چراغ بجھا دو۔ اس نے بجھانے کی بہتیری کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ آخر آپ نے خود اُٹھ کر اُسے بجھایا۔ لوگوں نے جب چراغ کو دیکھا تو اس میں وہی میل شمع کی طرح جل رہا تھا۔ نہ تیل تھا نہ بتی +

اسی مقام میں ایک روز آنحضرت کو نچلے دانتوں کے درد سے تکلیف ہوئی۔ یہانتک کہ دو وقت آپ کھانا نہ کھا سکے۔ جب سونے کا وقت آیا۔ تو مجھے فرمایا بیٹا! اگرچہ ہمارے سارے دانت نکل گئے۔ لیکن کبھی دانت درد کی تکلیف نہ ہوئی۔ کیونکہ مجھے ایک بزرگ نے اجازت دی تھی۔ کہ نماز مغرب کے بعد دو نفل پڑھ کر اس کا ثواب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی رُوح پاک کو بخشا کرو۔ تو دانت درد کی تکلیف نہ ہوگی۔ مَیں نے اس میں کبھی ناغہ نہ کیا۔ اب کی مرتبہ جب میرے دانتوں میں درد ہوا۔ تو ایک سفید پوش شخص صاحب نے درد کا دانت مجھے دیکر کہا۔ کہ اب کبھی دانت درد نہ ہوگا۔ مَیں اُسے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھتا ہوں +

آپ اس درجہ تارک الدنیا تھے۔ کہ گھر کی ضروریات کے لئے ایک پیسہ تک اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ محض اللہ تعالٰے پر بھروسہ تھا۔ دو سال بعد جب سفر سیر اللہ سے فارغ ہو کر آئے تو آپ کے پاس اپنے گھوڑوں کی فروخت اور فتوحات غیبی کا ہزارہا روپیہ تھا جو سب کا سب راہِ خدا میں خرچ کر کے ملتان کی راہ گھر تشریف لائے +

پشاوری درزی پر آپ نے روانہ ہونے سے چند گھڑی پہلے مرید بنا کر توجہ فرمائی وہ عالم استغراق اور سُکر میں گیا۔ یہ سب کچھ آنحضرت کی توجہ کے سبب سے تھا +

آپ میں بھید کو چھپانے کی بڑی عادت تھی۔ چنانچہ جس مرید یا طالب پر توجہ فرماتے اس کی غیر حاضری میں فرماتے۔ اس واسطے کہ اگر روبرو توجہ کی تو افشائے راز کا ڈر۔ اور تکبر اور اور خود پسندی کا خوف ہے +

مجھ مسکین پر بھی کئی دفعہ غائبانہ توجہ فرمایا کرتے تھے۔ انشاء اللہ اس بات کا مفصل ذکر اپنے حالات میں لکھوں گا +

آپ اس درجہ تارک الدنیا اور وعدے کے سچے تھے۔ کہ جب دوسری مرتبہ ملک جنوب کے سفر کو گئے۔ جو دراصل محض روہڑی شریف رستے کے اولیاء اللہ کے مقبروں کی زیارت کے لئے اختیار کیا تھا۔ ظاہر میں آپ حافظ محمد اسکندر خاں افغان خوکانی یعنی خاکوانی رحمۃ اللہ علیہ کی ماتم پرسی کے لئے اس کے بیٹوں کے پاس گئے۔ کیونکہ وہ آپ کا قدیمی اور پکا دوست تھا۔ سہراب خان کے خیر پور میں گئے۔ اور ماتم پرسی کے بعد ملک سندھ کی تمام زیارتیں حیدر آباد تک از سر نو دیکھنی شروع کیں۔ اور اس سفر میں میرے بڑے بھائی حضرت شیخ حافظ سلطان صالح محمد ادام اللہ حیاتہٗ و برکاتہٗ اپنے والد ماجد کے ساتھ تھے۔ وہ جب یہاں آکر مجھ سے ملے۔ تو بیان فرمایا۔ کہ جب سفر مذکور سے واپس آتے وقت احمد پور داؤد پوترہ میں داخل ہوئے۔ تو دنیاوی اسباب سے جس طرح جاتی دفعہ خالی ہاتھ تھے۔ اسی طرح آتی دفعہ بھی خالی ہاتھ تھے۔ کیونکہ جو نقدی یا مال اسباب ہاتھ لگتا۔ آپ ایک ہاتھ سے لیتے دوسرے سے دے دیتے۔ باقی صرف چالیس روپے نقدی ہمارے پاس تھے۔ مجھ سے جب پوچھا کہ بیٹا! تمہارے پاس کس قدر نقدی ہے۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ صرف چالیس روپے فرمایا لاؤ۔ میں نے پیش کئے۔ ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ کہ بیٹا! اتنی رقم وطن میں ہمارا کوئی کام نہیں چل سکے گا۔ بہتر ہے اس سے ہم تجارت کریں۔ جس سے ہمیں بہت نفع ہوگا۔ میں نے عرض کیا حضرت اس سے کونسی تجارت ہو سکتی ہے۔ فرمایا۔ بیٹا! تمہیں معلوم نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے " مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم " جو لوگ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ اُن کی مثال اس دانے کی سی

ہے۔ جس میں اگ کر سات خوشے لگتے ہیں۔ اور ہر خوشے میں سو دانے ہوتے ہیں۔ جسے چاہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُسے کئی گنا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ علیم اور واسع ہے *

یہ بھی عام طور پر مشہور ہے کہ دس گنا دنیا میں اور ستر گنا آخرت میں ثواب ملتا ہے یہ چالیس روپے راہِ خدا میں صرف کر کے تجارت کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کے برخلاف نہیں کرتا۔ وہاں احمد پور میں میرے جد امجد حضرت شیخ سلطان عظمت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں معتکف لوگ عین مستحق تھے۔ وہ چالیس روپے انہیں عطا فرمائے

مجھے (سلطان حامد مصنف) اچھی طرح یاد ہے۔ کہ جب حیدر آباد جنوب کے سفر سے لوٹتے وقت پورے دو سال بعد ملتان میں آئے۔ میں اِس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ وہاں پر مسمی حافظ بخش لکار ریشم کا سوداگر جو آپ کا مرید خاص اور صاحب اعتقاد و اخلاص معزز نیکوکار ملتان کا باشندہ تھا۔ اور جس کا ذکر انشاء اللہ مفصل لکھا جائے گا۔ چونکہ آپ سفر سے خالی ہاتھ واپس آئے تھے۔ اِس نے حال دریافت کر کے عرض کیا۔ کہ حضرت! جس وقت ملتان میں نواب حاجی مظفر خاں علیہ الرحمۃ و الغفران فوت ہو گئے اور سکھوں نے ملتان کو لوٹا۔ اُس وقت میں ننگے سر اور ننگے کندھے گھوٹہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کا طالب ہوا تھا۔ اور آپ نے مجھے دُعائے خیر سے سرافراز فرمایا تھا۔ کہ اے خدا بخش! اللہ تعالےٰ پھر تمہیں پہلی طرح مالدار کرے گا۔ اور حلال روزی نصیب کرے گا۔ غم نہ کر اور اپنا کام کر۔ اب چونکہ عرصہ دراز کے بعد وطن واپس جا رہے ہیں۔ اور آپ کے پاس کوئی چیز نہیں۔ جو بوقت ضرورت کام آئے۔ میرے پاس اس وقت ایک ہزار روپیہ آپ کا حصہ موجود ہے۔ کیونکہ جب اس بے سرو سامانی کے وقت آپ نے میرے حق میں دُعا کی تھی۔ اسی روز میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ نے میرے مرشد کی دُعا قبول کر لی۔ اور میں بفضلِ خدا پہلی طرح مالدار ہو گیا تو میں دسواں حصہ بنذر خدا اپنے مرشد کے ملک کروں گا۔ صاحب! اب بفضلِ خدائے قادر ذوالجلال میرے پاس دس ہزار روپے کا مال ہے۔ اب میری سعادت کا عین موقعہ ہے۔ کہ وہ مقررہ نذر آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ وہ لے جا کر اپنے وطن میں خرچ کریں *

آپ نے فرمایا اے حافظ! اچھا وہ چیز اپنے ساتھ لے کر میرے ہمراہ خانقاہ مقدس

تک چلو - کیونکہ جو کچھ تم نے نذر دینا چاہا - وہ مَیں نے خانقاہ مقدس کی نذر کیا +
مختصر یہ کہ حافظ کو ساتھ لے خانقاہ مقدس میں مبلغات مذکورہ خانقاہ مقدس کی تعمیر پر صرف کیا - اور پختہ اور مضبوط بنیاد باندھی +

حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ان کی رُوحانیت کی توجہ سے اور ہم دُو بھائیوں (سلطان صالح محمدؒ اور سلطان حامدؒ قادری مصنف) کی کوشش سے خانقاہ مقدس کی عمارت جلدی مکمل ہوگئی - الحمد للہ والشکر +

بعدازاں جامع حضوری کی مسجد منورہ بفضلِ خدا ہم مسکینوں کے ہاتھ سے عمدہ بنی - اِن دونوں مقامات کی عمارت پہلے کچی اینٹوں کی اور نامکمل تھی +

جب دوُسری دفعہ زیارتوں کے ارادے سے ملک جنوب کی سَیر کی اور اس سفر میں میرے بھائی حضرت حافظ شیخ سلطان صالح محمدؒ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے - میرے بھائی فرماتے ہیں - کہ جب ہم روہڑی شریف میں بال مبارک اور رستے کی زیارتوں سے فارغ ہوئے اور میر سہراب خاں کے خیر پور سے حافظ محمد اسکندر خان خوکانی المعروف خاکوانی رحمۃ اللہ علیہ کی ماتم پرسی سے فراغت ہوئی - تو آپ باقی جنوبی زیارتوں کے لئے روانہ ہوئے - جب ہم سیہوان شریف میں پہنچے - اور حضرت سید عثمان مروندی یعنی حضرت لعل شہباز نور اللہ مرقدہٗ کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے - اور وہاں رات گذار کر صبح آگے چلنے کی تیاری کی - اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور حیدر آباد کی طرف کی زیارتوں کے لیۓ روانہ ہوئے - مَیں نے عرض کیا کہ حضرت ایسے مکان میں محض ایک رات آپ رہے فرمایا - بیٹا! زیادہ رہنا اچھا نہیں - جب مزار والے نے مجھے پہلے دن رُخصت کر دیا - تو پھر یہاں رہنا اچھا نہیں - پوچھتے وقت رخصت کے احوال بیان فرمانے لگے - کہ بیٹا! حضرت لعل شہباز نے زیارت اور توجہ کے بعد مجھے فرمایا کہ تم مہمانی کے لئے ہو - یا ہماری زیارت کے لئے - ہم چالیس ہزار روپیہ سے تمہاری مدد کرتے ہیں - مَیں نے جواب میں کہا حضرت ہمیں آپ کا جمال کافی ہے - اس اثنا میں آنکھوں میں آنسو بھر لائے - جب سیہوان کے باہر شہر بینور میں آئے - جس کا گردو نواح ریگستانی اور کوہستانی تھا - وہاں ایک کانٹے دار جھاڑیوں کا خارستان تھا - وہاں آپ نے گھوڑا ٹھیرا کر فرمایا - بیٹا! بینور کی اس وادی ریگستان اور خارستان میں حضرت بی بی سستی آوارہ ہوئی - اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے

تھے۔آپ کے کلام اور توجہ سے مجھ (صالح محمدؒ) پر رقت طاری ہوئی۔جب میں نے ہمراہی درویشوں کو دیکھا۔تو وہ بھی زار زار رو رہے تھے۔اس روز ساری منزل اور قیام کرتے وقت آپ نے بالکل بات چیت نہ کی۔آپ کی طبع مبارک اسی حالت میں رہی +

مختصر یہ کہ جب ہم اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے فارغ ہوکر حیدر آباد پہنچے۔تو سید سلطان شاہ معشوق اللہ پوترہ کی کاٹھری میں آٹھیرے۔سید سلطان شاہ موصوف ہمارے حضرتؒ کے ایک باصفا مرید تھے۔مریدانہ آداب اور حسن خدمات بجا لانے کے بعد انہوں نے عرض کیا۔کہ میر نصیر خان والئے سندھ شکار کو گیا ہے۔اس نے مجھ سے اقرار کیا تھا۔کہ جب آپ کے مرشد یہاں تشریف لائیں۔تو میری دعوت قبول کر کے میرے مکان پر ضرور تشریف لائیں۔صاحب! آپ اس کے آنے تک یہیں قیام فرمائیں۔وہ آپ کا از حد مشتاق اور معتقد ہے۔چونکہ ملک سندھ کا والی محب باصفا اور سخی ہے۔ہر طرح سے نذریں پیش کرے گا۔اور سعادت حاصل کرے گا۔حالانکہ میر صاحب سید سلطان شاہ صاحب کے مرید تھے۔اور سید موصوف بھی تارک الدنیا اور صاحب احوال رند مشرب تھے۔آنحضرت نے جواب میں فرمایا۔کہ سید سلطان شاہ! ہمارا ارادہ دُنیاوی مال اکٹھا کرنے کا نہیں اور نہ ہم امیروں کو تسخیر کرتے آئے ہیں۔ہم تو محض درویشانہ سَیر کے لئے آئے ہیں۔سو سَیر کر کے اپنی راہ لیں گے +

مطلب یہ کہ رات کو تہجد کی نماز کے وقت کہ ہمارے حضرت نماز عشا کی فریضہ کے بعد اور تہجد و وتر سے پہلے اسمار الٰہی کی دعوت میں مشغول ہوا کرتے تھے۔اور اس میں کسی سے ہمکلام نہیں ہوتے تھے۔میں (صالح محمد) ہر رات آپ کے حکم سے عشار کی نماز فریضہ کی امامت کرتا۔اور آپ معہ درویشوں کے مقتدی بنتے۔اور بعد ازاں اوراد و نوافل کے شغل میں مشغول رہتے۔میں بھی نماز جماعت کی امامت کے بعد دعوت مذکور کے پڑھنے میں مشغول ہوا۔اسی رات میرے دل میں خیال آیا کہ اب حیدر آباد جاکر اپنی تلوار کا قبضہ سُنہری کراؤں گا +

چونکہ میں آپ کے پاس ہی بیٹھا ورد کر رہا تھا۔مجھے یہ خیال آتے ہی آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا۔اور خود بدستور اذائے دعوت میں مشغول رہے۔ایک لمحہ بعد پھر آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر

کلمہ لاحول تنبیہاً پڑھا +

چونکہ وہ خیال میرے دل میں گھر کر گیا۔ آپ کی تنبیہ سے دُور نہ ہُوا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے اپنی تسبیح رُو برُو پھینک کر پھر لاحول پڑھی۔ اور مجھے جھڑک کر فرمایا۔ صالح محمد! ہم نے تجھے اس دعوت عظیم کی اجازت کیا اس واسطے دی تھی۔ کہ ان اسماء ربانی کے پڑھتے وقت دُنیاوی بُرے خیالات دل میں لاؤ۔ اس طرح کرنے سے تم دائمی نعمت کھو رہے ہو۔ کیا میں نے تجھے پہلے ہی دن نہیں کہا تھا۔ کہ جس مراد کے لئے یہ دعوت پڑھی جائے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فضل کرم سے پوری ہو جاتی ہے۔ جب ایسی نعمت حاصل ہو۔ تو پھر ذات الہٰی کے نور کے سوا اور کچھ نہیں مانگنا چاہیئے۔ بیٹا! جب تو نے یہ نابکار خیال کیا۔ میرے عمر بھر کے سکوت کو تو نے توڑا۔ یہ خیال دل سے دُور کر۔ اور توبہ استغفار کر۔ اللہ تعالےٰ ہی سے اللہ تعالےٰ ہی کو مانگ۔ تو سنہری قبضے کو کیا کرے گا۔ اُٹھ عشاء کی نماز فریضہ پھر ادا کریں۔ اور دعوت اور ورد از سرِ نو کریں۔ تاکہ جو سلسلہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور جو فضیلت جاتی رہی ہے۔ شائد وہ پھر ہاتھ آئے +

پس مَیں نے کلمہ تجدید پڑھا اور شرمندہ ہو کر آپ کی توجہ اور تنبیہ سے وہ خیال دل سے دُور کیا۔ اور تکبیر کہہ کر آپ کے حکم کے موافق امامت کی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر اوراد میں مشغول ہوا +

سُبحان اللہ وبحمدہ آپ کا نور منزل دل کیسا آگاہ تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کے عشق میں کس طرح یگانہ اور اس کے غیر سے بیگانہ تھے۔ مقامات کے طے کرنے میں آپ حق تعالےٰ کی طرف یک سُو تھے۔ اور دشوار طریقوں کے طے کرنے میں شہسوار تھے۔ دریائے وحدانیت کے استغراق میں مستغرق تھے۔ ظاہر میں وہ دنیا میں تھے۔ لیکن باطن میں ہر وقت اور ہر دم اللہ تعالےٰ کے ساتھ تھے +

اگر آپ کے اوصاف بیان کروں۔ تو الگ ایک کتاب مرتب ہوتی ہے۔ یہاں پر صرف مختصر طور پر ذکر کرتا ہوں۔ ان اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری: بے شک میرے دوست میرے دوست میری قبا تلے ہیں۔ میرا غیر انہیں نہیں پہچان سکتا +

جب دوسری مرتبہ حیدر آباد مذکور کے سیر و سفر سے لوٹے۔ اس وقت میرے بھائی حافظ صالح محمدؒ صاحب کے ساتھ آپ فتح پور جویہ میں مہتہ ہو و نال مل کے مکان پر تشریف

لائیے۔اور مہتہ ہووناں مل مذکور نے ضیافت کے لئے ایک بھیڑ یا بکری ذبح کرائی۔آپ نے فرمایا کہ کل کے لئے بھی اسی گوشت سے رکھنا چاہیئے۔جب دوسرے دن مہتہ مذکور کے کارکنوں نے ایک اور بکری گوشت کے لئے مانگی۔آپ نے فرمایا۔کہ کل کا گوشت وافر تھا۔ہم نے تمہیں کل ہی کہہ دیا تھا۔کہ کل کے لئے کافی ہے۔انہوں نے کہا حضرت آدمی زیادہ تھے۔خرچ ہو گیا۔فرمایا نہیں نہیں۔دوسری بکری کی ضرورت نہیں۔انہوں نے اصرار کیا۔تو آپ نے پھر زور سے فرمایا۔گوشت ابھی پڑا ہے۔ایک انکار پر پکا ہو گیا۔کہنے لگا کہ حضرت کل کا گوشت کہاں باقی ہے۔کوئی نہیں *

شاید اس شخص کا نام قادر بخش تھا۔گو آپ کی یہ عادت نہ تھی۔لیکن چونکہ میزبان کا نقصان تھا۔اس کا مال مفت میں کھاتے تھے۔آپ نے فرمایا۔کہ فلاں فلاں آدمی اور فقیر رمضان کے ساتھ اس کے گھر میں جاؤ جو دکھائی دیتا ہے۔اس کے اندر مٹی کا کچا برتن ہے۔یعنی سکاری ہے اور اس کے اوپر مٹی کا سرپوش ہے۔اس سرپوش کو اٹھاؤ۔اس میں دو بازو اور ایک ران کے ٹکڑے پڑے ہیں۔وہ قادر بخش کے مکان سے کھینچکر لاؤ۔انہوں نے ایسا ہی کیا۔اور بجنسہٖ گوشت لے آئے۔اور لنگر شریف کے باورچیخانہ میں استعمال کیا *

میرے بھائی حضرت شیخ سلطان حافظ صالح محمد فرماتے ہیں۔جو اس سفر میں اپنے والد ماجد حضرت غلام باہو قدس سرہٗ کے ساتھ تھے۔کہ جب ہم مہتہ مذکور کے مکان سے ملتان کی طرف روانہ ہوئے۔تو راستے میں دوپہر کے وقت ایک گاؤں کے قریب پہنچے۔دور سے ہمیں پیپل کا ایک درخت دکھائی دیا۔ہم نے کہا کہ گرمی کا وقت ہو گیا ہے۔اس سایہ دار درخت کی طرف چلنا چاہئے۔سارے اسی طرف چلنے لگے۔تو آپ نے فرمایا۔کہ بیٹا! پہلے کسی سوار کو بھیجکر معلوم کر لینا چاہیئے۔کہ یہ درخت کسی کنوئیں کی مڈیر پر تو نہیں۔یا اس کے نیچے چوپائیوں کا مکان تو نہیں۔اگر ایسا ہو تو شاید وہاں اترنے کے لئے جگہ نہ ہو۔تحقیق کئے بغیر اس قدر فاصلہ بے فائدہ طے کرنا اچھا نہیں۔ہم نے ایک سوار کو بھیجا جس نے آکر کہا کہ وہ درخت کنوئیں کی مڈیر پہ ہے۔اور اس کے تلے ریوڑ کا باڑہ (احاطہ) ہے۔پھر ہم نے گاؤں کا رُخ کیا۔اور سایہ میں جاکر اترے۔جب اس مقام سے آدھی رات کے وقت تیاری کی اور وادی کی راہ ملتان جا رہے تھے۔رات کی تاریکی کے سبب

ہم رستہ بھول گئے۔ ہم ستاروں کی راہنمائی سے کام لے رہے تھے۔ میں سوار ہو کر آگے آگے جا رہا تھا۔ ناگاہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ بیٹا! ٹھیر جاؤ۔ کوئی ہوشیار پیادہ تمہارے آگے ہونا چاہیئے۔ سوار کے لئے ضروری ہے۔ کہ اندھیرے میں پیادہ کو اپنے آگے رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ گھوڑا کسی گڑھے یا کنوئیں میں گر پڑے۔ آپ نے پیادہ کو فرمایا۔ کہ عصا لیکر ہوشیاری سے آگے آگے چلے۔ پیادہ ابھی چند قدم گیا تھا۔ کہ اس نے کہا ٹھیر جاؤ ٹھیر جاؤ۔ آگے کنواں ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ ہمیں کیا ڈر ہے۔ کیونکہ ہمارے حضرت صاحب واقف ہیں مصرعہ

چہ باک از موج بحر آں را کہ شد نوح کشتیباں

اس شخص کو سمندر کی لہروں کا کیا ڈر ہے۔ جس کا ملاح نوح علیہ السلام ہو +

کلہ خاں پنی میاں خیل بوندہ جو حضرت صاحب کا مرید تھا۔ ایک روز مجھے کہنے لگا کہ صاحبزادے سلطان حامد! میں تمہیں کرامت کی حکایت سُناؤں۔ وہ یہ کہ میرا بیٹا نامدار بخارا شریف میں تجارت کے لئے گیا۔ اور وہاں سے اُس نے ریشم لادا۔ اور دریائے آموں کی راہ واپس آرہا تھا۔ کہ گھوڑوں کے کمند جو کشتی کو کھینچ رہے تھے۔ دریائے طغیانی کے سبب گھوڑوں کی گردنوں سے ٹوٹ گئے۔ اور کشتی تھپیڑوں میں آئی جہاں ڈوبنے کا خطرہ تھا۔ ملاحوں کا سہارا صرف گھوڑوں پر تھا۔ جب وہ بھی نہ رہا۔ تو انہوں نے مرنے کی ٹھان لی۔ میرے بیٹے کو کہنے لگے۔ کہ اگر تیرا کوئی مرشد یا وسیلہ ہے۔ تو اس سے مدد طلب کر۔ اور رونے لگے۔ وہ دل میں متوجہ ہوا۔ اور اپنے مرشد حضرت شیخ سلطان غلام باہو سے مدد مانگی۔ اور چلایا کہ اے مرشد امداد کا وقت ہے۔ کیونکہ اب مال بھی جاتا ہے۔ اور جان بھی۔ اور خاندان بھی مفلس ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ مال صرف یہی تھا جو میرے پاس ہے +

پس اللہ تعالےٰ کے حکم سے صاحب باطن سے مدد پہنچی۔ کہ وہ کشتی فی الفور موجوں کے تھپیڑوں سے نکل آئی۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل اور اہل اللہ کی دُعا سے ساحل امن پر آگئی +

جب ہم ساحل پر پہنچے۔ تو دیکھا کہ کشتی کھینچنے والے گھوڑے نیچے کی طرف دریا کے کنارے کھڑے ہیں۔ اور ہماری کشتی بفضل خدا اوپر کی جانب ساحل پر پہنچی ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ اور اپنے باکمال مرشد کی کرامت کا اظہار ہوا +

کلہ خاں نے کہا کہ اے صاحبزادہ سلطان حامد! میں بار بار ریشم کی سوداگری کے لئے خراسان جاتا اور وہاں سے ملتان آتا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب ملتان میں ہم والی مسجد کے اندر نوافل سے فارغ ہوکر ورد میں مشغول تھے۔ وظیفہ کی حالت میں آپ دنیاوی کلام نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ نے خاموشی کا روزہ توڑ کر مجھے فرمایا۔ کہ اے کلہ خاں تیرا بیٹا نامدار خاں جب بخارا شریف سے آیا تھا۔ تو اُس نے تجھے کچھ اطلاع دی تھی۔ صاحبزادے۔ جب نامدار بخارا سے آیا تھا۔ تو اس نے سارا حال مجھ سے بیان کیا تھا لیکن چونکہ معاملہ بخیریت گذرا اس لئے مجھے یاد نہ رہا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں عرض نہ کیا۔ مجھے ایسا فراموش ہوا کہ آنحضرت کے بار بار کے اشارے سے بھی مجھے یاد نہ آیا۔ پھر آنحضرت نے خود ہی زبان مبارک سے فرمایا کہ اے کلہ خاں تیرا بیٹا نامدار خاں دریائے آموں کے سخت طوفان میں پھنسا تھا کشتی موجوں کے تھپیڑوں میں آگئی میں آگئی۔ اور گھوڑوں کی گردنوں کے کمند ٹوٹ گئے۔ اور کشتی سخت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ کیا نامدار خاں نے تجھے اس بات کی اطلاع نہیں دی تھی۔ میں نے کہا۔ کہ نامدار خاں نے تو ترکستان سے آتے ہی مجھے اطلاع دی تھی۔ مگر آپ کی خدمت میں عرض کرنا بھول گیا +

پھر آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اے کلہ خاں بلا آئی تھی۔ جو مال اور جان دونوں کو برباد کر دیتی۔ لیکن بفضلِ خدا ٹل گئی۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پناہ دی اتنا فرما کر پھر ورد میں مشغول ہو گئے ؎

آصفِ وقت اند درویشاں کہ خورشید از خدا

دم زدن پیش سلیماں تختِ بلقیس از سبا

درویش آصفِ وقت ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ سے تختِ بلقیس کو سبا سے سلیمانؑ کے پاس ایک لحظہ میں لے آتے ہیں +

شرف الدین ولد محمدؐ زاہد قوم گھسورہ آنحضرت کا مرید اپنے وطن سے جدا ہوکر ملک داؤد پوترہ میں محنت مزدوری پر گذران کرتا تھا۔ اس کی عورت بھی اس کے ساتھ تھی۔ ہر روز مزدوری کر کے گذارہ کرتا۔ اور زندگی کے دن کاٹتا تھا۔ اس نے جب سُنا کہ آنحضرت داؤد پوترہ کے دار الخلافہ احمد پور میں اپنے چچا بزرگوار حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمتہ کے مکان پر ہیں۔ تو حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت نے خستہ حالی اور پریشانی دیکھ کر

پوچھا۔ او شرف الدین! تم یہاں کہاں؟ کیا حالت ہے؟ عرض کیا حضرت! ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ میں خستہ حالی اور پریشانی میں وطن سے جدا ہوا۔ اب اس ملک میں آوارہ ہوں۔ اور محنت مزدوری سے گذارہ کرتا ہوں ✤

ایک گھڑی آپ نے سوچ کر ایک خادم کو پوچھا۔ کہ لنگر میں کوئی چیز ہے۔ اُس نے عرض کیا حضرت صرف ایک محمودی روپیہ سنہ ... کا میرے پاس ہے۔ فرمایا۔ لاؤ۔ شرف الدین خود راوی ہے۔ مجھے اس (سلطان حامد) نے کہا۔ کہ روپیہ مذکور مجھے عطا فرمایا۔ وہ مَیں نے ہاتھ میں لے کر عرض کیا۔ کہ حضرت اسے کیا کروں۔ فرمایا غم نہ کرو۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ تمہیں وزیر خانصاحب صادق محمد خان والئے بہاولپور سے پروانہ دلاؤں۔ کیونکہ دریا کے گھاٹ سے پروانہ بغیر نہیں گذرنے دیتے۔ تم توکل بخدا اپنے وطن ملک چناب میں رنگپور کھیڑا میں جاؤ۔ کیونکہ اب سکھوں نے پٹھانوں سے ملتان کا علاقہ لے لیا ہے۔ اگرچہ ملک خراب اور ویران ہوگیا ہے۔ لیکن اب ملک کو آباد کرنا چاہتے ہیں۔ تم بھی اپنے گاؤں بھلی میں جا کر ٹھیرو۔ اور احکام سے ملو۔ انشاء اللہ ضرور وطن میں تمہاری جمعیت ہو جائے گی۔ مَیں نے عرض کیا حضرت! ملک سارا ویران ہو چکا ہے۔ اور مَیں اکیلا ہوں۔ میرا ساتھی نہیں۔ مجھ اکیلے بے سروسامان سے کیونکر آباد ہو سکتا ہے۔ جو گاؤں سالہا سال سے ویران پڑا ہے۔ اگر اُسے آباد کریں گے تو قحط اور چوروں کا ڈر ضرور ہوگا ✤

آنحضرت نے فرمایا اندیشہ نہ کر اللہ تعالےٰ تمہیں جمعیت عنایت فرمائے گا۔ شرف الدین نے کہا۔ کہ صاحبزادہ سلطان حامد! مجھے آنحضرت کے فرمانے کا یقین آگیا۔ اور مَیں وطن جانے پر آمادہ ہوگیا۔ پروانہ ہاتھ میں لے کر گھاٹ پر پہنچا۔ کیونکہ پھر پروانہ کے بغیر گذرنا ناممکن تھا۔ کیونکہ ملتان پر سنگھوں کا غلبہ تھا۔ کسی نے مجھ سے پروانہ نہ پوچھا۔ مَیں اپنی عورت کو بچھڑے سمیت بٹھایا۔ اور اپنے لڑکے احمد دین کو جو ابھی شیرخوار تھا۔ کندھوں پر بیٹھا دریا سے گذرا۔ اور ہم اسی طرح ایک گاؤں میں پہنچے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اس روپے کے سوا میرے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں۔ یہ روپیہ بنئے پاس لیجا کر کھانے کے لئے کچھ خریدتا ہوں۔ اسی خیال میں تھا کہ چاروں طرف سے لوگ آگئے۔ انہوں نے میری ایسی تعظیم کی جیسی مرید اپنے پیر کی کرتے ہیں۔ صبح پھر ہم نے اپنی راہ لی۔ جہاں ہم اترتے اسی طرح لوگ مسخر ہو جاتے۔ کہ کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی ✤

صاحبزادے سلطان حامد! وہ روپیہ محمودی سنہ ۳۰ ھ کا مجھے آنحضرت نے عطا فرمایا تھا اس کے خرچنے کی ضرورت نہ پڑی۔ وہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ اور میں نے اسے تبرکاً گھر میں رکھا ہوا ہے ۔

مختصر یہ کہ رنگپور کے گرد و نواح میں آ کر موضع بھل میں ایک درخت کے نیچے بسیرا لیا۔ اور اپنی بیوی بچے کو وہاں بٹھا کر رنگ پور میں گیا۔ وہاں کے چودھری ہوت خاں کھیڑا نے جو وہاں کا رئیس اعظم تھا۔ مجھے خستہ حال دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھ مجھے بغل میں لیا۔ اور پوچھا کہ شرف الدین! تو کہاں رہا۔ اور کب آیا اور کہاں ہے۔ میں نے کہا اپنا بال بچہ موضع بھل میں ایک درخت تلے چھوڑ آیا ہوں۔ اور آپ کی ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھا اور کہنے لگا۔ کہ چل حاکم وقت سے تیری ملاقات کرا لاؤں۔ وہ مجھے دار الخلافہ میں لے گیا۔ اور حاکم سے عرض کی۔ کہ یہ میاں شرف الدین نہایت شریف اور خاندانی آدمی ہے۔ پہلے یہ موضع بھلن کا مالک تھا۔ آپ کا احسان سنکر اُسے آباد کرنے کے ارادے سے آیا ہے۔ ان کنوؤں اور زمینوں کا پٹہ اس کے نام کیا جائے تو عین عنایت ہوگی۔ تاکہ آباد کرے۔ حاکم نے اسی وقت اس گاؤں کا احسانی پٹہ لکھدیا میں اُٹھ کر اپنے مکان میں آیا۔ تو چودھری موصوف نے اپنے اہلکاروں کو کہا کہ جب میاں شرف الدین کسی کام کے لئے آئے۔ تو اسی وقت اس کا کام سرانجام کرنا ہوگا۔ تاکہ اس کا ویران مکان آباد ہو جائے ۔

وہاں سے رخصت ہو کر بازار میں سے آ رہا تھا کہ ہندو ساہوکار رہتہ نالگال جو کھرہ بازار میں اپنی دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دور سے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھنے لگا۔ خیریت سے آتے ہو۔ میں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ شرف الدین! یہ مال اور دکان تمہارا ہی ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ اپنا مال سمجھ کر استعمال کرو۔ تاکہ گاؤں جلدی آباد ہو جائے۔ اے صاحبزادہ سلطان حامد! ایک بیل میرے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ایک اور لیکر بیلوں کی جوڑی بنا کر ایک کنوئیں کو درست کر کے بھادوں میں چنا بو دیا۔ وہ اس قدر ہوا۔ کہ بیل کی قیمت بھی ادا کی۔ بال بچے کا چھ مہینے کا خرچ بھی رکھ لیا۔ اور گیہوں کا بیج بھی خرید لیا۔ پھر بیلوں کی ایک اور جوڑی خرید کر دو جوڑی سے گیہوں بوئے۔ اس فصل سے میں بے پرواہ ہو گیا۔ یعنی دو تین کنوئیں بھی آباد کر لئے

دوسری فصل پر ہیں غنی ہوگیا۔ غلہ مویشی اور نقدی کی کوئی کمی نہ رہی +

مطلب یہ کہ آنحضرت کی ایک ہی توجہ اور دُعا سے میاں شرف الدین اپنے زمانے کا ایک دولت مند ہوگیا۔ اس کا لنگر جاری ہوگیا، جس میں سے سینکڑوں رئیس۔ مسکین اور مسافر کھانا کھاتے۔ اور ایک مسجد میں عالم اور حافظ اہل سنّت والجماعت تھے۔ پانچوں وقت نماز باجماعت ادا ہوتی۔ لڑکے قرآن شریف پڑھتے۔ جمعیت ایسی کہ شرف الدین پانچوں وقت باجماعت ادا کرتا۔ اور جن نوافل و اوراد کی اپنے مرشد سے اجازت تھی۔ اور کلام اللہ کی تلاوت میں کبھی ناغہ نہ کیا +

گردو نواح کے نامی گرامی آدمی اس سے قرض لیتے تھے۔ خود وہ صاحب شرع۔ صاحب قناعت۔ سادہ۔ علما شکل درویشوں کی طرح رہتا تھا۔ دانائی۔ تدبیر اور مصلحت میں یکتائے زمانہ اور بے نظیر تھا +

جب تک وہ زندہ رہا۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے عزت وحرمت اور جمعیت سے رکھا۔ یہ تمام فیض آنحضرت کی اس توجہ کے سبب تھا۔ جو پہلے دن آپ نے اس پر کی +

ایک روز آنحضرت اس کے مکان پر گئے۔ تو دیکھا کہ اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ موسم گرما سرما میں دن یا رات کو کھیتی باڑی دیکھنے جاتا۔ یا کبھی کبھی دارالخلافہ رنگپور میں جانے کا اتفاق ہوتا۔ تو نہایت سادگی سے درویشوں کی طرح پیدل جاتا +

آنحضرت نے فرمایا۔ کہ شرف الدین! کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک چھوٹا سا گھوڑا خرید لو۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت مالک ہیں۔ جس طرح آپ کی رضامندی اور حکم۔ ایک اور درویش کے پاس ایک نہایت اصیل خوبصورت، خوش رفتار چھوٹا سا گھوڑا تھا۔ وہ آپ نے شرف الدین کو بخشا۔ کہ شرف الدین! اب یہی گھوڑا کافی ہے۔ اگر تم بڑے گھوڑے کی تکلیف سے ڈرتے ہو۔ تو چھوٹا خرید لیا کرو۔ یہ تو تکلیف نہیں دیتا۔ جب تک وہ گھوڑا زندہ رہا شرف الدین اسی پہ سوار ہوتا رہا۔ جب وہ گھوڑا مر گیا۔ تو بہتیری کوشش کی کہ بڑا گھوڑا ہاتھ آئے۔ لیکن نہ آیا آخر ایک چھوٹا گھوڑا خریدا +

ایک روز میں نے کہا۔ میاں شرف الدین! اللہ تعالےٰ نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے۔ کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ ایک اچھا گھوڑا کیوں نہیں خریدتے۔ مجھے (سلطان حامد)

سارا ماجرا سُنا کر کہا کہ صاحبزادہ صاحب کو حضرت صاحب نے پہلے مجھے چھوٹا گھوڑا عنایت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ اگر بڑے گھوڑے کی تکلیف سے ڈرتے ہو۔ تو چھوٹا ہی تمہاری کارروائی کے لئے کافی ہے۔ اس میں تکلیف بھی کم ہوگی۔ مَیں بڑے گھوڑے کی بہتیری کوشش کرتا ہوں۔ ہاتھ نہیں آتا۔ مجھے گھوڑیوں اور ٹٹوؤں میں برکت ہے۔ فقط +

یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت کے قول و فعل میں خاص حکمت اور برکت تھی۔ جو کچھ زبان فیض بیان فرماتے تھے۔ اس میں دائمی تاثیر ہوتی تھی +

آپ ایسے صاحب آگاہ دہمت تھے۔ کہ شرف الدین مذکور کو کسی وجہ سے ساہی (قوم کا نام ہے) لوگ مار ڈالنے پہ آمادہ ہوئے۔ وہ لوگ قزاق اور راہزن تھے۔ آدھی رات کے قریب بھلی مذکور میں شرف الدین پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت آنحضرت احمدپور سیال میں تھے۔ اور اپنے معمول کے موافق آدھی رات کے وقت وظیفہ کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک ہاتھ مبارک نکال کر زور سے پکارا " ہاں ہاں الامان الامان " جب تہجد اور اوراد سے فارغ ہوئے۔ تو درویشوں نے پوچھا۔ کہ آج رات اوراد کے وقت آپ کی زبان مبارک سے " الامان الامان " کیوں نکلا تھا۔ آپ نے فرمایا ایک سخت مُصیبت آئی تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے بچالیا۔ پوچھا۔ وہ کیا بلا تھی۔ فرمایا۔ شرف الدین گسورہ اکیلا حویلی میں سویا ہوا تھا۔ ساہیوں نے اس پر حملہ کیا۔ اور اُسے قتل کرنے کے لئے اس کے سر پہ تلوار سونت کر وار کیا چاہتے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے بچالیا +

جب درویش شرف الدین کے پاس گئے۔ اور اُس سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ مَیں اپنی حویلی میں سویا ہُوا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت سے خود بخود میری آنکھ کُھل گئی۔ چونکہ رات چاندنی تھی۔ دیکھا کہ چند ساہی میرے دشمن حویلی کی دیوار سے کود آئے ہیں۔ اور ان میں سے دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر تلواریں سونتی ہوئی ہیں۔ اچانک غیب سے خود بخود شکست کھاکر پھر دیوار پر سے کود گئے۔ درویشوں نے تاریخ ملائی تو ٹھیک وہی تھی۔ جس دن آپ نے " الامان الامان " پکارا تھا +

ایک قاصد شرف الدین گسورہ کا عریضہ آنحضرت کی خدمت میں لایا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ گیہوں کی فصل اولا سے برباد ہوگئی۔ مَیں نے عریضہ پڑھ کر سُنایا۔ تو آنحضرت نے

افسوس تک نہ کیا۔ بالکل خاموش رہے۔ مَیں بھی موقعہ نہ پاکر خاموش رہا ؛

پھر جب آپ کی طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ تو مَیں نے عرض کیا۔ ابا جان ! شرف الدین کی فصل گندم کے نقصان ہونے کا افسوس ہے۔ اللہ تعالےٰ بھی بے نیاز ہے۔ اس کا غلّہ تو ہمیشہ مسکینوں۔ مسافروں اور سائلوں پر صرف ہوا کرتا تھا۔ اور وہ خود بھی نیک اور پابند شریعت ہے۔ نہیں معلوم کس قصور کے بدلے اسے یہ سزا ملی ہے ؛

آنحضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ دو تین مرتبہ جب میں نے تحریک کی۔ تو فرمایا بیٹا ! شرف الدین بے وقوف تھا۔ جن اعمال کا تو نے ذکر کیا ہے۔ اِن میں سے کوئی عمل بھی وسیلہ نہ ہوا ؛

مَیں نے حیران رہ کر عرض کیا۔ کہ اباجان اکونسی بے عقلی کی۔ فرمایا بیٹا ! ماہ گذشتہ جب ہم ملتان سے اس کے مکان پر آئے تو اُس نے مجھے کہا۔ کہ صاحب ! چونکہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ اور آپ کا ایک خادم میرے مکان پر ہی رہیں۔ اور وہاں کا کام صاحبزادوں پر چھوڑ دیں۔ تو آپ کی ایسی خدمت مجھے بوجھل نہیں معلوم ہوگی۔ بیٹا ! اس کی اس بات سے مجھے بہت رنج آیا۔ کہ یہ کسان اپنے غلّے کی زیادتی پر نازاں ہو کر مجھے ایک گھوڑے اور ایک آدمی سمیت اپنے لنگر کا وظیفہ خوار بنا کر اپنے دروازے پر بٹھاتا ہے۔ اپنی طبیعت کی اس قسم کی سیری سے مصیبت میں پھنسا ہے۔ کہ اُس نے مجھے نکما اور حقیر خیال کیا۔ اور اپنی وظیفہ خواری کے لائق سمجھا۔ اپنی اس بے عقلی کے سبب مواخذہ میں آیا ؛

دوستو ! اللہ تعالےٰ کے اولیاء اگرچہ بظاہر فقر محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اور درویشی میں بسر کرتے ہیں۔ لیکن باطنی ہمت میں ان کی نظر کیمیا ہوتی ہے۔ جو چاہتے ہیں۔ ایک دم میں بخش دیتے ہیں۔ ان کے دل کی ناراضگی ایک گھڑی میں نعمت و دولت میں زوال لاتی ہے ؛

شرف الدین اپنی بشریت کی جلالیت اور نفسانیت کے سبب مغرور تھا۔ اور اس کی عقل کی آنکھوں پر پردہ سا آیا ہوا تھا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ جس کامل نے میری ساری عمر کی پریشانی اور مفلسی کو جمعیت اور غنایت میں تبدیل کر دیا۔ اور نعمتیں بخشیں۔ اُسے میں حقیر اور اپنا وظیفہ خوار

خوار ہو رہا ہوں۔ نعوذ باللہ +

آخر جب تنگ ہو کر پھر حاضر خدمت ہوا۔ تو پھر آپ نے رحم کھا کر اس پر توجہ فرمائی

مصرعہ
با کریماں کارہا دشوار نیست

قادر بخش نیلگر حجرہ شاہ مقیم رحمۃ اللہ علیہ سے جو خلیفہ محمد صدیق حجرہ والہ کا مرید تھا۔ اور جس کا چچا سارق نامی لاہور اور امرتسر سے ساہوکاروں کی دکانوں میں نقب لگا کر مال لایا کرتا تھا۔ اس قادر بخش نے اس سے مل کر نیلگری کی دکانیں کھول رکھی تھیں۔ اتفاقاً امرتسر میں ایک ہندو ساہوکار کو نقب لگاتے ہوئے پکڑا گیا۔ اور قید ہو گیا۔ اُسے پہلی چوری کے عوض بید بھی لگائے تھے۔ قادر بخش ڈرتا ہوا خانقاہ مقدس میں پہنچا۔ قریباً ایک سال اس کی رہائی کے حاضر خدمت رہا +

ایک رات ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں تہجد کی نماز کا وضو کرتے وقت آنحضرت نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ قادر بخش آج رات تیرے چچا نے امرتسر کے قید خانہ سے بفضلِ خدا رہائی پائی ہے۔ اور سلامتی سے اپنے گھر پہنچ گیا ہے +

قادر بخش نے عرض کیا ہے۔ کہ کیا میں یقین مانوں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ یقین مانو بالکل سچ ہے۔ عرض کیا۔ چادر میں گرہ دے لوں۔ فرمایا۔ دے لو۔ فجر کی نماز کے بعد قادر بخش نے یہ ماجرا مجھے بتایا۔ تو میں سنکر خاموش رہا۔ چند روز بعد اس کے گھر سے قاصد آیا۔ جو پیغام لایا۔ کہ فلاں رات بحکم خدا تیرے چچا کی بیڑیاں کٹ گئیں۔ اور وہ صحیح و سلامت گھر پہنچ گیا مبارک ہو۔ قادر بخش قدمبوسی حاصل کر کے رخصت ہوا ؎

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اولیاء کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہے۔ کہ وہ چھٹا ہوا تیر رستے میں سے لوٹا سکتے ہیں +

حافظ محمد اسکندر خاں خوکانی المعروف خاکوانی کے بیٹے حافظ حکومت خاں کا معتبر عبدالرحمٰن خاں ملک سندھ میں خانقاہ مقدس میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ میں حافظ حکومت خاں کے حکم کے مطابق سات سو روپیہ گھوڑے خریدنے کے لئے جناب کی خدمت میں لایا ہوں۔ آپ نئے اور سستے گھوڑے

خرید فرماویں +

عبدالرحمن روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کر کے خود اور کاموں کے لئے ملتان چلا گیا۔ اور جاتی دفعہ عرض کر گیا کہ اِس مہینے کے اخیر پہ حاضر خدمت ہوں گا۔ اور گھوڑے لے جاؤں گا +

آپ نے وہ روپیہ تھوڑے دنوں میں لنگر شریف کے کام میں فی سبیل اللہ خرچ کر دیئے +

اسی اثنا میں آپ کی آنکھیں دُکھنی آگئیں۔ میعاد کے بعد عبدالرحمن کا خط بھی آپہنچا کہ میرے واپس آنے میں تین چار دن باقی ہیں +

مَیں نے عرض کیا حضرت ان کا روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ اُور گھوڑا ایک بھی موجود نہیں۔ اَور وہ واپسی کے لئے تیار ہے۔ فرمایا بیٹا! جب اللہ تعالےٰ آنکھوں کو شفا بخشیگا۔ تو گھوڑوں کے لئے مَیں خود گردو نواح میں جاؤں گا +

چونکہ مجھے ظاہر بینی کے سبب حوصلہ نہ تھا۔ اس لئے پھر مَیں نے عرض کیا کہ اگر حضور توجہ سے ہمیں کسی کام کے لئے بھیجیں۔ تو انشاء اللہ کام سرانجام ہوجائے گا۔ اگر اس معاملہ میں بھی اجازت ہو تو ہم گھوڑوں کی جستجو کے لئے جائیں۔ کیونکہ اب بہت تھوڑے دن باقی ہیں۔ فرمایا۔ بیٹا! ابھی تمہاری شناخت ہماری شناخت کی سی نہیں۔ یہ دوستی کا معاملہ بہت نازک ہے۔ جب میری آنکھوں کو شفا ہو گی۔ مَیں خود جاؤنگا

چونکہ میرا اول روپیہ کی ناموجودگی۔ گھوڑوں کی عدم موجودگی۔ اور تنگیٔ میعاد سے تنگ تھا۔ مَیں نے عرض کیا۔ ابا جان! اب کی دفعہ پردہ نہیں رہے گا۔ کیونکہ صرف تین چار دن باقی ہیں۔ فرمایا۔ بیٹا! ایک بڑا بھاری نقص ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔ مَیں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ تمہیں اپنے پروردگار پر یہ یقین ہے۔ کہ شائد اب تین چار دن باقی ہیں۔ کام ہو سکے یا نہ اگر تین چار گھڑی باقی ہوں تو بھی اللہ تعالےٰ ہمارا پردہ رکھے گا۔ جاؤ خاطر جمع رکھو آرام کرو +

وہ عشا کا وقت تھا۔ آپ نے آنکھوں پر پٹی باندھی۔ مَیں آپ کے حکم کے مطابق اپنی آرام گاہ میں جاکر سو رہا +

جب صبح اُٹھا۔ تو دیکھا۔ آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے آنکھوں پر سے پٹی

کھولی ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا حال ہے۔ فرمایا۔ بیٹا! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے شفا بخشی ہے۔ فقیر رمضان کو کہو۔ کہ میری سواری کے گھوڑے پر زین ڈال کر لائے۔ اور تم میں سے ایک بھائی بھی میرے ساتھ تیار ہو جائے۔ تاکہ آج چناب پار جائیں وہاں گھوڑوں کا مقام ہے۔ میرے بھائی حافظ محمد صالح محمدؒ صاحب تیار ہوئے۔ فجر کی نماز کے بعد گھوڑے لائے گئے۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ سلطان حامد! اگر ایک محمودی روپیہ ہو تو بہتر ہے۔ تاکہ بطور پیشگی دیا جائے۔ تلاش کے بعد میں نے عرض کیا۔ کہ روپیہ تو نہیں۔ فرمایا اچھا۔ پھر سوار ہو گئے۔ جب کشتی پر سوار ہوئے۔ تو کشتی میں سے ایک شخص نے اٹھ کر محمودی روپیہ نذر کیا۔ آپ نے فقیر رمضان کے سپرد کیا۔ اور بخیر و عافیت پار ہوئے ۔

دریا کے کنارے بہت سے گاؤں میں تلاش کی۔ لیکن کوئی گھوڑا نہ ملا۔ اتنے میں گرمی تیز ہو گئی۔ آپ نے گھوڑے کی باگ مشرق کی طرف پھیری۔ میں (صالح محمد) آپ کے پیچھے پیچھے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ حضرت کہاں جا رہے ہیں۔ آگے نہ کوئی آبادی ہے۔ نہ واقفیت۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ پھر بھی جواب نہ دیا۔ ظاہر بینی سے مجھے خیال آیا کہ شاید آپ اس وقت مستی اور سُکر میں ہیں۔ میں نے مقابل ہو کر آپ کے گھوڑے کی باگ تھام لی اور پوچھا۔ ابا جان! کہاں جا رہے ہیں۔ کہ اس طرف نہ کوئی آبادی ہے۔ نہ واقفیت۔ آپ کے چہرے مبارک پر قدرے ملال کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا! صالح! تم حد سے گذر رہے ہو۔ اگر تمہیں کہو۔ تو اسی وقت میرا ساتھ چھوڑ کر چلے جاؤ۔ بیٹا! مجھے آواز دیتے ہیں۔ کہ موضع نوخانہ میں جا کر گھوڑا لو۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! ہم نے تو نوخانہ کا نام کبھی نہیں سُنا۔ وہ کہاں ہے؟ فرمایا آؤ۔ اسی طرف ہو گا۔ میں آپ کے پیچھے جا رہا تھا۔ دُور سے ایک پراچہ سوداگر گدھے پر سوار آ رہا تھا۔ وہ واقف تھا۔ اس نے آکر قدمبوسی کی۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ نور محمد کہاں سے آ رہے ہو؟ عرض کیا نوخانہ سے۔ پوچھا کتنی دُور ہے؟ عرض کیا تھوڑے میل۔ پوچھا وہاں کسی کے پاس گھوڑا بھی ہے۔ دیکھا یا سُنا ہو؟ عرض کیا صلابت کے پاس گھوڑا ہے۔ آپ سُن کر خوش ہوئے ۔

جب ہم نوخانہ میں پہنچے۔ تو گرمی کا وقت تھا۔ زمیندار کو خبر ہوئی تو حاضر خدمت ہوا۔ اور میزبانی کی ۔

آپ نے پوچھا۔ مہر صلابت! کیا تمہارے پاس کوئی گھوڑا بھی ہے۔ عرض کیا۔ ہے۔

فرمایا لاؤ۔ وہ لایا۔ آپ نے قیمت پوچھی۔ تو عرض کیا۔ جناب کا اختیار ہے۔ جو جناب کی مرضی ہو۔

جو کچھ آپ نے فرمایا۔ اُس نے قبول کیا۔ وہی کشتی والا روپیہ بطور پیشگی دیا۔ اور گھوڑے کی قیمت کا وعدہ کیا۔ رات رستے میں رہے۔ صبح گھر پہنچے۔ مجھے فرمایا۔ اے سلطان حامد! یہ گھوڑا جو ہم لائے ہیں۔ کس قیمت کا ہوگا۔ مَیں نے اپنے علم کے مطابق قیمت عرض کی تو مسکرا کر فرمایا۔ بالکل درست ہے۔

پھر صبح مغرب کی طرف میرے بھائی صالح محمد کو ساتھ لے روانہ ہوئے۔ اس طرف سے ایک عمدہ کمیت گھوڑا لائے۔

جب تکیہ میں آکر بیٹھے تو گھوڑوں کی باتیں شروع ہوئی۔ کہ فلاں جگہ گھوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ محمد خاں بلوچ کے پاس کوکارہ میں ایک سبزہ گھوڑا نہایت عمدہ ہے۔ جب ہم اتفاقاً اُدھر جا نکلے۔ تو مجھے وہ دکھایا۔ اور کہا کہ اس کی قیمت نَو سو سے زیادہ ملتی ہے۔ لیکن مَیں دو سو سے کم نہیں لوں گا۔ مَیں نے اس کی تسلی کے لئے کہہ دیا۔ کہ اللہ تعالےٰ قادر ہے۔ اگر تمہیں دلا دے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ واقعی تمہارا گھوڑا اچھا ہے۔ مگر اے سلطان حامد! میرا خیال ہے کہ وہ ستر اسی روپے سے زیادہ کا نہیں۔ گو مالک کا خیال زیادہ کا ہے۔ گھوڑوں کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ فلاں مقام پر فلاں رنگ کا گھوڑا فلاں شخص کے پاس ہے۔ لیکن آپ کسی طرف کو بھی نہ گئے۔ اور میعاد میں کوئی وقت باقی نہ رہا۔

صبح محمد خاں مذکور کی طرف سے قاصد آیا۔ کہ حضرت اپنا معتبر آدمی دیں۔ تاکہ سبزہ گھوڑا ہم سے لے آئے۔ اسی وقت ایک ہوشیار درویش کو اس قاصد کے ساتھ گھوڑا لانے کے لئے بھیجا۔ اور مجھے بھی ساتھ روانہ فرمایا۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! اگر محمد خاں قیمت کے بارے میں تم سے کچھ کہے۔ تو میرے خیال میں ستر اسّی روپے سے زیادہ کا نہیں۔ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو گھوڑا کھول کر ہمارے درویش کے ہاتھ دیا۔ قیمت کی بابت مَیں نے کہا تو کچھ نہ کہا صرف اتنا کہا۔ جو آپ کی مرضی۔ میں نے ستّر روپے بتائے تو نہایت خوشدلی سے قبول کئے۔ گھوڑے کی باگ ہاتھ میں پکڑ کر لے آئے۔ اس وقت آپ نے ملتان کی تیاری کی۔ اور بھائی صالح محمد کو ساتھ روانہ فرمایا۔ گھوڑوں کے اکٹھا کرنے کے لئے

آپ نے ذرا انتظار نہ کیا +

بعد ازاں ایسا ظہور میں آیا۔ کہ جس گھوڑے کو آپ یاد کرتے۔ اس کا مالک خود بخود لیکر حاضر خدمت ہو جاتا۔ اور مجھے آپ کی قیمت کے لئے ارشاد فرما دیتے۔ تو میں قیمت مقرر کر لیتا۔ جتنے گھوڑے حافظ حکومت خاں نے کہلا بھیجے تھے۔ ان سے بہت زیادہ گھوڑے جمع ہو گئے ہو گئے۔ اور آپ ابھی اور گھوڑے خرید فرما رہے تھے۔ میں اس خیال سے کہ آپ بہت گھوڑے بخشنا چاہتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ قرض زیادہ ہو جائے گا۔ جو گھوڑا آتا اس کی قیمت اس کی مالیت بھی کم بتاتا جسے اس کے مالک برضا و خوش دلی لے کر چلے جاتے۔ کیونکہ مالکوں کے دل دِل آنحضرت کے تصرف میں تھے +

جب آپ گھوڑوں کی قیمت کی بابت پوچھتے۔ اور عرض کیا جاتا۔ تو آپ مُسکرا کر فرماتے۔ بیٹا تمہیں خوف خدا نہیں۔ مالکوں کو نصف قیمت بھی نہیں دیتے۔ وہ بیچارے ناچار تمہارے اختیار میں پڑے ہیں۔ میں خاموش ہو رہتا +

مطلب یہ کہ دو تین دن میں طویلہ قسم قسم کے گھوڑوں سے پُر ہو گیا۔ جس گھوڑے پر نگاہ باطن فرماتے۔ اسی وقت اس کا مالک لے آتا +

جب حسب دلخواہ گھوڑے جمع ہو گئے۔ تو آپ میعاد مقررہ پر گھوڑوں کو خود لیکر ملتان پہنچے اور کئی گھوڑے عبدالرحمٰن کو سستے داموں دیئے۔ اور بعض گھوڑے ہدیے کے طور پر دیئے اور ایک گھوڑا نقد بیچکر ملتان کے لئے خرچ بنایا +

جب آنحضرت نے دلی توجہ فرمائی۔ تو چار پانچ روز میں آنکھوں کو بھی صحت ہوئی۔ گھوڑوں کے بھی مالک ہو گئے۔ اور وعدے پر دیئے بھی گئے ؎

کہربا وار ندچوں پیدا کنند
گاہ ہستی دل مرا شیدا کنند

جب وہ پیدا کرتے ہیں۔ تو ان کے پاس کہربا ہوتا ہے۔ ہستی کے وقت میرے دل کو شیدا بنا لیتے ہیں +

محمد بخش قوم گسورہ متوفی کی بیوی رحمت خاتون نے اپنی لڑکی سلطان بی بی کی سگائی ملک فتح محمد قوم بھیلا سے قرار دی۔ چونکہ گسورہ لوگ آنحضرت کے مرید اور ننگ و ناموس والے مشہور آدمی تھے۔ اس لئے رحمت خاتون مذکورہ ملتان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی

چونکہ وہ نادار اور مفلس تھی۔ آپ نے سینکڑوں روپے اور مال اسباب راہ خدا میں اُسے دیا تھا +

جب شادی کا موقعہ آیا۔ تو آنحضرت سے التماس کیا گیا۔ کہ شادی سے پہلے محمد بخش مرحوم کے گھر تبرکاً و تیمناً تشریف لائیں۔ مجھے نقرئی گھوڑی پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ شرف الدین گھسورہ کو جو مرید تھا۔ ان کی قرابت کی وجہ سے ساتھ لیا۔ جب ہم محمد بخش مرحوم کے گھر رحمت خاتون کے پاس پہنچے۔ تو آپ نے دیکھا کہ جو سامان جمع کیا گیا ہے۔ وہ برات کے لئے کافی نہیں +

آخر آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اے شرف الدین! اندیشہ نہ کر۔ خدا کے بھروسے سارا کھانا۔ ایک مکان میں جمع کر۔ جب جمع ہوا۔ تو سفید چادر سے ڈھانپ دیا۔ اور خود اس مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ مجھے اسی گھوڑے پر سوار کر کے ایک ہوشیار درویش کے ہاتھ میں اس کی باگ دے کر برات کے استقبال کے لئے بھیجا۔ جب برات آئی اور ہر شخص خدمت سے مشرف ہوا۔ اور ہر شخص کو الگ الگ مکان میں بسیرا دیا۔ بعد ازاں ہر شخص کے لئے دسترخوان بھیجا۔ جب روٹی دے رہے تھے۔ تو آنحضرت نے فرمایا افسوس ہے۔ دودھ لانا چاہئے تھا۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضرت! وقت گذر گیا ہے فرمایا کوشش کرو۔ جتنا مل سکے لاؤ۔ چنانچہ مٹی کے برتن میں کوئی تین چار سیر دودھ لائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ برتن ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے پاس رکھ کر اس کے اوپر اپنا دامن رکھ کر آدھ سیر کا ایک آبخورہ پُر کر کے ایک ایک کو پلایا۔ آپ ہر دفعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیتے۔ برات میں سینکڑوں آدمیوں نے دودھ پیا۔ جب فارغ ہوئے تو کھانے کی باری آئی۔ ہر جنس کی رسد میاں شرف الدین کے پاس تھی۔ اور دودھ آپ کے پاس۔ دونوں چیزیں باقی بچ رہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی توجہ کے یمن سے ہر چیز میں برکت دی۔ اور اسی وقت خاص و عام میں آپ کی برکت اور کرامت مشہور ہو گئی +

یہ سب کچھ اس واسطے ہوا۔ کہ وہ بیوہ عورت اپنے دونوں یتیم بچوں سلطان محمود اور جان محمد اور ایک یتیم لڑکی کو لے کر آپ کے دروازہ پر اپنی مجبوری اور لاچاری سے روئی تھی۔ اس واسطے آپ کو ان کے حال پر رحم آگیا ہے

ہر کجا آبے رواں سبزہ دمد
ہر کجا اشکے رواں رحمت شود

جہاں کہیں بہتا پانی ہے۔ وہاں سبزہ اگتا ہے۔ جہاں آنسوں بہتے ہیں۔ وہاں رحمت ہوتی ہے +

باش چوں دولاب اے نالاں خشک
تاز صحن جانت بر روید خضر

اے خشک نادان خشک تو کنوئیں کی طرح ہو۔ تاکہ تیری جان کے صحن سے سبزہ اُگے +

اشک خواہی رحم کن بر اشکبار
رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر

اگر تو آنسو چاہتا ہے تو آنسو برسانے والے پر رحم کر۔ اگر تو رحم چاہتا ہے۔ تو کمزوروں پر رحم کر +

میرے بھائی حضرت صالح محمدؐ فرماتے ہیں۔ کہ میں والد بزرگوار قدس سرہٗ کے ساتھ احمد پور سیال میں احمد نام دھوبی کے گھر رات کو بسیرا لئے ہوئے تھے۔ چونکہ سردی تھی۔ اس لئے صحن کو چھوڑ ہم کوٹھڑی میں سوئے ہوئے تھے۔ کہ اسی رات اسی کوٹھڑی میں سے چور اسباب چرا کر لے گیا۔ صبح اس کی عورت روتی ہوئی میرے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی۔ کہ حضرت! جب آپ دُور ہوتے ہیں تو آپ کی توجہ کی برکت سے ہم آفت سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اب جبکہ آپ ہمارے گھر میں آئے ہوئے ہیں۔ ہمارا اسباب چور لے جائیں۔ بڑے اندھیر کی بات ہے۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے بھی عرض کیا کہ جو کچھ یہ کہتی ہے۔ بالکل سچ ہے۔ آپ سُن کر خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا۔ صالح محمدؐ! اگر تکلیف گوارا کر سکتے ہو۔ تو اُٹھو گھوڑے پر سوار ہو جاؤ +

پھر مسکرا کر فرمایا۔ کہ اس چور کو باندھ لاؤ۔ ایک عمدہ گھوڑا تیار کرا کے بذات خود اُٹھکر اپنے دست مبارک سے میری کمر سے بغل تک کسکر چادر لپیٹی۔ اور اس گھوڑے پر سوار کیا۔ میں نے پوچھا حضرت کس طرف جاؤں۔ فرمایا۔ بیٹا! قحط کے دن ہیں۔ کوئی بھوکا آوارہ کوٹھڑی کا دروازہ کھلا دیکھ کر اسباب اٹھا لے گیا ہے۔ میں نے پوچھا میں کس کی تلاش کروں۔ فرمایا تو قیاس نہیں کرسکتا۔ کہ یہ بھوکے اور آوارہ شمال کے علاقے کے ہوتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا

حضرت میں نے اُسے دیکھا نہیں۔ مجھے کیا معلوم کس عمر کا ہے۔ فرمایا ایسی زبردستی جوان آدمی کیا کرتے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا۔ اس کا رنگ ڈھنگ اور وضع قطع اور لباس معلوم نہیں رستے میں سینکڑوں آتے جاتے ہیں۔ مجھے کیا معلوم کو نسا ہے۔ فرمایا صالح محمدؐ! تو حد سے تجاوز کرتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ ایسے آوارہ گرد اور بھوکے بکھرے بالوں والے اور سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں +

پھر اس کے لباس کی نسبت پوچھا۔ فرمایا۔ ایسے مصیبت زدوں کا لباس بھی میلا اور پھٹا ہوا ہی ہوتا ہے +

جب یہ علامتیں پوچھ لیں۔ تو پھر عرض کیا۔ کہ کس طرح اور کہاں تک تلاش کروں۔ فرمایا دریا کے کنارے چولستان کی حد تک اور کوکارہ تک تلاش کرنا چاہیئے۔ اور وہاں سے اور گھوڑی سواری کے لئے تبدیل کرنی چاہیئے +

مَیں آداب بجالا کر خدا کے بھروسے روانہ ہوا۔ دو تین دفعہ رستے میں دو راہ تھیں۔ حسب الارشاد رستہ اختیار کرتا رہا۔ حتیٰ کہ سیالوں کے سیالکوٹ میں مصری خاں ہنڈلانی بلوچ کے کنوئیں پر پہنچا۔ اور اُسے ماجرا سُنایا۔ دن تھوڑا رہ گیا۔ میں نے کہا گھوڑی درکار ہے۔ فی الفور زین ڈال کر لے آیا۔ اپنا گھوڑا وہیں چھوڑا۔ اور گھوڑی پر سوار ہو کر حسب الحکم کوکارا تک جستجو کرتا گیا۔ پھر میں نے خیال کیا۔ ابھی چور یہاں تک نہیں پہنچا۔ وہ میرے پیچھے کہیں رستے میں رہ گیا۔ انشاء اللہ گرفتار تو ضرور ہوگا۔ آنحضرت نے بھی نہیں تک آنے کا حکم دیا تھا +

چنانچہ میں کوکارہ سے لوٹتے وقت جنوب کی راہ چلا یعنی احمد پور اور گڑھ مہاراجہ کا رُخ کیا۔ جب شام کے وقت گڑھ کے مغربی دروازے پر پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مصری خاں میرے سبزہ گھوڑے پر سوار دو آدمی ساتھ لئے ہوئے ہے۔ مَیں بھی دروازے میں داخل ہو کر اس کے سامنے ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے مُبارکباد دی۔ کہ کہا۔ صاحبزادے! آپ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کے بتائے ہوئے حلیہ کا آدمی آ پہنچا۔ جسے پہچان کر اس کے مال کی تلاشی لی گئی۔ تو مال مسروقہ برآمد ہوا۔ اُسے گرفتار کر لیا۔ اور دار الخلافہ میں لیجا کر اُسے قید کرا کے اب واپس جا رہا ہوں۔ چونکہ میرے پاس اور کوئی گھوڑا نہ تھا۔ اس لئے آپ کے گھوڑے پر سوار ہوا ہوں۔ مَیں اپنے

گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور اس کی گھوڑی اُسے دے کر خود اسی طرح سوار دارالحکومت کے دروازے پر پہنچا۔ تو اوپر سے ملازموں نے پوچھا۔ کون ہے؟ کہا میں صالح محمدؐ۔ پوچھا خیر ہے۔ کیسے آنا ہوا۔ کہا۔ ہمارا چور مصری خاں یہاں لایا ہے۔ مَیں اُسی چور کی تلاش میں تھا۔ بالا بالا آ سنکر اس کی گرفتاری کے لئے آیا ہوں۔ حاکم نے سنکر کہا۔ کہ آپ کا مال امانت میں پڑا ہے۔ وہ لے جائیں۔ اور چور قید میں ہے۔ بجنسہ سارا مال لاکر میرے سامنے رکھ دیا +

رات وہیں رہا۔ اور صبح احمد پور میں جو وہاں سے سات کوس کے فاصلے پر تھا۔ پہنچا۔ دوُر سے مَیں نے دیکھا۔ کہ میرے والد ماجد اکیلے رستے میں میرے منتظر کھڑے ہیں۔ مجھے دوُر سے آواز دی۔ کہ اے صالح محمدؐ! اگر کامیابی سے لوٹے ہو۔ تو اپنا بازو اُٹھاؤ۔ میں نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھکر سلام کیا۔ اور گھوڑے سے اتر قدمبوسی کی۔ مال مالکوں کے حوالے کیا۔ فقط +

یارو! میں مسکین سلطان حامد مہجور آپ کے مختصر حالات اس واسطے قلم بند کرتا ہوں تاکہ آئندہ زمانے کے لئے اس سلسلہ مغفورہ۔ اور خاندان معظم کی یادگار رہے۔ اور پس ماندوں کے لئے سروان خدا کے احوال کا ذخیرہ ہو +

آنحضرت کے حالات لکھنے سے ہاتھ اور زبان مارے شوق کے نہ رُک سکتے ہیں۔ نہ سیر ہوتے ہیں۔ وہی وقت اچھا گذرتا ہے۔ جو آپ کی یاد میں گذرتا ہے ؎

چو یاد یار دو یارم گذر کنند بخیال
شود از اشک دیدہ پرخوں مالامال

جب یار کی یاد اور اپنے وطن کا خیال آتا ہے۔ تو لہو بھری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں +

حافظ نعمت اللہ ملتانی نابینا جو آپ کا مرید ہے۔ اس نے آپ کے تصرفات کے بارے میں مجھ سے بیان کیا۔ کہ صاحبزادے (سلطان حامد) کہ ایک روز حضرت صاحب ملتان میں عصر کی نماز کے بعد سوار ہوئے۔ اور مجھے فرمایا کہ۔ نعمت اللہ ہمارے ساتھ چلو۔ عبدالصمد خاں کی ملاقات کر آئیں۔ وہ قدیمی دوست ہے۔ اس کی مُلاقات سے وقت اچھا گزرے گا۔ اور ملال رفع ہوگا +

ایک نوجوان خادم شمال کے علاقے کا جو ابھی ابھی آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ اُسے آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔ اَور مَیں پیچھے پیچھے تھا۔ جب ہم عبدالصمد خاں مذکور کے مکان پر پہنچے۔ تو آپ نے گھوڑی پر سے اتر اُسے فرمایا۔ کہ گھوڑی کو اچھی طرح مضبوطی سے پکڑے ہوشیاری سے ہمارے آنے تک بیٹھے رہنا +

مجھے اپنے ساتھ مکان کے اندر لے گئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد وہاں سے رخصت ہو کر باہر آئے۔ تو نہ گھوڑی نہ خادم۔ مجھے فرمایا۔ کہ گھوڑی نہیں۔ لوگوں نے کہا صاحب! شاید وہ بیٹھے بیٹھے اکتا گیا ہو۔ اور کہیں اور کوچے میں ہو۔ دوسری گلی میں تلاش کیا۔ تو وہاں بھی نہ پایا +

آپ نے فرمایا۔ آؤ حافظ ہم اپنے مکان پر چلیں۔ دُور کا رستہ۔ رات اندھیری گلیوں میں سے گذرنا۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اس وقت سے آپ خاموش تھے۔ جب مکان پر پہنچے۔ تو بھی خاموش۔ کسی کو جرأت نہ تھی۔ کہ پوچھے +

آخر بہت دیر کے بعد دروازے پر گھوڑے کے سموں کی آواز آئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اُٹھ کر دیکھو کون ہے۔ ایک درویش نے جا کر دیکھا۔ تو وہی خان گھوڑی پر سوار تھا۔ اور گھوڑی کا سانس پھولا ہوا اور پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ اور مارے دم کے بیمار سی معلوم ہوتی تھی۔ باہر سے اس نے آواز دی۔ حضرت وہی خائن ہے۔ گھوڑی لایا ہے +

آپ نے باہر آکر درویشوں کو گھوڑی کی ساخت پرداخت کا حکم دیا۔ اور آرام کرنے اندر تشریف لے گئے۔ اور اس خائن کو بالکل کچھ نہ کہا +

گھوڑی بہت ہی عجیب اور تیز تھی۔ واللہ اعلم کتنے فاصلے سے آپ اُسے کھینچ لائے وہ خائن درویشوں سے صرف یہی کہتا۔ کہ مَیں رستہ بھول گیا۔ اور شرمندگی کے مارے سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اور تھوڑی دیر بعد خود بخود گم ہو گیا +

آپ اِس درجہ سخی اور پردہ پوش اَور اوصاف الٰہی سے متصف تھے۔ کہ کسی کو اس بات کے پوچھنے کی جرأت نہ تھی۔ اس لئے کسی نے اس خائن سے حقیقت دریافت نہ کی۔ والسلام +

یہی حافظ نعمت اللہ ملتانی بیان کرتے۔ کہ ایک رات ملتان میں عشا کے وقت

مَیں آنحضرت کے سر مبارک پر خشخاش کے تیل کی مالش کر رہا تھا۔ تو مجھے خیال آیا۔ کہ آپ کی خدمت میں جو شخص مرید ہونے کے لئے آتا ہے۔ ظاہر میں تو اسے بیعت تلقین کرتے ہیں۔ لیکن باطن میں معلوم نہیں۔ کہ کسی مقام پر یا مراد کو پہنچاتے ہیں۔ یا نہیں +

آپ نے اسی وقت فرمایا۔ اے نعمت اللہ! ہم اللہ تعالےٰ کے حکم سوا اپنی مرضی سے کسی کو تلقین نہیں کرتے۔ جو شخص ظاہر میں ہمارے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے۔ باطن میں ہم اس کا ہاتھ اسی وقت جناب غوث الاعظم حضرت محبوب سُبحانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے دست مبارک میں دیتے ہیں۔ ظاہر میں تو ہمارا نام ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں ہم مالکوں کی چیز مالکوں کے حوالے کرتے ہیں۔ ہم تو اس کام میں صرف دلال اور وکیل ہوتے ہیں +

آنحضرت کے مرید خاص ملک حیات قوم جڑ اور ملک زمان قوم کھوکھر دونوں نے بدیں الفاظ متفقہ بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب ملک دامان کی طرف جا رہے تھے۔ چونکہ اس وقت (سلطان حامد مصنفؒ) کنواں چلانے والے ایک عمدہ بیل کی ضرورت تھی۔ مَیں نے آنحضرت کی خدمت میں ایک درویش کے ہاتھ عرض کر بھیجی۔ جب آپ ملک حیات اور ملک زمان کے گاؤں میں پہنچے۔ تو میرے لئے زمان سے ایک بیل طلب فرمایا۔ وہ ایک عمدہ بیل لے آیا۔ صاحبزادہ فتح محمد صاحب وہاں ہی تھے۔ انہوں نے ضد پر آکر غائبانہ آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ فلاں رنگ کا بیل اس کے پاس ہے۔ وہ جھلار اور کنوئیں پر یکساں چلتا ہے۔ یہ بیل جولایا ہے۔ کنوئیں کے ڈھب کا نہیں۔ ان دنوں بارش نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ملک زمان اور ملک حیات نے ایک جوہڑ کے کنارے جھلار تیار کر کے مال مویشی کے گذارہ کے لئے گھاس اور شلغم بو رکھے تھے۔ ملک زمان کی طرف سے صرف یہی ایک بیل جو نہایت عمدہ کام دیتا ہے۔ اس کھیتی کے لئے مقرر تھا۔ جب آنحضرت نے فرمایا۔ تو وہی بیل لے آیا۔ جب آپ نے بیل دیکھا۔ تو بہت ہی راضی ہوئے۔ اور فرمایا اے زمان! اس آخری نوبت میں تو نے مجھے بہت ہی خوش کیا ہے۔ جو مراد چاہو۔ اللہ تعالےٰ پوری کرے گا +

زمان کہتا ہے کہ میرے دل میں ابھی یہی خیال تھا۔ کہ مَیں اللہ تعالےٰ کی راہ کے لئے

عرض کروں۔ کہ پاس سے ملک حیات نے میرے عرض کرنے سے پہلے ہی عرض کر دیا۔ کہ جناب ملک زمان کی بیوی مسماۃ جیئ قریب المرگ ہے۔ طبیبوں نے اُسے لاعلاج قرار دیا ہے اگر اس دفعہ اس کی عورت بچ رہے اور جب تک ملک زمان جہان میں رہا ہے وہ زندہ رہے۔ تو ملک زمان کی یہ سب سے بڑی مراد ہوگی۔ کیونکہ اس کا بال بچہ چھوٹا ہے۔ اور گھر میں کوئی اور عورت کاروبار کرنے والی نہیں +

آپ نے تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا۔ کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور خاموش ہو رہے +

وہ وقت آپ کی سواری کا تھا۔ ملک حیات دریائے سندھ کی گھاٹ تک آپ کے ساتھ گیا۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ جب ہم گھاٹ پر پہنچے۔ اور لوگ کشتی پر سے اِدھر اُدھر جانے لگے۔ تو ایک کو بلا کر پوچھا۔ کہ یہ کدھر جا رہے ہیں۔ عرض کیا جمعہ اور زمان کھوکھر کے گاؤں میں +

آپ نے فرمایا کہ ملک زمان کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دینا۔ کہ فقیر غلام باہو تمہیں سلام کے بعد کہتا تھا۔ کہ تمہاری عورت بیمار ہے۔ گو اس کی قضا آچکی تھی۔ لیکن جناب باری سے اسے مہلت مل گئی۔ تسلی رکھنا +

جب آپ کشتی پر سوار ہوئے۔ اور مجھے (ملک حیات) رخصت کیا۔ تو فرمایا۔ اے حیات! ملک زمان کی عورت کی قضا آچکی تھی۔ لیکن ہم نے بارگاہ الٰہی سے اس کے لئے مہلت لے لی ہے۔ زمان کو کہہ دینا۔ اور اس کی تسلی کرنا۔ اور ہمارا سلام کہنا +

جب مَیں ملک زمان کے پاس گیا۔ تو اُسے پہلے بھی پیغام پہنچ چکا تھا۔ اور مَیں نے بھی اس کی تسلی کی +

اُس کی عورت جو مردہ کی طرح لیٹی ہوئی تھی۔ اور اس کے حلق سے پانی بھی نہیں گذرتا تھا۔ اور بالکل بے ہوش تھی۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے تندرست اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے خاوند کی وفات کے بعد اتنی مدت زندہ رہی۔ کہ اپنے بچوں کو پالا پوسا۔ اور ہر ایک کا بیاہ کیا ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اللہ تعالےٰ کے اولیاء کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہے۔ کہ چھٹا ہُوا تیر راہ میں سے لَوٹا لیتے ہیں +

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
اگرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ان کا کہا ہُوا ، اللہ تعالےٰ کا کہا ہُوا ہوتا ہے۔ گو بظاہر اللہ تعالےٰ کے بندے کے حلق سے کہا جاتا ہے +

حافظ صادق خاں جو میاں دلیر مرالی ساکن ملتان کا مرید تھا۔ اور میاں دلیر مرالی فقیر گل محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جن کا سلسلہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے +

ایک روز حافظ صادق خاں نے ہمارے حضرت صاحب (حضرت غلام باہو قدس سرہٗ) کے تصرفات کا ذکر کرتے ہوئے مجھے کہا۔ کہ اے صاحبزادہ سلطان حامد ! ایک رات میں ملتان میں آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ مجھے خیال آیا کہ حضرت شیخ غلام باہو۔ فقیر کی مُلاقات کے لئے اکثر آتے ہیں۔ لیکن فقیر صاحب کبھی آپ کی ملاقات کے لئے نہیں آئے۔ مجھے صرف اتنا ہی خیال آیا اور بس +

عشا کی نماز کے بعد میں خدمات بجا لاکر وہیں سو رہا۔ آدھی رات کے بعد دروازہ کے باہر سے مَیں نے آواز سُنی۔ کہ اے مردانِ خدا ! برائے خدا مجھے رستہ دو۔ دروازہ کھولو۔ میں نے اُٹھ کر آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ اور کچھ نہ فرمایا۔ مگر اشارے سے دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ فقیر صاحب میاں دلیر ایک درویش کو ساتھ لے صرف ایک کپڑا اوڑھے کانپ رہے ہیں۔ اور سردی کے سبب زبان سے درُست بات بھی نہیں نکلتی۔ دیر بعد غور سے ان کی بات سمجھ میں آئی۔ اور مَیں انہیں اندر لایا۔ فقیر صاحب کچھ دیر بیٹھے۔ تو آنحضرت نے ازراہ ترحم فرمایا۔ کہ اے فقیر ! تو تیس سال سے اپنی جھونپڑی رہتا۔ جس سے تو کبھی نہ نِکلا۔ تو بوڑھا اور کمزور ہوگیا ہے۔ گوشہ نشینی کے سبب تیرے اعضا سُست ہوگئے ہیں۔ ایسی سردی میں اتنی تکلیف کیوں اٹھائی۔ فقیر صاحب نے سر جھکا کر آہستہ آہستہ عرض کیا۔ کہ جب جناب نے غلام کو سرفراز فرمایا۔ تو میں کیونکر عدول حکمی کر سکتا تھا۔ میں نے تو اسے عین سعادت سمجھا ہے +

آنحضرت نے اسی وقت فرمایا۔ اے حافظ صادق! فلاں گرم کپڑا فقیر کو دو۔ اور اسے اس کے مکان پر پہنچاؤ۔ میں فقیر کو پیچ در پیچ گلیوں میں نہایت ہوشیاری سے پہنچا کر حاضر خدمت ہوا

حافظ صادق خان فرماتے تھے۔ کہ یہ سب میرے بیہودہ خیال کے سبب ظہور میں آیا۔ ورنہ حضرت صاحب کو ان باتوں کی خواہش نہ تھی۔ آپ اپنی کرامات اور تصرفات کا اظہار نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتے تھے ؀

باقر نامی قوم لدھیانہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض۔ کہ میرا بھائی چاکر نامی ایک اور آدمی کے ساتھ ملتان میں سردار خاں بادوزئی پٹھان کے پاس قید ہے۔ چاکر پہلے بھی بادوزئی کی جاگیرات سے بھاگ آیا تھا۔ اور سردار خاں مذکور بہت ہی زبردست تھا۔ اس نے قسم کھا رکھی تھی۔ کہ میں چاکر کو قتل کر کے سولی چڑھاؤں گا۔ آپ برائے خدا اپنے محب نواب محمد مظفر خاں کے پاس تشریف لے جائیں۔ اور میرے بھائی کی جان بچائیں۔ ورنہ اس کی جان برباد ہو جائے گی ؀

چونکہ آپ نہایت کریم النفس اور رحم دل تھے۔ اس لئے ملتان تشریف لے گئے اور سردار خاں سے چوروں کی رہائی کے لئے سوال کیا۔ سردار خاں نہایت جابر اور مغرور تھا۔ اس نے آپ کی پرواہ نہ کی۔ بلکہ سخت باتیں کیں۔ اور چوروں کو بدستور قید رکھا۔ اور کہا کہ میں نے حلف اٹھایا ہے۔ کہ ان کے سر قلم کر کے ان کے جسموں کو سولی چڑھاؤں گا ؀

آنحضرت اس سے نا امید ہو کر اُٹھے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ کلمہ کسی درویش نے کہا۔ لیکن ہم نے سُنا ہے کہ خود آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اچھا تم نے ہمارا سوال نہیں مانا۔ تو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں مان لیں گی۔ اتنا فرما کر آپ اپنے مکان میں آئے۔ اور ان چوروں نے آپ کے یہ الفاظ سن لئے اور یہ کہ آپ نا امید ہو کر گئے ہیں۔ اس معاملہ میں چوروں نے اپنی جان سے ہاتھ دھو مرنے کی ٹھان لی۔ اسی رات بارش ہو رہی تھی۔ اور بادل اندھیرا کئے ہوئے تھا۔ جب آدھی رات ہوئی۔ تو دوسرے چور نے چاکر کو کہا۔ کہ ارے چاکر! میری بیڑیاں اور ہتھکڑیاں خود بخود گر پڑی ہیں۔ چاکر نے کہا کہ میری بھی گر رہی ہیں۔ میں تو پہرہ داروں کے خوف سے انہیں بار بار پاؤں اور ہاتھوں پر رکھتا ہوں۔ اس کے ساتھی نے کہا۔ او

بزدل! تو نے نہیں سُنا تھا۔ کہ آنحضرت نے خود سردار کو فرمایا تھا۔ کہ اچھا اگر تو ہمارا سوال نہیں مانتا۔ تو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں تو مانے گی *

اب جبکہ آنحضرت کی کرامت ظاہر ہوئی ہے۔ مَیں تو جاتا ہوں۔ کوئی غم نہیں۔ چاکر نے کہا او نادان! تو نہیں دیکھتا۔ محافظ ہمارے سر پر کھڑے ہیں۔ ہم جا کیونکر سکتے ہیں۔ دوسرا چور حوصلے میں تھا۔ وہ اتنا کہہ کر کودا۔ محافظ اس کے پیچھے دوڑے۔ اور ہا ہوں کی۔ تو باقی محافظ بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ پہلے محافظ نے ہاتھ مارا۔ تو اس کے ہاتھ میں چور کے کندھے پر کی چادر آئی۔ جب باقی محافظ اُسے پکڑنا چاہتے۔ تو ہاتھ کندھوں سے پھسل جاتا۔ کیونکہ بارش ہو رہی تھی۔ اور بدن بھیگا ہوا تھا۔ وہ بیچارہ پھسلتا ہوا محافظوں کے ہاتھ سے نکل گیا *

چاکر نے جب دیکھا۔ کہ اب جیل میں کوئی محافظ نہیں۔ تو نہایت اطمینان سے جیل سے نکلا۔ اور دونوں چور اللہ تعالےٰ کی حکمت و قدرت سے صحیح سلامت گھر پہنچ گئے *

صبح نواب محمد مظفر خاں صوبہ دار نے سردار خاں کی چیخ پکار سُنی۔ تو نواب صاحب نے نہایت آداب اور تواضع سے اپنے بیٹے محمد حق نواز خاں کو آنحضرت کی خدمت میں تشریف آوری کے لئے بھیجا۔ محمد حق نواز خاں نواب صاحب کے خاص گھوڑے پر آنحضرت کو سوار کر کے اپنے ساتھ اپنا بارانی لباس پہنا کر بارش میں ہی لے گیا۔ نواب صاحب نہایت تعظیم و تکریم اور تواضع سے پیش آئے۔ اور اپنی زبان سے آنحضرت کی کرامت کا اظہار فرمایا۔ اور سردار خاں کی اور نا سعادتمندی پر اظہار افسوس کیا *

تمام خاں اور نواب صاحب آپ کی کرامت کے مقر اور معتقد ہوئے۔ اور کئی بقچے پوشاق آپ کی نذر کر کے رُخصت کیا۔ اور سعادت مندی حاصل کی۔ والسلام *

مَیں (سلطان حامد مصنفؒ) نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں سردار خاں موصوف سے نہایت محبت سے ملاقات کی۔ اور آپ خلقت سے انبیاء علیہم السلام کے طریق کے موافق سلوک کیا کرتے تھے۔ نہایت بردباری اور تحمل کو کام فرمایا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ کے اوصاف سے موصوف تھے *

ہمچو صوفی در لباس صوف باش
با صفتہائے خدا موصوف باش

صوفی کی طرح صوف کا لباس پہنے رہ - اور اللہ تعالےٰ کی صفتوں سے موصوف ہوجا +

مسمی خیرا چدہڑ المعروف ڈہیرا ساکن واڑہ سلمان ایک صالح کم گو زمیندار آپ کا مرید تھا - اُسے ایک غدار دھوکا باز مسافر نے یہ دھوکا دیا - کہ پہلے اپنا نام اور پتہ ٹھیک نہ بتایا - صوفیوں کی شکل میں چند روز اس کی مسجد میں - درویشی علمیت اور حکمت کا دعویٰ کرکے عبادت اور لوگوں کے علاج معالجہ میں مشغول رہا - بعد ازاں اُس نے آپ کو طبیب اور حکیم ظاہر کیا - پھر اپنے آپ کو کیمیا گر بتلایا +

آخر اس نے خیرا مذکور کو جو اس کا سب سے بڑا معتقد تھا - کہا کہ تو نے میری بہت خدمت کی ہے - اور ویسے بھی تو صالح اور قرضدار ہے مجھے تیری حالت پر رحم آتا ہے - اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل کرم سے مجھے کیمیا کا علم عنایت فرمایا ہے - مَیں اِس خدمت کے عوض تیری مدد کرنا چاہتا ہوں - جتنے سیر چاندی تجھ سے ہوسکے جمع کر مَیں سونا بنا کر دے جاؤں +

خیرا مذکور سادہ لوح اور معتقد تو تھا ہی فوراً اپنے رشتہ داروں کے تمام زیورات اکٹھے کر لایا - اِس کیمیا گر نے مٹی کے ایک برتن میں وہ زیور خیرا کے سامنے ڈال اُسے مٹی سے خوب لیپا - اور پھر اسے کہا کہ تھوڑا سونا بھی درکار ہے - کہ چاندی کے اوپر رکھ کر اس سونے کے اوپر دوائی ڈالوں گا - اور اس کا منہ بند کرکے تمہارے روبرو سونا بنا کر تمہیں دوں گا - خیرا کو سونے کے جس قدر زیور ہمسائیوں اور رشتہ داروں سے مل سکے لے آیا - اس کیمیا گر نے تمام زیورات برتن میں ڈال اس کے سامنے بند کیا اور ایک کونے میں تنور کے اندر رکھ دیا - اور آگ دی - اور خیرا کو کہا - کہ تین دن رات میں سونا ہو جائے گا - اس کے بعد اسے نکالنا چاہیئے - ہم تم دونوں کو اس کی نگہداشت کرنی چاہیئے - شاید اس کیمیا گر نے چالاکی سے پہلے ہی اس برتن سے زیور اڑا اس میں ٹھیکریاں بھر دی تھیں - وہ رات کو بھاگ گیا - خیرا بیچارا دیہاتی آدمی نادانی سے کچھ دن تو اس کے آنے کا منتظر رہا - آخر اس نے آگ بجھا کر دیکھا - تو برتن ٹھیکریوں

سے پڑھتا +

بتیری دوڑ دھوپ کی۔لیکن اس دغاباز کا کچھ پتہ نہ ملا۔اپنے پرائے سبھی خیرا کا دامن پکڑ کر اس پہ ناراض ہوتے کہ تو نے ہمارا زیور کھو دیا +

جب گھر والوں نے بھی دق کیا۔تو مصیبت کے مارے نے آنحضرت کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا +

مَیں (سلطان حامد مصنفؒ) اس وقت حاضر خدمت تھا۔اس وقت آنحضرت نے اس کی تسلی کی۔اور فرمایا۔کہ خیرا ایسی ہمت اور توفیق ہمارے حضرت سلطان العارفین کو ہے۔روٹی کھالے اور رات حضرت صاحب کے مزار مقدس پہ جا۔وہاں سے فریاد کر کے مدد طلب کر۔خیرا وہاں پہنچا۔معلوم نہیں کہ دوسری رات یا تیسری رات اُس نے آکر عرض کیا یا حضرت مجھے خانقاہ سے خوشخبری ملی ہے۔کہ میرا چور جنوب کی طرف چولستان کے ایک گاؤں میں ایک مسجد کے اندر بیٹھا ہے۔پہچان یہی تیرا چور ہے۔اس سے اپنا مال مانگ اور اُسے پکڑ لے +

ہمارے حضرت صاحب نے فرمایا خیرا! تجھے مبارک ہو۔کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے تجھ پر توجہ فرمائی ہے۔اسی وقت اپنے خاص خادم میاں احمد کو بلایا۔کیونکہ وہ اس ملک سے واقف تھا۔آپ ہی نے اس گاؤں کا نام ارائنیں بتایا یا اسرار میں سے بتا دیا۔دونوں کو رخصت کیا +

اور خود بعد ازاں لیہ کمال خاں کے علاقے میں میرے بھائی محمد زبیر علیہ الرحمۃ کے گاؤں میں تشریف لے گئے۔اور انہیں فرمایا۔کہ تم ارائنیں سے لوٹتے وقت محمد زبیر کے گاؤں میں آنا +

چنانچہ تھوڑے دنوں بعد میاں احمد اور خیرا مذکور دونوں خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔کہ ہم نے اس شخص کو قصبہ ارائنیں کی مسجد میں جاکر پکڑ لیا۔اور ارائنین کے دار الحکومت میں جاکر سارا ماجرا بیان کر کے اُسے قید کرا دیا۔اور اس کی گرفتاری کا حال سُنکر آپ کا چہرہ مبارک زیادہ منور ہو گیا۔اور فرمایا۔اے سلطان حامد! کل تم محمد یار خاں اعوان کے ساتھ سوار ہو جاؤ۔اور قصبہ ارائنیں میں جاکر مقدمہ کی پیروی کرو۔اور خیرا کی طرف سے جھگڑو۔ایسا نہ ہو کہ اگر مہلت مل جائے تو اس کا کام بگڑ جائے۔میں الصبح

قدمبوسی کرکے روانہ ہوا۔ منزل بمنزل ہم ارائیں کے حاکم کے پاس پہنچے۔ اس سے سوال وجواب ہوئے۔ حاکم ہندو تھا۔ اور ملزم سے رشوت لے کر اس رعایت پر آمادہ تھا۔ آخر ہمارے حضرت صاحب جو ظاہر و باطن میں قوی ہمت تھے۔ مقدمہ کو ملتان کے صوبہ دار کے پاس لے گئے۔ اور سارا مال چور سے واپس خیرا کو دلایا۔ اور خیرا کامیاب ہو کر چند ماہ بعد اپنے وطن چلا گیا ٭

ایک روز آنحضرت موضع ڈب میں اپنے مرید مسمی میاں سلطان ولد میاں حافظ قوم کھوکھر کے گھر تشریف لائے۔ میاں سلطان آپ کا خاص مرید تھا۔ زیارت سے مشرف ہوا۔ جب کھانا چکے تو دوپہر کے قریب مسمی طوطہ قوم وٹو آنحضرت کی خدمت میں بطور مہمان حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کی روٹی کے لئے سلطان مذکور کو حکم دیا۔ وہ گھر میں گیا۔ تو کچھ نہ پایا ٭

آخر ظہر کے قریب گیہوں بھنے ہوئے ایک برتن میں ڈال کر لے آیا۔ آپ حیران ہو کر سلطان کو ایک کونے میں لے جا کر پوچھنے لگے کہ یہ کیا؟ عرض کیا۔ یا مرشد تنگدستی پرلے درجے کی ہے ٭

فرمایا۔ پہلے تو تم نے مرغن کھانا ہمیں کھلایا۔ عرض کیا حضرت میری عورت کا چرخہ تھا۔ وہ بیچکر میں نے ضیافت کی۔ اب کوئی چیز بھی فروخت کرنے کے قابل نہیں۔ اس واسطے بھنے ہوئے گیہوں لایا ہوں

آپ نے فرمایا۔ سلطان! یہ طوطہ وٹو نہیں۔ اپنے لئے فرشتہ رحمت سمجھو۔ جو درگاہ الٰہی سے آیا ہے۔ اگر یہ نہ آتا تو ہمیں خبر نہ ہوتی۔ ہم تو تمہارے گھر سے مرغن کھانا کھا کر چلے جاتے۔ اگر یہ نہ آتا۔ تو تمہارے حال کی خبر کون دیتا۔ اچھا۔ اس میں بھی اللہ تعالٰے کی حکمت تھی ٭

اے سلطان! تجھے واضح رہے۔ کہ اگر سورج نکلنے کے بعد تجھے مال ملے۔ تو سمجھنا کہ کسی اور نے دیا ہے۔ اور اگر صبح نکلنے سے پہلے تُو مالدار ہو جائے تو سمجھنا کہ ہمارے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی امداد ہے ٭

آپ اتنا فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ بعد ازاں عصر کی نماز کے بعد میرے (سلطان) دل میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کی زیارت کا شوق ہوا۔ جس نے

مجھے بے قرار کر دیا۔ سرنا (تیرنے کی مشک) لیکر دریا سے گزر عشاء کے وقت خانقاہ مقدس میں جا پہنچا۔ زیارت کی اور رات وہیں رہا۔ صبح پھر دریا سے پار ہوا۔ اور وہ موسم ماہ گھر کا تھا۔ میں شکستہ دل تھا۔ کہ وہاں بچوں کو بھوکا چھوڑ آیا ہوں۔ آہستہ آہستہ اشراق کے قریب گھر پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میری بیوی چھاچھ والے برتن سے مکھن نکال پراٹھے (مرغن روٹی) توے پر ڈالے ہوئے ہے۔ اور دوسری طرف جنسی وار غلہ رکھا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے۔ کہا جب تم دریا پار زیارت کے لئے گئے۔ اسی وقت اللہ تعالےٰ نے فتوحات اور رحمت کے دروازے کھولدیئے۔ یہ چھاچھ اور مکھن اس بھینس کے دودھ کا ہے۔ جو تمہارے جانے کے بعد فوراً ہی اللہ تعالےٰ نے ہمیں فلاں شخص سے دلائی۔ اسی طرح یہ غلہ وغیرہ بھی لوگ ہی دے گئے ہیں +

میاں سلطان نیک۔ باہدایت۔ باطنی فیض سے مفیض۔ از حد کم گو۔ صوفیائے کرام کے اخلاق سے متخلق اور نورانی شخص تھا۔ اس نے اس مسکین سلطان حامد مصنفؒ کو اس بات کی تحقیق کے موقعہ پر بتایا۔ کہ صاحب زادہ صاحب! میں تیرنے کی تکلیف۔ رات کے جاگنے۔ فاصلہ طے کرنے اور فاقہ کے سبب تھکا ماندہ آکر روٹی کھانے لگا۔ کہ لوگ گروہا گروہ میرے گھر میں آئے ہر ایک یہی کہتا۔ کہ پہلے میرے گھر میں آؤ۔ ہر ایک دوسرے سے سبقت لیجانا چاہتا تھا۔ کھانا کھا کر میں اُٹھا۔ ہر ایک مجھے اپنی طرف کھینچتا تھا۔ وہ باری باری مجھے اپنے گھروں میں بلاتے اور اپنی حیثیت کے مطابق مجھے مال متاع دیتے۔ سارا دن مجھے گھر میں بیٹھنے کی مہلت دملی۔ طرح طرح کی چیزیں اور مال دیتے رہے۔ آنحضرت کی دُعا کے موافق اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل کرم سے سورج نکلنے سے پہلے میری تنگی کو فراخی سے بدل دیا +

اے صاحبزادہ سلطان حامد! اس وقت سے لیکر ہم پر اللہ تعالےٰ کا فضل خاص ہے۔ کہ دن بدن مسخرات زیادہ ہی زیادہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر اور احسان ہے میں (سلطان حامد مصنفؒ) نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ کہ آنحضرت کی دعا سے آجتک یعنی ۱۲۹۸ھ ہجری تک میاں سلطان علیہ الرحمۃ کے خاندان میں۔ مال اور اولاد۔ عزت اور نعمت اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے دن دونی رات چوگنی ہے +

ایک معزز ہندو شخص منشی ہو ونہ نے آپ کا مرید ہو کر تلقین حاصل کی۔ اور وہ

ورد اوراد اور مراقبات پر قائم ہو کر صاحب استقامت و کرامت اور مستجاب الدعوات ہو گیا +

اِس کی ایک کرامت یہ ہے۔ کہ سنگھوں کی حکومت کے وقت دھرم سالہ اور ٹھاکر دوارہ میں کلمہ لا الہ الا اللہ کے ذکر خفی میں مشغول ہوتا۔ اور مستی میں آکر خفی سے جہر میں آجاتا۔ دھرم سالہ اور گردوارہ والے ہاتھ باندھے اِس کے پاؤں پڑتے اور وہ بدستور مستی کی حالت میں آکر ذکر جہر کرتا رہتا۔ جب گِر پڑتا پھر بغداد شریف یا مدینہ منورہ کی طرف حضوری حاصل کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ اور سارے ورد بلند آواز سے ادا کرتا اور جو حالات اُسے منکشف ہوتے۔ وہ بعینہٖ اس کے بیان کے مطابق ظہور میں آتے +

ہر وقت باوضو رہتا۔ عموماً قبلہ رُخ خدا کی یاد میں رہتا۔ حتیٰ کہ ساری ساری رات عبادت الٰہی مراقبہ اور مکاشفہ میں گذار دیتا۔ اور جاگتا رہتا +

کئی سال آپ کی خدمت میں رہا۔ آپ اِس پر نہایت درجہ شفقت فرماتے۔ پہلے ہی روز نظر فیض اثر سے اس کے سینے کو نور الٰہی سے پُر کر دیا

منشی ہوونہ اس وقت مرید ہوا جب وہ خیر پور کھرانی کے داؤد پوترہ امیروں کے ہاں ملازم تھا +

جب مذکورہ بالا امیروں کو سنگھوں نے مغلوب کر لیا۔ اور ان کے ہاتھ سے دوآبہ کا ملک نکل گیا۔ تو منشی مذکور تنگ حال ہو کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے پُورا ایک سال خانقاہ مقدس میں رکھا۔ پھر اسے ملازمت کی اُمید پر ملتان لے گئے۔ تھوڑے دنوں میں حاکم ہو گیا +

ایک سال بعد موقوف ہو کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام حالات عرض کئے۔ اِن دنوں آنحضرت کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ عرض کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ آپ نے اُسے از راہ شفقت فرمایا۔ کہ اچھا سحر کے وقت درد کی تخفیف ہوتی ہے۔ خلوت میں تمہارے حالات سنوں گا +

منشی ہوونہ کہتا ہے۔ کہ جب سحر کے وقت خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آنحضرت کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ منشی ہوونہ! فراغ دلی سے اپنے

حالات بیان کروں۔ اس وقت میں نے اپنے سارے حالات عرض کئے ٭

پھر فرمایا۔ کہ اپنی تمام مرادیں ایک ایک کر کے اللہ تعالےٰ سے مانگ ہم بھی دُعا کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ بر لاوے۔ آپ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ اپنی ایک ایک ضرورت خدا سے مانگ۔ آپ امین کہتے گئے۔ میری حاجتیں یہ تھیں :-

اوّل یہ کہ ملتان کے حاکم نے مجھے حجرہ شاہ مقیم علیہ الرحمۃ کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ تو میرے ساتھ ایک اور حاکم دیا جو میرے ناموافق تھا۔ وہ معزول ہو جاوے اور میں بدستور مامور رہوں۔ اور ناظم خود بخود کہے کہ اے منشی ہو ونا! جو حاکم تمہاری مرضی کے مطابق ہو وہ تمہارے ساتھ بھیجا جائے ٭

دوسری مراد یہ تھی۔ کہ جن زمینداروں نے حاکم ملتان کے ہاں میری شکایت کی ہے۔ ان کی شکایت سُنی نہ جائے۔ اور آئندہ کے لئے داخل دفتر کی جائیں ٭

تیسرے یہ کہ مذکورہ بالا مرادوں سے مجھے پھر حجرہ شریف کا حاکم بنا کر بھیجا جائے ٭

جب میں عرض کر رہا تھا۔ اس وقت حجرے کا ایک ہندو زمیندار بھی پاس تھا۔ میرے بعد اس نے بھی گذارش کی۔ تو فرمایا۔ میری آنکھوں پہ پٹی بندھی ہوئی ہے اگر میری صحت ہوتی تو میں تجھے دیکھتا۔ لیکن تو نے درد کی حالت میں میرے سر پہ مالش کی اور پاؤں دبائے۔ اب آرام ہے۔ میں تیرے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ قبول کر کے تیری مرادیں بر لائے گا ٭

پھر آپ نے دعائے خیر فرمائی۔ اس ہندو زمیندار اور ہو ونا نے جو جو مرادیں مانگیں آپ کی دعا کی برکت سے سب کی سب پوری ہوئیں ٭

منشی مذکور کہتا تھا۔ کہ جب میں ناظم کے دربار میں گیا۔ اور سلام کر کے کچہری میں بیٹھا۔ تو ناظم نے فرمایا۔ منشی ہو ونا تم کو اجازت ہے۔ پھر حجرہ شریف کے حاکم مقرر کئے گئے ہو۔ اور اپنی پسند کا اور حاکم ساتھ لے جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ کہ فلاں حاکم چاہیے کہا لے جاؤ۔ میں نے اُٹھ کر سلام کیا اور آداب بجا لا کر چلا آیا ٭

اس اثنا میں حجرہ کے زمیندار شکایت کے لئے اُٹھے۔ اور بڑی لمبی چوڑی شکائتیں

کرنے لگے۔ کہ ہمیں یہ حاکم درکار نہیں۔ اور کوئی حاکم ہونا چاہیئے۔ ناظم نے کہا۔ چونکہ منشی ہو ونہ سرکار کا خیر خواہ۔ دیانت دار اور امانت گذار ہے۔ اور تمہارے کہنے پر نہیں چلتا۔ اور سرکاری مال ضائع نہیں کرتا۔ اس واسطے تمہیں منظور نہیں۔ جاؤ تمہارا حاکم یہی ہے۔ تم سب چلے جاؤ +

پھر وہ اپنے مطالب اور معروضات پیش کرنے لگے۔ ناظم نے کہا۔ یہ تمام کام تمہارے حاکم کے متعلق ہیں۔ جاؤ منشی ہو ونہ وہاں قانون کے مطابق وہاں تمہارے کام سرانجام کریگا۔ مَیں اسی وقت روانہ ہوا۔ تمام آدمی میرے پیچھے آنحضرت کی خدمت میں آئے اور التماس اور معروضات پیش کرتے اور آنحضرت سے سفارش کرواتے +

جب مَیں پھر حجرے میں گیا۔ اور حکومت میں مجھے بہت کامیابی حاصل ہوئی۔ دوسرے سال جب مَیں ملتان میں حساب سپرد کرنے آیا۔ تو اتفاقاً پھر آنحضرت ملتان میں تشریف فرما تھے۔ پھر مَیں نے دنیاوی حرص اور لالچ کے سبب پھر حکومت کے لئے عرض کیا۔ اور جتنا مال و دولت مَیں نے کمایا تھا۔ سارا عرض کیا۔ اس دفعہ آپ نے کوئی جواب نہ دیا +

پھر ایک دفعہ موقعہ پاکر عرض کیا۔ تو فرمایا۔ منشی! تو نے مجھے کہا تھا۔ کہ اگر مجھے اس قدر دولت مل جائے جو میری ضروریات کے لئے کافی ہو۔ تو پھر مَیں نوکری نہیں کروں گا۔ اب حق تعالےٰ نے تمہاری مراد پوری کردی ہے۔ پھر کیوں نوکری اور حکومت چاہتے ہو +

بعدازاں جو مال و اسباب میں نے آپ سے چھپا رکھا تھا۔ سب ظاہر کردیا۔ مَیں نے شرمندہ ہوکر عرض کیا۔ یا مرشد! حضور پر سب کچھ ظاہر ہے۔ مَیں سرکاری ملازمت سے باز آیا۔ مگر میری تین حاجتیں باقی ہیں۔ جو آپ کی دُعا کے بغیر پوری نہیں ہوسکتیں +

آپ نے فرمایا کہو۔ مَیں نے عرض کیا یا مرشد! ایک یہ کہ کئی سال ہوئے مَیں گھر نکلا ہوں۔ اس سے پہلے بھی قوت رجولیت میں کمی تھی۔ اب تو بالکل ناامیدی کی حالت ہے۔ مَیں گھر کیونکر جاؤں۔ فرمایا۔ جب گھر کے نزدیک جاؤ۔ تو وضو کر کے تقضائے حاجت کے لیئے دوگانہ ادا کرنا۔ اور یہی مراد اللہ تعالےٰ سے مانگنا۔ وہ مجیب الدعوات اور قاضی

الحاجات ہے۔ قبول کرے گا ×

دوسری عرض یہ کی۔ کہ مال و دولت تو بہت کچھ موجود ہے۔ لیکن مکان اور ملکیت جو تنگی کے وقت اپنے ہموطنوں کے نام بیع کردی تھی۔ وہ پھر کیونکر ہاتھ آئے۔ اور وطن میں کس طرح جمعیت کے ساتھ گذران کرسکوں گا۔ اور میری عزت کیا ہوگی ×

آپ نے فرمایا۔ دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ سے مانگوں۔ وہ سب پر قادر ہے۔ آپ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اور مَیں نے بھی اُٹھائے۔ فقط ×

تیسری یہ کہ جناب کا غلام زادہ شادی کے قابل ہے۔ ذی عزت اور خاندانی منشی قصبہ کہرور میں ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں وہاں شادی ہوجائے۔ فرمایا بہت خوب۔ ہمارے بھی وہاں دوست ہیں۔ انشاء اللہ تیرے لڑکے کی شادی پر آئیں گے۔ اور اتفاق سے دوستوں سے ملاقات بھی کرلیں گے ×

میرے دل میں تردد پیدا ہوا۔ اسی وقت میں نے اپنی عرض کو یوں بدلا۔ کہ یا مرشد! منشیوں کا ایک اور خاندان خاص خیرپور میں بھی ہے۔ جو میرا وطن اور جائے سکونت ہے وہ بہت ذی عزت ہیں۔ اگر غلام زادہ کی شادی اس خاندان میں ہوجائے تو میری عین دلی مراد ہے۔ فرمایا۔ بہتر۔ کسی فراغت کے وقت مسجد میں جاکر یہی عرض اللہ تعالےٰ سے کرنا انشاء اللہ قبول ہوگی ×

القصہ منشی موصوف نے کہا۔ کہ صاحبزادہ سلطان حامد! جب میں گھر آیا۔ تو میری قوت رجولیت کی کمی سے میرا دل دھڑکتا تھا۔ مَیں نے آپ کے حکم کے موافق پاک وضو کرکے گوشے میں جا سجدہ میں دعا کی۔ جب مَیں گاؤں کے قریب پہنچا۔ تو اپنے آپ کو ایسا قوی پایا۔ جیسا مَیں جوانی کے وقت تھا۔ پھر مَیں نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے دُعا کی۔ تو ابھی گھر میں نہیں پہنچا تھا کہ رستے ہی میں قاصد نے مجھے مبارک باد دی۔ کہ خیرپور کے چودھری نے خود بخود اپنی لڑکی کا ناطہ آپ کے لڑکے کو دیا ہے۔ اور مٹھائی تقسیم ہوچکی ہے ×

جب مَیں وطن پہنچا۔ تو ہم وطن میری ملاقات کے لئے آئے۔ جن لوگوں نے میری زمینیں اور میرے مکان خریدے ہوئے تھے۔ وہ ہاتھوں میں قبالے اور تمسک اور بیعنامے لے کر آئے۔ اور بغیر کسی انسانی مدد کے اللہ تعالےٰ نے مجھے بامراد کیا۔ اور مَیں

صاحب جمعیت ہوگیا۔ تمام شخصوں کو قیمت ادا کی گئی +

یہ نقل منشی ہوونہ نے بیان کی۔ بلکہ خود مصنف (سلطان حامدؒ) بچشم خود دیکھا۔ کہ خیرپور کھرانی کے سردار میر محمد خاں اور محمد مراد خاں وغیرہ میں باپ کی وفات کے بعد ملک مال اور اسباب کی بابت جھگڑا ہؤا۔ آخر کار اس خیال سے کہ آنحضرت کے مرید تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرضیاں لکھ کر ایک معتبر آدمی کے ہاتھ بھیجیں۔ جو ملتان میں حاضر خدمت ہوگیا +

مَیں اِن دنوں عاقل اور بالغ تھا۔ حاضر خدمت تھا۔ آنحضرت مجھے اور اپنے بڑے صاحبزادے شیخ محمد زبیر کو لے کر خیرپور میں تشریف لے گئے۔ پہلے ماتم پرسی کی۔ بعدازاں اِن کی خواہش کے مطابق مجھ مسکین سلطان حامد کے قلم سے ہر ایک سے اقرارنامہ لکھوایا۔ جس میں تمام مُلک املاک۔ آلات جنگ۔ لباس گھر کے سامان۔ اور مکانات وغیرہ سب کی مفصل تقسیم مہریں اور دستخط سمیت درج تھی۔ اِن پر خود آنحضرت نے اپنی مہر لگائی۔ اور ان کے اقرارنامے انہیں دیئے۔ اور خود فراغت پا کر واپس تشریف لائے +

بعدازاں محمد مراد خاں کے چھوٹے بھائی احمد خاں نے جو شریر النفس تھا۔ فساد برپا کر کے اپنے بھائی محمد مراد خاں کو تنگ کیا۔ اور اس سے اپنی مرضی کے مطابق اور اقرارنامہ لکھوا لیا +

محمد مراد خاں نے اپنے ملازم منشی ہوونا کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجکر واویلا کیا۔ احمد خاں آنحضرت کی مہر لگے ہوئے اقرارنامہ سے پھر گیا۔ اور ایک اقرارنامہ اپنی مرضی کے مطابق لکھوا لیا۔ اس اقرارنامہ کو کلام اللہ شریف کے ورق پر چسپاں کیا اور مقدمہ کے لیئے اپنے ثالث بہاول خاں والیئے بہاولپور کے پاس گیا +

جب منشی ہوونہ نے یہ حالات آنحضرت کی خدمت میں عرض کیئے۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ اے ہوونہ! اگر احمد خاں میری مہر لگے ہوئے اقرارنامہ سے پھر گیا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ قادر مطلق اسی پہلے اقرارنامہ کو قائم رکھے گا۔ ہوونہ نے عرض کیا یا حضرت! احمد خاں نے دوسرا اقرارنامہ جو زبردستی اور شرارت سے لکھوایا ہے۔ اُسے کلام اللہ شریف کے ورق پر چسپاں کر رکھا ہے۔ اور وہ اقرارنامہ رکن الدولہ خاں صاحب والیئے

بہاولپور کے پاس لے گیا ہے۔ اور محمد مراد خاں یتیم مردہ پژمردہ دلی سے اُس کے پیچھے گیا ہے۔ اِس فکر سے گویا اس کے بدن میں ہی نہیں۔ کیونکہ جب احمد خاں اقرار نامہ اور کلام اللہ شریف خانصاحب رکن الدولہ کی خدمت میں پیش کرے گا۔ تو خانصاحب اُ سے تسلیم کرے گا اور محمد مراد خاں تباہ ہو جائے گا +

آنحضرت نے یہ سُنکر جلال میں آکر فرمایا۔ تمہیں رُخصت ہے۔ جاکر محمد مراد خاں کو کہو کہ غم نہ کرے۔ احمد خاں کو دوسرے اقرار نامہ پر بھروسہ ہے۔ اُسے اللہ تعالےٰ کے حکم سے مجلد کلام شریف سے زبان سے چاٹ لیا جائے گا +

منشی ہوونا بیان کرتے ہیں۔ کہ مَیں نے آداب بجا لاکر سوار ہو رکن الدولہ خاں صاحب کے دار الریاست کا رُخ کیا۔ اور محمد مراد خاں کو احمد پور میں اسی غم میں چارپائی پہ بیمار پایا۔ مقدمہ دائر تھا +

ایک روز احمد خاں کا معتبر عیسیٰ خاں دوڑ کر ہمارے ڈیرے پر آیا۔ اور کہنے لگا کہ محمد مراد خاں؟ اگر تم کہو تو مَیں کلام اللہ اُٹھا لاؤں جس میں اقرار نامہ چسپاں ہے کیونکہ عام طور پر وہ گلے میں لٹکائے رکھتا ہے۔ لیکن اس وقت قضائے حاجت کے لئے گیا ہوا ہے۔ اور قرآن شریف مذکور ڈیرے پہ چھوڑ گیا ہے +

محمد مراد خان نے کہا۔ دیر نہ کرو۔ عیسیٰ خاں دوڑا۔ لیکن اتنی فرصت نہ ملی۔ اس نے جھٹ جاکر اس اقرار نامے کو زبان سے چاٹ دیا۔ اور قرآن شریف مذکور کو اسی طرح غلاف میں لپیٹ وہیں رکھ دیا۔ جہاں پہلے رکھا تھا +

جب احمد خاں نے ضرورت کے وقت قرآن شریف کو دیکھا۔ تو بہت واویلا کیا۔ اور رکن الدولہ کے وزیر محمد یعقوب اور محمد رمضان خاں کے پاس لایا +

جب انہوں نے دیکھا۔ کہ اقرار نامہ کے حروف مٹے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے بھی اس کی طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ اُلٹی ملامت کی۔ کہ تو کیوں اقرار سے پھرا +

آخر کلام اللہ کو بجنسہٖ خانصاحب رکن الدولہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ خانصاحب نے فرمایا۔ احمد خاں! مایوس تو اپنے مرشد کے فرمان سے منحرف ہوا ہے۔ ہم بزرگوں کے فیصلہ سے منحرف نہیں ہو سکتے۔ جو کچھ تمہارے مرشد نے لکھدیا ہے۔ وہی جائز ہے۔ جس پر اِن کی مُہر لگی ہوئی۔ احمد خاں مایوس ہوکر گھر چلا آیا۔ اور اس بداعتقادی اور

گستاخی کی شامت میں اطراف وجوانب میں آوارہ ہوگیا +

احمد نام جولاہ ایک زبردست شخص کا ہمسایہ تھا۔ اِس لئے وہ رئیس کی ہمسائیگی سے تنگ آکر آنحضرت کا ہمسایہ بنا۔ اور وہیں رہنے سہنے لگا۔ رئیس مذکور جو بڑا زبردست تھا۔ اِس جولاہ کے نکلتے ہی اس کے مال مویشی پہ زبردستی قبضہ کرلیا۔ اور بیچ ڈالا۔ اور حاکم سے کہہ کر اُسے قید کروا ڈالا +

رئیس مذکور چونکہ بہت چالاک تھا۔ اِس نے ایک شخص اس کے مال پر قابض کر کے مدعی بنا دیا۔ وہ رئیس حاکموں سے میل جول بہت رکھتا تھا۔ اور بارسوخ آدمی تھا۔ آپ کو اس بات کی فکر ہوئی۔ آخر ملتان میں صوبہ دار کے پاس مقدمہ لے گئے۔ اس رئیس نے اس شخص کو جس نے احمد خاں مذکور کے مقدمہ پر آمادہ کیا تھا۔ وہ شخص اِس رئیس کی حمایت کے لئے کچہری میں آیا۔ جب وہ آیا تو وقت تھوڑا تھا۔ اس واسطے مقدمہ پیش نہ ہوسکا۔ اِس رات مجھ مسکین سلطان حامد کو جو ملتان میں آنحضرت کے ساتھ تھا۔ بالکل نیند نہ آئی کیونکہ مقدمہ پیچدار تھا۔ اور مخالف بڑا اچھلتا پرزہ تھا۔ اسی فکر میں رہا۔ کہ کل مقدمہ صوبہ دار کے پیش ہوگا۔ مخالف نے بہت کچھ مکر و فریب پھیلا رکھا ہے۔ معلوم نہیں انجام کیا ہو۔ اس میں عزت کا بھی خوف ہے۔ اور وطن میں رہنا دشوار ہوگا۔ کیونکہ مخالف ہمارا سخت حاسد ہے اور ہموطن ہے +

تہجد کی نماز کے بعد جبکہ ہوونہ منشی دروازہ ملتان کی مسجد پاک میں آپ کی خدمت میں تھا۔ آپ نے اِسے فرمایا۔ اے ہوونہ! آج رات سلطان حامد کو مقدمہ کے اندیشہ سے نیند نہیں آئی۔ منشی ہوونہ نے عرض کیا۔ درست ہے۔ آپ نے فرمایا اے ہوونہ! مال مویشی اصل میں احمد جولاہ کی نہیں۔ یہ دراصل اسی عبداللہ لوہار کے ہیں۔ جو مدعی بنایا گیا ہے۔ ہم احمد جولاہ کی حمایت کر کے اللہ تعالےٰ کے مجرم تو نہ ہوں گے۔ اِس نے عرض کیا صاحب! آپ پر سب کچھ روشن ہے

پھر فرمایا اے ہوونہ! احمد جولاہ کے یہ چوپائے مالدار مذکور نے خیانت سے خرد برد کر لئے۔ احمد جولاہ نے جب اس سے چوپائے مانگے۔ تو مالدار مذکور نے عبداللہ لوہار کے چوپائے اپنے قرار دے کر اُسے دیئے۔ بعد ازاں یہ مویشی کئی سال احمد مذکور کے پاس رہے۔ جب زیادہ ہوئے تو عبداللہ اپنے چوپایوں کے

پیچھے گیا۔ تو اُسے معلوم ہؤا کہ مالدار نے اُس کے چوپائے بدل ڈالے ہیں۔ احمد جولاہ کو کئی سے عبداللہ لوہار کا کھٹکا ہے۔ اس لحاظ سے تو احمد جولاہ خائن ہے۔ اس وقت دونوں فریق جبکہ یہ ہمارے مخالف ہمسایہ تھے بسلمان مصنفوں کے انصاف کے مطابق۔ جو چوپائے احمد جولاہ کے پاس تھے۔ وہ اسی کے پاس رہنے دیئے۔ اور عبداللہ لوہار کو کہا۔ تم مالدار سے مال طلب کرو +

دوسرے یہ کہ احمد جولاہ نے کئی سال مویشیوں کی پرورش کی۔ اور اس کی پرورش سے ان کی مقدار میں بیشی ہوئی۔ عبداللہ لوہار جوان کا ہمسایہ تھا۔ ہر روز احمد کے دروازہ پر اس کے قبضہ میں دیکھتا تھا۔ اور علاوہ ازیں اس نے منصفوں کے فیصلے کے بعد احمد کی کوئی مزاحمت نہ کی۔ اب چونکہ مخالف نے اُسے ابھارا ہے۔ اس لئے وہ مقدمہ بازی پر آمادہ ہؤا ہے۔ احمد جولاہ کے بھی اس قدر حقوق ظاہر ہیں۔ اگر اب ہم اس کی حمایت و رعایت کریں۔ تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک گنہگار نہیں۔ فقط +

اے منشی! اٹھ اور میرے بیٹے سلطان حامد کو تسلی دے۔ اور کہو کہ تیرا باپ کہتا ہے کہ آئندہ غم نہ کرنا۔ تسلی سے سو جا۔ انشاءاللہ تعالےٰ کل میدان ہمارے ہاتھ رہے گا۔ اور مخالف کو شرمندگی اور رسوائی نصیب ہوگی +

منشی نے میرے (سلطان حامد مصنف) پاس آکر مجھے میرے والد بزرگوار کے ارشاد کی خوشخبری دی۔ اور میری تسلی کی +

صبح جب ہم عدالت میں حاضر ہوئے۔ تو کچہری کے بعض ارکان ہمارے مخالف کی مدد پہ تھے۔ لیکن اس وقت ہمارے حضرت صاحب نے اٹھ کر صوبہ دار کو اصل کیفیت حرف بہ حرف سُنادی۔ صوبہ دار نے بپاس ادب آنحضرت کو بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا۔ اور صوبہ دار نے احمد جولاہ کی بجائے جو ناواقف اور ناتجربہ کار تھا۔ ہمیں سوال جواب کی اجازت دی۔ احکم الحاکمین کے حکم اور مرشد کامل کی امداد سے مقدمہ ہمارے حق میں ہؤا اور مخالف کو نیچا دیکھنا پڑا۔ اور اسی روز سے مخالف کے رعب و دبدبہ میں زوال آنے لگا۔ اور صوبہ دار وقت ہمیشہ اسے مفتری اور فسادی سمجھتا رہا۔ اور چوپائے بجنسہ احمد جولاہ کو دیئے گئے +

جس حاکم نے مخالف کے کہنے سے احمد جولاہ کو قید کیا تھا۔ اور جو ہمارے حضرت

صاحب سے بھی گستاخی سے پیش آیا تھا۔ آنحضرت دار الحکومت سے اُٹھ کر گھر تشریف لا رہے تھے۔ تو اثنائے راہ میں مہرداد اور مہر بہاب کو جو آنحضرت کے مصاحب تھے۔ میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب کے روبرو آنحضرت نے پوچھا۔ کہ بتاؤ اس ہندو حاکم نے جو ہم سے فضولی کی ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے کیا بدلہ دے۔ تاکہ ہمارا انصاف ہو جائے۔ اور ہمارا حق ہمیں مل جائے۔ انہوں نے کہا۔ اے حضرت! یہ کتا مرجائے۔ تو بہتر ہے آنحضرت نے فرمایا نہیں نہیں اس کے مرنے سے ہماری حق رسی نہیں ہوتی۔ البتہ اس کا جوان لڑکا ہو قابل ذی عزت اور قصبہ کروڑ متبرک کا چودھری ہے۔ وہ مرجائے تو ہمارا معاوضہ ہو جاتا ہے فقط +

بعد ازاں آپ اور باتیں کرنے لگے۔ تھوڑے عرصہ بعد خبر آئی۔ کہ اس کا بیٹا کروڑ متبرک میں ناگہانی صدمہ سے ہلاک ہوا ہے۔ اور اس حاکم کو بھی اس مقدمہ کے فیصلہ کے بعد ملتان کے صوبہ دار کی طرف سے سزا ملی اور وہ دفع ہو گیا +

شیخ حاجی شریف جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد سے ہے۔ اور اب نہایت قابل اور دنیاوی آدمی ہے۔ اسے سجادہ نشینی کا جو خیال آیا۔ اس وقت سلطنتوں میں گڑبڑ ہی تھی۔ وہ حکام سے مل گیا۔ اور میرے والد بزرگوار کو جو پشت بہ پشت سجادہ نشین چلے آئے۔ تکلیف پہنچانے لگا۔ میں نے اُس وقت کے حاضرین میں سے نہایت صالح مرد میاں نور نگ کی زبانی سُنا ہے۔ کہ آنحضرت خانقاہ مقدس کی زیارت سے فارغ ہو کر گھر تشریف لا رہے تھے۔ اور ابھی دربار فیض آثار کے بیرونی احاطہ میں تھے۔ کہ حاجی شریف مذکور آپ کے سامنے آ کر گستاخی سے یوں کہنے لگا۔ کہ تو ابھی خانقاہ میں آنے سے باز نہیں آتا۔ میں تجھے پاس بھی پھٹکنے نہیں دونگا۔ تجھے کچھ خیال بھی ہے۔ تو بار بار خانقاہ مقدس میں آتا ہے۔ اور بہت زور شور سے بولنے لگا۔ آنحضرت نے صرف ایک دفعہ نہایت آہستگی فرمایا۔ کہ یا تیری قبر یہاں نہ ہوگی۔ یا ہماری +

اس وقت میاں عبد اللہ فقیر کمال قصبہ مگھیانہ کے رہنے والے جو صاحب احوال عالی اور صاحب استقامت و کرامت اور مجاہدات میں زاہد عابد اور یکتائے زمانہ تھے۔ اور بارگاہ الٰہی سے مقبول اور یگانہ تھے۔ اس وقت کلام اللہ شریف کی تلاوت میں مشغول تھے یہ گفتگو انہوں نے اپنے روبرو سُنی +

تلاوت سے فارغ ہو کر اپنی مجلس کے درویشوں سے پوچھا کہ درویشو! تم نے وہ گفتگو سُنی ہے۔ جو صاحبزادوں کے درمیان دربار شریف میں ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں سُنی ہے۔ پوچھا کچھ تمہیں معلوم ہے۔ کہا نہیں۔ کہا جو باتیں دربار شریف میں ہوئی ہیں ان میں حضرت شیخ غلام باہو سجادہ نشین کی باتوں نے عروج پایا ہے۔ اور صفحہ تقدیر قائم اور مشیت ہو گئی ہیں۔ سجادہ نشین ممدوح کے کلام کی تلوار شیخ حاجی شریف پر کارگر ہوئی ہے اور اُسے نیچا دیکھنا پڑا۔ کہ اس کی قبر بھی یہاں نہیں ہوگی +

بعد ازاں ایسی صورت نکل آئی کہ ملتان کے صوبہ دار حاجی محمد مظفر خاں سدوزئی پر سکھوں کی فوجیں غالب آئیں۔ اور ملتان میں ہل چل مچ گئی ہمارے حضرت صاحب جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنت کی پیروی کرتے ہوئے۔ کہ الفرار مما لا یطاق من سُنن الانبیاء من قبلی۔ "ناقابل برداشت مصیبت سے بھاگ جانا میرا اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا طریقہ ہے۔" خانقاہ مقدس سے جو ملتان کے مضافات سے ہے۔ ہجرت کر کے ملک سندھ میں صوبہ بھکر اور جس کا ناظم اس وقت ملک نواب حافظ احمد خاں سدوزئی تھا۔ پہنچے اور نہایت جمعیت اور استقلال سے بود و باش اختیار فرمائی۔ مدت تک وہاں امن و امان سے رہے +

ایک روز آنحضرت نے مجھ مسکین (سلطان حامد مصنفؒ) کو ماجرا سُنایا۔ کہ بہت مدت ہوئی ہم اپنے وطن سے بچھڑے ہیں۔ لیکن وطن کی جدائی کا مجھے کبھی خیال نہیں آیا۔ بلکہ خوشی سے زندگی بسر کر رہے ہیں +

ایک روز میں اپنے ڈیرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ یکایک میرا دل غمگین ہو گیا۔ اور وطن کی کشش پیدا ہوئی۔ اس وقت میرا دل اور طرف مائل ہوا۔ تو میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قول "اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور۔ جب تم کسی معاملہ میں حیران رہ جاؤ۔ تو قبروں سے مدد مانگو"، کے مطابق تن تنہا اپنے گاؤں سے جو صوبہ بھکر کی طرف سے لیہ کمال خاں کے قریب عطا ہوا تھا۔ سوار ہوا۔ اور دریائے سندھ پار کے ملک مغربی دامن کوہ میں حضرت مائی فاطمہ ستوہن کی خانقاہ پر استمداد کے لئے حاضر ہوا +

حضرت مائی فاطمہ مذکورہ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ سے آپ کی زندگی ہی میں

فیض حاصل کیا تھا۔ اور ان کی قبر زندہ ہے۔ مَیں ان کی قبر پر بیٹھا۔ مائی صاحبہ علیہا الرحمۃ نے قبر سے نکل کر میرے ہاتھ میں پتھر دیا۔ اور حاجی شریف کو جو کافر حاکموں کی مدد سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کا گدی نشین بنا تھا۔ حاضر کیا۔ اور مجھے فرمایا کہ جو پتھر مَیں نے تجھے دیا ہے۔ اس کے سر پر مار کر اس کا کام تمام کر۔ بیٹا! اس وقت وہ پتھر مَیں نے پھر مائی صاحب کے ہاتھ میں دے کر التماس کیا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے حکم ہوا ہے۔ تو آپ ہی اپنے ہاتھ سے اُسے ماریں۔ اس وقت مائی صاحبہ وہ پتھر اپنے ہاتھ سے پھینک قبر میں چلی گئیں۔ مَیں نا اُمید ہو کر خانقاہ سے اُٹھا۔ اور مغربی پہاڑ کے دامن میں آیا۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمۃ کی خانقاہ پر بیٹھا۔ انہوں نے بھی قبر سے نکل ایک پتھر میرے ہاتھ میں دیا۔ اور حاجی شریف کو حاضر کر کے فرمایا کہ پتھر مار کر اس کا کام تمام کرو۔ مَیں نے وہ پتھر انہیں کے ہاتھ میں دیکر عرض کیا۔ کہ اگر حکم ایسا ہی ہے۔ تو آپ ہی اپنے ہاتھ سے ماریں۔ آپ بھی پتھر پھینک کر قبر میں چلے گئے۔ جب وہاں سے بھی نا امید ہوا۔ تو مجھے یاد آیا۔ کہ حضرت سلطان احمد بن حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا مزار بھی مائی صاحبہ ممدوحہ کے مقبرہ میں ہے اور نہایت کامل مرد ہیں۔ مَیں لوٹ کر انہیں سے مدد مانگوں۔ پھر مَیں مائی صاحبہ کی خانقاہ میں آکر حضرت سلطان احمد قدس سرہٗ کے مزار پر بیٹھا۔ اور مدد کی درخواست کی۔ آپ نے بھی فوراً قبر سے نکل وہ پتھر میرے ہاتھ میں دیا۔ مَیں نے ان کے ہاتھ میں دیکر عرض کیا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ تو آپ ہی اپنے ہاتھ سے ماریں۔ حضرت سلطان احمد قدس سرہٗ نے فوراً وہ پتھر اُس کے سر پر مار کر اس کا کام تمام کیا۔

یہ دیکھتے ہی فوراً سوار ہو گیا۔ اور منزل بمنزل مذکورہ بالا گاؤں میں اپنے گھر جا پہنچا۔

وہ تاریخ مَیں نے لکھ رکھی۔ تھوڑے دنوں بعد ملک داؤد پوترہ سے ایک قاصد نے آکر بیان کیا۔ کہ فلاں تاریخ فلاں وقت رد نجہا خاں نے حاجی شریف کو شہید کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میرے والد بزرگوار صاحبزادوں کو جو جوان تھے۔ اور کئی سوار پیادہ مسلح ہمراہ لئے اور داؤد پوترہ کے دارالخلافہ میں گئے اور مقدمہ کیا۔ اگرچہ قاتل بھی والئے بہاولپور کے

ہم قوم تھے۔ لیکن رکن الدولہ صادق محمد خاں ثانی کے قاتلوں کے بازو شرع شریف کے مطابق آنحضرت کے حوالے کیے +

مگر آخر کار آپ نے شیخ حاجی شریف علیہ الرحمۃ کے فرزند شیخ غلام مرتضےٰ سے عین قصاص کے وقت قاتلوں کا خون معاف کرایا۔ اور شیخ حاجی شریف کی قبر داؤد پوترہ کے دارالخلافہ خاص احمد پور میں ان کے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان عظمت رحمہم اللہ کے مزار کے پہلو میں بنائی گئی +

آنحضرت مقدمہ مذکور کے فیصلہ کے بعد اپنے دولت خانہ میں تشریف لائے۔ اور پھر ساری عمر خانقاہ مقدس میں سجادہ نشینی اور فیض رسانی کی مسند پر قائم رہے۔ وَ اللّٰہ المستعان علےٰ ما تصفون +

آنحضرت نے دار الملک سندھ میں پردیس میں رب احب الی السجن مما یدعونني الیہ کے مطابق سفر اختیار کر رکھا۔ اور پھر فلبث فی السجن بضع سنین کے موافق بارہ سال پردیس کی تکلیفیں سہیں۔ اور انبیاء علیہم السّلام کے طریق کو نباہا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ شد اٰئد الدنیا ثلاثۃ الدین ولوکان درھم والسفر ولوکان میل والبنت ولوکان واحدۃ " دنیا کی تین سختیاں ہیں۔ اول قرضہ خواہ ایک ہی پیسہ ہو۔ دوم سفر خواہ ایک ہی میل ہو۔ سوم بیٹی خواہ ایک ہی ہو" +

وفات کے بعد آنحضرت کا مزار شریف آپ کے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین اور اپنے والد ماجد کے مزار کے پہلو میں بنایا گیا ہے +

خلیفہ رمضان جو سفر و حضر میں حاضر خدمت رہتا تھا۔ اور صاحب احوال تھا۔ ایک روز اسے جب میں نے آنحضرت کے خوارق عادات کی بابت پوچھا تو کہنے لگا۔ اور اس کے کہنے کی تصدیق حافظ چو غطہ نے بھی کی جو ملتان سے لوٹتے وقت آپ کے ساتھ تھا۔ کہ ماہ ساون میں دریا طغیانی پر تھا۔ اور آنحضرت خانقاہ مقدس کی طرف آ رہے تھے۔ سوائے چولستان کے اور کوئی رستہ نہ تھا۔ ناچار چولستان کی راہ جنگل طے کرنے پر آمادہ ہوئے۔ اور سارا دن چولستان کی سختیاں سہتے رہے۔ آخر جب عصر کا وقت ہوا تو رمضان نے عرض کیا۔ کہ حضرت سورج ڈوبنے کو ہے۔ اور حضور تے اب تک کوئی

راہ نہیں لی - سارا دن چولستان کے عذاب میں نیچی اونچی جگہ طے کرتے آئے ہیں - اب رات ہونے کو ہے - اگر آپ کسی آبادی کی راہ لیتے - تو کسی جگہ گھوڑوں اور آدمیوں کا گذارہ ہو جاتا +

آپ نے کچھ جواب نہ دیا - کیونکہ چولستان کی منزلیں طے کرتے تھکے ماندے اور ملول تھے - اس نے پھر گستاخانہ عرض کیا - کہ حضرت آج ہم کس کے مہمان ہیں - کہ نہ پانی نہ دانہ نہ گھاس نہ روٹی - نہ آبادی - نہ جائے آرام نہ مکان - اس کے بار بار کہنے سے آنحضرت پر جلالیت طاری ہوئی - فوراً ریت کے ایک ٹیلے پر نزول فرمایا - اور فرمایا - رمضان! آج رات ہم میزبانوں کی مہمانی نہیں کھائیں گے - آج ہم محض اللہ تعالےٰ کے مہمان ہیں +

اتنا فرما کر آپ تیمم کر کے فرائض و نوافل اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے درویشوں نے گھوڑوں کو جنگل کے درختوں سے باندھا - اور ریت کے ٹیلے پر بیٹھ گئے - جب عصر اور شام کی نماز سے فارغ ہوئے اور عشاء کا وقت ہوا - تو اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے انسانوں کی صورت میں آ پہنچے - ان میں سے ہر ایک بوجھ اٹھائے ہوئے تھا - تمام ضروریات مہمانی یعنی گھاس - دانہ - روٹی - پانی - گوشت اور چارپائیاں وغیرہ لے آئے آپ اس وقت احیائے عشائین میں مشغول تھے - درویشوں نے ان سے تمام چیزیں لے لیں اور گھوڑوں کو کھلایا پلایا - وہ مزدور بدستور باندھے واپس چلے گئے - کسی نے ان کے رعب کے سبب ان سے تفتیش نہ کی +

جب آنحضرت فارغ ہوئے - تو کھانا تقسیم کرنے کا حکم دیا - درویشوں نے کھانا کھا کر خوشحالی اور فارغ البالی سے آرام کیا - اور آپ پھر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے +

تہجد کی نماز کے بعد جب درویش جاگے - اور تیار ہوئے - تو نہ وہاں گھاس تھی نہ ہانڈی نہ کھانے پینے کے برتن نہ چارپائی - اور نہ آدمیوں کا نشان - فقط وہ آنحضرت کے ساتھ روانہ ہوئے +

سکھوں کے عہد میں لاہور سے خزان سنگھ نام ایک سردار لیہ کمال خاں اور کچھی بھکر کا صوبہ دار مقرر ہو کر آیا - جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے - آنحضرت نے مسلمانوں کے عہد حکومت میں وہاں جائداد اور مکانات حاصل کئے تھے - اور آتی دفعہ بڑے بھائی شیخ

محمد زبیر علیہ الرحمۃ کو وہاں قائم مقام چھوڑ آئے تھے +

خزان سنگھ مذکور ہمارے حاسدوں کے بہکانے سے میرے بھائی پر ناراض ہوگیا +

ایک روز آنحضرت نے کچہری میں خزان سنگھ کو فرمایا ۔ کہ سردار صاحب! آپ حاسدوں کی شکایت سے میرے فرزند محمد زبیر پر ناراض ہو ۔ میرے چھ فرزند ہیں حق تعالےٰ نے پانچ کو وطن میں رزق دیا ہے ۔ اور محمد زبیر کو جو پردیس میں چھوڑا ہے ۔ تو محض اللہ تعالےٰ کی مہربانی اور حاکموں شفقت کے بھروسے چھوڑا ہے ۔ اگر آپ کو محمد زبیر کا یہاں رہنا ناگوار ہے ۔ تو اُسے حق تعالےٰ وطن میں رزق اور روزی عنایت فرمائے گا +

سردار مذکور نے غرور کے سبب آنحضرت کے فرمان پر توجہ نہ کی ۔ اور آپ کی تسلی اور تشفی نہ کی +

آپ نے اِسی اثناء میں جلال میں آکر اُٹھ کر فرمایا ۔ او سردار! ہم اپنے گاؤں اور تمہارے ملک کو آگ لگا کر محمد زبیر کو وطن لے جائیں گے ۔ اس جلالیت میں آنحضرت نے دست مبارک سے جنوب رُخ اپنے گاؤں کی طرف اشارہ کیا ۔ اور اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے +

آپ نے لیہ کے گرد و نواح کی طرف اشارہ کیا تھا ۔ بہت سی جگہوں میں غیب سے آگ بھڑک اٹھی ۔ اور آپ کے گاؤں میں جو وہاں سے سات کوس کے فاصلہ پر تھا ۔ آگ بھڑک اٹھی ۔ جدھر آپ نے اشارہ کیا تھا ۔ اس سارے علاقے میں جا بجا آگ بھڑک اٹھی اور گاؤں اور پرگنے جل گئے ۔ اسی وقت شہر کے اطراف و جوانب میں آگ بھڑکی ۔ تو شور برپا ہوا ۔ اور حاکم حاضرین سے وجہ پوچھی ۔ تو جو لوگ آنحضرت کی کرامات سے واقف تھے ۔ انہوں نے حاکم مذکور سے عرض کیا کہ چونکہ حضرت شیخ غلام باہو کچہری سے ناراض ہو کر گئے ہیں ۔ اور جاتی دفعہ اپنے گاؤں اور ملک سندھ میں آگ لگنے کے لیے اشارہ کیا ۔ یہ دیکھنا چاہیئے ۔ کہ آیا اُدھر آگ لگی ہے ۔ یا کسی اور طرف ۔ جب مختلف مقامات سے آتش زدگی کی خبریں پہنچیں ۔ تو حاکم مذکور آپ کی کرامت دیکھ کر نہایت عاجزی ۔ فروتنی اور تواضع سے آنحضرت سے ملتجی ہوا ۔ اور شیخ محمد زبیر کو نہایت تعظیم و تکریم سے اسی

جگہ بدستور بٹھایا +

چونکہ آنحضرت ہمیشہ ہمارے حق میں شفیق تھے۔ خاص خاص وقتوں میں اسرار کے اظہار سے ہمیں سرفراز فرمایا کرتے تھے +

ایک روز حسب عادت اشراق کے بعد حافظ صالح محمدؒ صاحب اور یہ بندہ سلطان حامد آپ کے سلام اور آپ کی زیارت کے لئے گئے۔ تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں +

جب ہم نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ بیٹو! آج رات اسرار میں مجھے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت دی۔ اور توجہ کے لئے مجھے اپنے سامنے بٹھایا۔ اور مجھے توجہ اور نظر کے فیض سے بہرہ یاب فرمایا۔ جب مجھ پر نگاہ کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے مجھے وجد اور سکر ہوگیا۔ اور میں نے اپنی پگڑی سر سے اتار آنحضرت کے قدموں پر رکھدی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر توجہ کی۔ اور میری پگڑی پر بھی نگاہ کی +

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے فیض یاب ہوکر پھر مستغرق ہوگیا۔ اور محض توجہ سے میری پگڑی میرے سر پر رکھی۔ میرا دل عشق اشتیاق کے سبب جوش مارتا تھا۔ اور مجھے خیال آتا تھا۔ کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور نظر سے بہرہ مند ہوا۔ لیکن جیسے میری خواہش تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھے ایک ہی نگاہ سے دونوں جہان سے بے پرواہ کردیں گے۔ ویسے نہ ہوا۔ جب حضرت علیہ السلام فارغ ہوکر اُٹھے اور اس وقت یہی عصا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس وقت بھی میرے ہاتھ میں تھا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ یہ عصا مجھے دو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے تھوڑی دیر دست مبارک میں رکھ کر پھر مجھے عنایت کیا۔ سو بیٹا! اس عصائے مبارک کو غلاف دیکر کسی مکان میں باادب رکھنا چاہیئے۔ اسے بالکل نہ چھونا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوا ہے۔ میری اس پگڑی کو بھی تبرکاً نہایت ادب سے محفوظ رکھنا چاہیئے +

بعد ازاں وہ عصا مجھ بندہ سلطان حامد کو عطا کرکے فرمایا۔ کہ مشکل پیش آئے تو اس عصا کو ہاتھ میں لے جانا۔ اللہ تعالےٰ اس عصا کی برکت سے مشکل حل کردیگا۔ اور دوسرے دن دستار مبارک میرے بھائی حافظ صالح محمد کو دے کر سرفراز

فرمایا۔ اور نصیحت کی۔ کہ اسے تبرکاً اپنے گھر میں محفوظ رکھو +
چنانچہ اب تک وہ دونوں چیزیں تبرکاً ہم مسکینوں کے ہاں محفوظ و موجود ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلےٰ آلہٖ اجمعین
جب میں بچہ تھا۔ آنحضرت فرط شفقت کے سبب مجھے اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ ہم دادا و پوترہ کے دار الخلافہ احمد پور میں تھے۔ کہ ایک روز شیخ قطب علی شاہ بن احمد یار شاہ قریشی نے جو آنحضرت کا مرید اور صاحب احوال تھا۔ مجھے کہنے لگا۔ کہ آج رات تہجد کی نماز ادا کرتے وقت ناگاہ کلمہ الاماں الاماں زبان مبارک سے نکلا۔ جب وظیفہ سے فارغ ہوئے اور میں نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ قطب علی شاہ! آج رات بڑی سخت حالت خراب گذری۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا؟ فرمایا حافظ شیخ احمد یار بن شیخ حافظ نور محمد جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ کسی ضرورت کے لئے حضرت مائی فاطمہ مستوئن کی خانقاہ سے علاقہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے کوہ مغربی کے دامن میں جا رہے تھے۔ کہ راہزنوں نے ان کو سخت زخمی کیا +
شیخ قطب علی شاہ نے وہ وقت اور تاریخ لکھ لی۔ چند دنوں بعد احمد آباد میں وہی خبر بعینہٖ سُن لی۔ احمد پور سے وہاں کا فاصلہ دو سو میل سے زیادہ ہے +
میرے بھائی حافظ صالح صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ ایک روز آنحضرت کمال خاں کے لیہ میں سکھوں کے عہد کے وقت غلام محمد خاں ولد سردار مصری خاں پوپل زئی درانی کے ڈیرہ پر تھے۔ جو ان کا بڑا سردار اور لیہ کمال خاں کے صوبہ دار کا مصاحب تھا۔ اس وقت مسمیٰ خزان سنگھ نے قصبہ کے باہر خیمہ لگایا ہوا تھا۔ اور اس خیمہ کے پاس ہی سردار موصوف کا خیمہ تھا۔ آنحضرت خیمہ کے دروازہ پر سردار مذکور کی مجلس میں خیموں کے دروازوں کی طرف پشت کئے جنوب رُخ بیٹھے تھے۔ میں آپ کے سامنے شمال کی طرف مُنہ کئے بیٹھا تھا۔ اور دروازوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ صوبہ دار کے خیمہ کی قنات کے اندر اس کا بھائی خزان سنگھ مذکور جو قد آور خوبصورت جوان تھا۔ اپنے ہمسروں سے پہلوانی کی کسرت کر رہا تھا۔ میں ان کا تماشا دیکھنے لگا +
آنحضرت نے اگرچہ اس طرف پیٹھ کئے ہوئے تھے۔ مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! اس

ناپسندیدہ کام کو چھوڑ دو۔ آنکھیں بند کرو۔ اور توبہ کرو۔ کیا تم کافروں کے ننگے جسم دیکھتے ہو۔ آپ بدستور خیموں کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے رہے۔ اور اپنے سر پر چادر اوڑھ لی۔ اور اس طرف سے پردہ کر لیا۔ اور فرمایا بیٹا! کیا تمہیں یہ مسئلہ معلوم نہیں۔ کہ اگر کافر پر ایک نگاہ جا پڑے تو اُس کی شامت سے مومن کے دل پر چالیس سیاہ داغ پڑ جاتے ہیں۔ اور جب تک کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ کی چالیس چالیس ضربیں ایک ایک نقطہ پر نہ پہنچائی جائیں۔ وہ داغ دُور ہی نہیں ہوتے ۔

مَیں چونکہ عالم جوانی میں تھا۔ اس لئے گستاخانہ جواب دیا۔ کہ حضور بھی تو کافروں کی کھیریوں میں جاتے ہیں۔ فرمایا بیٹا! ہمارے جانے میں مسلمانوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ ابھی اثناء میں اچانک باہر دُور سے ایک عورت آپ کا نام پکارتی ہوئی دوڑی آرہی تھی۔ اور کہتی تھی۔ کہ غلام باہو کہاں ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے اس سے آپ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صرف آپ کے اوصاف سُنے تھے۔ کہ آپ رحم دل اور اوصافِ الٰہی سے متصف ہیں۔ اور عاجزوں اور درماندوں کی مدد کرتے ہیں ۔

آپ اس کی آواز سنتے ہی فوراً مجلس سے اُٹھے اور فرمانے لگے کہ مائی آیا ہوں۔ آیا ہوں۔ خدا معلوم آپ علم باطنی کے سبب اس کی مصیبت سے واقف ہو گئے۔ یا اس کو گھبرائی ہوئی دیکھ کر اس کے استقبال کے لئے جلدی جلدی اس کے پاس جا پہنچے اور اس کا حال پوچھا۔ اس نے کہا۔ غلام باہو۔ اس خیمہ میں خزان سنگھ صوبہ دار ہے۔ اس نے حکم صادر کیا ہے۔ کہ میرے بیٹے کو سولی چڑھایا جائے۔ چنانچہ جلاد اور سپاہی اُسے سولی کے پاس لے گئے ہیں۔ مَیں گھبرائی تیری طرف دوڑی ہوئی آئی ہوں۔ خدا کے واسطے میری فریاد سُن اور مدد کر۔ آپ سوچ میں پڑ گئے اور جلدی جلدی اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مَیں (صالح محمد) بھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے روانہ ہوا ۔

جب ہم نے پھانسی کے مکان کی طرف دیکھا۔ تو کئی آدمی تماشا دیکھنے والے تھے اور کئی حکم کی تعمیل کے لئے حاضر تھے۔ اُسے پھانسی دینے کے لئے درخت سے رسّا لٹکا رکھا تھا۔ اُس کے لڑکے کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ اور باقی درختوں اور ٹیلوں پر تماشا دیکھنے والے لوگ کھڑے تھے ۔

اس وقت آنحضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ صالح محمد! دیکھ یہاں

خدا آتا ہے ۔

بس ابھی آپ نے اتنا ہی فرمایا تھا ۔ کہ صوبہ دار کے خیمہ کی طرف سے ایک مسلمان سپاہی دوڑا دوڑا ہمارے پاس سے گذرا ۔ آپ نے اُسے جذبہ سے پوچھا کہ کیوں دوڑتے ہو ۔ اس نے دوڑتے ہوئے سلام کے بعد عرض کیا ۔ کہ صوبہ دار کا حکم ہے ۔ کہ جلدی جا کر ان شخصوں کو کہو ۔ کہ مجرم کو پھانسی نہ دیں ۔ صرف اس کی ناک اور کان کاٹ لیں ۔

آنحضرت نے فرمایا ۔ ٹھہر ۔ سن ۔ جس نے انہیں پھانسی دینے سے روکا ہے ۔ وہ ناک کان کاٹنے سے بھی روک دے گا ۔ انہیں کہنا کہ دوسرے اور تیسرے حکم کے منتظر رہنا ۔ جب تیسرا حکم پہنچے ۔ تو اس پر عمل کرنا ۔ جلدی نہ کرنا ۔

وہ مسلمان آدمی دونوں ہاتھوں سے سلام کر آپ کے فرمان کو قبول کرتے ہوئے بہت جلدی وہاں جا پہنچا ۔ اور سپاہیوں کو اس کے پھانسی دینے سے روک دیا ۔ اور ناک کان کاٹنے کا حکم دے کر کہنے لگا ۔ کہ دوسرے اور تیسرے حکم کے آنے تک منتظر رہنا ۔

اس مجرم کی ماں جو آپ کے ساتھ جا رہی تھی ۔ لوگ مبارک باد دیتے تھے ۔ اس عورت نے گڑگڑا کر آنحضرت سے عرض کیا ۔ کہ اگر اس کی ناک اور اس کے کان کٹ گئے تو مرنے سے بدتر ہو جائیگا ۔ فرمایا ۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کی امیدوار رہ جس نے اُسے پھانسی سے بچالیا ہے ۔ وہ اس مصیبت سے بھی بچالیگا ۔

اتنے میں آپ اس مجرم کے قریب پہنچ چکے تھے ۔ آپ نے اس کی ماں سے پوچھا کہ مدعی کون ہے ۔ اس نے اشارہ سے بتایا ۔ وہ مجرم کے سر پہ کھڑا تھا ۔ آپ نے آدمیوں کی صف کو چیرتے ہوئے اس کے پاس پہنچکر اس کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اور کھینچکر باہر لا کر اُسے فرمایا ۔ اے بندۂ خدا ! اگر یہ مجرم پھانسی دیا جاتا ۔ تو تیری مراد پوری ہوتی ۔ اب صوبہ دار نے اُسے پھانسی معاف کر دی ہے ۔ اور صرف ناک کان کاٹنے کا حکم دیا ہے ۔ ایسا کرنے سے ہر وقت ہر جگہ سامنے اور پیٹھ پیچھے خاص و عام میں تازہ بدنامی کا الزام تمہارے ذمے عمر بھر رہے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ تم حاکم کے پاس جا کر یہ بھی اسے معاف کردو ۔ چونکہ اس کا دل مجرم کی طرف سے جلا ہوا تھا ۔ اس نے کہا حضرت ! اس نالائق نے میری بھی ناک ہی کاٹی ہے ۔

آخر آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر معافی کے لئے صوبہ دار کے پاس لے جا رہے تھے۔
کہ خزان سنگھ کو سپاہیوں نے جا کر اطلاع دی۔ جب صوبہ دار نے آنحضرت کو آتے دیکھا۔
تو کہا کہ آپ آ رہے ہیں۔ اتنے میں آپ نے فرمایا۔ سردار صاحب! اگر خوف خدا کے
سبب آپ نے اس کے خون سے درگزر کیا ہے۔ تو ناک کان کاٹنے سے بھی درگزر فرمائیں۔
کیونکہ اس مصیبت سے مرنا بہتر ہے۔ چونکہ اس کے مدعی کو بھی ساتھ ہی لائے تھے۔ پھر
آپ نے فرمایا۔ سردار صاحب! یہ اس کا دشمن بھی اسے معاف کرتا ہے۔ صوبہ دار نے کہا
کہ نہیں نہیں ناک کان ضرور کاٹنے چاہئیں۔ کیونکہ ایسے مجرم کو بلا سزا چھوڑ دینا مناسب
نہیں آنحضرت نے فرمایا۔ سردار صاحب! اگر انسان سے خون کی سرخی نکالنا مطلوب ہے
تو اس کے کان سے تھوڑا سا خون نکال لیں +

آپ کا یہ کلام سُنکر صوبہ دار مسکرایا۔ اور اس نے مجرم کی آزادی کا حکم دیا۔ آپ پروانہ
لیکر خیمہ سے پھانسی کے مقام تک پہنچے۔ اور اُسے چھڑوا کر اس کی ماں کے حوالے کیا +

جب فارغ ہو کر آرام گاہ کی طرف آئے۔ تو رستے میں مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! محمد صالح!
کافروں کی کچہریوں میں ہمارے جانے سے مسلمانوں کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے +

لیکن مجھ مسکین (سلطان حامد) کا خیال ہے۔ کہ چونکہ آنحضرت نے میرے بھائی
محمد صالح کو کافروں کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا تھا۔ اور بھائی جان نے گستاخانہ
جواب دیا تھا۔ جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس عورت اور اس کے لڑکے والا معاملہ محض
آنحضرت کی کرشمہ نمائی تھا۔ جو آپ نے اپنے فرزند صالح محمد کو کراماتاً دکھایا۔ اور تربیت
اور تنبیہ کی۔ اولیاء اللہ کے کلام ظاہر بینوں کی عقل فکر میں نہیں آ سکتے۔ والسلام +

ایک روز اشراق کے وقت اوراد ادا کرنے کے بعد آپ حجرہ شریف کے اندر
بیٹھے تھے۔ ہم حسب معمول سلام کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ تسبیح ہاتھ میں
لے کر ایک ایک مرید کا نام پکارتے اور تسبیح کے دانے شمار کرتے جاتے۔ اور ہر ایک کی
ضرورت کے پورا ہونے کے لئے دُعا فرماتے۔ کوئی سَو سے زیادہ نام لئے۔ اسی اثناء
میں مجھے خیال آیا۔ کہ شاید آپ نے ہم دو بھائیوں یعنی حافظ صالح محمد صاحب اور بندہ
سلطان حامد کو تسبیح پر نہیں گنا +

مجھے خیال آتے ہی آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ بیٹا! میں تم دونوں کا ہر

روز خیال کرتا ہوں +

ایک روز میری ہمشیرہ صاحبہ نے مجھے کہا۔ کہ بھائی سلطان حامد! ایک روز میرے والد بزرگوار دعا اور ورد میں مشغول تھے۔ مجھے خیال آیا۔ کہ آیا آپ دعا کے وقت مجھے بھی یاد فرماتے ہیں +

آپ نے ورد سے فارغ ہوتے ہی میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ بیٹی! میں ورد میں تھا۔ تو تو نے کہا تھا۔ کہ شائد میرا باپ دُعا کے وقت مجھے یاد کرتا ہے یا نہیں +

میں نے کہا ابا جان! میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ فرمایا۔ بیٹی تیری طرف سے یہ آواز میرے کان میں پہنچی تھی +

آنحضرت کی ستر سرائے کی ایک مستورہ نے ایک روز مجھے کہا۔ اے صاحب زادہ سُلطان حامد! میں تمہاری دُعا گو اور خدمت گار اور ہم دونوں بیمار محل کے اندر ایک گوشے میں کانوں کانوں میں بیماری کی شکایتیں کر رہے تھے +

آنحضرت اس وقت صحن میں یاد الہٰی میں مشغول تھے۔ آپ فوراً اُٹھ کر اندر آئے ہم ادب کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے ازراہ لطف وکرم فرمایا۔ اے فلاں و فلانہ تم بیماری کی شکایت کرتے ہو۔ بیماری اور صحت دونوں اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی قضا پر راضی رہنا چاہیئے۔ اور صبر تحمل سے کام لینا چاہیئے۔ ہمیں یہ ارشاد فرما کر پھر جا کر یاد حق میں مشغول ہو گئے۔ رحمہم اللہ و قدس اللہ اسرارہم +

ایک روز مجھے اسماء الہٰی کی دعوت پڑھنے کی اجازت دی۔ جس کا ذکر آنحضرت کے اوراد میں کیا جائے گا۔ اجازت کے بعد فرمایا۔ کہ بیٹا! اس دعوت کو عشاء کی نماز فریضہ اور سنتوں کے بعد اور وتروں سے پہلے۔ دُنیاوی کلام کئے بغیر پڑھا کرو +

نیز فرمایا۔ یہ دعوت اسماء الہٰی بہت متاثر اور متبرک ہے۔ جس مراد کا خیال کیا جائے اللہ تعالےٰ پُوری کرتا ہے۔ ایسی دعوتوں میں صرف نور الہٰی کی درخواست کرنی چاہیئے۔ اور کوئی خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ بیٹا! یہ ایسی پرتاثیر اور بابرکت دعوت ہے۔ کہ

جب مَیں اُسے پڑھنے لگتا ہوں۔ تو دُنیا کے متعلق مختلف کارخانوں کے لئے موکل فرشتوں
کے نام جو احکام عالم بالا سے صادر ہوتے ہیں۔ مَیں ایک ایک سُنتا ہوں۔ اور جس طرح
مجھے سنائی دیتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ظہور میں آتے ہیں +

آنحضرت ملتان میں تھے۔ ایک روز ظہر کی نماز کے بعد فرمایا۔ بیٹا! آؤ بازار کی سیر
کر آئیں۔ آپ پا پیادہ روانہ ہوئے۔ مَیں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب بازار والوں
کی بھیڑ میں پہنچے۔ اور نواب ولی محمد خاں کی مسجد سے شمال کی طرف پھولاں ٹھاں والی مسجد
کے قریب جا رہے تھے۔ جو صدر بازار میں ہے۔ آپ بوڑھے تو تھے ہی۔ بھیڑ میں
جب آدمیوں کے پہلوؤں کا دھکا لگتا۔ تو دوسری طرف الٹ جاتے۔ مَیں دل میں اللہ
حافظ کہتا ہوا۔ حتی الامکان ان کی حفاظت کی چارہ سازی کرتا۔ اور انہیں دھکوں سے
بچائے جاتا تھا۔ دائیں بائیں دیکھ بھال کرتا جاتا۔ چونکہ مجاہدات کے سبب آپ بہت
دُبلے ہو رہے تھے۔ اس لئے آپ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ گھوڑوں کی دستیوں
اور بہلیوں کا بہت خطرہ تھا۔ یہ دیکھ دیکھ میرا جی جلتا تھا۔ کیونکہ آنحضرت گھوڑوں اور
جاہ و حشمت کے ہوتے ساتے۔ اس پیرانہ سالی میں زہیری اختیار کرتے تھے۔ ایک
نقصان کا اندیشہ دوسرے رسوائی۔ آدمیوں کی بکثرت تھی۔ ہم صدر بازار میں رُک گئے
آپ اس حالت میں سر جھکائے ہوئے تھے۔ جب خطرے کا بہت اندیشہ ہؤا۔ تو سخت ملول
ہو کر میرے مُنہ سے آہ سرد نکلی۔ اور دل میں کہا۔ کہ افسوس آنحضرت آخری عمر میں مجذوب
ہوئے۔ اور ہم جہان میں رسوا ہوئے +

یہ خیال آتے ہی آنحضرت سر اٹھا کر قد ہو گئے۔ اور اس انبوہ کثیر کی طرف دیکھا
کہ سوار پیادے۔ پھیری والے۔ چھابڑی والے۔ سوداگر اور تماشائی ٹیلے کی طرح پہلو بہ
پہلو دیوار کی طرح بنائے تھے۔ آپ کی نگاہ کرتے ہی وہ انبوہ آپ کے سامنے سے
ہٹ گیا۔ اور رستہ بن گیا۔ وہ انبوہ دونوں جانب کھڑا ہو کر آنحضرت کو سلام
و آداب بجا لایا۔ حتی کہ ہندو دُکاندار دکان پر کھڑے ہو ہو کر دونوں ہاتھوں سے
سلام کرتے تھے +

نہیں معلوم ایسے وقت آپ کے پیادہ آنے میں کیا مصلحت تھی۔ اولیاء اللہ
کے کلام ظاہر بینوں کی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

یا بنی لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ وما اغنی عنکم من اللہ من شیٔ الا حاجۃ فی نفس یعقوب بیٹا! ایک دروازے سے شہر میں داخل نہ ہونا - بلکہ مختلف دروازوں سے شہر میں آنا - اور میں تم کو اللہ تعالےٰ کی کسی چیز سے بچا نہیں سکتا - الا حاجۃ فی یعقوب نہ کر - میری عقل ناقص میں آیا - کہ شاید آنحضرتؒ نے کسر نفسی کے لئے ایسا کیا - اور اس طرح اپنے نفس کو تکلیف اور ذلت اور سزا دیتے ہیں - جیسا کہ عارف لوگ کیا کرتے ہیں - واللہ اعلم بالصواب +

میں نے آنحضرتؒ کی بابت سنا کہ ایک تاریک رات میں حکمت الٰہی سے آپ کے نیزے کے سرے پر روشنی کا شعلہ اتنی دیر چمکتا رہا - کہ آپ درویشوں سمیت مکان پر پہنچ گئے - جب کسوانہ گاؤں میں پہنچے - تو وہ روشنی بجھ گئی +

جب درویشوں نے نیزے کی نوک کو چھوا - تو بدستور سرد پائی - مطلب یہ کہ جنہوں نے نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے پرورش پائی ہے - اور محمدی اوصاف سے متصف ہیں - وہ نور محمدی پاتے ہیں ؎

گفت پیغمبر بود از امتم
کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ میری امت میں سے ایسے آدمی ہونگے جو میرے ہم گوہر اور ہم ہمت ہوں گے +

یہ بھی جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے - چنانچہ قصیدہ بردہ شریف میں آیا ہے ؎

دعنی ووصفی ایات لہٗ ظہرت
ظہور نار القری لیلاً علی علم

مجھے اجازت دے کہ میں اس کے روشن معجزات بیان کروں ایسے روشن جیسے اندھیری رات میں آگ روشن ہوتی ہے +

شیخ حسین نامی قوم رونگھا سکھوں کی عملداری کے وقت لیہ کمال خاں میں ایک نہایت زبردست رئیس تھا - اتفاقاً آنحضرتؒ کو بھی اس کے مکان کے پاس ہی حاکموں نے

جاگیر دی - اور صاحبزادے حضرت شیخ محمد زبیر اور شیخ خدا یار اس جاگیر میں رہتے تھے - اور شیخ حسین مذکور دولت و اقبال کے غرور سے خواہ مخواہ صاحب زادوں سے حسد و عداوت کرتا +

ایک روز اُس نے صاحب زادوں کو پیغام بھیجا - کہ خبردار ! ہم تم کو آج کل ہی قتل کر کے تمہارے مال و متاع کو لوٹ لیں گے - اور مکان اور گاؤں کو آگ لگا کر برباد کر ڈالیں گے +

اُسے دولت اور اقبال کا غرور یہاں تک تھا کہ اپنے فرزندوں اور بھائیوں کو قیمتی گھوڑوں پر سوار کر کے کئی سوار اور سینکڑوں پیادے ساتھ لے کر تلوار بندوق وغیرہ سے مسلح ہو کر شکاری کتے لے شکار کو جایا کرتا - اور علانیہ دن دہاڑے گاؤں بلا کسی قصور لوٹ لیا کرتا +

جہاں اس کی دشمنی ہوتی - اس پر چھاپا مار کر ملک کو تباہ کرتا - حکام اس کی متابعت اور تعظیم و تکریم کرتے - کیونکہ وہ فسادی آدمی تھا - اور افغانستان اور بلوچستان کی سرحد پر رہتا تھا +

آخر جب صاحبزادوں نے تحقیق کیا - تو معلوم ہوا - کہ یقیناً وہ ہم پر حملہ کریگا اس لئے اس بات کا اندیشہ کر کے ایک قاصد آنحضرت کی خدمت میں بھیجا - اس وقت آپ داؤد پوترہ کے دار الخلافہ احمد پور میں اپنے چچا بزرگوار حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کی خانقاہ پر تھے +

جب قاصد پہنچا - اور آپ نے خط پڑھا - تو فوراً جلال میں آکر قاسم خاں منشی کو جو آپکا محبّ تھا - بلا کر فرمایا - کہ پہلے شیخ حسین کو اس مضمون کا خط لکھو - کہ اے شیخ حسین ! گو تجھ میں قوت اور ہمت ہے - تو دشمنی کر کے ہمارا باغی نہ بن - تجھے اپنے پیر سے جو مدد کی اُمید ہے - وہ تجھے نہیں پہنچ سکے گی - کیونکہ ہم تم سے پہلے اُن تک پہنچ گئے ہیں +

واضح رہے - کہ شیخ حسین مذکور کے پیر حضرت ابابکر بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ تھے +

آنحضرت کے کلام کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے - کہ چونکہ وہ فسادی آدمی تھا - اور

اولیاء اللہ کے حق میں اس نے بُرا ارادہ کیا تھا۔ اس لیئے آنحضرت نے اس کے پیر کو اپنا معاون و مددگار بنالیا۔ کیونکہ اولیاء اللہ ایک جسم ایک جان ہوتے ہیں۔ اس واسطے آپ نے پیر کی استمداد سے تنبیہ فرمائی تھی۔ کہ تمہارے پیر بھی ہمارے ہی مددگار ہیں۔ اور ایک اَور خط صاحبزادوں کے نام اس مضمون کا خط لکھوایا۔ کہ برخوردارانم شیخ محمد حسین کی زبردستی کی بالکل پرواہ نہ کرو۔ اور خاطر جمع سے یادالٰہی اور کاروبار میں بدستور مشغول رہو۔ اور کچھ پرواہ نہ کرو۔ اور یہ خط شیخ مذکور کو فوراً پہنچادو +

نہیں معلوم صاحبزادوں نے وہ خط اُسے بھیجا یا نہیں۔ میں اس وقت آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ میرے سامنے دونوں خط منشی قاسم خاں سے لکھوا کر قاصد مذکور کے ہاتھ روانہ فرمائے +

تب فوراً قادر ذوالجلال کے حکم سے کچھ ایسی بات ہوئی۔ کہ سکھ حاکم بلاسبب شیخ حسین مذکور پر ناراض ہو گئے۔ اور اس پر چڑھائی کر کے اچانک اس کے مکان پر حملہ کیا۔ شیخ اپنے آدمیوں سمیت مارا گیا۔ اور اس کا خاندان قید ہو گیا۔ اس کا مال متاع لٹ گیا۔ اور اس کے مکانوں اور گاؤں کو آگ لگائی گئی۔ اور برباد کیئے گئے۔ اور ایک گھڑی میں تباہ ہو گیا ؎

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر
از حضور و غیب آگہ باخبر

بیٹا! اولیاء اللہ کے بچے ہوتے ہیں۔ اور حضور و غیب سے واقف اَور باخبر ہوتے ہیں +

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

جب خدا کسی کی پردہ داری کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا میلان طبیعت پاک لوگوں کے طعن کی طرف کر دیتا ہے +

اتفاقاً آنحضرت دریائے چناب کے پار موضع کھرانوالہ جنجانہ اور جلال پور کے مابین تھے۔ کہ دونوں گاؤں والوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ سیال جنجانہ والوں نے ظہر کے وقت شکست کھائی۔ اور کملانہ کے لوگ غالب آکر ان کے تعاقب میں ہوئے۔ ان کے

زخمیوں کو جہاں پاتے قتل کروا دیتے +

یکا نام جنجیانہ کا بیٹا۔ جو باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اور جس کی شادی ہونے والی تھی میدان جنگ میں زخمی ہوا۔ اور چونکہ آنحضرت کا مکان دونوں گاؤں کے بیچ میں تھا۔ اس لئے یکا مذکور عصر کے وقت گرتا پڑتا۔ اس میدان سے آنحضرت کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے اُسے پہچان کر ازراہ ترحم رات کو اس کی ساخت پرداخت کی۔ اگرچہ اس کا مکان نزدیک تھا۔ لیکن اس خیال سے کہ مخالف اس کی تلاش میں تھے۔ کیونکہ وہ نامی آدمی تھا۔ اس لئے آپ نے رات اسے وہیں رکھا۔ اور صبح اُسے چارپائی پر اٹھوا اس کے مکان پر پہنچانے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ رستے میں فجر کی نماز کا وقت تنگ ہونے لگا۔ تو آپ گھوڑے سے اتر نماز میں مشغول ہوئے +

تورو قوم کا ایک شخص دشمنوں کے لشکر میں یکا کی تلاش کر رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ آدمی بیمار کو چارپائی پر اُٹھائے لئے جا رہے ہیں۔ تو اس نے تفتیش کی معلوم ہوا کہ وہی یکا جنجیانہ ہے۔ اُس نے گھوڑی کو ایڑی لگائی۔ اور جن درویشوں نے چارپائی اٹھائی ہوئی تھی۔ اِن سے زبردستی زمین پر گرا دیا۔ درویشوں نے فریاد کی۔ تو آنحضرت فوراً نماز کا سلام دے کر گھوڑے پر سوار ہو ایڑ لگا آپہنچے۔ اور فرمایا او سوار! یہ پہلے ہی سخت زخمی ہے۔ اسے نہ مارنا۔ اس نے غرور و تکبر اور دشمنی کے سبب فوراً اس کے سینے میں نیزہ گھونپ دیا۔ جو پار ہو گیا۔ جب کھینچا۔ تو اس کی جان بھی ہوا ہو گئی۔ اور کہنے لگا۔ او فقیر! لے تو ہی ہمارے خونی کو اپنی پناہ میں لے جا رہا تھا +

اس وقت آنحضرت کی زبان سے نکلا۔ اے تورو! تو بھی خوشی خوشی نہ جا کیونکہ تو نے یکا جنجیانہ کو نیزہ مارا ہے۔ تو بھی نیزہ کھا کر جا رہا ہے +

جب اس نے گھوڑے کی باگ پھیری۔ تو جس مقام پر اس نے یکا جنجیانہ کو نیزہ مارا تھا۔ اس کے بھی درد اٹھا۔ اور پہنچ کر جب گھوڑی سے اتر چارپائی پر لیٹا تو فنا فی النار ہو گیا +

آپ نے اس مظلوم کا جنازہ اس کے باپ کے حوالے کیا +

اس بات کو کوئی پچاس سال کا عرصہ گذر گیا۔ آنحضرت کی وفات کے بعد جب میں (مصنف) ایک روز دریائے راوی کے کنارہ پر قلعہ سدہ میں مقیم تھا۔ تو فقیر

محمد یار نامی درویش نے مجھے کہا۔ کہ اگر اجازت ہو۔ تو یہاں کچھ آدمی ملاقات کے شائق ہوں انہیں حاضر خدمت کروں۔ میں نے اجازت دی +

تھوڑی دیر بعد آئے تو میں نے دیکھا۔ کہ جوان اور خوبصورت عورتوں کا ایک جھنڈ تھا۔ جن کے ساتھ ایک بڑھیا عورت تھی۔ میرے پاس آ بیٹھیں۔ اور ایک روپیہ اور کھجوروں کا ایک تھال میری نذر کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ صاحب! ہم خلوت میں کچھ عرض کیا چاہتی ہیں۔ میں نے اجازت دی۔ تو انہوں نے کہا۔ مدت کا واقعہ ہے کہ کھرانوالہ کے سیالوں اور کملانہ جلالپوری کے مابین لڑائی ہوئی۔ کملانہ لوگ غالب آ گئے۔ اور کھرانوالہ کے سیال جنجانہ نے شکست کھائی۔ ڈیکا نامی سیال جنجیانہ زخمی آپ کے بزرگ حضرت غلام باہو فقیر کی خدمت میں آیا۔ جن کا قیام ان دونوں گاؤں کے بیچ میں تھا۔ دشمنی سے کملانوں نے زخمیوں اور شکست کھائے ہوؤں کا پیچھا کیا۔ اور جو جہاں ملا قتل کر ڈالا +

القصہ ڈیکا مذکور نے زخمی حالت میں فقیر صاحب ممدوح کی خدمت میں رات بسر کی۔ صبح اسے اٹھا اس کے گھر لے جا رہے تھے۔ کہ تورو قوم کے ایک شخص نے جو ہمارے بڑوں میں سے تھا۔ تاڑا کہ زخمی مذکور نے رات فقیر صاحب کے ہاں بسر کی ہے۔ صبح ضرور اسے اس کے گھر پہنچائیں گے۔ وہ اس کی تلاش میں نکلا۔ فرصت کا موقعہ دیکھ رہا تھا۔ فقیر صاحب موصوف نماز میں مشغول تھے۔ اور ڈیکا مذکور کو درویش اٹھائے لئے جا رہے تھے۔ تورو مذکور نے باوجود فقیر کی ممانعت کے اس کے سینے میں نیزہ گھونپ دیا۔ جس سے وہ مر گیا۔ اس وقت فقیر صاحب کی زبان سے نکلا۔ اے تورو! تو نے ڈیکا زخمی نیم جان کو نیزہ مارا اور بیجان کیا ہے۔ تو بھی آ ایسے نہ جا۔ تو بھی نیزہ کھا کر جا رہا ہے۔ اسی وقت تورو مذکور کے سینے میں درد اٹھا۔ اور بمشکل تمام گھر پہنچا۔ جب گھوڑی پر سے اترا اور چارپائی پر لیٹا۔ اور حالات لوگوں کو بتائے تو پھر فقیر صاحب کی بہتیری منت سماجت کی۔ لیکن بے سود۔ وہ اسی درد سے مر گیا +

ہم اس واسطے حاضر خدمت ہوئی ہیں۔ کہ یہ تمام نوجوان عورتیں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ بیوہ ہیں۔ ہمارے خاندان کے جو مرد ڈیکا جنجیانہ کی عمر کو پہنچتے ہیں۔ تو مر جاتے

ہیں - یہ فقیر صاحب کی دعا کا اثر ہے - آپ فقیر صاحب موصوف کے فرزند ہیں - آپ دُعا فرمائیں - کہ یہ مصیبت ہم سے رفع ہو جائے +

چونکہ مجھے پہلے بھی اطلاع تھی - کہ یہ ماجرا ہمارے خاندان کا ہے - اس لئے مَیں نے سر جھکالیا - اور انہیں کافی جواب نہ دیا - کیونکہ یہ میرے امکان سے باہر تھا - مَیں دل میں کہا - کہ یہ حالت ان پر قیامت تک رہے گی - آنحضرت کی دُعا کا تیر جو اس بدبخت کے حق چھٹا - جب تک دنیا باقی ہے - ان کی اولاد میں پشت بہ پشت ایسا ہوتا رہے گا - اور لوح محفوظ پر ایسا ہی لکھا گیا ہے

اتفاقاً چولستان کی سیر کرتے ہوئے قلعہ منگیرہ کے نزدیک رات محمد یار بڑھئی کے کنوئیں پر گذاری - وہ محب تھا رخصت کے وقت وہ چند قدم ساتھ گیا - اور حضرت قدس سرہٗ کی کرامات اور فضائل کے بارے میں مجھے کہا - کہ صاحبزادہ صاحب! ایک رات آپ کے والد ماجد قدس سرہٗ اسی غریب خانہ میں رونق بخش ہوئے. میرے دو عمدہ اونٹ چند ماہ سے چوری ہوگئے یا آوارہ - بہتیری تلاش کی - لیکن نہ ملے - چونکہ آنحضرت مشکل کشا اور مستجاب الدعوات تھے - انہیں قدموں پر کہ اب جارہے تھے - مَیں نے عرض کیا - تو آنحضرت نے فرمایا - محمد یار! ایک کلام مجرب ہے اگر تو ہر رات عشا کی نماز کے بعد پانسو مرتبہ پڑھکر اونٹوں کا نام لیکر بلند آواز سے پکارے - جب تک نہ ملیں ایسا ہی کرتے رہنا - جہاں کہیں ہیں - اللہ تعالےٰ انہیں یہاں لے آئیگا +

مَیں نے عرض کیا - یا حضرت! مَیں نفسانی - غافل اور کاہل آدمی ہوں - نیز مَیں غریب ہوں - مجھ سے ایسے کام نہیں ہو سکتے +

چند قدم اور جاکر آنحضرت نے فرمایا - محمد یار تمہارے لئے اور تمہارے اونٹوں کے لئے ہم نے پڑھا ہے - اب تم تکلیف نہ کرنا - دوسری رات گذرنے پر صبح کے وقت جب میں گھر سے اٹھا - تو دونوں اونٹوں کو صحیح سلامت اپنے گھر کے پاس پایا +

آنحضرت کے رشتہ داروں میں سے ایک مستورہ جوانی کی عمر میں بیوہ ہوگئی ایک روز آپ اس کے گھر تشریف لے گئے - تو آپ نے ازراہ ترحم اس کے سر پر دُعا کا

ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ بیٹی! تو اس کے اندر بیٹھی رہیو۔ اللہ تعالے تجھے اس گھر میں پاکدامنی اور عزت سے خوش رکھے گا +

وہ نیک دامن مستورہ آنحضرت کی وفات کے مدت بعد زندہ رہی۔ اُس کا یہ وطیرہ تھا۔ کہ اپنے گھر کے صحن میں بہت کم بیٹھتی۔ ہر وقت گھر کے اندر بیٹھی رہتی۔ باہر نہ نکلتی +

مَیں نے اس کی اس عادت کے بارے میں اس سے پوچھا۔ تو سارا ماجرا بیان کیا۔ اور کہا کہ جس روز سے آنحضرت نے مجھے دعا دی ہے۔ اگر کسی ضرورت کے سبب ایک گھڑی صحن میں بیٹھتی ہوں۔ تو گھبرا جاتی ہوں۔ پھر فوراً اندر آ بیٹھتی ہوں۔ تو میرا دل خوش و خرم ہو جاتا ہے۔ اس روز سے مجھے گھر کے باہر آرام نہیں آتا +

میاں محمد فقیر بن غلام محمد قوم ہُنڈ صاحب واحوال و اعتقاد کامل بیان کرتے ہیں۔ کہ مَیں ملتان سے آنحضرت کی خدمت میں آرہا تھا۔ وہ دن عاشورہ شریف کا تھا۔ آنحضرت کا معمول بھی تھا۔ اور اسی روز خانقاہ مقدس میں پہنچنے کا شوق بھی غالب تھا۔ اور منزل بھی لمبی تھی۔ مجھے آپ نے اپنی سواری کے آگے چلنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ اے فقیر محمد! آج خانقاہ مقدس میں ہمارا پہنچنا ضروری ہے۔ کیونکہ لوگ ہمارے سدراہ ہوں گے۔ اور جانے نہیں دیں۔ تم ہمارے آگے آگے چلو۔ اگر کوئی تم سے پوچھے تو جواب نہ دینا۔ کہ مَیں کون ہوں +

اے صاحبزادہ سلطان حامد! ہم رستے میں بانو۔ رنگپور۔ مقصود پور احمد پور سے ہو کر گذرے۔ اور سینکڑوں آدمی ملے۔ اکثر اِن میں سے آشنا۔ مرید اور ہموطن تھے۔ نہ کسی نے مجھ سے پوچھا۔ اور نہ کسی نے آنحضرت کو پہچانا۔ جب میں آنحضرت کی طرف دیکھتا تھا۔ تو شہداء علیہم الرضوان کے غم و اندوہ کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے +

دھومہ خاں کا بیٹا جمعدار قادر بخش سکھوں کی طرف سے کوٹ شجاع آباد کا قلعہ دار تھا۔ ایک روز اس کا قاصد معہ خط آیا۔ اس وقت آنحضرت اپنے ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے فرمایا۔ خط پڑھو۔ مَیں نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ ملتان کا ناظم دیوان مولراج انگریزوں کے سلام کے لئے لاہور جاتا ہے۔ پہلے وہ سکھوں کا

باغی تھا۔ اس کا حال کیا ہوگا ÷

اس وقت آپ خاموش رہے۔ اسی روز یا دوسرے روز مجھے فرمایا۔ کہ اب جمعدار قادربخش کے نام خط لکھو کہ اس دفعہ دیوان مولراج لاہور سے بخیریت آئے گا ÷

دیوان مولراج کو انگریزوں سے بڑا خدشہ تھا۔ چونکہ آپ اپنے خیالات کو چھپائے رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا بابا! کیا کسی درویش یا فقیر سے اس بارے میں استخارہ کرالیا ہے۔ فرمایا ہاں ہاں تم اسی طرح لکھ دو ÷

دیوان مولراج لاہور سے بخیریت سرفراز ہوکر آیا۔ مگر دوسرے سال کچھ ایسا معاملہ پیش آیا۔ کہ انگریزوں نے محاصرہ کرکے ملتان کا قلعہ لے لیا۔ اور دیوان مولراج کو قید کرکے اکبرآباد بھیجدیا۔ اور وہ وہیں مرگیا ÷

سید غلام محی الدین بن سید سرور شاہ ایک جوان صاحب دولت و اقبال اور پرلے درجے کا عیاش اسی حالت میں آنحضرت کا مرید ہوا۔ اور بہت عرصہ اسی حال میں رہا ÷

آنحضرت کی وفات کے بعد میں نے اُسے رقیق القلب اور خدا کے خوف والا دیکھ کر پوچھا۔ کہ اے سید غلام محی الدین! تیرا کیا حال ہے۔ کہا اے میرے مرشدزادے! میں قصبہ فاضل شاہ میں ندی کے کنارے جارہا تھا۔ کہ آنحضرت نے عصا لئے ہوئے فرغل پہنے ہوئے میری طرف کرشمہ کی نگاہ سے دیکھ کر فرمایا۔ کہ سید غلام محی الدین۔ جو لوگ فقیروں کی ملاقات کرتے ہیں۔ یعنی ان کے مرید بنتے ہیں۔ وہ فقیر کی صورت کو فراموش نہیں کرتے ÷

چونکہ میں جوانی میں مست تھا۔ اس لئے مجھے اور کوئی وِرد نہ فرمایا۔ اس روز سے آپ کی صورت مبارک میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ کسی وقت بھی دور نہیں ہوتی۔ بلکہ وہی عصا اور فرغل ہردم آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور کسی عبادت یا ریاضت کی مجھے خبر نہیں۔ مجھے وہی جمال کفایت کرگیا ہے

میں دریائے ستلج کا سفر کرتا ہوا بنگلہ فاضل میں مریدوں کی نذریں لینے گیا۔ اتفاقاً اس سفر میں کوئی نذر نہ ملی۔ میں پاک پٹن شریف کی راہ لوٹا۔ عصر کی نماز کے وقت

مسجد حضوری میں نماز فریضہ کا مقتدی بنا۔ اور گھوڑے اور ساتھی باہر چھوڑے۔ آپ میرے سلام دینے سے پہلے نماز سے فارغ ہو کر خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے مسجد معظم سے نکلے۔ میری ایک دو رکعتیں رہتی تھیں۔ میں ادا کرنے کے لئے اٹھا۔ آپ مجھے نماز میں دیکھ کر آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ میں بھی نماز ادا کر کے خانقاہ مقدس کے دروازے کے قریب آپ کی خدمت میں جا پہنچا۔ آپ کن آنکھوں سے مجھے دیکھ کر لوٹے۔ اور میرے احوال دریافت کر کے فرمایا۔ کہ اگر اس مرتبہ فتوحات ہاتھ نہیں آئیں۔ تو کوئی غم کی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں یہیں نعمت عطا فرمائے گا۔ اور رزق وافر بخشے گا +

خالی ہاتھ آنے کے سبب میں پژمردہ دل تھا۔ اور مجھے سبکی سے ملال سا تھا آپ کے فرمان کی تاثیر سے اسی وقت تمام سفر کی ملالتیں اور کلفتیں دور ہو گئیں۔ اور کسی قسم کا غم نہ رہا۔ جب آپ خانقاہ کے اندر داخل ہوئے۔ تو میں بھی زیارت سے مشرف ہوا +

ایک روز آپ ڈیرے میں تھے۔ اور میں بھی حاضر خدمت تھا۔ ایک مسافر درویش زیارت سے مشرف ہوا۔ اس کے ہاتھ میں نیا اور رنگین عمدہ عصا تھا۔ مولوی محمد عثمان صاحب نوجوان ڈیرے پر ہمیں صرف نحو پڑھانے کے لئے ٹھیرے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے وہ عصا درویش کے ہاتھ سے لیا۔ اور اس سے ہمیشہ کے لئے مانگا۔ اس نے انکار کیا۔ مولوی صاحب نے اچھی طرح پکڑے رکھا۔ اور دینا نہ چاہا۔ درویش تذبذب میں پڑ گیا۔ آنحضرت کو مولوی صاحب کی یہ حرکت ناگوار گذری۔ فرمایا۔ مولوی صاحب مسافر اور سیّاح درویش کا عصا جبراً لینا مناسب نہیں اسے دیدینا چاہیئے +

مولوی صاحب آپ کے فرمان کا انکار کر کے عصا کو مضبوط تھامے بیٹھ گئے آنحضرت نے مولوی صاحب کے ہاتھ سے زبردستی عصا چھین کر درویش کو دیا۔ اور اُسے رخصت کیا +

جب آنحضرت نے محفل برخاست کی۔ اور ایک طرف کو تشریف لے گئے بعد از پردہ میں سے لونڈیاں مولوی صاحب کے لئے کھانا لائیں۔ مولوی صاحب نے کھانا بھی

ناراض ہو کر لیا۔ شکایت بھی کی۔ اور آنحضرت کے حق بے ادبی کے الفاظ بھی کہے۔ لونڈیوں نے وہی الفاظ میری والدہ محترمہ کی خدمت میں عرض کر دیئے۔ والدہ صاحبہ نے اس لحاظ سے کہ وہ بچوں کا اُستاد ہے۔ لونڈیوں کو تنبیہ کی کہ خبردار کسی سے یہ بات نہ کہنا۔ تاکہ آنحضرت نہ سن پائیں۔ ایسا نہ ہو مولوی صاحب پر ناراض ہو جائیں۔ لونڈیوں نے اس بات کو چھپائے رکھا +

جب رات کو تہجد کیوقت آنحضرت نے مجھے جگایا۔ تو فرمایا۔ بیٹا! میرا فرغل پہن کر میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ اور فلاں گاؤں میں جاکر لقمان اور محرم بڑھئی کو بلالاؤ۔ انہیں کہنا کہ صبح آکر نئے کنوئیں کا چک (لکڑیوں کا دائرہ سا جس پر کنوئیں کی عمارت کی جاتی ہے۔) تیار کرو۔ پھر بیلداروں کی تلاش میں گل شاہ کی حویلی میں جانا۔ وہاں سے کنواں کھودنے کے لئے بیلدار بھی لانا +

مَیں نے عرض کیا۔ حضرت جو کنواں آپ کھدوانا اور بنوانا چاہتے ہیں۔ وہ مدت سے اپنوں کے جھگڑے کے سبب ویران پڑا ہے۔ اور سرکاری محکمہ سے بھی اجازت حاصل نہیں ہوئی۔ مخالف جھگڑے کے لئے موجود ہیں۔ کنوئیں کی کاروائی کیونکر ہوگی +

آپ نے فرمایا۔ بیٹا! کنوئیں کی بابت جھگڑا کرنے والوں کا حال ابتر ہوگیا ہے کسی میں ہم کو روکنے کی طاقت نہیں +

پھر میں نے عرض کیا۔ کہ آپ کھول کر بیان فرمائیں۔ میں سمجھ نہیں سکا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ آج رات میرے والد بزرگوار یعنی تمہارے جدامجد نے مذکورہ بالا کنوئیں کی تیاری کا حکم دیا ہے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا۔ بیٹا! جب کبھی تمہارے جدامجد مجھے ملتے ہیں اور مجھ پر رحم فرماتے ہیں۔ تو میرے کام کو رونق ہوتی ہے۔ پھر مجھے مذکورہ بالا کام کے لئے رخصت فرمایا +

جب میں ڈیرے میں آیا۔ تو مکان کے اندر مولوی صاحب کی چیخ پکار سنی میں گھبرایا ہوا اندر گیا۔ تو اس تاریکی میں مولوی صاحب کو چارپائی تلے پڑا ہو دیکھا۔ چونکہ میرے اُستاد تھے۔ میں نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا۔ اور دوسرا آپ کی داڑھی اور چہرہ پر۔ اتفاقاً میرے دونوں ہاتھ مولوی صاحب کے براز سے لتھڑ گئے۔ میں نے وہ

دونوں ہاتھ اپنی پوشاک سے علیحدہ رکھے۔ اور حیران ہو کر پردہ سرا میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ورد وظیفہ میں مشغول تھے۔ آپ کے پاس آگ جل رہی تھی۔ مَیں نے اس کی روشنی میں دیکھا۔ تو نہ صرف دونوں ہاتھ آلودہ تھے۔ بلکہ فرغل مبارک آستینیں بھی لت پت ہو رہی تھیں۔ مَیں نے خادم کو اشارہ کیا وہ گرم پانی لایا۔ میں نے پہلے ہاتھ صاف کئے۔ پھر فرغل مبارک کی آستینیں دھو کر اچھی طرح نچوڑیں +

بعدازاں آنحضرت کی خدمت میں ماجرا عرض کیا۔ آپ بدستور ورد وظیفہ اور یادالٰہی میں مشغول رہے۔ اور کچھ جواب نہ دیا +

مَیں لوٹ کر اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ از راہ شفقت اُٹھ کر حجرہ شریف کے باہر تک میرے پیچھے آئیں۔ اور مجھے مولوی صاحب کی گستاخی اور اس کے چھپائے رکھنے کا حال بتا کر فرمایا۔ تمہارے والد بزرگوار نور سینہ کے سبب مولوی صاحب کی اس حرکت سے واقف ہو کر اس پر ناراض ہوئے ہوں گے۔ جس کے سبب مولوی صاحب کی یہ حالت ہوئی ہے۔ تم جو کہتے ہو کہ مولوی صاحب بول و براز میں لت پت ہو رہے ہیں۔ اور نہایت تکلیف میں ہیں۔ اب تو آنحضرت کی طبیعت کو ملال ہے۔ تم خدا کے بھروسے اپنے کام کے لئے جاؤ۔ ہم پہلے آنحضرت سے مولوی صاحب کا قصور معاف کرائیں گے۔ اور پھر ان کے بدن۔ پوشاک چارپائی اور لحاف کو پاک صاف کرائیں گے +

مَیں نے والدین کے فرمان کے مطابق اپنی راہ لی۔ جب اس گاؤں میں پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ لقمان بڑھئی اپنے گھر سے نکل اپنے بھائیوں اور لڑکوں سمیت کنوئیں پر آگ تاپ رہا ہے۔ اور ہمارا منتظر ہے +

جب اس نے میرے گھوڑے کے سموں کی آواز سُنی۔ تو میرے بات کرنے سے پہلے اُٹھ کر کہنے لگا۔ مرحبا مرحبا سلطان حامد مرحبا۔ آپ دیر سے آئے۔ آدھی رات کے وقت مجھے آپ کے حضرت صاحب نے جگا کر فرمایا۔ کہ تم سب آدمی اُٹھو۔ اور فوراً ہمارے نئے کنوئیں پر آ کر چک تیار کرو۔ اس وقت سے ہمیں نیند نہیں آئی۔ کیونکہ ہم آپ کے منتظر تھے۔ اب چونکہ صبح صادق ہو چکی ہے۔ اس لئے خود بخود آنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ ہم نے تھوڑا فاصلہ ہی طے کیا تھا۔ کہ جنگل میں

آگ جلتی ہوئی دکھائی دی - ہم اِدھر گئے - تو دیکھا کہ خانہ بدوش بیلداروں نے آگ جلا رکھی ہے - اور گدھوں پر اپنا سامان لاد رہے ہیں - مَیں نے وجہ پوچھی - تو انہوں کہا - کہ ہم مزدوری کی تلاش میں ہیں - چونکہ یہاں کام ختم ہو چکا ہے - اب ہم جنوب کی طرف روزگار کی تلاش میں جاتے ہیں - مَیں نے انہیں کہا - کہ تم اپنا اسباب یہیں رکھ دو - جب دن چڑھے - تو فلاں طرف حضرت شیخ غلام باہو صاحب کی حویلی ہے - کدال ہاتھ میں لیکر جاؤ - تمہیں کام مل جائے گا +

پھر مَیں فجر کی نماز کے وقت حاضر خدمت ہوا - اور مَیں نے مولوی صاحب کی حالت پوچھی - تو اِن کو چارپائی پر آرام میں دیکھا +

پھر مَیں نے پردہ سرا میں جاکر والدہ محترمہ سے جاکر پوچھا - تو فرمایا بیٹا! جس وقت تم گئے تھے - اس وقت مَیں نے تمہارے والد ماجد کی خدمت میں التماس کیا - کہ یا حضرت! یہ مولوی بیچارہ غریب الوطن ہے - آخر عالم اور آپ کے فرزندوں کا اُستاد ہے - اِس بے کس پر رحم کرنا چاہیئے - اور اس کا قصور معاف کرنا چاہیئے +

میرے التماس کرنے سے آپ رحم کھاکر اُٹھے - اور سلیم خاتون لونڈی کے ہاتھ میں روشنی دی - اور مولوی صاحب کے پاس تشریف لے جاکر مولوی صاحب کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا - کہ مولوی صاحب ہائے ہوں نہ کریں - تسلی رکھیں - آپ کو اللہ تعالےٰ نے صحت عطا فرمائی ہے - اب خیریت ہے - مولوی صاحب لیٹے - گھبراتے اور چیختے چلاتے تھے - اللہ تعالےٰ نے انہیں اسی وقت صحت عطا فرمائی +

بعد ازاں میں نے جاکر سلام کیا - اور حالات عرض کئے - کہ بڑھئی اور بیلدار مل گئے ہیں والسّلام +

وہ کنواں بفضل خدا کھودا اور آباد کیا گیا - واللہ اعلم ان جھگڑا کرنے والوں کا کیا حال ہوگا - کہ اِس کے بعد ان کا حال دن بدن بدتر ہوتا گیا - اور مدت تک تنگی کی حالت میں رہے +

میاں سلطان ولد میاں حافظ کھوکھر جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے - بیان کرتے ہیں - کہ میں آنحضرت کے ساتھ خاص لینہ کمال خاں میں آرہا تھا - آپ کو ایک قلعہ کے اندرونی حالات دیکھنے منظور تھے - لیکن دیکھنے ممکن نہ تھے - آپ نے گھوڑے کی زین پر کھڑے ہوکر

اس کے اندر کے حالات اس طرح دیکھ لئے۔ جیسے میں نے روز روشن میں اندر جاکر دیکھے +

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ شور شریف سے سوار ہو کر دوپہر کے قریب بدھوانہ گاؤں میں پہنچے۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مریدوں میاں نور محمد اور نور نگ قوم سگنہاں کے ہاں ٹھیرے۔ اِن کے گھر میں شادی تھی۔ اور حضرت سلطان العارفین کی اولاد میں سے صاحبزادے جو مذکورہ بالا مریدوں سے نذر لیا کرتے تھے۔ ان کی شادی پر آئے ہوئے تھے +

جب مریدان مذکور آنحضرت کی تعظیم و تکریم اور میزبانی کے لئے گئے۔ اور صاحبزادوں نے یہ بات سُنی۔ کہ وہ آنحضرت کی خدمت میں جارہے ہیں۔ تو انہوں نے مریدوں کو منع کیا۔ کہ اگر تم نے حضرت شیخ غلام باہو کی خدمت اور مہمانی کی۔ تو ہم دونوں صاحبزادے فی الفور تمہاری شادی سے اٹھ کر چلے جائیں گے +

مطلب یہ کہ ان صاحبزادوں نے ان مریدوں کو کھانا۔ گھاس اور گھوڑوں کا دانہ بھیجنے نہ دیا۔ اور نہ اس کے بعد آنے دیا +

دوپہر کے وقت جبکہ عین گرمی تھی۔ آپ کے گھوڑے اسی طرح بالگام کھڑے تھے اور درویش فاقے سے تھے۔ آنحضرت کی نماز ادا کر کے جھنگ مگھیانہ کی طرف روانہ ہوئے اور ایک مقام پر رات گذاری +

آپ کی روانگی کے بعد ایک درویش اس صاحبزادہ کی سواری کی گھوڑی دریا کی شاخ کے کنارے جو گاؤں کے قریب تھی۔ صاف زمین پر چرنے کے لئے چھوڑ آیا۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے اس کے پاس سے ایک نر شیر نکل آیا۔ جس نے اس گھوڑی کو ایک دم میں ہلاک کر دیا۔ اور نور نگ فقیر مذکور کا اکلوتا بیٹا فوت ہو گیا +

صاحبزادوں کے کہنے سے جو آنحضرت کی خدمت نہ کی۔ اس کی شامت سے یہ نحوست ان پر پڑی۔ کہ بعد ازاں ان کے گھر نرینہ اولاد پیدا نہ ہوئی۔ اور اگر ہوتی۔ تو زندہ نہ رہتی +

آخر اپنے گناہ کو دامن میں لے کر خانقاہ مقدس میں میرے والد قدس سرہٗ کی خدمت میں معافی کے لئے آئے۔ آنحضرت نے ازراہ ترحم دُعا فرمائی۔ اور ان کی تقصیر سے

در گذر کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے انہیں نرینہ اولاد بخشی۔ اور پھر وہ ہمارے حضرت صاحب کے نذر گذار ہو رہے +

آنحضرت خانقاہ مقدس اور وطن سے باطن میں وانہ پانی اور باطنی حکمتوں کے سبب کہ اولیاء اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اور بظاہر مہر رجب سیال کی ناموافقت کے سبب ہجرت کر کے جلاوطن ہو کر ملک کچھی لیہ کمال خاں میں پہنچے۔ وہاں کابل کی طرف نواب محمد خاں سدوزئی ناظم کچھی تھا۔ آپ روحانیت کی کشش اور جذبہ سے اپنے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ اور پھر مشرف ہو کر فیض حاصل کر کے واپس جا رہے تھے۔ ایک روز لیہ مذکور سے اپنے مکان سے زیارت شریف کے لئے آئے اور خانقاہ مقدس سے مشرف ہوئے۔ اتفاقاً انہیں دنوں مہر رجب کا بڑا بیٹا میاں عنایت جو مہاراجہ گڑھ کا حاکم تھا۔ بدرجہ غایت بیمار ہو گیا۔ کہ سانس کی آمد و رفت بند ہو گئی اور مردہ کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس کی ماں دل میں آنحضرت کی ناراضگی سے ڈرتی تھی۔ اور جب آنحضرت خانقاہ مقدس میں آئے۔ انہیں دنوں اس کے لڑکے کی یہ حالت ہوئی +

جب اس نے سنا کہ آپ خانقاہ مقدس میں ہیں۔ اپنے دار الحکومت مہاراجہ گڑھ سے جو خانقاہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ ننگے پاؤں روتی ہوئی فریاد کرتی ہوئی استمداد کے لئے آپ کے قدموں پر آگری۔ اور خدا کے نام کو وسیلہ بنا عرض گذار ہوئی۔ کہ آپ نے میرے خاوند مہر رجب کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور طرح طرح کے ظلم و ستم سہے ہیں + میں ایک غریب عورت ہوں۔ آپ اس کے قصور سے چشم پوشی فرمائیں۔ اور مجھ بیچاری پر رحم کریں۔ اور بنام خدا میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں۔ تا کہ خدا آپ کی تشریف آوری کی برکت سے شفا اور زندگی بخشے +

آپ چونکہ اہل اللہ اور بے نفس تھے۔ اس لئے فرمایا۔ اے نور بھری! میں تمہارے شوہر سے فرزندوں کا بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ میں تو مقام اور مکان کا معاوضہ لینا چاہتا ہوں اس نے ہمیں ہمارے مکان سے جدا کیا ہے۔ ہم بھی چاہتے۔ کہ وہ اپنے مکان سے جدا ہو جائے۔ جب وہ جلاوطن ہو جائے گا۔ تو ہم اپنے مکان میں آئیں گے۔ اٹھو ہمارے ساتھ چلو۔ ہم برائے خدا تمہارے گھر جاتے ہیں۔ اور تیرے بیٹے کو دیکھتے ہیں +

جب آپ اس کو ساتھ لے گھر آئے۔ تو اس کے لڑکے کو مردہ کی طرح پایا۔ آپ کا نور منزل دل اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس عورت اور اس کے لڑکے کی عاجزی اور حالت دیکھ کر رحم میں آیا +

آپ نے فرمایا۔ نور بھری۔ اگر تیرا بیٹا آج آدھی رات کے وقت تمہارا نام لے کر آواز دے اور اُٹھ کھڑا ہو۔ تو سمجھنا ہماری مدد سے ہؤا ہے۔ پھر آپ خانقاہ مقدس میں چلے آئے +

آنحضرت کی وہ دُعا مقبول ہوئی۔ کہ آدھی رات کے وقت اس بچے نے آواز دی۔ کہ اے اماں! میں حکم الٰہی سے شفایاب ہوگیا ہوں۔ طبیب کہتے تھے۔ کہ اس بچے کو سکتہ ہوگیا ہے واللہ اعلم بالصواب +

ایک روز آپ خواب قیلولہ سے بیدار ہو ظہر کی نماز ادا کر کے دولت خانہ سے اٹھے۔ اس وقت حافظ صالح محمد صاحب کا صاحبزادہ نور محمد جن کی عمر ساڑھے تین سال تھی۔ آنحضرت کی خوابگاہ کے حجرہ کے دروازے پر درخت کے سایہ تلے گہوارے میں سویا ہؤا تھا۔ اسی وقت بیدار ہو کر گہوارے کو ہلانا شروع کیا۔ جب والدہ ماجدہ صاحبہ نے عرض کیا۔ یا حضرت آپ باہر جاتے ہیں۔ نور محمد بیدار ہوا ہے۔ آپ ذرا گہوارے کو ہلائیں۔ تاکہ سو جائے +

اس وقت یہ عاصی پر معاصی مغفرت کا امیدوار سلطان حامد بھی حاضر خدمت تھا۔ آپ گہوارے کے قریب آئے اور قادری کلاہ جو آپ کے سر مبارک پر تھی۔ ولایت کی شفقت اور نصیبہ ازلی کے سبب اپنے سر سے اتار نور محمد کے سر پر رکھی۔ اور گہوارے کو اسم اللہ ذات اور کلمہ اثبات کے ذکر سے اپنے دست مبارک سے ہلانا شروع کیا اور زبان مبارک سے کلمہ لا اللہ شروع کیا +

اس ٹوپی سے اس بچے کا سر اور منہ بالکل چھپ گیا۔ اور آنحضرت کی تلقین اور ارشاد سے وہ بچہ کلمہ لا اللہ کا ذکر جہر کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اسے وجد اور جذبہ ہوگیا۔ اور جذبہ کی گرمی کے سبب اسے اس قدر پسینہ آیا کہ اس کا کرتہ اور بستر دونوں بھیگ گئے۔ اور اس کے ذکر کی آواز تمام ستر سرا کے ہر گوشے میں ہر شخص سُن سکتا ہے +

ہم تینوں یعنی حضرت والدہ ماجدہ اور بھائی حافظ صالح محمد صاحب اور یہ

مسکین سلطان حامد فوراً وہاں پہنچے - اور دیکھا کہ آپ سر برہنہ کھڑے آہستہ آہستہ کلمہ لاالٰہ پڑھ رہے ہیں - اور ایک طرف سے پنگوڑے کو اپنے دست مبارک سے ہلا رہے ہیں - میں پنگوڑے کے پاس خاموش جا کھڑا ہوا - اور والدہ ماجدہ نے بھی پنگوڑے کے پاس کھڑے ہو کر عرض کیا - کہ یہ بچہ گہوارے میں ہے اور اس کی یہ حالت ہو گئی ہے آپ کو اپنے فقر کی ہمت اس پر آزمانے کی کیا ضرورت تھی - اس کا کیا حال ہوگا +

اس وقت اسم اللہ ذات کی تاثیر اور توجہ کے باعث آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے - اور بدستور کھڑے توجہ فرماتے رہے - اور گہوارے کو ہلاتے رہے اور میری والدہ ماجدہ کی طرف توجہ نہ کی - اور کوئی جواب نہ دیا +

نور محمد لحظہ بہ لحظہ اسم اللہ ذات کے جذبات میں زیادہ مست ہوتا جاتا تھا - جب میری والدہ محترمہ نے یہ حال دیکھا - تو بے اختیار زار زار روئیں - اور پھر آپ کی خدمت میں عرض کیا - کہ حضرت! حضرت!! آپ اس معصوم ضعیف الجسم اور لطیف القالب کو ان جذبات کی حالت میں توجہ دے رہے ہیں - یہ کب زندہ رہ سکتا ہے +

اس وقت نور محمد کی یہ حالت ہو گئی تھی - کہ اس کے جسم سے خون نکل آیا تھا - اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا - اور اس کے بدن کا تنور اسم اللہ ذات کے ذکر سے پھولا ہوا تنگی میں تھا - کہ اس کے پیٹ کے پردے پھٹنے چاہتے تھے - اس وقت میری والدہ کے گڑگڑانے اور منت و سماجت سے آپ اس حال سے نکلے - اور اپنی ٹوپی اس بچہ کے سر سے اٹھائی - اور چپ چاپ ڈیرے میں چلے گئے - اور وہاں وضو کیا - والدہ صاحبہ نے نور محمد کو گہوارے سے اٹھا گود میں لیا - اور اپنے حجرے میں لے گئیں - اور اس کے بدن سے پسینہ صاف کرتیں - اُسے اپنی چارپائی پر لٹا کر پنکھا کرنے لگیں - مگر رات تک نور محمد کی وہی حالت رہی - بدستور جذبات میں رہا +

صبح میں نے جدہ ماجدہ کی گود میں دیکھا - تو قدرے آرام میں تھا - لیکن چہرے کا رنگ بدستور زرد تھا - اور بیماروں کی طرح لیٹا ہوا تھا +

اس روز سے اس کی یہ حالت ہو گئی - کہ جب اس کے سامنے کوئی شخص بھی اسم اللہ ذات کا ذکر جہر کرتا - وہ فوراً مست ہو جاتا - اور پہلی طرح دیر تک جذبات میں رہتا اور بڑی مشکل سے ہوش میں آتا - گاؤں کے بچوں کو اس کی حالت کی خبر تھی - ایک روز بچے

اُسے فریب دے کر گاؤں کے باہر لے گئے۔ اور کھیل کے طور پر اس کے سامنے ذکر جہر کرنے لگے۔ ذکر جہر سنتے ہی نور محمد کی وہی حالت ہو گئی۔ جن لوگوں کو خبر ہوئی۔ انہوں نے ستر سرائے کے دروازے پر اطلاع دی۔ خدمتگار نور محمد کو اسی حالت میں اُٹھا کر لے گئے اور جدہ ماجدہ کے سپرد کیا۔ کیونکہ اس کی والدہ اس کے بچپن ہی میں گذر گئی تھی۔ اور اس کی ساری ساخت پرداخت جدہ ماجدہ کے سپرد تھی +

پھر منع کر دیا گیا۔ کہ نور محمد کو ستر سرائے کے باہر نہ لے جائیں۔ اور بچوں میں اسے کھیلنے نہ دیں۔ بلکہ ان سے محفوظ رکھیں۔ اور اس کی جدہ ماجدہ ہر وقت اس کی محافظ رہتیں۔ اگر اتفاقاً خانقاہ مقدس کی زیارت کے وقت یا مسجد منور کے دروازے پر اسم اللہ ذات کا ذکر سُن پاتا۔ تو اسی وقت جذبات وسکر میں ہو جاتا۔ اگر موسم گرما میں مکھیاں دُور کرنے کے لئے مُنہ پر نقاب ڈالا جاتا۔ تو اسی وقت اسم اللہ ذات کی مستی میں آ جاتا جیسا کہ پہلے دن آیا تھا۔ جبکہ آنحضرت نے اپنی ٹوپی اس کے سر پر پہنائی تھی۔ جب اس کا چہرہ ڈھنپ جاتا۔ وہی پہلے دن کی تاثیر از سر نو ہو جاتی +

نیز بچپن میں نور محمد کی یہ عادت تھی۔ کہ خود بخود سو جاتا۔ اور نقاب سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیتا۔ اور اسم اللہ ذات کے جذبات سے مست ہو جاتا +

واضح رہے کہ آنحضرت اس درجہ تارک الدنیا تھے۔ کہ اپنے والد بزرگوار یعنی ان مسکینوں کے جد امجد کا مال و اسباب یعنی گھوڑوں سے بھرا ہوا اصطبل۔ بھینسوں کا گلہ۔ اونٹ۔ زراعت کا اسباب و چالیس جوڑی بیل۔ کتب خانہ زراعت اس قدر کہ پانسو اونٹ کے بوجھ کے برابر گیہوں ہوتے تھے اور باقی قسم کے غلے اس کے علاوہ تھے۔ یہ سب چیزیں اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد چالیس دن کے اندر اندر راہ خدا میں خرچ کر دیئے۔ اور باقی اپنے اور اپنے عیال کے لئے صرف اللہ تعالےٰ کا توکل رکھا اور جو کھیتی کھڑی تھی۔ وہ سب خشک ہو گئی۔ کیونکہ بیل اور باقی اسباب خدا کی راہ میں دے دیا تھا +

اصحاب صفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی طرح تارک اور فارغ تھے۔ آپ کا طریقہ فقر محمدی صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔ ظاہر میں سفید پوش اور صاحب سلوک۔ لیکن باطن میں بے سرو سامان قلندر تھے ؎

ہزار نکتۂ باریک تر زمو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

یہاں بال سے باریک ہزار نکتے ہیں۔ جو سر منڈائے ضروری نہیں کہ قلندری سے واقف ہو +

جب یہ مسکین (سلطان حامد) بلوغت کو پہنچا۔ تو اس نے بغور دیکھا۔ تو فقر خانہ میں دو تین چار پائیاں۔ ایک دو تھال۔ دو تین پیالے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ جو تازہ بتازہ فتوحات ہوتی تھیں۔ وہ راہ خدا میں صرف کر دیتے تھے۔ باقی کچھ نہیں رہنے دیتے تھے۔ ایک ہاتھ لیتے تو دوسرے ہاتھ سے مسکینوں اور مستحقوں کی دستگیری میں صرف کر دیتے انشاء اللہ اس کا ذکر کیا جائے گا +

میں خیر پور کے سفر میں آنحضرت کے ساتھ تھا۔ خیر پور میں آنحضرت کے مرید بڑی دولت مند بلکہ امراء صاحب ملک تھے۔ ان کے بڑے بڑے محاصل تھے۔ اس شہر میں میرا تہ بند پورا نہ ہونے کے سبب پھٹ گیا۔ کمر سے ٹخنے تک کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا جو چادر میرے کندھوں پر تھی۔ اُسے قمیض پر دھوتی کی طرح باندھا۔ اور پاؤں تک ڈھانپا۔ تاکہ میرا ننگا ہونا معلوم نہ کرسکیں۔ حالانکہ میری اُٹھتی جوانی تھی۔ ان دنوں ہر ایک کا جی عمدہ پوشاک پہننے اور کارانی پر آمادہ ہوتا ہے۔ علاوہ بریں آنحضرت مجھے بہ نسبت خورد سالی کے بہت پیار کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں کا مال اسباب بطور نذر آتا۔ لیکن آپ ہر روز خرچ کر دیتے۔ اور ایک پیسہ تک باقی نہ چھوڑتے +

میرے بڑے بھائی محمد زبیر بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ جب انہوں نے میری یہ حالت دیکھی۔ اگرچہ وہ حقیقی بھائی نہ تھے۔ لیکن میرے حال پر رحم کھا کر آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت! سلطان حامد تہ بند کے پُرانہ ہونے سے بہت ہی لاچار ہے +

میرے بھائی کی سفارش سے تہ بند کے لئے حکم دیا۔ جو اسی روز ململ کا تیار کیا گیا۔ اور میں نے پہنا +

آنحضرت بہت دنوں تک ملتان میں مقیم رہا کرتے تھے۔ اور آپ کا معمول تھا۔ کہ فضائل حاصل کرنے کے لئے ملتان میں رہا کرتے تھے۔ مثلاً نماز جمعہ کا ادا کرنا۔ علما کی

زیارت کا حاصل کرنا۔ اور اولیاء اللہ کے مقبروں کو دیکھنا۔ واعظوں کا واعظ سُننا انہی باتوں کے لئے آپ ملتان متبرک میں رہا کرتے تھے۔ خلق خدا کو فائدہ پہنچایا کرتے تھے۔ عاجزوں کا بوجھ اپنے ذمے لیا کرتے تھے۔ اور ان کی مدد اور اعانت کیا کرتے تھے +

چنانچہ مریضوں۔ اندھوں۔ فریاد خواہوں۔ مظلوموں اور طالبوں کو حکام کے حکموں سے فائدے پہنچاتے۔ اور غرباء کو امداد دلواتے۔ یعنی ان کی ضروریات کے لئے مال دلواتے۔ اور مال و اسباب غریبوں کے بیٹیوں بیٹوں کی شادی کے واسطے امراء سے لے دیتے۔ جن کو ناداری کے سبب بڑے لڑکیوں کی شادی کی توفیق نہ ہوتی انہیں آپ گردو نواح سے بلاتے۔ اور اپنی طرف کھینچتے۔ اور مریضوں کو ٹھیرا کر طبیبوں سے ان کا علاج کرواتے۔ اور بذاتِ خود مریضوں کے ساتھ طبیبوں کے پاس جاتے۔ ایک دوائی فروش نوکروں کی طرح تھا۔ جو اکثر وقت دوائیاں تیار کرتا رہتا تھا۔ اس کی دکان سے سینکڑوں روپیہ کی دوائی استعمال ہوتی +

دادخواہوں کی ظاہر و باطن میں مدد کرتے۔ یعنی حکام سے ان کی مرادیں پوری کرواتے۔ اور امید داروں کو سرکار کی طرف سے سندیں اور دستاویزیں دلواتے "خیر الناس من ینفع الناس" انسانوں میں سے نیک وہی ہے۔ جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور ہر وقت ظاہر و باطن میں اللہ تعالےٰ کے کام میں رہتے۔ اور داد خواہوں کی دلجوئی اور عاجزوں کی مدد کرتے +

ایک دفعہ میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب ملتان میں آپ کی خدمت میں تھے۔ کہ اسی اثناء میں حضرت مخدوم حسن بخش شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سجادہ نشین غوث الملک حضرت شیخ ابوبکر محمد بہاؤ الدین ذکریا قدس سرہٗ کے پوتے کے پیدا ہونے کی خوشی تھی +

مخدوم صاحب ممدوح نے ہمارے حضرت صاحب کو خوشی کی محفل میں طلب فرمایا میرے بھائی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں آنحضرت کی خدمت تھا۔ کہ حضرت مخدوم صاحب کی طرف سے عشا کی نماز کے بعد محفل شادی میں شامل ہونے کے لئے بلاوا آیا۔ سونے کا وقت تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا محمد صالح! ہم جو محفل میں

جاتے ہیں تو وہاں رقص و سرود ہوتا ہے۔ وہ دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ ملتان کی رسم ہے۔ اور وہاں رنڈی کو کچھ دینا پڑے گا۔ کیونکہ یہ بھی رسم ہے۔ اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں۔ کیا تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت صرف دو روپے ہیں۔ ایک نانک شاہی اور دوسرا بہادل خانی۔ فرمایا بیٹا! نانک شاہی رنڈی کو بطور (ویل) دینا +

مَیں نے عرض کیا۔ کہ بڑا روپیہ تو آپ نے مجھے چادر کے لئے بخشا تھا۔ میری چادر پھٹی ہوئی ہے۔ کل میں نے اسی روپیہ سے چادر خریدنی ہے +

اس وقت آپ کا مرید محمد امین درزی حاضر خدمت تھا۔ اُسے پوچھا کہ محمد امین! بازار میں بزازوں کی دکانیں کب کھلتی ہیں۔ عرض کیا! پہر دن چڑھے ہندو لوگ اشنان اور پوجا پاٹ کر کے دکانیں کھولتے ہیں +

پھر فرمایا۔ بیٹا! بڑے روپے کا دینا مناسب ہے۔ تجھے اللہ تعالےٰ چادر دے گا۔ مَیں خاموش ہو رہا +

مَیں نے بڑے روپے کو تہ بند کی کئی تہوں میں اور چھوٹے کو ایک تہ میں اوپر رکھا اس واسطے کہ جب محفل میں روپیہ دینے کی نوبت آئے گی۔ تو چھوٹا روپیہ کھول کر دے دونگا اور بڑا روپیہ بدستور چادر کے لئے رکھوں گا +

جب ہم شادی کی محفل میں گئے اور مخدوم صاحب کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھے۔ اہل محفل نے رنڈی کو روپے دینے شروع کئے۔ مخدوم صاحب نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن لوگ دیتے رہے۔ جب ہماری باری آئی۔ تو آپ نے میری طرف اشارہ کیا۔ مَیں نے اوپر کے پیچ میں چھوٹا روپیہ رکھا ہوا تھا۔ وہ کھول کر رنڈی کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ فوراً مخدوم صاحب نے روپیہ واپس لینے کے لئے رنڈی کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور مخدوم صاحب کے ہاتھ پر آپ نے ہاتھ مارا۔ تاکہ مخدوم صاحب رنڈی سے روپیہ واپس نہ لیں۔ اس وقت مجھے سخت تشویش ہوئی۔ اور مَیں نے دل میں کہا۔ صالح محمد! تو نے بہت بے جا حرکت کی۔ اب تو ظاہر ہو گئی۔ کہ حضرت صاحب اور مخدوم صاحب دونوں نے میرا نقص تاڑ لیا۔ یعنی چھوٹا روپیہ دیکھ لیا۔ اس وقت مَیں ایسا شرمندہ ہوا۔ کہ میں پسینہ پسینہ ہو گیا +

مختصر یہ کہ حضرت صاحب نے مخدوم صاحب کو رنڈی کے ہاتھ سے نہ لینے دیا۔ لیکن میں اپنے فعل سے بہت ہی شرمندہ تھا ÷

جب صبح مَیں نے تہبند کے پیچ سے روپیہ کھولا۔ تو دیکھا کہ بجائے بڑے کے چھوٹا رکھا ہے۔ یعنی بڑا روپیہ آنحضرت کے تصرف کے سبب نیچے کے پیچ سے اوپر کے پیچ میں آگیا ہے۔ اور چھوٹا نیچے کے پیچ میں چلا گیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت سے اور بھی شرمندہ ہوا۔ کہ آنحضرت نے میری نافرمانی سے واقف ہو کر اپنے تصرف سے بڑے روپے کو چھوٹے سے بدلا ہے۔ میری چادر بھی نہ بنی۔ اور نافرمانی بھی ہوئی۔ مَیں خاموش ہو رہا کہ مصلحت کا وقت بھی ہاتھ سے نکل گیا ÷

صبح فجر کی نماز ادا کر کے آنحضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہم ذکر الٰہی میں مشغول تھے۔ کہ جماعت میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر سفید کاغذ میں لپیٹی ہوئی ایک چیز آپ کے سامنے رکھی۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔ کہ کیا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ اس میں لمرخ سفید کی ایک چادر ہے۔ جو مَیں نے محفل کے دن سلائی تھی۔ رات مجھے آرام نہ آیا۔ کہ کب دن نکلے تو اسے آنحضرت کی خدمت میں نذر کروں۔ پھر آپ نے اشارہ کیا کھولو۔ اُس نے کھول کر پھیلائی۔ تو بہت عمدہ چادر تھی۔ آپ نے مجھے عنایت کی جو میں نے سورج نکلنے سے پہلے پہن لی ÷

ایک روز مَیں ملتان میں آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ آپ نے اپنے مرید ملّا را جو نامی نیک مرد کو فرط شفقت کے سبب اپنے مرید جمعدار غلام حسن خان سے گھوڑی لے کر عنایت فرمائی ÷

چونکہ وہ مسافر تھا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ زین اور اسباب بھی عنایت کیا جائے تو بہتر ہو گا۔ آپ نے اس کا سامان بازار سے خرید کر عطا فرمایا ÷

ملّا مذکور نے پھر عرض کیا۔ کہ یا حضرت! گھوڑی کا اور سازو سامان بالکل درست ہے۔ صرف زین کا غاشیہ نہیں۔ چونکہ مَیں کمزور اور لاغر ہوں اور سفر درپیش ہے۔ آپ کی عنایت کردہ زین غاشیہ بغیر اچھی نہیں لگتی۔ اگر ایک چوتھی غاشیہ زین کے لیے عطا فرما دیں تو عین عنایت ہے ÷

اس وقت آپ اُٹھ کر گھوڑی کو سازو سامان سے خود دست مبارک سے آراستہ

فرمارہے تھے۔ عصر کا وقت تھا۔ چھت پر حضرت صاحب اور صاحبزادہ حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ کے لئے بستر خواب آراستہ تھے۔ آنحضرت کو معلوم تھا۔ کہ سب سے عمدہ بچھونا حافظ غلام محمد کا ہے۔ آپ نے ایک درویش کو فرمایا۔ کہ حافظ غلام محمد کے بستر میں سے ایک چوتھی لے آؤ۔ اس نے لادی۔ آپ نے خود وہ چوتھی ملا راجو کی گھوڑی کی زین پر ڈالی اور اسے سرفراز کر کے رخصت فرمایا +

پھر آپ چھت پر آکر اپنے بستر مبارک پر بیٹھے۔ مَیں بھی آپ کی خدمت میں تھا۔ ایک گھڑی بعد صاحبزادہ غلام محمد موصوف نے آکر جب اپنی چارپائی بغیر بستر کے دیکھی تو چونکہ ان کا مزاج لا ابالی تھا جھنجلائے اور پوچھا کہ ہمارا بستر کہاں ہے۔ درویشوں نے کہا کہ حضرت صاحب نے ملا راجو کو بخشدیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب ناراض ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ حضرت صاحب نہ اپنے واسطے کوئی چیز چھوڑتے ہیں۔ نہ دوسرے کے واسطے اب میں کیا کروں گا +

آنحضرت نے فرمایا۔ بیٹا! تم نے مجھ سے بستر لینا ہے۔ یا کچھ اور۔ یہاں پر کلام قطع ہوگیا +

چند گھڑی گذری تھی۔ کہ مغرب کی نماز کے بعد ایک مسلح سوار آکر آنحضرت کی بابت پوچھنے لگا۔ اُس نے فوراً گھوڑے پر سے اُتر ایک نئی قیمتی چوتھی جس کے کنارے بیل بوٹے دار تھے۔ اتار کر آنحضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کی +

آپ نے فرمایا حافظ غلام محمد کی چارپائی پر بچھا دو۔ درویشوں نے ایسا ہی کیا۔ جب صاحبزادہ موصوف چھت پر آئے تو اپنی چارپائی پر پہلے سے بھی اچھا بستر پایا + وہ مسلح آدمی سرکاری ملازمت کے لئے ملتجی ہوا۔ آنحضرت کی توجہ سے صبح ہی حسب دلخواہ آسامی اور تنخواہ پر مقرر کیا گیا +

مَیں خانقاہ مقدس کے پہلو میں ایک نیا کنواں کھدوانا چاہتا تھا۔ اور زمین جوہڑی تھی۔ یعنی گہری۔ اس میں بہت گہرائی تک سُرخ مٹی نکلتی تھی۔ ریت کا نام و نشان نہ تھا۔ اس واسطے اس جوہڑ میں کنوئیں اچھے نہ نکلتے تھے۔ میں اسی فکر میں اس زمین میں پھر رہا تھا۔ کہ ایک مقام پر چوہے کا بل نظر پڑا۔ جس میں ریت تھی۔ میں نے ٹھان لی۔ کہ اگر اس جگہ کنواں کھدوا جائے۔ تو دوسری زمینوں کی نسبت عمدہ ہوگا۔ لیکن اس

بات کو مَیں نے دل ہی میں رکھا۔ کیونکہ جگہ کا مقرر کرنا آنحضرت کے اختیار میں تھا۔ اور آپ ہی نے خود دست مبارک سے نشان لگایا تھا۔ ہمیں کوئی اختیار نہ تھا کہ یہاں کھودا جائے یا وہاں۔ بلکہ ایسا کہنے میں بے ادبی تھی +

القصہ حضرت قدس سرہٗ بڑے بڑے سیدوں۔ درویشوں اور صوفیائے کرام کو تبرکاً اس تالاب میں لائے۔ اور عین گہرائی میں کنواں کھودنے کی تجویز ہوئی۔ زمینداروں نے بھی یہی رائے دی۔ تمام شخص اسی مقام پر کنواں کھودنے پر متفق ہوئے +

جب اس جگہ کے گرداگرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت کدال لے کر نشان لگانے کے لئے تیار ہوئے۔ اور ایک سید کو آگے آگے چلنے کے لئے کہا۔ تو مَیں متفکر ہوا کہ جو جگہ سب نے بالاتفاق کنوئیں کے لئے قرار دی ہے اور جس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔ اور آنحضرت بھی نشان لگانے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہاں کنواں کھودنا مفید نہیں پڑے گا۔ کیونکہ یہ زمین کابل نہیں۔ لیکن جو جگہ میں نے تجویز کی تھی۔ اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا گستاخی تھا۔ کیونکہ یہ کام آنحضرت کی مرضی پر منحصر تھا۔ مگر افسوس میری وہ مراد پوری نہ ہوئی +

مَیں ادب کے سبب خاموش رہا۔ اس وقت آنحضرت نے ان سب کی رائے کو پیچھے ڈالا۔ اور خاموش قدم بقدم اس مقام کی طرف آئے۔ جو میں نے تجویز کیا تھا۔ مَیں بھی معاملہ باطنی کا تماشا دیکھنے کے لئے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ حتیٰ کے وہاں سے دوڑ میری تجویز کردہ جگہ پر آپہنچے۔ یعنی چوہے کے بل پر۔ اور وہاں کھڑے ہو کر فرمایا۔ بیٹا! تم یہاں کنواں کھدوانا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جناب یہیں چاہتا ہوں +

پھر دست مبارک سے وہاں نشان لگایا۔ بعد ازاں سیدوں اور درویشوں کو بلا کر دُعا خیر کہہ کر مٹھائی تقسیم کی +

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا اور توجہ کی برکت سے اس کنوئیں کی کھدائی کا کام اور اس کا آباد کرنا سہل کر دیا۔ اس کنوئیں سے ہمیں بہت فائدہ ہوا۔ اور چالیس سال ہونے آئے کہ دن بدن اُس سے زیادہ ہی فائدہ پہنچتا ہے +

اس کنوئیں پر اتنی رونق ہوئی۔ کہ وہاں ایک گاؤں آباد ہو گیا۔ جو شخص اس گاؤں میں سکونت اختیار کرتا۔ وہ آسودہ حال ہو جاتا۔ اس کا نام غوث والہ مشہور ہوا۔ علاوہ بریں

سرکار کی طرف سے اس کا لگان بھی ہمیں بطور انعام مل گیا +

ہمارے ایک کنوئیں کی بابت حضرت صاحب اور آپ کے رشتہ داروں میں کچھ تنازعہ تھا۔ ایک روز وہ رشتہ دار بہت سے دوستوں کو آپ کی خدمت میں بطور سفارش لائے۔ تاکہ وہ کنواں انہیں مل جائے۔ آپ وہ کنواں انہیں بخشنے کے لئے وہاں تک تشریف لے گئے۔ اور اس کی حدود کی تجویز فرمائی +

جب وہاں سے واپس آئے۔ تو مجھے فرمایا۔ بیٹا! گھر جا کر اِن مہمانوں کی ضیافت کا جلدی انتظام کرو۔ چونکہ میرے دل میں خدشہ تھا۔ مَیں نے جواب نہ دیا۔ اور نہ گھر کی طرف گیا۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ مَیں نے پھر بھی تعمیل نہ کی۔ بلکہ سر جھکائے اِن لوگوں کے ساتھ آ رہا تھا +

پھر آپ نے مجھے فرمایا۔ بیٹا! تو ہمارے کہنے پر نہیں چلتا۔ کیا تیرے دل میں یہی ہے نہ کہ اگر میں جاؤں گا۔ تو میرا باپ میری غیر حاضری میں کنواں بخش دے گا۔ تو میرا محافظ بن کر آ رہا ہے۔ حالانکہ میں چاہتا ہوں۔ کہ مَیں ان لوگوں کے لحاظ سے انہیں کنواں بخشوں۔ مگر میرے رشتہ دار مجھے یہ کہیں گے۔ اور کہتے ہیں۔ لیکن میرا دل یہ چاہتا ہے کہ والد بزرگوار نے جو کچھ انہیں بخشا ہے۔ مَیں وہ بھی اِن سے واپس لوں۔ بیٹا! تم مطمئن ہو کر ضیافت کے کام کو سرگرمی سے سرانجام دو۔ اور وقت پر کھانا لاؤ۔ میں اپنے خدشہ سے شرمندہ ہوا۔ اور جا کر مکلف کھانا تیار کرا لایا +

مَیں نے محفل میں دیکھا۔ کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو کنواں بخشتے ہیں۔ اور لوگ جو آپ کے رشتہ داروں کی سفارش کے لئے آئے تھے۔ آنحضرت کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ ہم آپ پر راضی اور آپ کا خدا آپ پر راضی۔ آپ یہ زمین مفت میں نہ دیں۔ اور اپنے بیٹوں کا حق ضائع نہ کریں۔ آپ کے یہ گستاخ رشتہ دار نہ ہم پر راضی ہونگے۔ نہ آپ پر۔ اور نہ یہ مخالفت سے باز آئیں۔ حتیٰ کہ ان سفارش کرنے والوں نے خود اپنی زبان سے آپکے رشتہ داروں کو رخصت کر دیا۔ اور محروم رکھا۔ آپ کی یہ کرامت میں نے بچشم خود دیکھی ہے۔ ہم نے اس بہر زمین میں کاشت کی۔ تو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا۔ اور اُٹھا رہے ہیں۔ اور اب تک آباد ہے۔ والسّلام +

انگپور کے رئیس مہر اللہ دتہ کا بیٹا مسمی مہر سجادل بیان کرتا ہے کہ سرحدی زمینداروں

قوم تہیم کے ساتھ زمین کے بارے جھگڑا تھا۔ جس کا مقدمہ چل رہا تھا۔ حاکم ہمارے مخالفوں کی طرف داری کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں مخدوم صاحب گدی نشین غوث الملک حضرت شیخ ابو بکر محمد بہاؤالدین زکریا کی سفارش پہنچ چکی تھی۔ مجھے اور کوئی حیلہ نہ سوجھا۔ چونکہ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ ملتان میں تھے۔ میں نے آپ کو وسیلہ بنایا۔ اور آپ کو ناظم ملتان کے وزیر منشی فتح محمد کے پاس لے جانا چاہا۔ آپ قدم رنجہ فرما کر میرے ساتھ منشی مذکور کے پاس تشریف لے گئے۔ اور مجھے اس کے گھر کے باہر چھوڑ گئے +

جب آپ واپس آئے۔ اور میں ساتھ ہولیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے مہر سجاول منشی فتح محمد نے ہمارا کہنا قبول نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول ہوگیا ہے۔ کوئی فکر نہ کرنا۔ یہ زمین جو تمہارے مخالفوں نے بہت تم سے لی ہے۔ وہ تم سے کوئی نہیں لے گا۔ تسلی رکھ۔ مخالفوں نے بہت کچھ مقدمے کیئے۔ لیکن آخر شکست کھائی +

آخر کار جب اور کوئی چارہ نہ چل سکا۔ تو مخالفوں نے یہ حیلہ کیا۔ کہ مخدوم صاحب ممدوح اور حضرت مخدوم سید راجن بخش بخاری کو ہمارے دروازے پر زمین مذکور لینے کے لئے بطور وسیلہ و سفارش لائے۔ ہم نے دونوں صاحبوں کی سفارش کو قبول کیا۔ اور ہم دونوں فریق زمین مذکور پر گئے۔ اور ہر دو صاحبان کو اختیار دیا۔ کہ جہاں فریق ثانی اور دونوں صاحبان چاہیں سرحد قائم کریں +

چنانچہ اس مطلب کے لئے دونوں صاحب کدال لے کر نشان لگانے گئے۔ اور دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ حالانکہ ہمارے مخالف ہر دو صاحبان کے نہایت ہی خاص محب و مرید تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی حکمت سے جس طرح دونوں صاحب گئے تھے۔ بغیر نشان لگائے یا کوئی کام کئے واپس تشریف لے آئے۔ ہم دونوں فریق خاموش بیٹھے تھے دونوں نے آکر فرمایا۔ مسلمانوں دعائے خیر کہو۔ کہ یہ زمین جس کے لئے ہمیں قوم تہیم کے لوگ بطور سفارش لائے تھے۔ وہ بدستور مہر اللہ دتہ اور مہر سجاول کے قبضہ میں رہے اور کسی اور کو اس پر کسی قسم کا اختیار یا قبضہ نہیں۔ سب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے +

اے صاحبزادہ سلطان حامد! میں نے آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان

غلام باہو کی یہ کرامت دیکھی۔ حالانکہ ہم نے اختیار دے دیا تھا کہ مخالف اور ان کے حامی جس قدر زمین چاہیں لے لیں۔ لیکن اس بات کی طاقت اور توفیق نہ ہوئی۔ اور وہ زمین بدستور ہمارے قبضے میں رہی کیونکہ آپ کے والد بزرگوار کی دُعا لوحِ محفوظ پر ثبت ہو چکی تھی۔ فقط والسّلام۔

میاں چراغ بخش ولد میاں امیر بخش صاحب پیرزادہ بہوٹہ علیہما الرحمۃ (ہمارے حضرت صاحب اور میاں صاحبان میں بڑی گہری دوستی تھی) کی زبانی سُنا۔ جبکہ آنحضرت کی کرامات کا ذکر ہو رہا تھا۔ کہ آپ کے والد بزرگوار میری شادی پر تشریف لائے۔ ہم نے مہمانوں کی ضیافت کا سامان کافی سے زیادہ کر رکھا تھا۔ لیکن دو وقت کے کھانے میں وہ سارا سامان ضائع ہو گیا۔ مَیں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ یا حضرت! کل سامان جو ہمارے پاس تھا۔ وہ دو وقت کے کھانے میں صرف ہو چکا ہے۔ اور ابھی پانچ چھ وقت کا کھانا اور کھلانا ہے۔ ہم مہمانوں کو کیا کھلائیں گے۔ فرمایا۔ کہ ہر جنس سے تھوڑی تھوڑی لے آؤ۔ ہم لائے۔ تو کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اور فرمایا۔ انہیں باقی ماندہ جنسوں میں ملادو۔ اور اندیشہ نہ کرو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ ہزاروں آدمی خدمت گار اور عام سائل پانچ چھ وقت کا کھانا کھا کر گئے اور طرح طرح سے ہم نے صرف کیا۔ جب شادی سے فارغ ہوئے۔ تو جس قدر اجناس پر آنحضرت نے دُعا کی تھی۔ اتنی کی اتنی باقی تھیں۔ آپ کی یہ کرامت ہم نے بچشم خود دیکھی ہے۔ اور آپ کی دعا کے یمن و برکت سے فائدہ اُٹھایا ہے۔

ملتان میں میاں سوہارا نامی سفید ریش عزت دار۔ اعلیٰ درجہ کا اُستاد۔ پاکبازہ الح آپ کی خدمت میں عرض گذار ہوا۔ کہ یا حضرت! ایک مست قلندر موسوم بہ میاں ریحانہ میری بیٹی مسمات پیرٹی کو اپنا نشانہ بنا رکھا ہے۔ اور کبھی کبھی ہمارے گھر میں آکر بیٹھتا ہے۔ بلکہ کبھی ہر روز آجاتا ہے۔ اور میری لڑکی کا روبار سے روکتا ہے۔ اگر میں اُسے روکتا ہوں۔ تو اپنی روحانی طاقت سے مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ ہم میں اُسے روکنے کی طاقت نہیں۔ ہمارے ہاں پردہ کی رسم ہے۔ وہ بے دھڑک ہمارے ستر خانہ میں آگھستا ہے۔ اور قلندرانہ باتیں کرنے لگتا ہے۔ ہماری عزت و حرمت کو برباد کر رہا ہے۔ جس سے خاندان کے آرام و آسائش میں خلل عظیم ہے۔ برائے خدا ہماری فریاد سُنو۔ اور ہمیں اس

مست کے مظالم سے چھڑاؤ +

آنحضرت نے فرمایا - میاں سوہارا ! اگر اب وہ مست تمہارے گھر آئے - تو ہمیں اطلاع دینا +

ایک روز میں مسجد میں ظہر کی نماز کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا - کہ میاں سوہارا مذکور گھبرایا ہوا اپنی بیٹی مسمات پیڑی کو لے دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا - اور آپ کی خدمت میں آبیٹھا - آنحضرت نے پوچھا کیا حال ہے - اس نے عرض کیا حضرت! میاں ریحانہ مست نے ہمارے گھر میں آکر میری لڑکی کا بازو پکڑ لیا - ہم بھاگ کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں +

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں - کہ مست مذکور بھی اندر آگیا - اُسے دیکھتے ہی آنحضرت نے فرمایا - کہ ریحانہ ! اُلٹے پاؤں چلے جاؤ - پھر ان کے گھر میں نہ آنا - وہ اُٹھ کر چلا گیا +

آنحضرت نے سوہارا کو فرمایا - کہ کوئی اندیشہ کی بات نہیں - جاؤ خاطر جمع رکھو +

اللہ تعالے کی حکمت اور آپ کی دُعا سے وہ مست اسی روز ملتان سے جو اس کا قدیمی مسکن تھا - چلا گیا - اُسے کہیں پناہ نہ ملی - آخر حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے دربار فیض آثار میں ٹھکانا کیا - اور حضرت صاحب سرّ سرائے کے دروازے پر ملتمس ہوا - کہ ملتان میں آنحضرت کی خدمت میں سفارش کریں - کہ آنحضرت مجھے ملتان میں جگہ دیں - اور آپ جو مجھ پر ناراض ہو گئے ہیں معاف کریں +

میں اس وقت ملتان آنحضرت کی خدمت میں تھا - کہ حضرت والدہ ماجدہ کی طرف سے ملتان میں آنحضرت کی خدمت میں مست مذکور کا سفارش نامہ پہنچا - لیکن منظور نہ ہوا +

آنحضرت سفر میں رہے - اور میاں ریحانہ مذکور پورے چار مہینے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کے حضور میں بیٹھا رہا - آخر مایوس ہو کر چلا گیا - پھر اوچ جا کر نظام بخاری کے مزارات پر معتکف ہوا - اور وہاں سے نیاز و پیغام آنحضرت کی خدمت میں پہنچائے - لیکن نامنظور ہوئے - آخر اُس نے ساری عمر وہیں بسر کر دی - ملتان میں آنا نصیب نہ ہوا - بڑھیوں کا سارا محلہ آنحضرت کا مرید ہو گیا - اور امن چین سے رہنے لگا +

میرے بھائی میاں برخوردار علیہ الرحمۃ اونٹ پر سوار ملتان کی طرف جانے کو تیار تھے۔ لقمان بڑھئی بھی حاضر خدمت تھا۔ آنحضرت نے میاں برخوردار کو بہت کچھ نصیحت کی۔ لیکن بے سُود۔ اُس نے قبول نہ کیا +

آپ جو ناراض ہوئے تو فرمایا کہ کیا اونٹ پر سے بھی نہیں گرتا۔ ابھی جناب کی زبان مُبارک سے یہ کلمات نکلنے نہ پائے تھے۔ کہ وہ اونٹ پر سے زمین پر آرہا +

میرے بھائی حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ مزاج کے لاابالی واقع ہوئے تھے ایک روز موسم گرما میں عین دوپہر کے وقت اپنی والدہ محترمہ سے کسی بات پر ناراض ہوکر سوار ہو چلدیئے۔ اور مہر وہاب وراج گاؤں کے باہر شیشم کے ایک درخت تلے جاآرام کیا۔ مَیں توت والہ کنواں پر آنحضرت کی خدمت میں تھا۔ کہ ایک درویش گھر سے خبر لایا۔ کہ حافظ غلام محمد ناراض ہوکر چلے گئے ہیں۔ اس موسم گرما میں اس نازک بدن اور نازک طبیعت کا حال کیا ہوا ہوگا۔ آپ از راہِ ترحم اُسے واپس لائیں +

آپ سوار ہوئے اور مَیں پا پیادہ آگے آگے تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو دیکھا کہ درخت کے سایہ تلے چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ اور گھوڑی سامنے بندھی ہوئی ہے۔ اور دایہ نور سامنے ہاتھ باندھے خدمت میں بیٹھا ہے +

جب آپ نے جاکر سلام علیکم کہا۔ تو صاحبزادہ ممدوح نے رنج کے مارے جواب نہ دیا۔ دایہ نور ادب کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ آنحضرت نے از راہِ ترحم فرمایا۔ بیٹا! اُٹھو سوار ہو جاؤ۔ تمہاری ماں بے قرار ہے۔ یہ گرمی کا وقت کسی مکان میں گذارو۔ یہاں تو آگ برس رہی ہے۔ یہاں تم کیونکر بسر کرو گے۔ اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ اصرار سے فرمایا۔ پھر بھی کچھ جواب نہ دیا +

آپ نے صاحبزادہ کی بے توجہی سے ناراض ہوکر فرمایا۔ کہ اے غلام محمد! اگر ہم اس شیشم کے درخت کو بھی کہتے تو ہمارے ساتھ روانہ ہو جاتا۔ لیکن تم ہمارے اتنی دفعہ کے کہنے سے جگہ سے بھی نہیں ہلے +

آنحضرت کے جذبہ سے حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ نے بے اختیار مستوں کی طرح ننگے پاؤں آپ کی سواری کے آگے دوڑنا شروع کیا +

آپ نے بھی اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ آپ نے پھر اسے جوتا پہننے کے لئے بھی نہ کہا۔

دایہ نور بھی اُٹھ کر گھوڑی اور اسباب لے ہمارے پیچھے آیا۔ اساڑھ کے دن دو پہر کا وقت ریگستانی زمین دو میل کا فاصلہ۔ اور صاحبزادہ موصوف کا مزاج نہایت ہی لطیف پاؤں جو اطلس کی طرح نرم تھے۔ اس ریت میں بھن رہے تھے۔ لیکن آپ کی سواری کے آگے آگے دوڑا آ رہا تھا۔

جب گھر پہنچا۔ تو والدہ نے حال دیکھ کر رو دیا۔ اور پانی سے سر مُنہ اور پاؤں دھو کر مکھن ملا اور مہندی لگائی۔ اور ہر طرح سے سردی پہنچائی پہلے صاحبزادہ کی وہ حالت دیکھی۔ کہ ادب کے لئے اُٹھنا تو بجائے خود سلام کا جواب تک نہ دیا۔ اور پھر یہ حالت کہ پاؤں جلنے کی خبر تک نہیں۔

ایک نوجوان مسمی حافظ غلام مرتضےٰ خاں ولد حافظ محمد یار اعوان ملتان میں آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔ جو آنحضرت کے فرزندوں کے ساتھ قرآن شریف حفظ کیا کرتا تھا۔ اس کے کسی کام سے آنحضرت کے مبارک دل پر جو ملال آیا۔ تو آپ نے اپنے خاص خادم خلیفہ رمضان کو فرمایا۔ کہ اُسے لاکر سزا دو۔ پھر فرمایا۔ کہ اسے کچھ نہ کہو۔ اسے مکان سے نکال دو۔ ہمارا دل چاہتا ہے۔ کہ ہمارے پاس نہ آئے۔ بلکہ اس ملک و ولایت میں نہ رہے خلیفہ رمضان نے اُسے رخصت کیا۔ حافظ غلام مرتضےٰ پنجاب۔ سندھ۔ مارواڑ مغربی ہندوستان اور شمالی ہندوستان سے ہوتا ہوا گجرات دکن میں جا ٹھیرا۔ اس کے بھائی اُسے لینے کے لئے گئے۔ لیکن واپس آنے کی جرأت نہ کی۔ اور وہیں عمر بسر کر کے فوت ہو گیا۔

ایک روز آنحضرت گڑھ مہاراجہ جانے کے لئے خانقاہ مقدس سے ایک ترکی یابو پر سوار ہوئے۔ مجھے پیادہ لے جا رہے تھے۔ ساون کا مہینہ دو پہر کا وقت تھا۔ آپ نے وہاں کچھ دیر آرام کیا۔ بارش بہت ہوئی۔ پھر فوراً ہی بادل پھٹ گیا۔ اور سورج نکل آیا۔ آپ پھر خانقاہ مقدس میں آنے کے لئے سوار ہوئے اور میں آگے آگے دَوڑتا جاتا تھا۔ آفتاب کی گرمی سے پانی گرم ہو رہا تھا۔ اور کیچڑ پانی اور کانٹے گھاس پھونس کے باعث رستے میں بہت تکلیف تھی۔ لیکن میں صدق ارادت سے برابر آگے جا رہا تھا۔ میرے بدن سے پسینہ بہ رہا تھا۔ اور رستے کی تنگی سے بہت سختی جھیلی۔

جب میری حالت دیکھی۔ تو شفقت پدری کے سبب گھوڑا ٹھیرا مجھے فرمایا۔ کہ میرے

پیچھے سوار ہو جاؤ۔ میں نے عذر کیا کہ ابا جان! یہ ہلکا پھلکا چھوٹا سا ٹٹو ہے۔ یہ دو کی برداشت نہیں کر سکے گا۔ ایسا نہ ہو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! یہ گھوڑا شہ زور ہے۔ اسے کوئی پرواہ نہیں۔ آؤ میرے پیچھے ہو بیٹھو ٭

میں نے اچھا وقت اور خلوت و شفقت کا موقع پاکر جو مراد میرے دل میں تھی میں نے عرض کی۔ وہ یہ کہ ابا جان! اگر جناب کے دل میں شفقت نے جوش مارا ہے۔ تو مدت سے ایک سوال میرے دل میں ہے۔ اس کے جواب سے سرفراز فرمائیں۔ فرمایا۔ کہو۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! یہ عام طور پر مشہور ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی اولاد میں سات پشت تک پورا اثر رہتا ہے۔ میری دانست میں آنحضرت بھی کامل ہیں۔ اور آپ کے والد بزرگوار یعنی میرے جد امجد بھی کامل تھے۔ ان کی نسل سے میں دوسری پشت میں ہوں۔ لیکن مجھ میں کوئی اثر نہیں ٭

اس کے جواب میں فرمایا۔ بیٹا! واقعی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ لیکن اس کے معنی سمجھنے میں مغالطہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ جس قدر مردوں کو اپنے آبائے کامل و اکمل کا قرب یا بعد ہوتا ہے۔ اسی قدر اسے ان کی کمالیت کی تاثیر پہنچتی ہے۔ بشرطیکہ طالب اور محنت کرنے والا ہو۔ ورنہ کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ مثلاً جو کنواں دریا کے کنارے کھودا جائے اس میں سے تھوڑی گہرائی پر پانی نکل آتا ہے۔ جس قدر کنواں دور ہو اسی قدر پانی گہرائی پر نکلتا ہے۔ اگر عین دریا کے کنارے پر کھودنے کی تکلیف نہ اٹھائی جائے۔ تو بھی پانی نہیں نکلتا ٭

مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی تاثیر اولاد میں ضرور ہے۔ لیکن جو ان کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرے۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اپنے آباؤ اجداد سے تاثیر ہوتی ہے۔ اور اس کے آبائے کامل اس کی دستگیری کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو نہیں۔ سید السادات حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

بجد لا بجد کل مجد
ولا جد بلا جد مجد

ہر ایک بزرگی کوشش سے ہے نہ جد سے۔ کسی جد کوشش کے بغیر بزرگی

حاصل نہیں ہوتی +

ایک روز مَیں آپ کی خدمت میں تھا۔ مجھے آپ اپنے ساتھ میرے بھائی شیخ برخوردار صاحب کے نئے مکان پر لے گئے۔ جب ملاحظہ کیا۔ تو دیکھا کہ شمال کی طرف پس پشت ایک دریچہ خانقاہ مقدس کے مقابل ہے۔ پوچھا۔ بیٹا! اس جگہ دریچہ کس واسطے رکھا؟ عرض کیا۔ ابا جان! اس واسطے کہ چونکہ یہاں سے عام لوگ گذرتے ہیں۔ انہیں دیکھنے کی خاطر رکھا ہے۔ تب صاحبزادہ موصوف کو رخصت کر کے آپ خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے رستے میں مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! جو کچھ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ کی خاطر کرنا چاہیئے۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر میرا فرزند یہ کہتا۔ کہ مَیں نے یہ دریچہ اس واسطے رکھا ہے۔ کہ اذان بسہولت سُن لوں۔ تاکہ نماز باجماعت ادا کر سکوں اور یہ کہ خانقاہ مقدس اور مسجد کی زیارت کر سکوں۔ اگر اس کی نیت ان کاموں کی ہوتی۔ تو یہ ساری عمارت اللہ تعالےٰ کے کام میں شمار ہوتی +

پھر مجھے فرمایا۔ بیٹا! میری عمر گذر گئی ہے۔ مَیں نے کوئی کام اللہ تعالےٰ کی رضامندی بغیر نہیں کیا۔ جو کیا اسی کے واسطے کیا +

آنحضرت کے مذکورہ بالا قول کے مطابق اور موافق یہ حکایت مشہور ہے۔ کہ دو بزرگ ایک دریا کے کنارے ایک دوسرے کے بالمقابل بیٹھکر ریاضت کیا کرتے تھے۔ ایک دریا کی اس طرف دوسرا اُس طرف اِن میں سے ایک شادی شدہ تھا! ایک روز اس نے اپنی بیوی کو کہا۔ کہ عمدہ کھانا تیار کر کے گرما گرم اس پاکباز زاہد کو جو دریا کی طرف رہتا ہے۔ کھلا آ +

وہ کھانا تیار کر کے لے آئی اور کہنے لگی۔ کہ مَیں نے اپنے مقدور کے موافق کھانا تو تیار کر لیا ہے۔ لیکن اس کا گرما گرم وہاں پہنچانا میری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ یا مجھے دریا میں سے گذرنا ہے۔ جس میں دیر بہت لگے گی۔ یا کشتی پر سوار ہو کر پار ہونا پڑیگا جو یہاں سے کافی فاصلے پر ہے +

اس نے کہا۔ دریا کنارے جاکر دریا کو میرا سلام عرض کر کے میری طرف سے کہنا کہ اے دریا! تجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ مَیں نے عورت سے کبھی صحبت نہیں کی اگر میرا یہ کہنا سچ ہے۔ تو مجھے رستہ دے۔ اس نیک دامن نے ایسا ہی کیا +

جب دریا کنارے پہنچکر سلام کے بعد پیغام پہنچایا۔ تو رستہ ہو گیا۔ اور وہ زاہد کی خدمت میں پہنچی۔ اور گرم گرم کھانا اس کے سامنے رکھا۔ جو اس نے کھا لیا۔ پھر رخصت کے وقت عرض کیا۔ کہ اے مردِ خدا آتی دفعہ تو میں خاوند کے وسیلے دریا سے بآسانی گذر آئی۔ اب جاؤں کیونکر۔ اس نے کہا دریا کنارے جاکر میرا سلام عرض کرنا۔ اور میری طرف سے کہنا۔ کہ تجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ میں نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔ اگر میرا یہ کہنا سچ ہے تو رستہ دے دے +

اس نیک دامن نے ایسا ہی کیا۔ اور دریا نے رستہ دے دیا۔ اور وہ صحیح سلامت خاوند کے پاس جا پہنچی۔ اور اس کے پاس مؤدب بیٹھکر کہنے لگی۔ اے خدا پرست مرد! تو میرا خاوند ہے۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ضرور مجھ سے مباشرت کرتا رہا ہے۔ دریا کی طرف جو پیغام تو نے دیا۔ وہ بالکل خلاف واقعہ تھا۔ لیکن پھر بھی دریا نے رستہ دیدیا اور گذر کر اس کے پاس کھانا رکھا۔ تو اس نے میرے سامنے کھایا۔ جب اس سے التجا کی تو اس نے یہ پیغام دیا۔ کہ دریا کو کہنا کہ جس نے کبھی نہیں کھایا وہ کہتا ہے کہ اگر میرا کہنا درست ہے تو رستہ دے۔ اس نے بھی جھوٹ ہی کہا۔ کیونکہ اس نے میرے سامنے کھانا کھایا یہ کیا بات ہے؟

اس کے خاوند نے کہا اصل معاملہ یہ ہے۔ کہ ہم دونوں سچے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ میں جو تم سے مباشرت کرتا ہوں۔ محض تمہاری حق ادائی کے لئے کرتا ہوں نہ کہ نفسانی خواہش سے۔ اور زاہد نے جو تمہارے روبرو روٹی کھائی۔ اس نے بھی دعوت قبول کی ہے۔ نفسانی خواہش سے نہیں کھایا۔ ہم دونوں کے یہ کام اللہ تعالےٰ کی خاطر تھے۔ اس واسطے ہم دونوں کے وسیلے سے دریا میں سے صحیح سلامت گذری۔

اللھم اجعلنا منھم بحرمت الصدیقین والشھداء والصالحین۔ آمین +

ایک روز آنحضرت اپنے دولتخانہ سے خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ وصیت کا موقعہ پاکر میں نے عرض کیا۔ ابا جان! توجہ فرمائیں۔ کہ میرا کام بن جائے۔ فرمایا! بیٹا! رشد کے طالب نہ بنو۔ میں نے تمہارے جدامجد یعنی اپنے والد بزرگوار سے اس بارے میں یہ سنا تھا + ؎

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش
این چنیں زیبا روش کم میشود اندر جہاں

اندر سے آشنا اور باہر سے بیگانہ بنا رہ - ایسا عمدہ طریقہ جہان میں بہت کم ہوتا ہے +

ایک روز مجھے آہ و بکا کرتے اور روتے دیکھ کر فرمایا ؎

در وداع دوست چشم اشکباری نکرد
چوں کباب پختہ گرد د گریہ کم ترمیکند

دوست کے وداع ہوتے وقت میری آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے - کیونکہ جب کباب پک جاتا ہے - اس میں سے پانی کم نکلتا ہے +

ایک روز میں حاضر خدمت تھا - کہ ایک درویش نے تنگی کے اندیشہ سے اپنے راز کے اسرار آنحضرت کی خدمت میں عرض کئے - کہ یا حضرت جس شخص کو غسل کی ضرورت ہو - اور اسی ناپاک حالت میں سو جائے - اور اس حالت میں اعلیٰ مقامات پر مشرف ہو - اور تجلیات کا مشاہدہ کرے - آپ نے فرمایا - وہ ناپاکی جسم کے متعلق ہے - اور یہ اسرار رُوح سے تعلق رکھتے ہیں - اور رُوح پاک ہوتی ہے - جس نے عروج حاصل کیا +

آنحضرت حسب معمول ایک حاجت مند کی کارروائی کے لئے حاکموں کی طرف ملتان گئے - آپ کے تشریف لے جانے کے بعد والدہ محترمہ سخت بیمار ہوگئیں یہانتک کہ قریب المرگ ہوگئیں - انہوں نے ہم سے کہا - کہ بیٹو! میں چاہتی ہوں کہ تمہارے والد ماجد کی خدمت میں قاصد روانہ کیا جائے - ممکن ہے کہ آخری وقت ان کی زیارت نصیب ہو جاوے - ہم نے ان کے فرمان کے مطابق قاصد روانہ کیا - قاصد رستے میں ہی آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوا - اور خط پیش کیا - مطالعہ کے بعد ایک خط ہماری طرف لکھ بھیجا - کہ بالفعل ہمیں اس ضروری کام سے فرصت نہیں - اگر زندگی باقی ہے تو ملاقات ہو رہے گی - اگر مقدر ہے - تو ضرور ملاقات ہوگی - ہم نے وہ رقعہ والدہ ماجدہ کو سُنایا - اس کے خاتمہ پر یہ شعر لکھا تھا ؎

در طریقت پیش سالک ہر چہ آید خیر اوست
در صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

طریقت میں سالک کو جو کچھ پیش آتا ہے - اس میں اس کی بہتری ہوتی ہے اے

دل سیدھی راہ پر چل کر کوئی گمراہ نہیں ہوتا +

جب قاصد رقعہ لایا اور ہم نے والدہ محترمہ کو سُنایا۔ تو معاملہ کے کشف اور ستارِ رضا کے بارے میں زار زار روئیں اور رضائے حق پر قائم ہوگئیں۔ شافی مطلق نے انہیں تھوڑے ہی عرصہ میں شفائے کامل عطا فرمائی۔ اور تنومند ہوگئیں +

ایک روز ہمارے بڑے بھائیوں نے ہم سے تشدد کیا۔ رات کو جب آنحضرت کے گھر میں تھے۔ اور ہم بھی حاضرِ خدمت تھے۔ آپ نے یہ بات سُنکر ہمیں فرمایا۔ کہ بیٹو! یہ ظاہر ہے کہ تمہارے بڑے بھائی تم سے اس واسطے خلش رکھتے ہیں۔ کہ تم اپنے جدامجد کی خانقاہ مقدس میں نہ رہو۔ اور وہ غالب آئیں۔ بیٹو! تمہارا جی نہیں چاہتا۔ ورنہ چونکہ ہر ذی روح نے موت کا مزا چکھنا ہے۔ مَیں تمہیں اس بات کا وثیقہ لکھدیتا ہوں۔ کہ میرے مزار کے متولی تم ہوگے۔ میری وفات کے بعد مجھے اٹھاکر وادی چولستان میں دفن کرنا۔ جو اسرار تمہارے جدامجد حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس میں ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ اسی قدر اس بندے کی قبر پر بھی ہونگے۔ ہم چونکہ آنحضرت کی زیارت کے از حد مشتاق تھے۔ آپ کی جدائی کا ذکر سُنکر زار زار روئے اور بے ہوش ہوگئے بات بھی یہیں تک رہی۔ آپ کی توجہات سے خانقاہ مقدس کی سجادگی اِن مسکینوں کو عطا ہوئی +

ایک روز آپ اپنے دولت خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ستر سرا کے درویشانہ مکان کی عمارت تیار ہو رہی تھی۔ ہمارے بڑے بھائی حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ جلالی مزاج تھے۔ اسم مقدس اللہ اللہ کا ذکر جہر کرتے ہوئے نعرہ مارتے تھے۔ آپ نے فرمایا بیٹا! اسم اللہ ذات کا ذکر اس طرح پر نہیں کرنا چاہیئے۔ انہوں نے نہ مانا۔ اور جواب دیا۔ کہ حضرت اگر آپ کی یہی مرضی ہے۔ تو ہم خدا کا نام ہی نہ لیں گے۔ آنحضرت نے بھی جواب میں یہ فرمایا۔ کہ بیٹا! کہتے ہیں۔ کہ شہباز ایک سال بعد پروردگار کا نام صرف ایک دفعہ اشتیاق سے لیتا ہے۔ تو اس کے تمام پروبال جھڑ جاتے ہیں ؎

چناں کن اسم را در جسم پنہاں
کہ حرف گردد الف در جسم پنہاں

اسم کو جسم میں اس طرح پوشیدہ کرو۔ جیسے کہ بسم میں الف پوشیدہ ہو جاتا ہے ۔

اس معاملہ کے موافق ایک روز یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک شخص نے شادی کی۔ ایک روز حرفت سے فارغ ہو کر گھر میں آیا۔ تو دیکھا کہ اس کی بیوی نہایت مکلف کھانا تیار کر رہی ہے۔ پوچھا یہ کیا۔ کہا۔ جب سے میں تیرے نکاح میں آئی ہوں۔ مَیں نے کبھی تجھے خدا کا نام لیتے نہیں سُنا۔ گذشتہ رات جب تو گہری نیند سویا ہُوا تھا۔ تو تیری زبان سے اللہ تعالےٰ کا نام نکلا۔ مَیں نے چونکہ عہد کر لیا تھا۔ کہ جب تیرے مُنہ سے اللہ کا نام سنوں گی۔ تو اس قدر طعام پکا کر راہ خدا میں مستحقوں کو کھلاؤں گی۔ اس لئے اب وہ کھانا تیار کر رہی ہوں۔ پوچھا ٹھیک تو نے سُنا ہے۔ اس نے کہا واقعی تیری زبان سے اللہ تعالےٰ کا نام سُنا ہے ۔

وہ مرد یہ سُنکر اندر جا کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ جس وقت کھانا تیار ہو گیا۔ اور عورت اُسے بلانے اندر گئی۔ تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ مرا پڑا ہے۔ کیونکہ اُسے افشاء راز سے شرم آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

اتفاقاً ایک بوڑی گھوڑی جو جوانی کے وقت بہت قیمتی تھی۔ میرے ہاتھ آئی۔ مَیں نے اُس کی از حد خدمت کی۔ کہ کسی طرح تیار ہو جائے۔ لیکن بے سُود۔ اس پر عمدہ زین ڈالکر سوار ہوتا ۔

ایک روز آنحضرت نے اس کا حال پوچھا۔ تو میں نے عرض کیا۔ یا حضرت! یہ موٹی تازی تو ہو گئی ہے۔ لیکن سات آٹھ میل چلنے کے بعد تھک جاتی ہے۔ اور سُست ہو جاتی ہے ۔

فرمایا۔ بیٹا! ہر ایک حیوان کا یہی حال ہے۔ کہ بڑھاپے میں بیمار ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ وہ کھاتا ہے۔ گویا ریت پر پانی ہے۔ صرف فقیر جس قدر بوڑھا ہوتا ہے۔ وہ زیادہ جوان ہوتا ہے۔ یعنی اس کی روح کی قوت زیادہ ہو جاتی۔ فقط ۔

مجھے شروع میں زراعت کا شوق بدرجہ غایت تھا۔ میں اپنے ہاتھوں سارا کاروبار مزدوروں کے برابر کیا کرتا تھا۔ اور رات آنحضرت کی خدمت میں بسر کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے بیان کیا۔ کہ ایک نیک بخت نے خواب میں دیکھا کہ میدان قیامت

قائم ہے۔ اور نیکیاں بدیاں تل رہی ہیں۔ ایک شخص کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگیا۔ وہاں وہ زمین موجود تھی۔ جہاں ہل چلایا کرتا تھا۔ اس شخص نے اس زمین سے ڈھیلے اُٹھا اٹھا کر پلڑے میں رکھنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ اور اُسے نجات ہوگئی +

جب اس بیان کنندہ شخص کی نیکی بدی وزن کرنے کا موقعہ آیا۔ تو اُسے بھی وہی صورت پیش آئی۔ اس نے بھی پہلے شخص کی طرح ڈھیلے اُٹھا کر پلڑے میں رکھنے چاہے۔ جب اس نے ڈھیلے کو ہاتھ لگایا۔ تو فرشتہ نے جھٹ اس کے ہاتھ پر کوڑا مارا۔ کہ وہ ڈھیلا اس کے ہاتھ سے گر پڑا +

وہ یہ تکلیف اٹھا رونے لگا۔ اور اُس نے عرض کیا۔ کہ میں بھی تو پہلے شخص کی طرح ڈھیلے اُٹھاتا تھا۔ اے خدا کے فرشتے! تو نے مجھے سزا کیوں دی +

فرشتے نے کہا۔ اے مرد! وہ پہلا شخص اپنے ہاتھوں سے زراعت کیا کرتا تھا۔ اور یہ ڈھیلے اس کے ہاتھ کے ہل چلانے سے پیدا ہوئے۔ اس نے اپنے نیک عمل سے پلڑے کو بھاری کر لیا۔ تو نے کوئی کام نہیں کیا۔ ہل نہیں چلایا۔ تو بیہودہ کیوں اس کا رشک کر کے اس کی نقل کرتا ہے +

تجھے ڈھیلے اُٹھا کر نیکیوں کے پلڑے میں رکھنے کی اجازت کیونکر حاصل ہوسکتی ہے۔ وہ بیان کنندہ شخص کوڑے کی چوٹ سے کانپ اُٹھا۔ اور بیدار ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس کے ہاتھ کی ایک انگلی گر گئی۔ مدت تک اس زخم سے تکلیف اُٹھاتا رہا +

بعد ازاں کاشتکاری شروع کی۔ اور ہل بکثرت چلایا کرتا تھا۔ اس کی اصلی مراد یہ تھی۔ کہ کسی طرح میرے ہل چلانے سے ڈھیلے زیادہ ہوں۔ خواہ کھیتی ہو یا نہ ہو +

وہ شخص جب تک زندہ رہا۔ ہل چلانے کے سوا اور کوئی کام نہ کیا۔ آنحضرت نے اس کا نام بھی لیا تھا۔ جو میری یاد سے اتر گیا۔ آپ نے اسے بچشم خود دیکھا تھا +

دوستو! یہ ظاہر ہے۔ کہ کھیتی باڑی عین حلال اور سب سے پہلا کسب ہے۔ یہی آدم علیہ السلام ابوالبشر کا عمل تھا +

میں ملتان کی مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد حاضر خدمت تھا۔ اور آنحضرت عشائین کے اوراد میں مشغول تھے۔ میں نماز اور نوافل سے فارغ ہو کر دل میں اپنے نزدیکی رشتہ داروں

کے حق میں دعا مانگ رہا تھا۔ آپ نے نوافل کا سلام دے کر مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! تو اپنی دُعا ان شخصوں کے لئے دعا مانگنے میں ضائع کر رہا ہے۔ جن کے حق میں دُعا قبول ہی نہیں ہوتی تمہاری نسبت مجھ پر زیادہ واجب ہے کہ ان کے حق میں دعا کروں۔ اگرچہ میری دُعا کبھی رد نہیں کیا۔ لیکن جن چار شخصوں کے لئے تو دُعا مانگ رہا ہے۔ ان کے بارے میں صریحاً مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ ان کے حق میں دُعا نہ مانگنا +

پھر آپ نے ایک ایک کا نام لیا۔ اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ فقط۔ تو اس بات کا ہرگز سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں +

آنحضرت میں ایسی روحانی قوت تھی۔ کہ جس کام پر آپ کی روحانی توجہ ہوتی۔ اس کی ماہیت اسی وقت متجلی ہو جاتی +

چنانچہ کابل کے بادشاہ محمود درانی کا وزیر عثمان خاں ولد وزیر حبیب اللہ خاں جو آنحضرت کا محب تھا۔ شہر بھکر میں باغ دلکشا کی سیر آنحضرت کے ساتھ کر رہا تھا۔ جب سیر کرتے کرتے ایک سیب کے درخت کے پاس پہنچے۔ تو اُسے ایسی حالت میں دیکھا۔ کہ اس کے پھول گرتے تھے۔ اور پھل لگ رہا تھا۔ وزیر عثمان خاں شاہ نے ایک فرد مناسب حال پڑھی +

اس وقت کو بہت عرصہ گذر گیا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے۔ جب میں بچہ تھا۔ اور بہاولپور میں آپ کے ساتھ تھا۔ تو وہی موسم تھا۔ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ آنحضرت باغ کی سیر کو گئے۔ اور درختوں کو اسی حالت میں پایا۔ کہ ان کے پھول گر رہے تھے۔ اور پھل بندھ رہے تھے۔ آپ کو اس وقت وہی گذشتہ وقت یاد آیا۔ جبکہ وزیر عثمان خاں کے ساتھ باغ دلکشا کی سیر کو گئے تھے۔ مگر وہ شاہ فرد مناسب وقت جو وزیر موصوف نے کہی تھی۔ یاد سے اُتر گئی۔ آپ نے خیال کیا۔ کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ شاہ فرد بھول گئی۔ جب رات کو آپ نے آرام کیا۔ اور تہجد ادا کرنے کے لئے اُٹھے۔ تو فرمایا۔ بیٹا! میں نے عجب اسرار دیکھا ہے کہ مدت ہوئی۔ شہر بھکر میں وزیر عثمان کے ساتھ باغ دلکشا کی سیر کر رہا تھا۔ اور سیب کے اسی درخت کے پاس پہنچا۔ تو وزیر عثمان خاں نے وہی شاہ فرد مناسب حال کہی تھی اور مجھے یاد رہی۔ وہ یہ ہے ؎

شگوفہ برگ ریزاں است بلبل شد ازاں حیراں

درختاں بارے بندو گل عزم سفر دارد

شگوفے کے پتے گر رہے ہیں۔ بلبل اس واسطے حیران ہے۔ کہ پھول سفر کا ارادہ کرتا ہے اور درخت بوجھ باندھ رہے ہیں (پھل لگ رہا ہے) +

ایک روز جھنگ سیال میں صوفی علماء کی مجلس میں خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ کے حسب ذیل شعر کی بابت بحث ہو رہی تھی ؎

تا چہ بازی رُخ نماید بیذقے خواہیم راند
عرصۂ شطرنج رنداں را مجال شاہ نیست

صوفی لوگ اس کی کئی تاویلیں کرتے تھے۔ لیکن آپ خاموش تھے۔ جب صوفیوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ حافظ صاحب نے اعلیٰ استعاروں کو چھوڑ ادنیٰ درجے کا استعارہ اختیار کیا۔ یعنی رُخ۔ وزیر۔ فیلہ اور گھوڑے کو چھوڑ بیذق اختیار کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ صاحبو! مجھے شطرنج کی خبر تو نہیں۔ ہاں اتنا ضرور معلوم ہے۔ کہ مخالف کے غلبہ کے وقت تمام نردوں کو مختلف خانوں میں چلایا جاتا ہے۔ شطرنج کے خانوں میں مختلف مُہرے پھرتے ہیں۔ کبھی آگے بڑھتے ہیں۔ کبھی پیچھے ہٹتے ہیں۔ اور مُہرے سب پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ لیکن بیذق پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اگر جنگ کے وقت چلے۔ تو آگے کی طرف چلتا ہے۔ اگر زور پڑے تو ثابت قدم ہو جاتا ہے۔ لوٹتا کسی طرف بھی نہیں۔ علاوہ بریں جنگ جب شدت کی ہوتی ہے۔ تو سوار بھی پیادے ہو جاتے ہیں اور پیادگی کی حالت میں لڑائی بہت سخت ہوتی ہے۔ فقط +

علماء اور صوفیاء مان گئے۔ مگر آپ کے دل میں خدشہ رہا۔ کہ مَیں نے صوفیوں کو جو جواب دیا ہے۔ وہ عقلی ڈھکوسلا تھا۔ معلوم نہیں۔ مؤلف علیہ الرحمۃ کی اصلی مراد کیا ہے۔ واللہ اعلم مصنف نے بیذق رانی کس واسطے کی +

جب رات ہوئی۔ اور آپ سوئے۔ تو آپ نے حافظ شیرازی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا۔ جو سلام کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ صاحب! بیذق رانی کی جو تعبیر آپ نے کی ہے درست ہے۔ والسلام +

آنحضرت کا معمول تھا۔ کہ کھانا کھاتے وقت اگر اپنے خاندان کے چھوٹے بچے موجود ہوتے تو ان کے ساتھ ملکر کھانا کھاتے +

ایک روز آپ کے پوتے یعنی شیخ حافظ صالح محمد کے فرزند نور محمد کو بلا ہاتھ منہ صاف کئے اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں شامل کر لیا۔ مجھے بھی حکم دیا۔ کہ آؤ بیٹا کھانا کھالو۔ مجھے یہ دیکھ کر ملال آیا۔ کہ آپ مستوں کا سا کام کرتے ہیں۔ کہ ایک نادان بچے کو جسے پاکی پلیدی کی کوئی خبر نہیں۔ اور جا بجا ہاتھ مارتا پھرتا ہے۔ اُسے بلا ہاتھ دھلائے اپنے ساتھ کھانا کھانے میں شامل کر لیا ہے۔ میں تو جان بوجھ کر ایسی کھانے میں ہم نوالہ نہیں ہوتا۔ میں نے عذر پیش کیا۔ اور کھانا نہ کھایا +

مدت بعد عالم علم ربانی صاحب انوار جمالی و جلالی حضرت امام محمد غزالی قدس سرہ کی کتاب فیض انتساب "کیمیائے سعادت" کا مطالعہ کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معصوموں کو بلوا کر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ باطن معلوم ہو جاتا کہ اس معصوم کے ہاتھ پاک ہیں۔ تو ہاتھ دھلائے بغیر اسے اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں شامل کر لیتے۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا۔ کہ چونکہ ہمارے حضرت صاحب اخلاق محمدیؐ سے متخلق ہیں۔ اور نور محمدی سے آپ نے پرورش پائی ہے۔ اس لئے آپ سنت نبویؐ پورے طور پر ادا کرتے ہیں یعنی اس دن آپ نے نور باطنی سے معلوم کر لیا تھا۔ کہ نور محمدؐ کے ہاتھ پاک ہیں۔ اس واسطے بن دھلائے اسے اپنے ساتھ کھانا کھانے میں شامل کر لیا۔ تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اتباع حاصل ہو +

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص چھوٹے بچوں سے مِلکر کھاتا ہے۔ وہ بھوکا اور تنگدست نہیں ہوتا۔ یعنی رزق کی تنگی نہیں دیکھتا +

قاضی مولوی غلام محمد علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک روز فرمایا۔ کہ بھائی سلطان حامد! ایک روز میں آپ کے والد ماجد کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور آپ کھانا کھا رہے تھے۔ مجھے خیال آیا۔ کہ اگر آنحضرت اپنا پس خوردہ مجھے تبرکاً عطا فرمائیں۔ تو میری عین سعادت ہے +

آپ بڑی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ جب آپ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ قاضی! ہمارا جی چاہتا ہے۔ کہ میں اپنا پس ماندہ طعام تجھے دوں۔ اگر تیری مرضی ہو۔ تو میرے سامنے کھالے۔ قاضی نے فی الفور اپنی مراد کے موافق حکم کی تعمیل کی۔

اور شکریہ بجالایا +

حضرت صاحب چونکہ حجرہ میں تھے۔ قاضی صاحب نے حجرہ سے نکل اپنی مراد کے پورا ہونے کا شکریہ کا اظہار مجھ سے کیا۔ کہ آنحضرت نے علم باطنی سے میرے خیال سے واقف ہوکر اپنا پس خوردہ عطا فرمایا۔ اور مجھے کامیاب فرمایا۔ فقط +

شمالی ملک سے سجادہ نامی ایک نوجوان طالب وارادت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے منظور فرماکر اپنی خدمت کے لئے رکھا۔ جو ہر وقت حاضر خدمت رہتا تھا +

آخر وہ بارگاہ الٰہی کا مقبول اور صاحب احوال ہوگیا۔ جو کچھ آنحضرت کی صحبت و خدمت میں اُسے حاصل ہوا۔ آنحضرت کی وفات کے بعد جب اس سے آپ کے حالات دریافت کئے۔ تو اس نے کہا۔ میں ایک روز ملتان میں حاضر خدمت تھا۔ ظہر کا وقت اور پوس کا مہینہ تھا۔ مجھے فرمایا۔ کہ سجادہ آج تم مدال گاؤں میں پہنچ جاؤ۔ اور صبح موضع فاضل شاہ میں جاکر سید گل جہانیاں کو ہمارا اسلام دے کر اپنے ساتھ یہاں لے آؤ +

جب میں ملتان سے نکل حضوری باغ پہنچا۔ تو وہاں عصر کی نماز ادا کر کے اپنی راہ لی۔ ابھی چند قدم گیا تھا۔ کہ ایک عجیب سبزہ گھوڑی کا سوار آ پہنچا۔ میں نے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ کہا۔ میں گڑھ مہاراجہ جاتا ہوں۔ آنا ہے تو آؤ۔ میں اس کے پیچھے دوڑا۔ لیکن وہ آنکھوں سے غائب ہوگیا۔ اسی اثنا میں شام ہوگئی۔ اور میں ایک کنوئیں پر پہنچا۔ اور مسجد میں جاکر نماز ادا کی۔ جب میں مسجد سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں ایک گاؤں کے قریب کھڑا ہوں۔ میں نے گاؤں کا نام پوچھا۔ تو کہا۔ مدال۔ میں اللہ اللہ کہتا ہوا متعجب رہ گیا۔ کہ میں ملتان سے کوئی تیئس چوبیس میل نکل آیا ہوں۔ اور وقت بھی کوئی اتنا نہیں گذرا +

وہ سبزہ سوار جو میرے پیچھے سے آیا تھا۔ اُسے بھی نہ پہچانا۔ میں اس کے پیچھے بہتیرا دوڑا۔ لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچا۔ اس سوار نے اتنا کہا تھا۔ کہ میں گڑھ مہاراجہ جاتا ہوں۔ تو بھی میرے پیچھے آجا۔ یہ کرشمہ خاص آنحضرت کا ہے کہ اپنا نام اور مقام بتایا۔ اور کرشمہ کرامت سے فاصلہ طے کرایا۔ اور خود پوشیدہ چلے گئے فقط +

رات مدال کی مسجد میں رہا۔ اور صبح موضع فاضل شاہ میں پہنچکر آپ کے حکم کے مطابق سید گل جہانیاں کو ملتان لے آیا +

نیز سجادہ مذکور بیان کرتا ہے۔ کہ ایک روز آنحضرت نے مجھے رنگپور بھیجا۔ میں آپ کا فرمان بجا لاکر واپس حاضر خدمت ہو رہا تھا۔ کہ رات احمد پور سیال میں میاں احمد دھوبی کی مسجد میں بسر کی۔ میاں احمد آپ کا مرید تھا۔ اس نے میری خاطر تواضع نہ کی۔ روٹی کے چند خشک ٹکڑے لایا۔ میں نے خورد سالی اور کم حوصلگی کے سبب نہ لیئے اور بھوکا ہی سو گیا۔ ابھی کچھ رات باقی تھی۔ کہ اُٹھ کر راہ لی۔ اشراق کے بعد ڈیرہ میں آکر قدمبوسی حاصل کی۔ آپ نے منشی ہوونہ ل کو فرمایا۔ کہ کسی کے ہاتھ مسمات دائی مٹھو رات کی امانت منگالو۔ فوراً حلوا اور روٹی پیالے میں ڈال حاضر خدمت کیا گیا۔ فرمایا یہ تیرا حصہ ہے۔ چٹ کر جا +

میں نے ہوونہ ل سے پوچھا۔ کہ اسے میرا حصہ کیوں فرمایا؟ اور کس واسطے میرے لیئے رکھا۔ ہوونہ ل نے دائی مذکور سے پوچھا۔ اس نے کہا۔ یہ حلوا اور ایک روٹی جو دست مبارک سے پیالے میں ڈال مجھے فرمایا۔ کہ اے دائی مٹھو! آج رات سجادہ فقیر میاں احمد دھوبی کی مسجد میں بھوکا سویا ہوا ہے۔ صبح بھی بھوکا ہی آئے گا۔ اس کے واسطے رکھ چھوڑ دو۔ فقط +

آخری عمر میں آنحضرت کی چشم مبارک میں پھنسی نکل آئی۔ جس سے اتنی تکلیف ہوئی کہ وہ پھٹ گئی۔ میں ان دنوں سفر میں تھا۔ جب واپس آیا۔ تو والدہ محترمہ نے پوشیدہ طور پر مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! اپنے والد ماجد کی قدمبوسی کرتے وقت اظہار افسوس کرنا۔ کیونکہ انہوں نے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ اور ایک آنکھ کو بھی نقصان عظیم پہنچا ہے +

مجھے سُنکر سخت قلق ہوا۔ جب زیارت کی۔ اور آنکھ کی حالت پوچھی۔ تو آنکھ پر سے پٹی اتار مجھے دکھلائی۔ میں نے دیکھا۔ کہ آنکھ کا کونا پھولا ہوا ہے۔ اور مردم چشم نیچے کو بیٹھ گیا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر میں اور بھی مغموم ہوا +

میں نے عرض کیا۔ حضرت! چشم مبارک میں غیر پڑ گیا ہے۔ فرمایا نہیں نہیں یہ غیر نہیں۔ عین ہے۔ یہ چونکہ دوست کی طرف سے ہے۔ اس لیئے اس کی مہربانی ہے۔ فرمایا۔ بیٹا! کیوں غم کرتے ہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔ لیکن اس سے ان کے درجے میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ ہر کام میں اللہ تعالےٰ کی حکمت ہوتی ہے +

آنحضرت کی روحانی صفات و قوت کا ذکر ہے۔ کہ آنحضرت کا پوتا شیخ شرف الدین ولد شیخ محمد زبیر علیہما الرحمۃ چودہ سال کی عمر میں بحالت طالب علمی تقدیر الٰہی سے فوت ہو گیا جو از حد حسین تھا۔ آپ کو بہت رنج ہوا۔ اور مجلس خاص میں فرمایا۔ کہ فلاں وقت شرف الدین فلاں لباس میں میرے پاس آیا۔ اور یہ یہ باتیں کر کے چلا گیا +

اسی بارے میں ایک یہ واقعہ ہے۔ کہ حضرت حافظ غلام محمد علیہ الرحمۃ کا ایک فرزند جس کا قد سرو سہی کی طرح تھا۔ اور شکل و صورت بدر منیر کی طرح تھی۔ تیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ آپ نے بدرجہ غایت غم کیا۔ اور اس کے اخروی معاملہ کے بارے میں فکر کرتے رہے۔ بظاہر تو ماتم کے فرش پر تھے۔ لیکن باطن میں اس طرف دھیان تھا۔ دو دن رات بعد مجھے بلا کر فرمایا۔ کہ بیٹا سلطان حامد! مجھے حافظ غلام محمدؒ کی وفات کے بعد بائیس پہر تک نیند نہیں آئی میں اس فکر میں تھا۔ کہ وہ نوجوان لاڈ بالی مزاج صاحبزادگی میں دنیا سے گذر گیا ہے۔ واللہ اعلم آخرت میں اس سے کیا سلوک کیا گیا ہے۔ اور اس کی کیا حالت ہوئی ہے +

مَیں اسی فکر میں تھا۔ کہ حافظ غلام محمدؒ سُرخ پوشاک پہنے آیا۔ اور اس نے مجھے تسلی دے کر کہا۔ کہ جب غسل و کفن سے پہلے آپ نے شفقت و رحمت پدری کی نگاہ سے مجھے دیکھا اور میری آنکھوں کی طرف نگاہ کی۔ اس سے پہلے تو مجھے تکلیف ہوئی۔ لیکن پھر آپ کی نظر شفقت کے سبب اللہ تعالےٰ نے مجھے بخشدیا۔ یہانتک کہ نماز جنازہ کے وقت مَیں آپ کے ساتھ تھا +

مَیں آپ کے واسطے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ کہ آپ کو اس بارے میں تسلی ہو۔ اور آپ آرام کریں۔ اتنا کہہ کر وہ چلا گیا فقط +

پھر آپ نے فرمایا۔ اے سلطان حامد! میرے لئے چارپائی لاؤ۔ تاکہ میں لیٹ جاؤں۔ مَیں لایا۔ اور آپ نے آرام کیا +

پُرانے خلیفوں میں سے خلیفہ خیر محمدؒ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی پھلواڑی کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ عاشق باللہ۔ باصفا۔ زاہد اور رند باخدا تھا۔ ہر وقت غلبۂ شوق سے مزار منور کو پھولوں سے آراستہ رکھتا تھا۔ اور پروانوں کی طرح مزار مبارک کے گرد پھرتا تھا۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی رَو جاری رہتی تھی۔ انہیں جذبات و خدمات میں

عمر بسر کردی تھی۔ آنحضرت اس پر ناراض ہوئے۔ تو اُسے رُخصت کر دیا۔ خلیفہ مذکور دو میل کے فاصلہ پر گڑھ مہاراجہ میں جا مقیم ہوُا۔ وہاں پھُول وغیرہ بہت میسّر ہوئے۔ ہر روز پھُولوں کا ٹوکراں بھر کر حضور میں لاتا۔ اور بدستور دربار اور مزار کو آراستہ کرتا۔ اور جس طرح پہلے خدمت کیا کرتا تھا۔ اسی طرح اب بھی غلاف و طاؤس کو سجاتا۔ اور پھر اپنے ٹکانے چلا جاتا۔ روز مرہ اس کا یہی کام تھا +

ایک روز حسب معمول پھول لا رہا تھا۔ کہ مَیں نے رستے میں سردی اور بخار کی وجہ سے اُسے لاچار دیکھا۔ مجھے اس کی حالت پر رحم آیا۔ مَیں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ ابا جان! آج مَیں نے خلیفہ کو بہت بیمار اور لاچار دیکھا ہے۔ اس میں آنے جانے کی طاقت نہیں۔ آپ اُسے پھر خانقاہ میں لے آئیں۔ اور یہیں رہنے کی اجازت عطا فرمائیں +

آپ نے فرمایا۔ بیٹا! ہمارا اپنا اختیار ہے خواہ کسی کو خانقاہ میں رہنے دیں یا رُخصت کر دیں۔ خیر محمد کو ہم یہاں رہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ جب تک ہم زندہ ہیں۔ وہ یہاں رہنے نہیں پائے گا۔ میرے بعد تم اُسے لے آنا۔ مگر جب وہ یہاں مقیم ہو گا۔ اپنے پاس ایک عورت رکھے گا +

مَیں نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوُا۔ کہ خلیفہ مذکور مزارات سے فارغ ہو کر حویلی حضور کے مشرقی دروازہ سے باہر جا رہا تھا۔ اس وقت لنگر شریف کے لئے کھانے کی ایک دیگ تیار ہو رہی تھی۔ مَیں نے خلیفہ کو کہا۔ کہ ایک گھڑی ٹھیر جاؤ۔ تاکہ لنگر سے اپنا حصہ لے جاؤ۔ میرے اصرار سے خلیفہ مذکور نے چند مرتبہ بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ مگر حکمت الٰہی سے بیٹھ نہ سکا۔ آخر چلا گیا +

ہم نے والد بزرگوار کی وفات کے بعد خلیفہ مذکور کو خانقاہ میں لے آئے۔ اُس نے یہیں رہنا اختیار کیا۔ چونکہ آنحضرت کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ خلیفہ مذکور نے باوجود کمزوری اور بڑھاپے کے ایک کھوسٹ بڑھیا سے شادی کر لی۔ جو مجذوب تھی۔ اور دن رات اسم اللہ ذات کے ذکر میں مشغول رہتی تھی۔ اور اُسے اپنے مکان میں جگہ دی اور ہر طرح سے آنحضرت کا فرمایا ہوُا پورا ہوُا +

میں ملک راوی اور بار کے علاقے کی طرف کو جا رہا تھا۔ پہلے میرا کار خیر میرے

جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے خاندان میں ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے علاقے میں ہؤا تھا۔ آنحضرت کسی سے مشورہ کیئے بغیر اس ملک میں تشریف لے گئے۔ اور میری شادی کی میعاد تین مہینے مقرر کر کے واپس تشریف لائے۔ تو فی الفور اپنے خادم خاص میاں رمضان کو سوار کر کے میرے پیچھے روانہ کیا۔ وہ میری تلاش کرتے کرتے بار میں میرے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا۔ کہ آپ سیر کر رہے ہیں۔ اور حضرت صاحب آپ کی شادی کا وقت بھی مقرر کر آئے ہیں۔ آپ سوار ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ کیونکہ میعاد تھوڑی باقی ہے۔ میں سُن کر حیران رہ گیا۔ اور سوار ہو چند روز بعد آنحضرت کی قدمبوسی حاصل کی +

آپ نے خوش ہو کر مرحبا فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ رمضان فقیر جو کچھ کہتا ہے۔ یہ کیونکر ہے۔ مجھے یہ ضروری کام سے روک لایا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! جو کچھ کہتا ہے ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ ایک مہینہ گذرا ہے کسی کو خبر تک نہ تھی۔ نہ کوئی مشورہ ہؤا۔ دفعۃً آپ تھوڑا عرصہ مقرر کر آئے۔ اس تھوڑے عرصے میں شادی کا سامان کیونکر مہیا ہو سکتا ہے +

فرمایا۔ بیٹا! روپے سے ہر چیز بآسانی مل سکتی ہے۔ تم ملتان جاؤ۔ وہاں فلاں شخص کے پاس نقدی ہے۔ اس سے لے کر جو ضروری سامان ہے وہ ملتان سے ایک ہفتہ میں تیار ہو سکتا ہے۔ اور تمہارا بھائی حافظ صالح محمد یہاں مکان کی تیاری کرے گا۔ مجھ سے اور تو کچھ نہیں ہوتا۔ صرف چولستان سے بھیڑ بکری لاؤں گا +

جب آپ ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے واپس آرہے تھے۔ تمام دوستوں کو جو رستے میں تھے شادی کی تاریخ کی اطلاع دیتے آئے۔ اور میرے آنے سے پہلے اطراف و جوانب کے دوستوں کی طرف دعوت شادی کے رقعے لکھدیئے۔ یہ سنکر میرا دل اور بھی کڑھا۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ نے اتنی جلدی کیوں کی۔ فرمایا۔ بیٹا! تمہیں معلوم ہے کہ اب میری عمر تھوڑی رہ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی اپنے ہاتھوں سے کروں +

میں نے عرض کیا۔ بجا فرماتے ہیں۔ لیکن درویشی طریق کے موافق کرنی چاہیئے۔ فرمایا بیٹا! یہی میری آخر خوشی اور مراد ہے۔ میرا دل یہی چاہتا ہے۔ کہ شادی ہو۔ اور دھوم دھام سے ہو +

میں سُنکر خاموش ہو رہا۔ اور ملتان جاکر تمام مطلوبہ چیزیں حسب الحکم خرید لایا۔

میرے آنے سے پہلے بہت دوست اور رشتہ دار شادی کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ہم توکل بخدا شادی کا کام سرانجام کرنے لگے۔ رستے میں آپ کی طبع مبارک علیل سی ہوگئی +

جب ساتویں منزل پر پہنچے۔ تو آنحضرت میں اتنی طاقت نہ رہی۔ کہ مجلس میں بیٹھ سکیں۔ حجرہ میں چارپائی پر لیٹے رہتے۔ نکاح کے موقع پر فقیر رمضان پر تکیہ لگا تھوڑی دیر تبرکاً نکاح کی مجلس میں بیٹھے۔ اور پھر حجرہ میں چلے گئے +

مجھے شگن شگون کے لئے بھائی حافظ صالح محمد اور عزیزوں کے ساتھ بستر سرا مجھے کے اندر بھیجا۔ بیرونی دروازے کے فرش پر مجلس قائم کر رکھی تھی۔ مجھے عورتیں اندر لے گئیں۔ جہاں عورتوں کی مجلس تھی۔ میں عین شگون کے وقت اچانک مدہوش ہوگیا۔ کیونکہ آنحضرت نے از راہ شفقت مجھے توجہ دی تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔ اور چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ جسم پسینے میں غرق۔ دل بے قرار۔ میری خفقانیوں کی سی حالت ہوگئی۔ اس حال سے بے خبر عورتیں چہ میگوئیاں کرنے لگیں۔ متعجب ہوکر کہتی تھیں کہ اسے کیا ہوگیا۔ میں بہتیرا چہرے پر نقاب ڈالتا۔ کہ سوائے حضرت صاحب کے کسی کو نہ دیکھوں۔ اور بھید چھپا رہے لیکن ۔ مصرعہ

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

وہ بھید کیونکر پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ جس کے بارے میں محفلیں بنائی جائیں +

مطلب یہ کہ مجھے جذبہ توجہ سے اپنی طرف کھینچا۔ میں منہ چھپائے گذر گیا۔ اور جا کر آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور بیہوش ہوگیا +

آپ چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ تجاہل عارفانہ کے طور پر رمضان خادم سے پوچھا۔ کہ کون ہے؟ اس نے عرض کیا۔ صاحبزادہ سلطان حامد ہیں۔ سلام کے لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں +

آپ نے ترحم میں آکر فرمایا۔ کہ جو کچھ ہمارے پاس تھا۔ وہ ان کے سپرد کر دیا۔ اب ہمارے پاس اور کچھ نہیں۔ ہاں صرف ایک چیز ہے۔ رمضان مجھے اٹھا کر بٹھانا۔ اس نے سر اور پہلو کی طرف سے سہارا دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہمارے پاس دعا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور پھر لیٹ گئے۔ مجھ گنہگار پر جو حالت گذری سو گذری۔ فقط +

دوسرے روز وہاں سے رخصت ہو کر گھر کی طرف پھرے۔ تو حضرت صاحب میں گھوڑے کی سواری کی طاقت نہ رہی۔ آپ کجاوہ میں ایک طرف سوئے۔ اور دوسری طرف میں۔ اور فقیر رمضان ہماری خدمت میں تھا۔ ہم منزل بمنزل آرہے تھے۔ لیکن کچھ خوشی نہ تھی۔ کیونکہ آنحضرت کی طبیعت زیادہ علیل تھی۔ حتیٰ کہ نہ کچھ سنتے نہ فرماتے۔ اٹھا کر کجاوا میں رکھتے۔ اور اٹھا کر کجاوہ سے نکال چارپائی پر لٹاتے +

جب ہم آخری منزل پر پہنچے۔ تو صبح میری اہلیہ کی طرف سے مسمات دائی غلام فاطمہ نے آپ کو آواز دی۔ کہ یا حضرت آپ کے بھائی کی بیٹی آپ کی خیر و عافیت پوچھتی ہیں۔ اس کے آواز دیتے ہی آپ نے چہرہ پر سے نقاب اٹھا فرمایا۔ کہ میرے بھائی یار محمد کی بیٹی میرا حال پوچھتی ہے۔ دایہ نے عرض کیا، جناب ہاں۔ فرمایا۔ دایہ تم جا کر اسے کہو بیٹی! خوش ہو جاؤ۔ اگرچہ میرا وقت قریب آگیا ہے۔ لیکن تاہم اللہ تعالیٰ نے مجھے اور مہلت عنایت فرمائی ہے۔ تاکہ تجھے یہ طعن نہ ہو۔ کہ تیرا قدم بڑا منحوس تھا۔ کہ تیرے آنے سے غلام باہو مرگیا۔ جاؤ اسے تسلی دو +

آپ نے یہ کلمات بھی کئی روز بعد فرمائے۔ آخر منزل بمنزل جب آخری منزل خیر انوالہ میں کی تو یہ بندہ (شیخ سلطان حامد مصنفؒ) اور میرے بھائی حافظ صالح محمد رات کے آخری حصہ میں حاضر خدمت ہوئے۔ تو فرمایا۔ بیٹا! لوگوں کے لئے روٹی تیار ہو چکی ہے۔ عرض کیا۔ تیار ہے۔ فرمایا۔ فوراً تقسیم کر تاکہ کھالیں +

پھر ہم نے مزاج پرسی کی۔ تو فرمایا۔ بیٹا خیریت ہے۔ میرے دل میں وسوسہ پڑ گیا۔ کہ اہل اللہ ہر وقت خیریت میں ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم آپ نے یہ الفاظ کس لحاظ سے فرمائے ہیں۔ اسی وقت آپ نے فرمایا۔ بیٹا! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخشی ہے تمہارے جد بزرگوار اور میرے فرزند محمد زبیر علیہما الرحمۃ ابھی آئے۔ اور تمہارے جد امجد نے مجھے فرمایا کہ ناراض نہ ہو۔ تمہاری خیریت نے مجھ سے دیر کرائی۔ اب ہم آتے ہیں۔ جلدی کرو۔ روٹی کھلاؤ۔ اور برات کو تیار کرو +

بیٹا! جب کبھی تمہارے جد بزرگوار آتے ہیں۔ تو میری حالت اچھی ہو جاتی ہے۔ جا کر جلدی تیار ہو جاؤ +

ہم نے آپ کے فرمان کے مطابق کیا اور اونٹ کجاوہ بھی تیار کر دروازے پر

لا بٹھایا۔ پہلے تو یہ حالت کہ دو دو تین تین آدمی مل کر آپ کی کروٹ بدلا کرتے تھے۔ یا اب یہ حالت کہ آپ نے فرمایا۔ ٹوپی چادر مجھے دو۔ چنانچہ روئی دار ٹوپی سر پر رکھی۔ اور چادر کندھوں پہ۔ روئی دار فرغل پہنا۔ اور کمر بستہ ہو کر فرمایا۔ کہ میرا عصا لاؤ۔ ہم ہاتھ پکڑنے کے ارادہ سے آگے بڑھے۔ تو فرمایا نہیں نہیں عصا دو۔ اور ہٹ جاؤ۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ عصا ہاتھ میں لے کر اٹھے۔ اور ڈاڑھی مونچھ ہاتھ سے سنوار جوانوں کی طرح اچھل سواری کے ارادہ سے باہر آئے۔ اور پوچھا سواری کہاں ہے میں نے کہا حضرت اونٹ کجاوا حاضر ہے۔ فرمایا دور کرو۔ میں نے کبھی اونٹ کی سواری کی ہے کہ تم اونٹ لے آئے ہو۔ میری سیاہ گھوڑی لاؤ۔ وہ گھوڑی تیز رفتار تھی۔ آپ کسی کی مدد بغیر خود سوار ہوئے۔ جب زین پر بیٹھے تو کہا میرا ساتھی لاؤ۔ اپنے پوتے صاحبزادہ محمد بخش معصوم کو اپنے پیچھے بٹھا کر رومال سے اُسے اپنی کمر سے باندھ لیا۔ اور تمام سواروں سے آگے آگے چلنے لگے ؂

ہم ظہر کے وقت چولستان سے نیچے ملک جناب کے کپوری گاؤں میں پہنچے۔ فرمایا۔ کہ ہر شخص نماز ادا کرلے مجھے اپنے کپڑوں اور بدن پر شک ہے۔ میری نماز نہیں ہوتی ؂

وہاں پر مسکین۔ مطرب اور رنڈیاں بہت جمع ہو گئیں۔ کیونکہ انہوں نے سُنا ہوا تھا۔ کہ آپ فلاں روز اس رستے گذریں گے۔ ہر شخص کو جو اُس کا نصیبہ تھا بخشا۔ اور وہاں سے سوار ہو۔ جب خانقاہ مقدس کے قریب پہنچے۔ تو گھوڑ دوڑ کا حکم دیا۔ آپ دیکھتے رہے۔ شام کو ستر سرائے کے دروازے پر پہنچے۔ اور آپ حجرہ شریف میں چلے گئے۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! اللہ تعالےٰ نے آپ کو افاقہ بخشا ہے۔ آپ کھانے کے لئے ارشاد فرمائیں ؂

پھر میں نے عرض کیا۔ کہ مدت سے آپ نے کچھ نہیں کھایا پیا۔ لعاب تیار کریں۔ تاکہ آپ پیئں۔ بھیڑ کے بچے کی یخنی بنالیں۔ فرمایا۔ بیٹا! ہم نے کبھی یخنی نہیں پی۔ وہی دودھ درکار ہے۔ مہیا کرنا چاہیئے۔ میں گائے کا دودھ دوہ لایا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پیا۔ تناول کے بعد میں نے مزاج پرسی کی۔ تو فرمایا۔ بیٹا! میری طبیعت ذکر قبول نہیں کرتی۔ یہ باجرہ کی روٹی چاہتی ہے۔ اُسی وقت باجرہ کی روٹی پکا گھی ڈال چوری تیار

کی - آپ نے کھائی - ایک دو گھڑی بعد آپ نے فرمایا - کہ گرم دودھ میں میٹھا ڈالکر لاؤ - وہ بھی پیا - اور آرام سے سو رہے +

رات کے آخری حصے میں حسب معمول حاضر خدمت ہو کر مزاج پرسی کی - تو فرمایا بیٹا بفضلِ خدا مجھے بالکل صحت ہے - مجھے تین چار عارضے تھے - ایک تپ جو رستے میں اُتر گیا - دوسرا کھانسی جو باجرے کی روٹی سے زائل ہوگئی، اور تیسرا ضیق النفس جو میٹھے دودھ سے دور ہوا - اللہ تعالےٰ کا شکر ہے - کیونکہ تینوں چیزیں علاج ہو گئیں +

اس کے بعد باوجودیکہ آپ کی عمر بیاسٹھ سال کی تھی - آپ بعض اوقات عصا کو ترک کرتے - مَیں نے اس کی وجہ پوچھی - تو فرمایا بیٹا! ایک روز تمہاری شادی کی آخری منزل پر مجھے زیارت اور بشارت ہوئی - ان اسرار میں مَیں نے یہ بھی دیکھا ایک خوبصورت نوجوان عورت میرے پاس - اور دو تین گولیاں میرے ہاتھ میں دے کر کہنے لگی - کہ یہ گولیاں کھا لو ان کے کھانے سے تم صاحب قوت جوان ہو جاؤ گے - وہ اس قسم کی بے حجابانہ باتیں کہتی تھی - اور نفس کراہت کرتا تھا - مَیں نے اُسے کہا - یہاں سے دور ہو جا - اُس نے کہا - کوئی عیب نہیں - میں تیری ہوں - بیٹا! اُس روز سے قوی بدن جوان ہو گیا ہوں - مجھے عصا وغیرہ کی ضرورت نہیں +

آپ نے جو میری شادی کے لئے اتنی جلدی کی - معلوم ہوتا ہے - کہ آپ کا وقت قریب آگیا تھا - جیساکہ اوپر بیان ہوا - ان احوال کے بعد آپ صرف چار مہینے دُنیا میں رہے ہے

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اللہ تعالےٰ کی طرف سے اولیاء کو یہ قدرت حاصل ہے - کہ چھٹا ہوا تیر رستے سے لوٹا دیتے ہیں +

اِن دنوں آپ دن رات پردہ سرا کے اندر حجرہ شریف میں خلوت میں رہتے ہیں - اور اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں - اگر دوست اور محب زیارت کے لئے آتے ہیں تو ایک لحظہ کے لئے باہر آکر زیارت کرا کر فوراً اندر چلے جاتے ہیں - اور فرماتے ہیں - کہ یاد رہو ہمارا وقت قریب آگیا ہے - جو حاجت ہو ہم سے سوال کرو - ہر شخص اپنا اپنا نصیبہ

لیتا ہے۔ والسلام +

میاں نور محمدؒ علماء ولد میاں سلطان قوم کھوکھر بیان کرتے ہیں۔ کہ میرا بیٹا مسمی گودہا بدکاری کے سبب آوارہ ہوگیا۔ اور کسی طرف نکل گیا۔ اتفاقاً آنحضرت ہمارے گاؤں کے قریب موضع ڈب میں تشریف فرما ہوئے۔ تو مَیں آپ کی خدمت میں بیٹھا رو رہا تھا۔ آپ نے پوچھا۔ نور محمد! کیوں اس قدر غمگین ہو۔ مَیں نے عرض کیا۔ حضرت مدت سے میرا بیٹا گودہا مفقود الخبر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نور محمد! جب تیرا لڑکا اس قدر بدکار ہے۔ تو پھر اُس کے واسطے تو کیوں غمگین ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ حضرت مجبور ہوں۔ شفقت پدری کے سبب صبر نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت نے رحم میں آکر فرمایا۔ اے نور محمد! فلاں حرف رات کے وقت پانی میں کھڑے ہو کر پڑھو۔ جتنے گھڑے پانی میں کھڑے ہو کر پڑھو گے اتنی جلدی آئے گا +

جب رات ہوئی۔ تو مَیں نے حسب الارشاد عمل کیا۔ دوسرے روز ہمسایوں نے گھر کے باہر آواز دی کہ اے نور محمد! مبارک ہو۔ تیرا بیٹا گودہا آگیا ہے +

نور محمدؒ حیران رہ گیا کہ مدت کا گم ہوا ہوا اتنی جلدی کہاں سے آگیا۔ شفقت پدری کے جذبہ سے باہر نکلا۔ تو دیکھا اس کا لڑکا گودہا باہر کھڑا ہے۔ اور اس کے دونوں ہاتھ مٹی سے آلودہ ہیں +

ملاقات کے بعد اس سے پوچھا۔ کہ تیرے ہاتھ مٹی سے کیوں آلودہ ہیں۔ تو کہا۔ کہ فلاں وقت فلاں ملک میں مزدوری کا کام کر رہا تھا۔ کہ اچانک میرے دل کو کشش ہوئی۔ مَیں نے بے اختیار اس ملک کی طرف دَوڑا۔ اور اس قدر مدہوش تھا۔ کہ اب آلودہ ہاتھوں کی اطلاع بھی تم نے دی ہے۔ فقط +

ایک روز انہیں مذکورہ بالا مریدوں کے گھر میں آپ تشریف فرما تھے۔ کہ ایک خوردسالہ لڑکی مسمات جندوڈی آپ کی خدمت میں آکر کھڑی ہوئی۔ آپ نے از راہ شفقت اُس کی کاکل کے بال دست مبارک سے اوپر کو اُٹھا ہرن کے سینگ کی طرح کر دیئے۔ ایک دن گذر گیا۔ اس کی ماں نے بہتیرا دھویا۔ کنگھی کی۔ تیل ملا۔ لیکن وہ اِسی طرح کھڑے رہے بہتیرا پیچھے کرتے تھے۔ لیکن نہ ہوتے تھے +

آخر وہ تار گئے۔ کہ آنحضرت نے دست مبارک سے چھوا تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر

ہوکر عرض کیا۔ کہ حضرت اس لڑکی کے بال سینگوں کی طرح ہو گئے۔ ہم سے نیچے نہیں ہو سکتے آخر لڑکی ہے معیوب ہوجائے گی +

آپ نے ان کے التماس پر خود دست مبارک سے اِن بالوں کو درست کیا۔ جو پھر اصلی حالت میں آگئے +

اِسی گاؤں میں جب آپ ان کے گھر سے نکلے۔ تو ان کے صحن میں ایک بچھڑا بندھا ہوا تھا آپ نے پوچھا۔ یہ کس کا ہے۔ عرض کیا ہمارا۔ فرمایا یہ اچھا بیل ہو گا۔ اسی وقت وہ بچھڑا گھومنے لگا۔ اور بیلوں کی طرح چکر لگانے لگا +

جب آپ تشریف لائے تو وہ بدستور گھوم رہا تھا۔ عرض کیا۔ حضرت! بچھڑے کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ ابھی بچہ ہے۔ آپ نے پھر دعا کا ہاتھ اُس کی پیٹھ پر پھیرا۔ تو وہ آرام میں ہوگیا +

شور کوٹ اور جھنگ سیال کے سفر میں آپ خانقاہ مقدس میں اپنے دولت خانہ میں تھے۔ کہ شیخ محمد یار جو ہمارے جدامجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں۔ اور ایک متبرک اہل علم نص اور حاذق طبیب ہیں۔ اتفاقاً خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آنکلے۔ اسی اثنا میں غلام حسن خان افغان درانی بابی جو آپ کا مرید تھا۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے ملازمت چھوڑ کر عیال واسباب سمیت خانقاہ مقدس پر اعتقاد کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ انہیں دنوں ایک معتبر ایک متمول امیر مسمی میاں عبدالرحیم قوم مگو کی طرف سے جھنگ مگھیانہ سے آپ کی خدمت میں عریضہ لایا۔ کہ میاں عبدالرحیم بیمار ہیں۔ اور شیخ محمد یار صاحب آپ کے ہاں ہیں۔ ازراہ شفقت آپ انہیں معالجہ کے لئے معتبر کے ساتھ سوار کر کے روانہ فرمادیں کیونکہ ہمیں سخت ضرورت ہے +

آپ نے وہ خط بجنسہٖ شیخ محمد یار صاحب کے پاس بھیجدیا۔ اور مطالعہ کرا کر انہیں اس طرف روانہ کرنے کا حکم دیا +

شیخ صاحب نے بہت کچھ عذر پیش کیے۔ کہ بھائی جان اس وقت دیوان ساون مل ناظم ملتان شور کوٹ میں آئے ہوئے ہیں۔ اور دیوان صاحب اس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بڑے معتبر ہیں۔ یہ بھی یقین ہے۔ کہ آپ کا ملک بھی انہیں دیدیں۔ آج بلا ضرورت دیوان صاحب کی ملاقات کرنا زیادہ مناسب ہے۔ دس میل کا فاصلہ بھی ہے۔ نیز دیوان صاحب

بیمار رہتے ہیں۔ وہ آپ کو طبیب سمجھ کر آپ سے اپنا علاج بھی کرائیں گے +

جب شیخ صاحب موصوف نے آپ کا فرمان قبول کر لیا تو اس کے بعد جمعدار غلام حسن کو فرمایا۔ کہ تم بھی اپنی فوج کے سوار اور خیمہ اور اسباب لے کر تیار ہو جاؤ۔ تاکہ کل شور کوٹ میں دیوان ساون مل ناظم ملتان سے ملاقات کی جائے۔ چونکہ دیوان صاحب کا ارادہ راجہ گلاب سنگھ سے مقابلہ کرنے کا ہے۔ اور امیروں کو مہم کے وقت فوج اور افسروں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور تم بیکار بیٹھے ہو۔ اس لئے موقعہ خوب ہے۔ حسب دلخواہ ملازمت مل جائے گی +

جمعدار بھی آپ کے فرمان کے مطابق تیار ہو گیا۔ آپ بھی ان کے ساتھ سوار ہو گئے اور چند اور آدمی بھی ساتھ لئے +

جب شور کوٹ پہنچے۔ تو اترتے ہی دونوں کو لے ناظم موصوف کی ملاقات کو گئے جمعدار موصوف تو اسی روز حسب دلخواہ تنخواہ پر ملازم ہو گیا۔ ناظم نے جب آپ سے حکیم شیخ محمد یار کے آنے کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ میاں عبدالرحیم کے معالجہ کے لئے جھنگ مگھیانہ میں لے جا رہا ہوں۔ اس راہ سے محض حضور کی ملاقات اور سلام کے لئے آئے ہیں دیوان صاحب نے فرمایا۔ کہ آج ہمارے پاس خط آیا ہے۔ کہ میاں عبدالرحیم فوت ہو گئے ہیں۔ گرمی کا موسم بساکھ کا مہینہ تھا۔ اس واسطے دوپہر کو کچہری برخاست ہوئی۔ اور ہر شخص نے آرام کیا +

جب ظہر کا وقت ہوا۔ تو ناظم نے اپنا ایک معتبر شخص حکیم صاحب کو بلانے کے لئے بھیجا۔ ناظم نے حکیم صاحب سے خالی وقت میں اپنی بیماری کا سارا حال بیان کیا۔ شیخ محمد یار صاحب حکیم نے آ کر سارا ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ مغرب کے بعد پھر معتبر مذکور شیخ صاحب کو ناظم کی خدمت میں لے گیا۔ جب واپس آ رہے تھے۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ کہ بھائی شیخ محمد یار دیوان کے مصاحب ہو گئے ہیں +

دیوان صاحب کا راجہ صاحب سے مقابلہ تھا۔ اس ارادہ سے جھنگ مگھیانہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ دیوان صاحب کا ڈیرہ مع فوج جھنگ اور مگھیانہ کے مابین تھا۔ اور راجہ صاحب کا لاؤ لشکر جھنگ سے چند منزلیں شمال کی طرف شہر چند روٹ میں تھا اس لئے دونوں فریق چند روز اپنے اپنے ڈیروں پر رہے +

بعد ازاں سرکاری حکم پہنچا۔ کہ راجہ صاحب واپس آجائیں۔ اور دیوان ساون مل کو نہ چھیڑیں پھر حکم آیا۔ کہ ملک کچھی لیہ کمال خاں اور منگیرہ بھکر وغیرہ بھی دیوان ساون مل کے سپرد رہیں +

ان دنوں آنحضرت بھی لشکر میں تھے۔ اور بندہ بھی حاضر خدمت تھا۔ شیخ غلام میراں صاحبزادہ کا مقدمہ جو آنحضرت سلطان العارفین کی اولاد سے تھے۔ دیوان ساون مل کے بیٹے دیوان مولراج کے پیش ہوا۔ جو ناظم جھنگ تھا۔ صاحب زادہ کے پیش ہوتے ہی ضبطی کا حکم ہوا۔ آنحضرت جھنگ میں دیوان مولراج کے پاس صاحبزادہ موصوف کی سفارش کے لئے گئے۔ تو دیوان موصوف نے جو خود نوجوان اور تیز طبع تھا۔ آپ کو کہا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ تم سینکڑوں روپے دے کر قیدیوں کو چھڑاتے ہو۔ پھر اس شخص کے عوض اتنے سو روپیہ دیکر کیوں نہیں چھڑاتے۔ حالانکہ یہ تمہارا اپنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہم درویش آدمی ہیں۔ ہمارے پاس روپیہ کہاں۔ آپ کا اختیار ہے۔ خواہ معاف کریں۔ خواہ لیں +

کچہری سے اٹھے۔ کیونکر دیوان ساون مل کا ڈیرہ کوچ کر گیا تھا۔ ایک سوار معہ دو درویشوں مسمی فتح خاں اور دایہ ممول اور شیخ غلام میراں صاحبزادہ کا چچا شیخ خیر محمد آپ کے منتظر بیٹھے تھے +

جب آپ واپس آئے حاضرین سے دریافت ہوا۔ کہ صاحبزادہ غلام میراں رہا ہو گئے دیوان مولراج اور حضرت صاحب میں بڑی سخت باتیں ہوئیں۔ جب آپ روانہ ہونے لگے۔ تو شیخ موصوف نے عرض کیا۔ یا حضرت! مجھے اس جگہ اس حالت میں چھوڑتے ہیں۔ کس کے سپرد کرتے ہیں۔ فرمایا۔ تمہیں اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ پژمردہ نہ ہوں۔ انشاء اللہ ہمارے پیچھے مع میاں غلام میراں آجاؤ گے۔ اور خود ڈیرا کی طرف تشریف لے گئے۔ رستے میں صاحبزادہ شیخ غلام میراں کا بھائی شیخ غلام مرتضےٰ گھوڑے پر سوار ملا۔ اور ماجرا پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ غلام میراں اور تمہارا ماموں خیر محمد بخیریت آجائیں گے۔ تم ہمارے ساتھ آجاؤ۔ اس نے کہا۔ میں ماموں کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اپنے ماموں خیر محمد کو ہمارا پیغام دینا۔ کہ ہمت نہ ہارے۔ انشاء اللہ مطلب حاصل ہو جائے گا۔ یعنی غلام میراں کا بازو اسے مل جائے گا +

اپنے ساتھی فتح محمد خاں درویش کو فرمایا۔ کہ تم بھی شیخ غلام مرتضےٰ کے ساتھ جاؤ۔

اور میرے بھائی شیخ خیر محمدؒ اور غلام میراں کو معہ تمام کو معہ تمام رفیقوں کے خواہ رات کتنی ہی گئی ہو۔ لے کر ہمارے ڈیرے پر آجانا +

یہ فرماکر آپ مغرب کے وقت فقیر گل محمدؒ صاحب بخاری علیہ الرحمۃ کی اوچ مبترک میں ہمارے پاس ڈیرے میں تشریف لے آئے۔ کسی سے کوئی بات نہ کی۔ نہ کسی کو حال بتایا۔ نماز میں مشغول ہو گئے +

بعد ازاں حسب معمول عشائیں کا وظیفہ شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا اتنے میں فتح محمد خاں مگھیانہ آکر سلام کیا۔ اگرچہ آنحضرت کا معتاد تھا۔ کہ اس وقت دنیاوی کلام نہیں کیا کرتے تھے۔ لیکن ضرور تاً روزہ کھولا۔ اور پوچھا فتح محمد خاں! صاحبزادے کیوں نہیں آئے۔ انہیں کہاں چھوڑا؟ -

اس نے عرض کیا۔ یا مرشد سارے صاحبزادے سلام عرض کرتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں۔ کہ چونکہ بہت بے وقت ہوچکا ہے۔ ہم رات وساوا گاؤں میں بسر کرتے ہیں۔ صبح حاضر خدمت ہوں گے +

آپ پھر نفلوں میں مشغول ہو گئے۔ ہم نے متعجب ہو کر حالات فتح محمدؒ سے پوچھے جس نے سارے حالات بلاکم وکاست بتلائے۔ یعنی جب آپ سوار ہو کر جھنگ سے نکلے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے دیوان مولراج کا دل بے قرار ہو گیا۔ اس نے پوچھا۔ کیا غلام میراں کے وارثوں میں سے کوئی یہاں ہے۔ عرض کیا صاحب! اس کا حقیقی چچا مسمی خیر محمد ہے۔ حکم دیا اُسے فوراً حاضر کرو۔ جب حاضر ہوا۔ تو دیوان مولراج نے صاحبزادہ غلام میراں کو اُس کے سپرد کیا۔ کہ جاؤ لے جاؤ۔ فقط +

مَیں فتح محمدؒ آپ کے حکم کے موافق ان کے ساتھ آیا۔ ہم تمام ڈیرے والے آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے اور خاموش ہو گئے۔ کیونکہ آنحضرت ایسی باتیں سُنکر ناراض ہوا کرتے تھے +

سحر کے وقت خود بدولت جمعدار غلام حسن خاں اور شیخ محمدؒ یار صاحب دیوان ساون مل کے ڈیرہ پر ملک کچھی میں رونق بخش ہوئے۔ کیونکہ نئے انتظام کے لئے نئے ناظم کے پاس جانا ضروری تھا۔ کیونکہ اس ملک میں آنحضرت کی جاگیر تھی۔ اور صاحبزادہ شیخ محمد زبیر اس ملک میں رہا کرتے تھے۔ وہاں سے بندہ کو خانقاہ مقدس کی طرف رخصت کیا +

آپ سے خوارق عادات اس قدر ظہور میں آئے۔ کہ عشق اور مشک کو چھپا نہیں سکتے یارو! یقین کی آنکھ اور کان کھول کر انصاف کرنا چاہیئے۔ ظاہر میں تو آپ نے شورکوٹ کے سفر کا ارادہ کیا۔ جو دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس میں آپ کی کئی پیش بینیاں اور کرامتیں ظاہر ہوئیں یعنی جمعدار غلام حسن خاں بابی کو نوکر کرایا۔ شیخ محمد یار صاحب جو ملک کچھی کا صاحب گذران اور ذی شان آدمی تھا۔ اُسے نظامت کچھی کے بدلنے سے پہلے ناظم سے ملا دیا۔ اور مصاحب کرا دیا۔ اور صاحبزادہ غلام میراں کی مذکورہ بالا مقدمہ میں مدد کی۔ اور خود بھی نئے ناظم کے ساتھ کچھی تک گئے۔ اور اپنے فرزند شیخ محمد زبیر وغیرہ مستحقوں کی مدد کی +

بنگاہ انصاف دیکھنا چاہیئے۔ کہ آپ کا نور بھرا سینہ جام جہاں نما تھا۔ اور آپ کا نور منزل دل اسرار خدا کا آئینہ تھا۔ رحمھم اللہ وقدس اللہ اسرارھم و نور اللہ مرقدھم ابداً ابداً ورزقنا اللہ توجہات ارواح مقدساتھم ونفحنا اللہ تعالیٰ عن تاثیر توجہاتھم فی الدارین۔ آمین +

شرف الدین کھسوڑہ نے بیان کیا۔ کہ ایک شخص ہراج قوم کا اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کرنے کی امید میں بہت عرصہ اس چچا کی خدمت کرتا رہا۔ آخر جب اُسے امید نہ رہی تو میرے پاس آکر محنت مزدوری کرنے لگا۔ مجھے اپنی سرگذشت سُنا کر رویا کرتا تھا۔ مَیں اس سے وعدہ کرتا۔ کہ جب حضرت صاحب تشریف لائیں گے۔ تو ان کی خدمت میں عرض کیا جائے گا +

ایک روز آنحضرت رونق بخش ہوئے۔ میاں غلام حسن اویسی بھی وہیں تھے۔ مَیں نے اس حاجتمند شخص کے التماس کے بموجب گذارش کی۔ اور بہت کچھ گڑگڑایا۔ تو آنحضرت نے رحم کھا کر فرمایا۔ کہ اچھا آؤ۔ اُس کے چچا کے پاس چلیں۔ اور سفارش کریں۔ آپ سوار ہو گئے اور مَیں اور میاں حسن ساتھ ہو لئے۔ اس کے چچا کا مکان دریا پار تھا۔ جب وہاں جا کر اترے تو اس کے چچا نے اپنے بیٹوں سے چارپائیاں اٹھوا لا رکھیں۔ اور ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے رہے +

جب انہیں آنحضرت کے آنے کا سبب معلوم ہوا۔ تو جوانی کی مستی اور جہالت کے سبب

وہ جھگڑنے لگے۔ اور آنحضرت سے گستاخانہ کہنے لگے۔ کہ اے فقیر! جا سوار ہو جا۔ تجھے کیا طاقت ہے۔ کہ ایسے معاملات کے سفارش کرے۔ آپ خاموش ہو کر بیٹھے رہے ؛

ہمیں ان دہقانوں کی رعونت کا سخت ملال آیا۔ اور شرم بھی آئی۔ میں نے دست بستہ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت! اب یہاں بیٹھنا بے سود ہے۔ اُٹھ کر سوار ہوں آپ نے کچھ جواب نہ دیا ؛

پھر میں نے عرض کیا۔ یا مرشد آپ دیکھتے ہیں۔ دہقان کیسی گستاخی سے پیش آئے ہیں۔ اب سوار ہونا چاہیئے۔ پھر بھی آپ نے کچھ جواب نہ دیا ؛

پھر میں نے گڑگڑا کر عرض کیا۔ تو فرمایا شرف الدین! آنے کے لئے بھی جلدی اور پھر جانے کے لئے بھی اتنی جلدی۔ نہ تو نے وہاں بیٹھنے دیا۔ اور نہ اس جگہ۔ ایک گھڑی ٹھیر اور آرام کر تاکہ کام نکل جائے ؛

آپ کے فرمان کی تاثیر سے میں خاموش ہو رہا۔ ابھی ایک لحظہ گذرا تھا۔ اور مجلس میں بالکل خاموشی تھی۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اے شرف الدین میرا اور میاں غلام حسن کا گھوڑا لاؤ۔ تاکہ ہم سوار ہوں۔ جس کام کے لئے ہم آئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے پورا کر دیا ہے۔ پس ہم سوار ہوئے اور دہقان ہمارے پیچھے کھڑے ہو کر سخت سُست کہتے تھے۔ اگرچہ آپ سنتے تھے لیکن کچھ نہ کہتے تھے۔ ہم اپنے مکان پر آئے۔ ایک دو روز میرے غریب خانہ پر ہی تشریف فرما رہے۔ تیسرے دن میں نے دیکھا ایک نوجوان کنواری لڑکی میرے ڈیرے پر آ بیٹھی میں نے اس سے پوچھا۔ تو کون ہے۔ اور کہاں سے آئی ہے۔ اس نے کہا میں وہی بد بخت ہوں جس کے لئے تو اپنے مرشد کو میرے باپ کے مکان پر لے گیا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے۔ تو کیسے آئی۔ کہا۔ جب کوئی چارہ نہ رہا۔ تو یہاں چلی آئی ؛

گذشتہ رات چوروں نے میرے باپ اور بھائیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور مال اسباب لوٹ لیا۔ مجھے یہاں کے سوا کوئی راہ دکھائی نہ دی۔ اگرچہ میرا دل خستہ تھا۔ لیکن ناچار کمر ہمت باندھ گھڑے کے وسیلے دریائے مواج سے گذر حاضر خدمت ہو گئی۔ مجھے اپنے مرشد کے پاس لے چلو۔ تاکہ جس سے چاہیں۔ میرا نکاح کر دیں ؛

میں حیران ہو گیا۔ اور جا کر آپ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ اور اُسے بھی حاضر

کیا۔ آپ نے فرمایا۔ شرف الدین! اس بیچاری کو تسلی دو۔ اپنے گھر میں بٹھاؤ۔ اور اس کے چچا کے لڑکے سے عزت کے ساتھ اس کا نکاح کر دو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت سے حقدار کو حق دیا ہے +

آنحضرت کے شروع زمانہ میں خاندان تیموریہ میں زوال آ جانے کے باعث دہقان لوگ راہزنی۔ چوری۔ ڈاکہ زنی اور لوٹ گھسوٹ کیا کرتے تھے۔ اور ہر وقت برسرِ فساد رہتے تھے +

ایک رات خاص آپ کے گاؤں سے آپ کے ایک خادم حمید کی چتکبری گائے جس کا رنگ سیاہ سفید اور پاؤں سرخ سفید تھے۔ چرا کر لے گئے۔ اُس کا سراغ دریا پار باقر کملانہ کے گاؤں تک پہنچا۔ آپ اُسے واپس لانے کے لئے چند درویشوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ چند روز وہاں رہے۔ زمینداروں نے انکار کیا۔ ایک بڑھیا نے رحم کھا کر ایک درویش کو کہا۔ کہ اے درویش! تمہاری گائے بجنسہٖ فلاں مکان میں جس کو تالا لگا ہوا ہے۔ بند ہے +

درویش نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس مکان کے پیچھے سے ہو کر چھپر اُٹھا کر دو درویش دیکھ آئیں۔ حسب الحکم دیکھ آئے۔ پھر آ کر عرض کیا۔ یا حضرت! ہم اپنی آنکھوں دیکھ آئے ہیں +

درویشوں نے دل تنگی کے سبب عرض کیا۔ کہ یا حضرت اگر آپ میں اتنی توفیق بھی نہیں۔ کہ کئی روز سے ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور گائے مکان کے اندر ہے۔ اور آپ دکھلا نہیں سکتے۔ تو پھر آپ ایسے منکروں کے دروازے پر ایسے معاملات کے لئے کیوں آتے ہیں۔ ابھی اُٹھ کر سوار ہو چلیں +

تب آنحضرت نے درویشوں کی دلداری کے لئے فرمایا۔ کہ اگر تمہاری مرضی یہ ہے کہ گائے باہر نکل کر دکھائی دے۔ تو ایک گھڑی اور ٹھہر جاؤ۔ اور دیکھ لو۔ جب درویشوں نے یہ عجیب بات سُنی تو آرام سے بیٹھ گئے۔ ایک گھڑی گذری تھی۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے خود بخود آگ بھڑکی اور گاؤں جل گیا۔ لوگ اپنے اپنے مکانوں سے اسباب نکالنے لگے۔ اس مکان کے مالک بھی آئے۔ اور انہوں نے اپنا مال اسباب معہ اس گائے کے نکالا +

تب آنحضرت نے فرمایا درویشو! تمہارا مدعا صرف اس گائے کو دیکھنا تھا۔ جو اللہ تعالےٰ نے پورا کر دیا۔ اب اُٹھ کر سوار ہو جاؤ۔ تاکہ ہم چلیں ٭

پھر ایک دفعہ باقر کملانہ کے آدمیوں نے آنحضرت کے مزارعوں کے ایک جوڑی بیل چرا لئے۔ آپ پھر اس گاؤں میں بیل لوٹانے گئے۔ آپ کئی روز تک وہاں بیٹھے رہے۔ لیکن باقر نے بیل نہ دیئے۔ بلکہ صبح متکبروں کی طرح آپ کے پاس سے گذر کر کہنے لگا۔ کہ فقیرو! چلے جاؤ۔ ہم بیل نہیں دیں گے ٭

درویشوں نے عرض کیا۔ یاحضرت! یہاں بیٹھنا لاحاصل اور غیر مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ درویشوں اتنے روز ہم یہاں بیٹھے رہے ہیں۔ اب ایک گھڑی کے لئے کیوں عجیب تماشا کھوتے ہو۔ درویشوں نے پوچھا۔ وہ کیا۔ فرمایا ایک گھڑی صبر کرو خود بخود دیکھ لو گے ٭

درویش بیٹھ گئے۔ ایک گھڑی گذری تھی۔ کہ ایک شخص نے باقر کو اطلاع دی۔ کہ سیال دریا پار سے چڑھ آئے ہیں۔ اور تمہارا مال مویشی زبردستی لے گئے ہیں۔ باقر گھبرا کر اُٹھا۔ اور ہتھیار لگا آپ کی خدمت میں آیا۔ بدبختی سر پر سوار تھی۔ آپ سے گھوڑا مانگا آپ نے فرمایا اپنے گھوڑے پر سوار ہو۔ ہم تجھے گھوڑا نہیں دیں گے۔ باقر اور گھوڑی پر سوار ہو کر اپنے آدمیوں کو جمع کر سیالوں کے مقابلہ کے لئے گیا۔ جو اس کے گاؤں کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سیال کے لشکر نے سب کو قتل کر ڈالا۔ دو گھڑی بعد پھر باقر کی لاش اور مقتولوں سمیت چارپائیوں پر ڈال لائے ٭

آنحضرت نے جو محض حکمت خدا دیکھنے کے منتظر تھے۔ فرمایا درویشوں! اب تم نے اللہ تعالےٰ کی حکمت دیکھ لی۔ آؤ چلیں۔ آپ سوار ہو درویشوں سمیت خانقاہ مقدس میں چلے گئے ٭

یارو! چشم عبرت کھول کر دیکھنا چاہیئے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے وقت سے لے کر اب تک اللہ تعالےٰ ایسا ہی کرتا آیا ہے۔ کہ جب کبھی منکروں کا انکار حد سے گذر جاتا ہے۔ اور انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے جو اللہ تعالےٰ کے دوست ہوتے ہیں منکر ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں تکلیف دیتے ہیں۔ تو خود بخود ان پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اِن منکروں کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہتے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ جب دیکھتا ہے

کہ میرے دوستوں کو ستاتے ہیں۔ تو غضب میں آکر اُن کے اعمال کی سزا نہیں دیتا ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

جب خدا کسی کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے۔ اس کا میلان طبیعت پاک لوگوں کے طعن کی طرف کرتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی فی جنتی اے نفس مطمئنہ راضی خوشی اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ اور میرے بندوں میں شامل ہو کر بہشت میں آجا۔

جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں آیا ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ وہ خواہش سے بات نہیں کرتا۔ تاوقتیکہ اُسے وحی نہ ہو ؎

گفت پیغمبر بود از امتم
کہ بود ہم جوہر وہم ہمتم

جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت میں ایسے آدمی بھی ہونگے جو میرے ہم جوہر اور ہم ہمت ہونگے۔

مسمی جہانہ ولد باقر قوم لدھیانہ سیاہ پنج کلیان گھوڑے پر سوار ہو نیزہ ہاتھ میں لے کر خانقاہ مقدس سے ہو کر جنوب کی طرف گذرا۔ اتفاقاً آنحضرت دروازہ شریف کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ جہانہ ولد باقر مذکور نے اپنی جہالت یا مخموری سے غرور میں آکر نیزے کو پھرایا اور گھوڑے کو کدایا۔ اور سخت سست الفاظ سے مخاطب ہوا کہ اے فلاں فقیر۔ کسی روز ہم تمہاری خبریں گے۔

آپ جو اخلاق محمدی سے متخلق تھے۔ آپ نے فراخ حوصلگی سے اُسے کچھ جواب نہ دیا۔ اور چہرہ مبارک پر بھی کوئی ملال کا اثر نہ ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی جس کی پسندیدہ باتیں وہ کرتے ہیں۔ وہ اِن کی عزت کی محافظت کرتا ہے۔ اور اِن کے دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے۔ اور ان کے دشمنوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ ہر وقت ان کی خاطر ملحوظ ہوتی ہے۔ احکم الحاکمین خود بخود اِن کی رعایت کرتا ہے۔ فقط

جہانہ ولد باقر مذکور حضرت پیر عبدالرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ کے میلے پر جا رہا تھا۔ اسی روز قضا الٰہی سے اس نے اپنا گھوڑا میدان میں کدایا۔ اور نیزہ پھرایا۔ تو امر الٰہی سے نیزے کا ایک سرا زمین میں گڑ گیا۔ اور دوسرا سرا گھوڑے کے پہلو میں گھُس گیا۔ گھوڑا مع سوار زمین پر آ رہا۔ اور مر گیا +

اس کے پاس اور کوئی گھوڑا نہ تھا۔ پاپیادہ زین اور اسباب سر پر رکھا اپنے گھر پہنچا شومتِ اعمال سے دن بدن اس کے مال میں کمی آنے لگی۔ وہ بہت ہی خستہ حال ہو گیا۔ یہاں تک کہ بھیک مانگ کر اس دُنیا سے رخصت ہوا +

میرے بھائی حضرت صالح محمدؐ صاحب شروع شروع نماز میں سُستی کیا کرتے تھے ایک روز میں نے گستاخانہ ان کی خدمت میں عرض کیا۔ بھائی جان! آپ نماز میں کیوں غفلت کرتے ہیں۔ فرمایا بھائی نماز خدا کی ہے۔ تمہاری نہیں۔ میں نااُمید ہو کر افسوس کرتا ہوا ان کی خدمت سے واپس آیا۔ اور فرصت کے وقت آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ تو فرمایا بیٹا! اندیشہ نہ کرو۔ جب میں سفر کے لئے جاؤں گا۔ اپنے بیٹے محمد صالح کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا +

اتفاقاً جلدی ہی بہاولپور کے سفر کا ارادہ ہو گیا۔ مجھے فرمایا کہ حافظ صالح محمد کو میرے ساتھ تیار کرو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ پہلی رات جب احمد پور سیال میں جا کر اترے۔ تو آپ نے میرے بھائی صالح محمد کو سوتے وقت فرمایا۔ بیٹا! چونکہ کھانا کھانے کے بعد مجھے غفلت سی ہو جاتی ہے۔ اس لئے سو کر اُٹھیں گے تو نماز ادا کریں گے تم بھی عشاء کی نماز اسی وقت ادا کر لینا۔ اب ملتوی رکھو +

حافظ صالح محمد آپ کا فرمان بجا لائے۔ اور سو گئے۔ جب آپ حسب معمول آدھی رات کے وقت جاگے۔ تو حافظ صالح محمد کو بھی جگایا۔ اور وضو کرنے کے لئے فرمایا۔ باقی درویش جو حاضر خدمت تھے۔ جاگے اور وضو کر کے نماز کے لئے تیار ہوئے +

جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے حافظ محمد صالح کو امام بنایا۔ نماز فریضہ۔ سنتیں اور زوائد ادا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا +

حافظ صالح محمدؐ فرماتے ہیں۔ کہ بعد ازاں مجھے نماز پنجگانہ اور تہجد کے ادا کرنے کی

ایسی توفیق حاصل ہوئی۔ کہ پھر اس بارے میں غفلت نہ ہوئی +

میں (فقیر سلطان حامد مصنف) اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں مدت سے اپنے بھائی حافظ صالح محمد کی خدمت میں رہتا ہوں۔ یعنی اب سنہ ۱۲۹۹ ہجری ہے۔ اب تک آپ کی خدمت سے فیض اٹھا رہا ہوں +

میں نے عبادت الٰہی کی ایسی توفیق اور استقامت حضرت صاحب (والد ماجد) کے سوا کسی درویش یا شیخ میں نہیں دیکھی۔ کہ سخت سے سخت بیماری کے وقت باوجود ناطاقتی اور کمزوری کے بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ اور عمر بھی ستر سال کی تھی۔ لیکن خداداد توفیق سے حتی الارکان اٹھ کر ہی نماز ادا کرتے تھے۔ اور سردی کے موسم میں خادموں سے پوشیدہ رات کے آخری حصے میں بیدار ہو کر ستر سرائے سے اکیلے نکل کر بہتی ندی یا کنوئیں پر غسل کر کے میدان میں تہجد کی نماز ادا کرتے تھے۔ اور خادم باخبر ہو کر آپ کی تلاش میں نکلتے۔ تو آپ کو بیماری ضعف اور ناطاقتی کے سبب صحن میں بے ہوش پڑا ہوا پاتے اور اٹھا کر لاتے +

میں یہ حالت سن کر جب آپ کی خدمت میں پہنچتا۔ تو بھائی جان کو ایسی حالت میں پاتا کہ نہ آپ کلام کرتے۔ نہ ہوش ہوتی۔ نہ لوگوں کو پہچانتے۔ چہرے کا رنگ سبزی مائل ہوتا جسم مبارک پسینے میں غرق ہوتا۔ اور حرارت غریزی کا لعدم ہوتی۔ سینکڑوں سے تیل ملکر گرم دھونیوں اور دوائیوں کے کھلانے سے دیر بعد ہوش میں آتے ہیں۔ جب ہم اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لا کر آپ کی خدمت میں التماس کرتے۔ کہ آپ رات کو اٹھ کر سردی میں باہر جا کر نہایا نہ کریں۔ تو آپ خاموش رہتے۔ کچھ جواب نہ دیتے۔ اور آپ پھر ایسا ہی کرتے۔ فاللہ خیر حافظا و ھو ارحم الراحمین +

میرے بھائی مخدومی حافظ صالح محمد صاحب اللہ تعالےٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مسلمانوں اور مریدوں کو نفع پہنچائے۔ فرماتے ہیں۔ کہ مسمی میاں احمد رنگریز ساکن احمدپور سیال نے جو ہمارے جد بزرگوار قدس سرہٗ کے مرید باصفا تھے۔ ایک روز مجلس راز میں عرض کیا۔ کہ صاحبزادے! جس روز سے میں آپ کے جد امجد قدس سرہٗ کا مرید ہوا ہوں۔ پورے تیس سال گذرے ہیں۔ آپ کی توجہ کی برکت سے تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی +

مَیں ملک راوی کی سیر و سیاحت کو گیا۔ اور مہر حاجی قوم دواڑے کے گاؤں میں تھا۔ کہ ایک نوجوان نورانی پیشانی کثرت سجود سے پیشانی پر نشان۔ ہاتھ میں تسبیح لئے میرے پاس آیا۔ اور ادب سے بیٹھا۔ مَیں نے پوچھا۔ تو کون ہے۔ کہا میرا نام عظیم ہے۔ مَیں جوسا قوم بھٹی شتربان کا بیٹا ہوں۔ مَیں نے پوچھا۔ تیرا باپ بیابانی۔ اور تم لوگ جاہل۔ یہ نعمت کہاں سے ہاتھ آئی۔ کہا حضرت! اتفاقاً آپ کے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ قیدیوں کو چھوڑانے کیلئے اس دار الحکومت میں آئے۔ مَیں قیدیوں کے وارثوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ آپ وضو کے لئے اُٹھے اور کوزہ ہاتھ میں لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ مَیں نے آپ کے ہاتھ سے کوزہ لیا۔ اور آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور ایک جگہ جا کر بیٹھ رہا۔ آپ نے فارغ ہوکر وضو کیا۔ اور مجھ سے پوچھا تو کون ہے۔ مَیں نے اپنا حسب نسب عرض کیا۔ فرمایا۔ لڑکے تُو نیک بخت اور نیکوکار ہوگا۔ میرے سر پر دعا کا ہاتھ رکھ کر مجھے رُخصت کیا +

اے صاحبزادے! آپ چونکہ میرے مرشد زادہ ہیں۔ اس لئے مَیں تم سے راز بیان کرتا ہوں۔ کہ اس روز سے مجھے ایسی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ کہ نماز ادا کرتا ہوں۔ رات کو جاگتا ہوں۔ اور میرے دل پر اسرار اور انوار متجلی ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اپنی بارگاہ سے مجھے حلال روزی عنایت کرتا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کی توجہ کی برکت سے ہے +

آپ کا مرید چراغ سُنار اپنے بیٹے فتح محمد کو جس کے ہاتھ پاؤں نہ تھے۔ اُٹھا کر حضور میں لایا۔ اور عرض پرداز ہوا۔ کہ اس عاجز بچے نے مجھے اور بھی عاجز کر دیا ہے۔ مَیں اُس کا متکفل نہیں ہو سکتا۔ آپ دُعا کریں۔ آپ نے اس کے حق میں دُعا کی اور اس کے سینے پر دست مبارک ملا اور فرمایا۔ چراغ اِس کا ذمہ دار اب خود خدا ہوگا۔ تجھے اِس کی تکلیف نہ ہوگی +

یارو! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اِس بچے کے سینے کو ایسا روشن کر دیا۔ کہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتا۔ اور ذکر الٰہی میں ایسا مستغرق اور صاحب وجد ہو گیا۔ کہ دن رات بلکہ ہر دم ذکر الٰہی میں رہتا۔ اور لوگ اُسے کندھوں پر اور گود میں اُٹھائے پھرتے۔ اور اس کی خدمات بجا لاتے۔ مدت العمر زندہ رہا۔ اور اس کی یہ حالت رہی +

آنحضرت کے حلم اتباع اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور مستحب کو زندہ کرنے کے بیان میں

محمد انور نام ایک شخص جو اپنے آپ کو قریشی بتلاتا تھا۔ متوکل درویشں طبیعت آزاد مہوس اور بہت بڑی امیدوں والا تھا۔ شیر گڑھ واقعہ چولستان کے ایک پنوار زمیندار کے ہاں نکاح کا دعویٰ کرتا۔ یعنی شادی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ اس نے زفاف کیا تھا۔ کیونکہ اس کی منکوحہ اس کی تنگ دستی کے سبب بحالت بکریت اپنی ماں کے ہاں رہتی تھی۔ محمد انور نے اپنی عمر کیمیاگری میں بسر کردی۔ کہ جب مجھے سونا بنانا آجائے گا۔ تو پھر اپنی دلی مرادیں کروں گا۔ اور اپنی پسند کا اسباب مہیا کروں گا۔ اسی ہوس میں وہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے تمام دانت گر گئے۔ اور اس کی ڈاڑھی سفید ہو گئی۔ وسمہ لگا کر اپنے آپ کو جوان بناتا تھا۔ آخر لاچار ہو کر آنحضرت کی خدمت میں ملتمس ہوا +

آپ اخلاق محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے متصف تھے۔ اور مشکل کشا شیر خدا حضرت مولیٰ مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ کی طرح ہر وقت خلق اللہ کی مشکل کشائی کے لئے تیار تھے۔ اپنی ہمت راہ خدا میں صرف کیا کرتے تھے۔ خیر الناس من ینفع الناس اچھا آدمی وہ ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے، کے مطابق ہر شخص کو فائدہ پہنچانے کے لئے مستعد رہتے بلکہ اپنے مال اور اپنے آپ کو عاجزوں اور محتاجوں کی چارہ سازی کے لئے خرچ کر دیا کرتے تھے +

آپ اسکے التماس کے مطابق بذات خود موسم اساڑھ میں ملک چولستان مذکور میں گئے۔ اور ساتھ محمد انور مذکور اور درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ ان میں سے بعض اسوار تھے اور بعض پیادہ +

آخر جب منزل مقصود پر جا پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ اس کی منکوحہ بھی عمر بسر کر چکی ہے۔ چونکہ اس کے وارث بھی آنحضرت کے مرید تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی محمد انور کے ساتھ کر دینے سے انکار نہ کیا۔ چونکہ محمد انور محض مفلس اور قلاش تھا۔ اس لئے آپ نے مجھ مسکین سلطان حامد (مصنف) کو رقعہ بھیجکر اطلاع دی کہ شادی کے لئے فلاں فلاں سامان کی

ضرورت ہے۔ میں مطلوبہ اسباب تیار کر فوراً حاضر خدمت ہوا۔ اس طول طویل سفر کو طے کر کے جب آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ میں نے جا قدمبوسی حاصل کی۔ اور دست بستہ خدمت میں بیٹھ گیا۔ فجر کی نماز کے وقت اشارہ فرمایا۔ اور نماز با جماعت ادا کی۔ بعد ازاں پھر اوراد میں مشغول ہو گئے ✦

اشراق کی نماز کے بعد مجھے مرحبا فرمایا۔ اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ریت کے ایک پاک ٹیلے پر جا بیٹھے۔ اور گھر کے حالات پوچھنے شروع کئے۔ ابھی میں تمہید ہی باندھ رہا تھا۔ کہ ایک کھوسٹ عورت ریوڑ چرانے والی۔ بکھرے ہوئے بال۔ میلا لباس پہنے جس سے سخت گھنی بُو آتی تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور ہوا کے رخ بیٹھ گئی۔ کہ نسیم عنبری اس کی بُو سے بدبُودار ہو گئی۔ اس نے آتے ہی گستاخانہ ہمارا قطع کلام کر کے واہیات۔ فضول بکواس شروع کی۔ آپ نہایت توجہ اور تحمل سے اس کے کلام کا ایک ایک حرف سنتے رہے۔ اس کی ہر بات کا مناسب جواب دیتے رہے۔ حتیٰ کہ اس بادیہ نشین کی بدبُو سے میرے سر میں درد ہونے لگا۔ لیکن میں آپ کے پاس ادب کے سبب وہاں سے نہ ہلا۔ بدستور بیٹھا رہا۔ کیونکہ آپ نہایت توجہ سے اس کی دلداری کرتے رہے ✦

القصہ وقت بہت گذر گیا۔ اور گرمی تیز ہو گئی۔ اور ریت تپنے لگی۔ آپ سورج کی گرمی اور ریت کی تپش سے کسی قسم کا ملال نہ لا کر فرخندہ پیشانی اور رحمدلی سے اس کی طرف متوجہ رہے۔ حتیٰ کہ وہ خود جب گرمی سے تکلیف محسوس کرنے لگی۔ تو بات چیت چھوڑ مجلس سے اُٹھ گئی ✦

پھر آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا! بیٹا اب گرمی بہت ہو گئی۔ اب درویشوں کے پاس کسی سایہ دار درخت تلے چلنا چاہیئے۔ چونکہ اس کے سوا اور کوئی درخت نہیں۔ اس لئے چلو وہیں چلیں۔ یہ بات چیت کسی اور وقت کریں گے ✦

پھر آپ وہیں سے اُٹھ کر درویشوں کے پاس درخت تلے آئے۔ گو مدت بعد ملاقات نصیب ہوئی تھی۔ اور ضروری باتیں کرنی تھیں۔ لیکن بدستور بن بات کئے آ کر مجلس شریف میں بیٹھ گیا ✦

آپ نے اس بڑھیا سے نہ منہ پھیرا نہ اس کا کلام قطع کیا۔ میں نے کتاب فیض انتساب

مدارج النبوۃ میں اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم جب کوچہ یا بازار سے گذرا کرتے۔ اور کوئی بڑھیا سامنے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہوتی۔ تو آپ وہیں کھڑے ہو کر اُس کی بات اتنی دیر تک سنتے۔ کہ وہ خود تھک کر چلی جاتی۔ آپ کبھی قطع کلام نہ کرتے۔ پھر آپ آگے بڑھتے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علے حبیبہ ومحبوبہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم ✦

آپ کسی ضروری کام کے لئے ملتان سے خیر پور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے بندہ بھی حاضر خدمت تھا۔ دن بھر بھی چلتے رہے اور آدھی رات بھی جنگل میں رستہ بھول گئے۔ ایک آبادی میں جا نکلے۔ جو ایک قلعہ تھا جس کا دروازہ بند تھا۔ آپ نے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ کہ ہمیں ایسا شخص مطلوب ہے۔ جو رستے کا واقف ہو۔ قلعہ والوں نے خوف کے مارے دروازہ نہ کھولا۔ اندر ہی سے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا ڈرو نہیں میں فقیر غلام باہو ہوں۔ اور خیر پور کھرائی میں ضروری کام کے لئے جا رہا ہوں۔ دیکھ لو ہم تمام سوار خالی ہاتھ ہیں۔ ہمارے پاس کوئی اوزار نہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں تسبیح ہیں۔ دروازہ کھولو۔ اور رستے کا واقف شخص ہمیں دو۔ تاکہ اس کی رہبری سے ہم منزل مقصود پر پہنچیں۔ اس کا حق خدمت بھی ہم ادا کر دیں گے ✦

چونکہ قلعہ والے بادیہ نشین اور قزاق سیہ دل تھے۔ اس لئے بڑے بڑے خیال میں پڑ گئے۔ اور آپ کا فرمان قبول نہ کیا۔ ان میں سے ایک عمر رسیدہ آدمی خدا یار ملائی نے آواز دی۔ کہ کیا تو خود غلام باہو ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس ملا نے فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ اور آکر قدمبوسی کی۔ اور عرض کیا۔ کہ بندہ حاضر ہے۔ آپ نے اس کو ایک گھوڑے پر سوار کر کر رہبری کے لئے اپنے آگے روانہ کیا ✦

جب عین جنگل کے وسط میں پہنچے۔ تو گھات میں سے رہزن نکل ہم پر حملہ آور ہوئے انہوں نے جھٹ ہمارے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں چونکہ آنحضرت نے میرے گھوڑے پر رہبر کو سوار کیا تھا۔ اس لئے مجھے اپنے گھوڑے پر اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا۔ دو لٹیروں نے حضرت صاحب کی گھوڑی کی باگ پکڑ لی۔ اور تلواریں سونت لیں۔ اور سخت سست کہنے لگے۔ کہ گھوڑوں سے اُتر جاؤ ✦

جب سخت مجبوری ہوئی۔ اور آپ ان کی بدگوئی سے ناراض ہوئے۔ تو آپ نے دایہ چوغطہ کو جس نے گھوڑے کی باگ بھی لٹیروں کے ہاتھ میں تھی۔ اور جو اپنے پاس ایک تلوار چھپائے تھا۔ فرمایا کہ دایہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ تو دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ گھوڑے کو چھوڑ اور ان کے حوالے کر۔ ایسی بُری زندگی سے مرنا بہتر ہے +

دایہ نے عرض کیا حاضر صاحب۔ اور فوراً گھوڑے سے کود نعرہ حیدری مار تلوار سونت لی +

آنحضرت کے فرمان کی برکت سے تمام لٹیروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور گھوڑوں کو چھوڑ بھاگ اُٹھے +

میرے بھائی شیخ محمد زبیر علیہ الرحمۃ نے جو تازی سوار تھے۔ گھوڑے کو ایڑ لگا ان سے باہر نکل آواز دی۔ کہ اے لٹیرو! یہ میرے جد امجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے سجادہ نشین حضرت غلام باہو ہیں۔ اور میں آنحضرت کا فرزند محمد زبیر ہوں۔ تم کس ملک اور قوم کے ہو۔ کہ ہمیں نہیں پہچانتے۔ اتنا کہہ کر ان میں سے ہر ایک کا نام قوم اور گاؤں بتایا۔ اور مختلف تمہیدوں سے انہیں نصیحت کی۔ لیکن بے سود۔ میرے بھائی محمد زبیر خالی ہاتھ تھے۔ اس لئے مجبور تھے۔ اسی اثناء میں رستم وقت دایہ چوغطہ کی شمشیر خارا گذار نیام مغارہ سے اژدہا کی طرح نکل آشکار ہوئی۔ وہ ان بھگوڑوں کے پیچھے دوڑا ان میں سے ایک نے دایہ چوغطہ پر نیزے کا وار کیا۔ نیزے کی نوک دایہ مذکور کی تلوار کے نیام میں سے ہو کر کمر بند تک پہنچی۔ دایہ نے نیزہ اس سے چھین محمد زبیر کے حوالے کیا اور پھر ان کا پیچھا کیا۔ وہ تمام وُن کے ایک گھنے درخت تلے آگئے۔ دایہ نے میرے بھائی کو آواز دی۔ کہ صاحبزادہ محمد زبیر پہنچو۔ میں نے ان بھگوڑوں کو اس درخت تلے گھیر دیا ہے۔ میں اب اندر جاتا ہوں۔ اور ان موت کے منہ میں گھسے ہوؤں کو ایک ایک کر کے نکالتا ہوں جو زندہ نکل آئے اور بھاگنے کا ارادہ کرے۔ تم تازی سوار ہو۔ نیزے سے اُس کا بدن چھید دو +

اسی اثناء میں وہ بوڑھا رہبر آنحضرت کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔ کہ یا حضرت میں ان بدبختوں کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ یہ چک مغل مذکور کے سید ہیں۔ چونکہ انہوں نے آپ کو بلا ہتھیار دیکھا اس لئے مال کی طمع کی رستے میں آ چھپے۔ اور حملہ آور ہوئے۔ میں آپ کو

خبر کئے دیتا ہوں۔ آئندہ آپ مالک ہیں +

آپ نے سنتے ہی دایہ مذکور اور میرے بھائی محمد زبیر کو بلند آواز سے فرمایا کہ خبردار! ان پروار نہ کرنا۔ زخمی نہ کرنا۔ انہیں صحیح سالم میرے پاس لاؤ۔ آپ کے حکم کے موافق چوغطہ نے انہیں آواز دی۔ او نامرادو! اگر زندگی چاہتے ہو۔ تو باہر نکل آؤ +

چونکہ وہ بزدل ہو گئے تھے۔ انہوں نے باہر نکل چوغطہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور عاجزانہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے سادات کا نام سنکر درگذر کیا۔ چونکہ اب ادب و لحاظ سے آئے تھے۔ اس واسطے آپ نے فرمایا۔ جوانو! تمہیں رخصت اور اجازت ہے۔ کہ اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ اور دایہ کو فرمایا۔ کہ ان کے ہتھیار اٹھالو۔ اور اسوار ہو جاؤ +

پھر ہم آگے بڑھے اور ایک آبادی میں پہنچکر باقی وقت آرام کر کے صبح ان کے ہتھیار انہیں پہنچا دئے۔ اور آپ خیرپور کی طرف روانہ ہوئے +

خیرپور میں وہی رہزن جو اپنے آپ کو سید بتلاتے تھے۔ لیکن در اصل بیہودہ اور آوارہ تھے۔ آنحضرت کے ڈیرہ پر بہت نعمت دیکھ کر کھانا کھانے کی خواہش لئے ڈیرہ پر پہنچے۔ درویشوں نے انہیں پہچان لیا۔ اور ان کو سزا دلانے کے لئے آنحضرت کے پاس لے گئے۔ اور عرض کیا۔ یا حضرت وہ ڈاکو سب کے سب دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ نے یہ سنتے ہی دسترخوان پر سے اٹھ اور طرح طرح کی نعمتوں سے بھرے ہوئے تھال خود دست مبارک سے اٹھا اور کچھ درویشوں سے اٹھوا۔ انہیں کھانا کھلایا۔ اور پوشیدہ طور پر انہیں کچھ اور بھی عطا فرمایا۔ اور نہایت عزت کے ساتھ روانہ کیا۔ اور درویشوں کو تنبیہ کی کہ خبردار یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ اور نہ ان کی ہتک کی جائے +

یہ تمام اخلاق کریمانہ اور حکم خدا پر عملدرآمد اس واسطے تھا۔ کہ وامر بالمعروف و اعراض عن الجاہلین پر کاربند ہوں +

آپ اکثر ملتان میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ اس سے آپ کی مراد یہ تھی۔ کہ مفلس بیماروں کا علاج معالجہ کیا جاوے۔ جو اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ انہیں اپنے مکان میں رکھ کر خود طبیبوں کو بلانے جاتے۔ اور ان کا علاج کرواتے۔ اور ان کا سارا خرچ خود

برداشت کرتے تھے۔ اور جمعہ کے روز عموماً اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کیا کرتے جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرتے۔ واعظوں کی وعظ سُنتے۔ داد خواہوں کو ناظم کی سرکار سے ظاہر باطنی مدد دے کر بامراد کرتے۔ اور بے خرچ مسافر جو آپ کے ڈیرے پر آتے انہیں لنگر میں سے کھانا کھلاتے +

جب آپ ملتان سے لوٹتے۔ تو لنگر فیض اثر کے اخراجات کے قرض خواہ آجاتے جن کا قرضہ فوراً ہی راہ میں ادا کرتے چونکہ یہ آپ کا ہمیشہ معمول تھا۔ ایک دفعہ جب ملتان سے چلے۔ تو از راہ شفقت مجھے قرضہ کی فہرست دکھائی میں نے وہ فہرست دیکھ گستاخانہ عرض کیا۔ کہ آپ نے اتنے سو روپیہ خرچ کر ڈالا۔ لیکن اپنی نادانی کے سبب یہ نہ سمجھا کہ یہ سب خدا کی راہ میں صرف ہوا ہے +

آپ نے فرمایا بیٹا! دیکھو میں نے اتنا روپیہ خرچ کر ڈالا۔ لیکن اپنے لئے جوتا نہیں خریدا۔ حالانکہ پُرانا جوتا مجھے تکلیف دے رہا ہے۔ اور ملتان میں انرم اور نفیس جوتے تیار ہوتے ہیں۔ اور میرے پاؤں بھی ملتانی جوتا کے خوگر ہیں۔ میں نے قناعتاً نیا نہیں خریدا اسی پر اکتفا کی ہے +

جب میں نے بغور دیکھا۔ تو واقعی آپ کے پائے مبارک کو پُرانے جوتے کے سبب تکلیف تھی۔ اور جوتی بھی تین چار مقام پر گنٹھائی ہوئی تھی +

آنحضرت کا معمول تھا۔ کہ آپ کے تھیلہ میں سرمہ دانی۔ قلم دوات اور تھوڑا ترپھلہ یعنی اطریفل خشک شیشی میں بند پڑا رہتا۔ آپ وقت بے وقت بلا ضرورت ظاہری اس میں سے تھوڑا استعمال کرتے +

جب آپ ملتان سے تشریف لاتے۔ تو ایک دو بوتلیں خالص سرکہ کی ہمراہ لاتے۔ اور گھر میں رکھتے۔ گو آپ کو قدیم سے نزلہ کا عارضہ تھا۔ اور کھٹی چیزیں خصوصاً سرکہ نزلہ کے لئے بہت مضر ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ کبھی کبھی اتباع سنت کے لئے استعمال کرتے کیونکہ گھر میں سرکہ رکھنا ثواب اور سنت نبویؐ ہے +

حافظ مسلم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ آپ لیہ کمال خاں کی اسی مسجد میں ٹھیرے جہاں میں رہا کرتا تھا۔ لیہ کمال خاں میں بہت سے مسلمان قیدی آئے۔ اس رات ماہ رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ آپ نے اپنی باورچی کو حکم دیا کہ اتنے قیدی آج جیل میں آئے ہیں۔ اُن کے لئے

دال روٹی علیحدہ تیار کرنا - وہ وقت پر تیار کر لایا - تو آپ نے پوچھا - کیا کوئی مجلس میں ایسا شخص ہے جو اُن بیچاروں کو کھانا پہنچائے - تاکہ وہ سحری کھاکر روزہ رکھیں - کسی نے جواب نہ دیا - پھر فرمایا - کہ یہ میرا ہی کام ہے - میرے سوا کسی کو سپاہی لوگ قیدخانہ کے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے - چونکہ سردی کا وقت تھا آپ نے کمل اوڑھ لیا اور دال کا دیگچہ سر پہ رکھ لیا - اور روٹیاں ہتھیلی پر - اور اندھیری رات میں اکیلے روانہ ہو گئے قیدخانہ کے دروازہ پر جاکر آواز دی - کہ سپاہیو ! فقیر غلام باہو قیدیوں کی روٹیاں اُٹھائے دروازے پر کھڑا ہے - محافظوں نے دست بستہ آکر دال اور روٹیاں سے لیں - اور قیدیوں کو کھلائیں - آپ پھر مسجد میں آکر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے ٭

ایک دفعہ آپ نے ماہ رمضان میں چند روز متواتر نہ سحر کے وقت کچھ کھایا نہ افطار کے وقت - مجھے اس حال کی کوئی خبر نہ تھی - آپ عصر کی نماز کے وقت جامع مسجد حضوری میں پہنچ جاتے - تاکہ نماز باجماعت ادا کریں - قرآن شریف سُنیں اور وہیں تراویح ادا کریں - ایک روز مَیں نے افطار کے وقت پہلے ایک خادم کے ہاتھ کھانا بھیجا - پھر خود افطار کیا - اور اس کے بعد فوراً ہی نماز مغرب باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد پہنچا - کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ورد وظیفہ میں مشغول ہیں - اور دوسرے لوگ روزہ افطار کر رہے ہیں - مَیں حیران رہ گیا - اِدھر اُدھر دیکھا تو آپ کے پاس کھانا نہ پایا - مَیں نے پوچھا - حضرت آپ کو کھانا پہنچا - فرمایا ہاں مَیں نے عرض کیا کھالیں - کچھ جواب نہ دیا - پھر مَیں نے عرض کیا - حضرت کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا - فرمایا قیامت تک گرم رہے گا - پھر مَیں نے پوچھا کیونکر ٹھنڈا ہوگا - آہستہ سے میرے کان میں فرمایا - مَیں نے گرما گرم ایک درویش کو کھلا دیا - اس لئے وہ قیامت تک سرد نہیں ہوگا - مَیں سُنکر خاموش ہو رہا ٭

اس کے بعد مَیں نے خیال رکھا - جب سحر کا وقت ہُوا - اور مَیں حاضرِ خدمت تھا - آپ ورد وظیفہ میں مشغول تھے - میری چھوٹی بہن جو ابھی کم سن تھی - آپ کے لئے کھانا لے کر مصلے کے پیچھے آ کھڑی ہوئی - جب آپ نماز سے فارغ ہوتے - تو وہ آہستہ اور نرم آواز میں کھانا کھانے کے لئے عرض کرتی - آپ اور نفل شروع کر دیتے - حتّٰی جب وقت اخیر پہ پہنچا - اور پھر عرض کیا - تو فرمایا - دیکھو فلاں ستارہ کس مقام پہ ہے - خدمتگار نے باہر جاکر دیکھا اور ستارے کا حال عرض کیا - تو فرمایا - کہ کھانا لے جاؤ - اب وقت نہیں رہا - آپ نے

بن کھائے پیئے روزہ کی نیت کرلی۔ اور یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے +

مَیں یہ حالت دیکھ کر حیران باہر نکل آیا۔ ہم نے ایک دوسرے سے پوچھا تو اس معصومہ نے کہا کہ بھائی جان آج کئی روز سے ابا جان اسی طرح کرتے ہیں۔ کہ کھانا نہیں کھاتے۔ اور روزہ رکھ لیتے ہیں۔ افطار کی مجھے خبر نہیں۔ کہ کھاتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ کھانا مسجد میں بھیج دیا جاتا ہے +

چونکہ گذشتہ افطار کے وقت کی مجھے خبر تھی۔ مَیں نے بیان کیا۔ ہم سب حیران رہ گئے۔ آنحضرت کے ملال کے خوف سے ہم نے بات چیت نہ کی +

آپ نے ماہ رمضان مبارک کے کئی روزے اسی طرح رکھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ حدیث " ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی میں رات اپنے پروردگار کے ہاں رہا۔ اسی نے مجھے کھانا کھلایا۔ اور اُسی نے پلایا۔

گفت پیغمبر بود اندر امتم

کو بود ہم جوہر و ہم ہمتم

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت میں ایسے شخص بھی ہوں گے جو میرے ہم جوہر اور ہم ہمت ہونگے۔ کیونکہ آپ نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پرورش پائی تھی +

ایک روز میں حاضر خدمت تھا کہ دولت خانہ میں آنحضرت کے سامنے تازہ پراٹھا رکھا گیا۔ آپ نے اُٹھا کر ایک درویش کو دے دیا۔ اور خود مسکینوں کے لنگر سے جَو کی روٹی منگا کر کھانی شروع کی۔ مجھے فکر ہوئی۔ کہ آپ کی حالت بڑھاپے کی ہے۔ اور دانت کمزور ہیں۔ آپ کو تکلیف ہو گی۔ مَیں نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ کے دانتوں کا حال معلوم ہے۔ اور کمزوری حد سے زیادہ ہے۔ یہ سخت خشک روٹی کیونکر کھائیں گے۔ فرمایا۔ ہمارے دانت ہیں۔ مَیں نے پوچھا کیونکر؟ فرمایا۔ دیکھو اس روٹی کا ٹکڑا توڑ کر دونوں ہتھیلیوں میں مل کر کھایا۔ اور ساتھ ایک پانی کا گھونٹ پیا۔ اس طرح حسب ضرورت تناول فرمایا۔ والسلام +

آنحضرت کا معمول تھا۔ کہ جب آپ ماہ محرم الحرام کا چاند دیکھتے تو آپ پوشیدہ طور پر روزہ رکھنا شروع کر دیتے۔ محرم شریف ختم ہوتے دس روزے ضرور رکھتے اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذریت اور اہل بیت کی مصیبتوں کے غم میں اس قدر مغموم رہتے۔ کہ کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ آپ کی خدمت میں حالات عرض کرے +

ان دنوں آپ اکثر چادر بطور برقعہ اوڑھے رہتے۔ اس واسطے کہ ہر وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ اور بہاری بادل کی طرح آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے۔ اور غم و اندوہ کی زیادتی کے سبب آپ بات نہیں کر سکتے تھے۔ دن رات ماتم زدہ رہتے تھے +

آپ کو مرثیہ یا کتاب روضۃ الشہدا کے سننے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ان دنوں جو کوئی آپ کی صحبت مبارک میں بیٹھتا۔ اس پر بھی تاثیر ہو جاتی +

عشرہ کے روز حضور خانقاہ مقدس کے سامنے مجلس قائم ہوتی۔ اور اہل بیت اور ذریت خصوصاً دشت کربلا کے مصائب کا ذکر ہوتا یعنی جنگ نامہ پڑھا جاتا۔ وہ بھی اہل سنت والجماعت کے عقاید کے موافق۔ اور اس مجلس میں اس قدر غم و اندوہ ہوتا۔ کہ کئی درویش بیہوش اور نیم جان ہو جاتے +

جب قصہ ختم ہونے کو آتا۔ تو آپ پر ایسی حالت طاری ہوتی۔ کہ آپ کی جان کا خطرہ ہوتا۔ اور درویش پاس ادب کے لئے قصہ خوانوں کو قصہ پڑھنے سے باز رکھنے کے لئے اشارہ کرتے۔ اور آپ غم میں غوطہ لگا ایسی حالت میں رہتے کہ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ معاملہ حال کا ہوتا نہ قال کا۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیرالانام وعلیٰ آلہٖ وصحابہ واھل بیتہ وذریتہ اجمعین ابداً ابدا +

آنحضرت کے اندرون دل میں سادات عظام کا ادب اس درجہ تھا۔ کہ جب کوئی سید آپ کی مجلس شریف میں آتا۔ تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور اس قدر فروتنی سے کام لیتے کہ ایسا معلوم ہوتا۔ کہ آپ نے خاص اسی سید سے فیضان باطنی حاصل کیا ہے۔ اور یہی شخص آپ کا پیر ہے +

ایک روز ایک رئیس کی شادی کے موقع پر میں حاضر خدمت تھا۔ چونکہ اس ملک پنجاب میں بے علمی اور جہالت خصوصاً دہقانی رسومات اور جاہلانہ قسم بکثرت ہیں۔ ایک نوجوان سید بڑا رئیس اور دولت مند جو بدکار۔ شرابی۔ زرد لباس پہنے خوب اکڑ کر منہ میں حقہ لیے چارپائی پر بیٹھا تھا۔ اسی اثنا میں آنحضرت چند درویشوں سمیت تجدید وضو کے لئے وہاں سے گذرے

اس کے حالات دیکھ کر آپ نے پہلوتہی کیا۔ اور منہ موڑ کر ابھی چند قدم گئے تھے۔ کہ اچانک لوٹ کر اسی سید کی خدمت میں آئے۔ اور سلام کلام کے بغیر اس سید کے قدموں کے پاس ناپاک زمین پر ہی بیٹھ گئے۔ اور اپنے دونوں ہاتھ اس سید کے پاؤں پر رکھ کر اپنے چہرے اور داڑھی پر ملے۔ اور چپ چاپ اٹھ کر وضو کے لئے چلے گئے۔ ہم سب اس وقت آپ کی پیٹھ پیچھے کھڑے تھے۔ میری ناقص عقل میں آیا۔ کہ آنحضرت نے اس سید کی ظاہری حالت اور ٹیپ ٹاپ دیکھ کر اس سے چشم پوشی کی۔ اور پہلوتہی کیا۔ پھر جب اس کے اصل نسب پر نگاہ کی۔ تو جو اس جناب کے شایاں تھا۔ آنجناب کے شایان تھا۔ آنجناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے باطنی فیضان سے آپ کے فیض منزل دل پر فیضان متجلی ہوا۔ اور مریدانہ آداب کامل عقیدہ سے بجا لائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ +

آپ کے قرب وجوار کے زمیندار ہمسائے مہرداد اور مہر بہاب کسی ضرورت کے لئے آپ کو اس گاؤں میں جہاں کے مالک سید کہلاتے تھے۔ لے گئے۔ آپ رات کو ان کے مکان پر رہے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ اس گاؤں کے مالک مذکورہ بالا سید کی طرح جہالت اور ہرزہ کاری کی بدمستی میں مشہور تھے۔ اسی خاص مکان میں اترے۔ گویا مفسدین جمع ہوئیں عشا کے وقت آنحضرت کے سامنے ہی شراب خوری کی محفل آراستہ کر دی۔ آپ عشا کی نماز کے بعد تمام رات نہایت وسیع حوصلہ سے ورد وظائف میں مشغول رہے۔ اور خدا کی یاد کرتے رہے۔ اس شراب خوری کا اثر آپ کے دل پر کچھ بھی نہ ہوا۔ اور نہ کسی قسم خلل یا فتور آپ کے مبارک دل میں آیا۔ وہ پژمردہ گروہ خود بخود اس اپنی بدعملی اور بداقوالی سے کثرت نشہ اور لغویات کے سبب تنگ کر چلا گیا۔ اور اپنا مکان خالی کر دیا +

آپ ساری رات خالی اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے۔ گویا کہ دونوں جہان سے قطع تعلق کر کے حضور میں رہے۔ آپ نے ماسوی اللہ کو دیکھا نہ سنا +

دوسرے روز جب وہاں سے واپس تشریف لاتے۔ اور خانقاہ مقدس زیارت سے مشرف ہوئے۔ تو آپ نے گذشتہ رات کا ذکر تک نہ کیا۔ حالانکہ آپ ازراہ شفقت مجھ مسکین کو اپنے تمام حالات بتا دیا کرتے تھے۔ بلکہ مدت تک آپ نے اس بارے میں کوئی بات نہ کی۔ اتنا بھی ہم نے مذکورہ بالا شخصوں سے پوشیدہ طور پر سنا۔ جنہوں نے آنحضرت کو وہاں لے جانے کا افسوس کیا +

ایک سرکش بے دین پرلے درجے کا جاہل اور شرارتی اور خلیظ اپنے آپ کو سید کہلواتا تھا۔ اور دنیاوی مروار کی طمع سے ہمارے ایک حاسد کی انگیخت میں آکر طرح طرح کے فتنہ و فساد برپا کر کے ہمیں تکلیف دیتا تھا۔ اور تنگ کرتا تھا۔ اس نے ایک روز ہمارے پڑوس کے بعض دوستوں کے سامنے ہمیں برا بھلا کہا۔ اور گالیاں دیں +

دوستوں نے غائبانہ طور پر آنحضرت کو سارا ماجرا سُنایا۔ تو آپ نے مجھے بُلاکر فرمایا اے سلطان حامد! فلاں شخص نے بلا سبب اور بے وجہ بیہودہ گوئی کی ہے۔ تم وہ گالیاں انہیں الفاظ میں بیان کرو۔ کہ اُس نے کیا کہا۔ تاکہ ہمارا دل بھی جوش میں آئے۔ کیونکہ مجھ سے بغیر جوش کے کچھ نہیں بن پڑتا۔ میں اس کے حق میں نہ کچھ کہہ سکتا ہوں نہ کر سکتا ہوں۔ چونکہ خاندان کے حق میں میری زبان سے گالی کا نکلنا محال تھا آپ بہتیرا فرماتے رہے۔ لیکن میں خاموش رہا +

اس وقت آپ تانبے کا لوٹا لے کر وضو کر رہے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر آپ نے لوٹا لڑھکا دیا۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ جا تو نے کچھ نہیں کیا۔ مجھے اس اسم مبارک کا ادب ملحوظ ہے یعنی "سید" کا۔ اب ہم اپنا انصاف جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ خود ہی عدالت کریں گے +

اتنا فرما کر خاموش ہو رہے۔ اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑے عرصے بعد وہ شخص اور اس کا بڑا لڑکا حکم الٰہی سے مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر راہیٔ ملک عدم ہوئے +

مجھے یاد ہے۔ کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے دو تین لڑکے مفلسی کی حالت میں آنحضرت کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کیا۔ کہ ہمارا باپ مر گیا ہے۔ اور چند زبردستی ہمارا مال اسباب لوٹ لے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی لے گئے ہیں۔ بھوکے ننگے گڑگڑائے آپ نے اُن کا حال دیکھ کر ان کے سر پر دست شفقت رکھا۔ اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ انہیں نئے کپڑے پہنائے۔ اور اور بھی کچھ عطا فرمایا۔ گویا ان میں باہمی کوئی شکوہ شکایت نہ تھا۔ یہ سب کچھ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ادب اور بےکینہ سینہ کی خاص صفائی کی وجہ سے ہوا +

آنحضرت کی یہ عادت تھی۔ کہ سادات عظام سے آگے نہ بڑھتے۔ اگر سید پاپیادہ

چلتے۔ توآپ بھی گھوڑی پر سوار نہ ہوتے۔ بلکہ لگام ہاتھ میں لیکر پاپیادہ چلتے۔ اور سیدوں کے گھر پاپیادہ ننگے پاؤں جاتے +

ایک روز ایک صحیح النسب سید نے ازراہ ارادت آنحضرت کے نعلین مبارک صاف کرکے آپ کے پائے مبارک کے پاس رکھے۔ آپ نے جس مکان پر جانا تھا۔ ننگے پاؤں روانہ ہوئے۔ آپ کے خادم نعلین مبارک اٹھائے آپ کے پیچھے آرہے تھے لیکن آپ نہ پہنتے تھے +

سید صاحب نے جب بہت منت وسماجت کی۔ توآپ نے فرمایا۔ اے سید امیر شاہ! اگر تم اس بات کا پکا اقرار کرو کہ پھر ایسا کام نہ کروگے۔ تو تمہارے کہنے سے پہن لوں گا۔ نہیں تو ساری عمر ننگے پاؤں رہوں گا۔ سید صاحب نے اقرار کیا۔ اور آپ نے پائے مبارک نعلین میں رکھے +

ایک دفعہ آپ کسی ضروری کام کے لئے پاس کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے رات وہیں رہے۔ آپ عصر کی نماز کے ارادہ سے ایک کنوئیں پر گئے۔ اور پاس کی مسجد میں نماز ادا کرنے لگے۔ گاؤں کی عورتیں جو اس کنوئیں پر پانی بھرنے آئیں وہاں انہوں نے بیہودہ گوئی شروع کی۔ چونکہ آنحضرت کا معمول تھا۔ کہ عصر کی نماز ادا کرکے نماز مغرب تک اور پھر عشاءیں کا ورد وظیفہ بھی اسی مصلے پر بیٹھ کر ادا کرتے تھے۔ اس واسطے آپ کو ضرورتاً وہاں بیٹھنا پڑا +

جب پھر تشریف لائے۔ تو مجھے فرمایا۔ بیٹا! کل میں نے عجب حالت دیکھی۔ کہ ایسی فحش گوئی میں نے اپنی ساری عمر میں نہیں سنی۔ چونکہ ایسی حالت میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس لئے مجھے بہت فکر ہوئی کہ بڑا نیک زمانہ ہے۔ کہ امت کا حال یہ ہوگیا ہے سونے تک اسی سوچ بچار میں رہا۔ حتیٰ کہ سو گیا۔ تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک مسجد میں نہایت لطیف اور پاکیزہ فرش بچھا ہوا ہے۔ اور اس میں عورتوں نے محفل جما رکھی ہے اور ان میں سے ایک عورت بلند مقام پر بیٹھ کر سرحلقہ بن کر آیات و احادیث شریفہ کا وعظ ساری رات کرتی رہی ہے۔ جس سے حالت جذب اور وجد ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ تہجد تک یہی حالت رہی۔ میں نے اس کے اثر سے متاثر ہوکر اٹھا۔ اور اپنے آپ میں تاثیر پائی۔ میں اس حالت سے بہت ہی حیران ہوں۔ کہ دن کے وقت تو عورتیں اس قدر فحش بکیں۔ جو میں نے پہلے کبھی نہ

تھا۔ اور رات کو عالم اسرار میں ان کا یہ معاملہ دیکھا۔ جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ دن کے وقت فحش سننے سے جو ملال ہوا۔ تھا۔ اس کے بجائے اب اللہ تعالےٰ کا ذوق و شوق پاتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ واللہ اکبر اللہ اکبر۔ سبحان اللہ سبحان کہتا ہوا قدرت حق سے متعجب رہا۔ فقط

اے دینی بھائیوں! اور یقینی یارو! میرے نیاز منزل دل میں تو اس کا سبب یوں گذرا ہے۔ کہ آنحضرت کو مادر زاد دولت اور خداداد عظمت حاصل ہوتی تھی۔ عورتوں کی واہیات بکواس سن کر آپ کا نور دل ملول اور فکر مند ہو گیا تھا۔ پس حق تعالیٰ کی ذات نے جو اپنے اولیاء اللہ کے نور منزل دل پر نظر رحمت اور انوار کا فیضان کرتی ہے۔ آنحضرت کے دل کو پُر ملال پاکر فرشتوں کو عورتوں کی صورت میں کہ دراصل فرشتے بھی انسانی شکل کے ہوتے ہیں۔ بھیجا۔ تاکہ آنحضرت کے دل سے ملال دُور ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

ملک کچھی بہاول خاں کا سفر کرتے ہوئے خاص بہاول پور میں بمقام طویلہ ڈنگا پٹولی میں حاضر خدمت تھا۔ تہجد کی نماز کے بعد یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ اور چراغ روشن تھا۔ اور اس طویلے میں گھوڑے بندھے ہوئے سبز گیہوں کھا رہے تھے۔ میری سواری کی گھوڑی اچانک بیٹھ گئی۔ پھر اٹھی پھر گری اور گھبرائی۔ معلوم ہوا کہ اسقاط حمل ہوا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے سلطان حامد! تمہاری گھوڑی عمدہ اور اچھی نسل کی ہے۔ وہ پہلی دفعہ گیابن ہوئی ہے۔ اسے تکلیف ہے۔ دیکھو اس کی کیا حالت ہے۔ جب میں گیا۔ تو دیکھا کہ اسقاط حمل کی تکلیف میں ہے۔ میں نے آکر عرض کیا۔ آپ نے ایک گھڑی سوچ کر فرمایا۔ بیٹا جاؤ دیکھو کچھ آرام ہے۔ یا نہیں۔ میں نے عرض کیا ابھی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تازہ گھاس اس کے سامنے رکھو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ تو گھوڑی فوراً اٹھ کر کھانے لگی۔ آپ نے فرمایا آؤ بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ تمہاری گھوڑی تندرست ہو گئی ہے

جب میں نے آپ کو متوجہ پایا۔ تو عرض کیا۔ یا حضرت! بھائی حافظ صالح محمد کو اس ملک میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں منسوب کیا ہے۔ اور ابھی معرض التوا میں ہے۔ آپ توجہ فرماویں کہ سرانجام ہو جاوے۔ فرمایا بیٹا! دو ہزار روپیہ چاہیئے۔ تب کہیں اسم و رسم کے مطابق شادی سرانجام ہو۔ بلا سوچے میری زبان قاصر بیان سے آپ کی مرضی کے خلاف یہ الفاظ نکل گئے۔ کہ یا حضرت آپ کے لئے دو ہزار روپیہ جمع کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے

آپ کو افشائے راز یا تعریف وغیرہ بہت ہی ناپسند تھے۔ یہ الفاظ سُن کر آپ کے چہرۂ مبارک پر ملال کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور مجھے جھڑک کر فرمایا۔ کہیں دو ہزار کی کہاں توفیق ہے۔ ہم ایک ایک روپیہ کے لئے دربدر مارے پھر رہے ہیں ✦

حضرت نے بارہا از راہ شفقت مجھے فرمایا تھا۔ کہ بیٹا! ہمارے پاس اور تو کچھ نہیں صرف اتنا ہے کہ میرا سوال رد نہیں کیا جاتا۔ قبول کیا جاتا ہے۔ اس لئے میں نے عرض کیا۔ ابا جان! خود فرمایا کرتے ہیں۔ کہ میرا سوال درگاہ کبریا سے لوٹایا نہیں جاتا۔ وہ مجیب الدعوات جل جلالہٗ قبول فرما لیتا ہے۔ یا حضرت! آپ اس شادی کے لئے بارگاہ الٰہی میں دُعا کریں تاکہ وہ قبول کر کے ہماری مراد پُوری کرے ✦

چونکہ آپ نے بارہا فرمایا تھا اس لئے اس سے پہلو تہی نہ کی۔ اور ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھ کر فرمایا۔ بیٹا! تم ہمارا ستّر سالہ روزہ تڑوانا چاہتے ہو۔ ہماری اتنی عمر ہونے آئی۔ ہم نے اللہ تعالےٰ سے اللہ تعالےٰ کے سوا کچھ نہیں مانگا۔ اور کوئی مراد نہیں مانگی ✦

جب بات چیت یہاں تک پہنچی تو جواب سوال بند ہو گئے ✦

یارو! چشم عبرت کھول کر عارفوں اور عاشقوں کی ہمت دیکھنی چاہئے۔ کہ ظاہر میں تو دنیاوی تعلقات میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور باطن میں ہردم اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ظاہر میں عوام سے گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن باطن میں اللہ تعالےٰ سے ہمکلام رہتے ہیں۔ بلکہ اس کی ذات میں محو رہتے ہیں ✦

باوجود اس قدر تعلقات۔ رکاوٹوں۔ مصیبتوں اور ضرورتوں کے اس سے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے۔ اور مقام ولا تجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا، اور ان کے سینوں میں اس کے سوا جو انہیں دیا گیا ہے کوئی حاجت نہیں، میں قائم ہیں ✦

شروع عمر میں مجھے کھیتی باڑی کا بہت شوق تھا۔ میں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ یا حضرت! اگر اجازت ہو تو ملک تاڑی کی سیر کو جا کر وہاں کی نذروں سے بیل خرید کر کھیتی باڑی کروں۔ آپ نے اجازت دی۔ ہم اسباب گھوڑے خیمے اور رفیق لے کر روانہ ہوئے۔ آپ از راہ شفقت ملتان تک خود میرے ساتھ آئے۔ اور ملتان میں قیام کیا۔

وہاں سے رخصت ہوتے وقت مجھے نصیحت کی۔ کہ بیٹا! فلاں رستے جانا۔ اور بہاولپور میں
زنگلا ٹولی کے مکان پر رات گذارنا۔ پھر دوسری رات بٹی میں لعل خاں داؤد پوترہ کے مکان
پر قیام کرنا۔ اگر میرے بھائی حافظ احمد دین وہاں تم سے ملاقات کریں تو سلام کے بعد میرا
یہ پیغام دینا۔ کہ بھائی حافظ احمد دین اگر آپ کی لڑکی کے بال اُس کے دانتوں کی طرح
سفید ہو جائیں۔ ہم ملک داؤد پوترہ میں شادی کے بندوبست کے لئے نہیں آئیں گے
اگر آپ مع عیال و اطفال اپنے بزرگوار کی خانقاہ مقدس میں آجائیں۔ تو وہاں شادی کا انتظام
کیا جائے گا۔

پھر وہاں سے سوار ہو کر تین رات احمد پور میں عبداللہ شاہ سید کے مکان پر
رہنا۔ میں نے آپ کے حکم کے موافق منزل بمنزل بہاولپور پہنچکر رات بسر کی۔
صبح سوار ہو کر بٹی میں لعل خاں کے مکان پر اترا۔ عصر کے وقت میں نے دیکھا۔ کہ میرے
چچا حافظ احمد دین صاحب اپنے گھر سے یہاں آپہنچے ہیں۔ میں نے ملاقات کی۔ لوٹتے وقت
پھر آپ کی خدمت میں جا کر اپنے ہاتھ سے آپ کے پاؤں کو دبانا شروع کیا۔ اس موقعہ
پر باادب آنحضرت کا پیغام لفظ بلفظ عرض کیا۔ چچا جان نے فرمایا۔ اگر تمہارے باپ کو
بلندی اور عروج حاصل ہے۔ تو ہم رشتہ دار ہیں۔ یہ برادری کا معاملہ ہے۔ اس میں ہم
برابر ہیں۔ ہماری لڑکی ہمارے گھر ہے۔ اگر باپ کے گھر رہے گی۔ تو بھی کوئی عیب کی
بات نہیں۔ ہم شریف خاندان کے ہیں۔ ہم ہندوؤں کی طرح وہاں جا کر شادی نہیں
کریں گے۔ اور اپنی لڑکی تمہارے گھر لے جا کر نکاح نہیں کریں گے۔ اگر تم اونچے ہو تو اپنے
گھر۔ ہم مسکین ہیں۔ تو اپنے گھر۔ فقط۔

صبح میرے چچا جان واپس اپنے گھر گئے۔ گویا صرف پیغام سننے آئے تھے۔ میں
حسب الحکم احمد پور پہنچکر آنحضرت کے مرید عبداللہ شاہ کے مکان پر اترا۔ پہلی ہی رات
وہاں اعلےٰ درجے کے اسرار مقامات اور وجد پائے۔ اگرچہ ظاہر میں چارپائی پر تھا۔
لیکن حقیقت میں اسرار علیا مجھے عروج پر لے گئے۔ ساری رات انہیں معاملات میں
گذری وہ معاملہ حال کے متعلق ہے۔ قال میں نہیں آسکتا۔

یہ سب کچھ اس واسطے تھا کہ آنحضرت گو بظاہر ملتان میں بیٹھے تھے۔ لیکن باطن
میں توجہ کی نگاہ مجھ پر تھی۔ کسی منزل پر آپ کی توجہ سے خالی نہ رہا۔ یہ معاملات آپ کی

نظر فیض اثر اور توجہ کے سبب سے ظہور میں آتے تھے۔ خواہ آپ تنو میل کے فاصلہ پر تھے لیکن توجہ کی تاثیر ویسی ہی تھی۔ جیسے ایک قدم پر ہوتی ہے +

اولیاء اللہ حاضرے بود در ہر مقام
گرچہ باشد ظاہرش با خاص و عام

اگرچہ اولیاء اللہ ظاہر میں خاص و عام سے ملے رہتے ہیں۔ لیکن باطن میں ہر مقام پر موجود ہوتے ہیں +

دوسری رات بھی میں عبداللہ شاہ رح کے مکان پر تھا۔ جب ایک آدھ پہر رات گذر گئی۔ تو دروازے کے باہر کسی نے آواز دی۔ سلطان حامد یہاں ہیں۔ میں سویا ہوا تھا۔ آواز جو سنی۔ سر اُٹھایا۔ اور خادم کو کہا۔ دروازہ کھولو۔ اور دیکھو کون آواز دے ہے۔ خادم نے باہر جاکر پوچھا۔ تو کون ہے۔ کہا حافظ احمد دین کا بیٹا خدا یار سلطان حامد کا چچیرا بھائی۔ ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ میں متعجب ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ کہ اللہ اللہ اسے کس نے خبر دی کہ میں یہاں ہوں۔ پھر سمجھ میں آیا۔ کہ اسے اس کے والد بزرگوار نے ملاقات کے حالات بتلائے ہوں گے۔ القصہ چراغ روشن تھا۔ اندر آیا گلے ملے اپنے پاس بٹھایا۔ اس کا گھوڑا بندھوایا۔ کھانا کھانے کے بعد جب ہم مجلس بیٹھے۔ تو میں نے پوچھا۔ کہ بھائی صاحب! ایسے اویر سے کیسے آنا ہوا۔ کہا۔ کل جب میرا باپ تم سے جدا ہوکر گھر پہنچا۔ تو اس نے مجھ سے ناراض ہوکر گھر سے نکل جانے کا ارادہ کیا۔ چونکہ میرے لئے جائے ادب تھے اور آنکھوں سے معذور۔ اس لئے میں نے کہا۔ ابا جان! آپ کیوں جاتے ہیں؟ فرمایا ہمارا تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ابا جان نے مجھے بتایا تھا۔ کہ آپ یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی طرف آیا۔ غنیمت ہے آپ کی ملاقات ہوئی آپ چلکر ہماری صلح کرادیں +

چونکہ قریبی رشتہ۔۔ تھے۔ اس لئے صبح میں سوار ہو وہاں پہنچا۔ میں نے چچا جان سے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ سلطان حامد اس کا اختیار ہے۔ اگر یہ نہیں جاتا۔ تو میں جاتا ہوں۔ اگر وہ جائے تو میں یہاں رہوں گا۔ بس یہی دو باتیں ہیں۔ ان میں سے جونسی چاہے منظور کرے +

میں نے خدا یار سے بیان کیا۔ تو اُس نے کہا میرا باپ آنکھوں سے معذور ہے۔ وہ

ستر داری کو کہاں لے جائے گا۔ مَیں جوان ہوں۔ میرے لئے کوئی عیب نہیں۔ جہاں چاہوں بیٹھ جاؤں۔ وہ اپنے گھر بیٹھے رہیں +

تب خدا یار نے اونٹ کرا اونٹ اور سامان جمع کیا۔ اور ظہر تک وہاں سے کوچ کیا۔ شام تک فارغ ہو گیا +

رات جب ہم نے آرام کیا۔ تو ایک پہر رات باقی ہو گی۔ کہ میرے چچا حافظ قرآن حافظ احمد دین صاحب اپنے معتبر حیدر نام کا ہاتھ پکڑے میرے خیمہ میں آ گئے۔ اور فرمایا سلطان حامد جاگتے ہو۔ مَیں نے عرض کیا۔ صاحب جاگتا ہوں۔ فرمایا اُٹھو۔ ہمارا حال سُنو۔ مَیں نے چار پائی پر بٹھایا۔ آپ نے تمہید باندھی۔ جس کا ماحصل یہ تھا۔ کہ اب ہم بھی یہاں نہیں رہیں گے۔ ہمیں بھی کہیں اپنے ہاتھ سے بٹھا جاؤ۔ مَیں نے عرض کیا چچا جان! آپ نے اپنے بیٹے کو کیوں نکالا۔ اور اب خود بھی یہ مقام چھوڑتے ہیں۔ یہاں آپ خس پوشوں کے مکان میں رہتے ہیں۔ دوسرے نامحرموں میں ستر داری کیونکر قائم رہے گی۔ آپ نے اصرار کیا۔ مَیں نے کہا۔ صاحب آپ گھر جا کر اپنے تمام آدمیوں سے مشورہ کر لیں۔ پھر جس طرح آپ فرمائیں گے کیا جائے گا۔ میرے عرض کرنے کے مطابق گھر تشریف لے گئے۔ اور ایک گھڑی بعد حیدر مذکور کے ہاتھ مجھے بلا بھیجا۔ مَیں نے حیدر سے پوچھا۔ تم تو واقف کار ہو۔ میرے چچا جان کو یہ کیا خبط ہوا۔ کہا۔ صاحبزادہ سلطان حامد! آپ خود دانش مند ہیں۔ کیا آپ اس معاملہ کو نہیں سمجھتے۔ کئی سال گذرے آپ کے والد ماجد شیخ غلام باہو احمد دین صاحب کو اس مُلک سے لیجانے کے لئے تشریف لائے۔ لیکن حافظ صاحب نے اُن کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ چونکہ وہ صاحب تصرف ہیں۔ اس لئے اِن کے دلوں کو رسّی ڈال کر کھینچے لئے جا رہے ہیں۔ اے صاحبزادہ! مَیں آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ مَیں یہاں کا خادم ہوں۔ جیسی معلوم تمام رات میں آگ جلاتا رہا ہوں۔ اور خاندان کے سارے آدمی بیٹھے رہے۔ سب کے سب جاگتے رہے۔ کسی کو اونگھ تک نہ آئی۔ نہیں خانقاہ مقدس میں لے جائیں +

مَیں اٹھ کر چچا جان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں نے تمام آدمیوں کو ایک ہی جگہ بیٹھے دیکھا +

جب مَیں نے اِس معاملہ کی بابت سلسلہ جنبانی کی۔ کہ صاحبان کیا یہ مناسب ہے۔ کہ آپ بھی یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ چونکہ تم جنوب کی طرف سفر کے لئے جاتے

ہو۔ بہتر ہے ہمیں خود اپنے ہاتھ سے کسی جگہ بٹھا جاؤ۔ میں نے کہا۔ اگر آپ اس جگہ کو چھوڑتے ہیں۔ تو پھر اپنے جدامجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ پر جانا چاہئے۔ فرمایا۔ بیٹا! ہمیں منظور۔ ہمیں کسی جگہ بٹھا کر جانا۔ جب سفر جنوب سے بخیریت لوٹو گے۔ تو ہمیں بھی ساتھ لے جانا۔ میں نے کہا۔ ملک تاڑی کی سیر کوئی ضروری نہیں۔ میں یہاں سے آپ کے ساتھ خانقاہ مقدس تک چلتا ہوں۔ انہوں نے خوشدلی سے اجازت دی۔ میں اٹھ کر اپنے خیمہ میں آیا۔ اور اونٹ اور کجاوے لائے گئے۔ اور منزل بمنزل شجاع آباد کی راہ ملتان میں آئے۔

تمام اونٹ مال اسباب اور سوار پیادے تمام رفیق ملتان کے عالم پناہ دروازے کے باہر باہر براہ راست روانہ کر کے خود اکیلا پاک دروازے سے گزر اپنے والد بزرگوار کے ڈیرے پر پہنچا۔ آپ نے حالات پوچھے۔ میں نے تمام ماجرا عرض کیا۔ سنتے ہی آپ کا چہرہ مبارک دمک اٹھا۔ فرمایا بہت اچھا ہوا۔ یہ بھی تم نے اچھا کیا۔ کہ محمل کو شہر کے باہر باہر روانہ کیا۔ آپ نے خادم کو فرمایا۔ کہ میرے گھوڑے پر فوراً زین ڈالو۔ ہم بھی بھائی حافظ احمد دین اور اس کے خان و مان سے ملاقات کر آئیں۔ اور ایک رات ان کے پاس گزار آئیں۔ فوراً میرے ساتھ ہو لئے اور لاہوری دروازہ کے باہر محمل تک جا پہنچے۔ آپ نے میرے چچا جان اور اس کے خان و مان کو مرحبا کہا اور قدم بقدم ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہر طرح سے ان کی دلداری کرتے رہے۔

جب ہم شہر سے نکلے۔ تو آنحضرت نے اپنی سواری کی باگ آہستہ کر لی۔ اور اپنے ہمراہیوں سے پیچھے رہ گئے۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ مجھ سے کچھ بات چیت کیا چاہتے ہیں۔ مجھے اشارہ سے فرمایا۔ بیٹا! جنوب کے سفر سے رہ جانے کا اندیشہ نہ کرنا۔ کیونکہ تم دو ہزار روپیہ کی فتوح کر آئے ہو۔ اب ہمیں اختیار ہے خواہ پانچ روپے سے برخوردار حافظ صالح محمد کی شادی کر لیں۔ تو بھی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ یہ بھی خاندانی رسم ہے۔ اس میں آپ نے یہ بھی اشارہ کیا۔ جو میں نے بہاولپور میں رنگلا پٹولی کے مکان پر تہجد کے وقت آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یعنی میں نے دو ہزار روپے کے لئے عرض کیا تھا۔ یہ کام محض آپ کی باطنی توجہ سے سرانجام ہوا۔ مجھے بھی شفقت سے اشارہ کیا۔ والسّلام۔

مَیں آپ کی مرضی اور اجازت بغیر سفر کے لئے روانہ ہؤا - اور بڑے لمبے سفر کے ارادے سے نکلا - آپ بھی چند درویشوں کو ساتھ لے کر میرے پیچھے روانہ ہوئے - جب ملتان پہنچے - تو وہیں قیام فرمایا - بظاہر آپ فرماتے تھے - کہ سفر بہت لمبا ہے - سامان کی تیاری کے لئے یہاں ٹھیرے ہیں - لیکن باطن میں آپ میری طرف متوجہ تھے - مجھے اپنے تصرف اور جذبہ سے اپنی طرف کھینچا - جہاں میں تھا - وہاں سے بے اختیار آپ کی قدمبوسی کے لئے واپس آیا - اور منزل بمنزل ملتان پہنچا - اور رات گذارنے کے لئے آنحضرت کے ڈیرے میں آیا - ناگاہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھا - آپ اس وقت چھت پر بیٹھے تھے لوگ مبارک مبارک کہتے تھے - اور آپ سُن کر خاموش تھے - کچھ جواب نہ دیتے تھے - مَیں نے اتر کر قدمبوسی کی - شفقت کے مارے آپ کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے - فرمایا بہتر ہوا آ گئے - اللہ تعالےٰ کا شکر ہے - ورنہ ہمیں منزل بمنزل پہنچنا پڑتا - ہمارا اس ملک میں کیا کام تھا +

رمضان فقیر سے جو کہ خادم اور راز دار تھا - اس بارے میں پوچھا - تو اُس نے کہا مَیں نے آنحضرت کی خدمت عرض کیا تھا - کہ جب آپ ملتان تک مارا مار آئے - تو یہاں آ کر کیوں بیٹھ رہے - فرمایا ٹھیر ٹھیر یہیں آ جائے گا +

آپ کو شیخ محمد یار صاحبزادہ کی طرف سے رقعہ آیا - کہ اپنے پوتے صاحبزادہ غلام لٰیسن کے ختنہ کی رسم شادی ہے فلاں تاریخ پر معہ برادری تک سندھ میں فلاں مقام پر تشریف فرما ہو کر رونق افروز مجلس ہوں +

آپ بھائیوں اور صاحبزادوں سمیت روانہ ہوئے - منزل بمنزل مسافت طے کرتے آئے - حتیٰ کہ قریب آ پہنچے - وہاں مقام کا ارادہ کیا - آپ نے بھائیوں اور صاحبزادوں سے متوجہ ہو کر فرمایا - کہ گو انہوں نے شادی کا دن جمعہ لکھا ہے - لیکن آج جمعرات کو ظہر کے وقت ختنہ کی رسم ادا کی جائے گی - آج ہم نے پہلے ہی بہت فاصلہ طے کیا ہے - تب یہاں پہنچے ہیں - اور ابھی بیس میل اور باقی ہیں - ہم پہنچ نہیں سکتے - تم جوان ہو - تازی سوار ہو - اگر گھوڑوں کو تیز کرو - تو بلا شک شادی کے موقعہ پر پہنچ سکتے ہو - صاحبزادہ خیر محمد نے عرض کیا - یا حضرت! ان کی مُہر لگا خط موجود ہے - کہ جمعہ کے روز ختنہ بٹھائے جائیں گے - پھر وہ کیونکر آج کر سکتے ہیں +

آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے۔ لیکن آج جمعرات کو ظہر کے وقت ضرور ختنہ کی رسم ادا کریں گے +

بھائیوں نے دوڑنے سے انکار کر دیا۔ مولانا بھائی حافظ صالح محمد بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے میری طرف پورے طور پر متوجہ ہو کر فرمایا۔ بیٹا! تم بفضلِ خدا نوجوان اور توانا ہو۔ اور تمہاری گھوڑی بھی بہت عمدہ اور تیز ہے۔ اگر گھوڑی دوڑاؤ تو ظہر کی نماز سے پہلے وہاں پہنچ سکتے ہو۔ اگر اس طرح کرو۔ تو وقت پر حاضر ہو کر تنبول اور نثار شادی ادا کر سکتے ہو۔ میں آپ کا فرمان بجا لا۔ اور گھوڑی دوڑائی ظہر کے وقت وہاں پہنچا۔ تو انہیں شادی کے کام میں مشغول پایا۔ میں بھی شریک محفل ہوا۔ اور تنبول اور نثار شادی ادا کی +

دوسرے روز جمعہ کے دن بھائیوں اور باقی صاحبزادوں سمیت تشریف لائے۔ مالک خلاف وعدہ ہونے کے سبب گھسیانے ہوئے۔ اور جو بھائی آنحضرت کے ساتھ تھے۔ انہوں نے متعجب ہو کر ماجرا بیان کیا۔ حاضرین مجلس نے جب آنحضرت سے اس معاملہ کی بابت پوچھا تو فرمایا۔ ہمیں قرینہ سے معلوم ہوا تھا۔ سب کے سب آنحضرت کی روشندلی کے معترف ہوئے۔ والسلام +

میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں حیدرآباد کے سفر میں آنحضرت کے ساتھ تھا۔ آپ موضع کاٹھری میں جو پھلیلے کے کنارے پر ہے اپنے محبوں کے پاس جو سادات عظام اور معشوق الٰہی ہیں ٹھیرے ہیں۔ تو مجھے سفر کے رفع ملال کے لئے فرمایا کہ روزمرہ گھوڑے پر سوار ہو کر پیر عبدالرحمٰن کی قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے جایا کرو۔ اور پھر حیدرآباد کی سیر کر کے آیا کرو۔ میں آپ کے حکم کے موافق ایسا ہی کیا کرتا تھا +

ایک روز رستے میں جب گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ عقیق کی تسبیح جو آپ نے وہاں سے لیکر مجھے مرحمت فرمائی۔ اتفاقاً ٹوٹ گئی۔ اور تمام دانے بکھر گئے۔ میں نے گھوڑے پر سے اتر کر تلاش کی۔ اور دانے تو مل گئے صرف ایک دانہ نہ مل سکا۔ مجبوراً سوار ہو کر اپنی راہ لی +

دوسرے روز پھر جب اس مقام سے گذرا۔ تو بہتیرا تلاش کیا۔ لیکن نہ ملا۔ اسی طرح ہر روز تلاش کرتا۔ لیکن وہ دانہ نہ ملتا۔ آخر میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حیدرآباد کی راہ میں ایک گم شدہ دانہ دستیاب نہیں ہو سکا +

ایک روز آپ مجھے ہمرکاب کر کے مذکورہ بالا زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاں

دانہ گم ہوا تھا۔ اس کی آپ کو اطلاع نہ تھی۔ بغیر اطلاع آپ گھوڑے پر سے اُترے۔ اور فوراً مٹی میں سے دانہ نکال کر فرمایا۔ دیکھو یہ تمہاری تسبیح کا دانہ ہے۔ مَیں نے آپ کا ہاتھ چوما اور دانہ مذکور لے لیا۔ فقط ◆

ایک روز مَیں (سلطان حامد مصنف رح) اور حضرت شیخ محمد زبیر رحمتہ اللہ علیہ دونوں آنحضرت کے ساتھ تھے۔ اور ملک چولستان میں پنوار نام کنوئیں پر عصر کی نماز کے وقت پہنچ گئے۔ پوس کے دن تھے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس کنوئیں پر کے مکانوں سے جنازہ نکلا ہے۔ جسے قبرستان میں لے جا رہے ہیں۔ اور مرد عورت سبھی اُس کے گرد روتے ہیں۔ میرے بھائی محمد زبیر نے جو نہایت دانا اور ذکی تھے۔ عرض کیا۔ یاحضرت! ہم اچانک مصیبت زدوں کے مکان میں آ نکلے۔ اور مشکل ہے۔ کہ ہم ایسے وقت میں جبکہ سردی کا غلبہ ہے اور اور کوئی گاؤں موجود نہیں۔ کہاں جا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آؤ۔ جب ہم آئے اور ماتم زدوں کی نگاہ آپ کے چہرہ مبارک پر پڑی۔ اور آپ کی نورانی پیشانی دیکھی۔ تو بے اختیار آپس میں خوشی کے نعرے بلند کرنے لگے کہ آئیے آئیے۔ مبارک مبارک۔ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں۔ سب کے سب آپ کی خدمت میں آ گئے۔ اور جنازہ کو فراموش کر دیا۔ آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر خدمت ہو گئے۔ اور آپ گھوڑے پر سوار آہستہ آہستہ اُن کے خالی گھروں کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ اور سب کے سب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسرے کو مبارک مبارک کہتے تھے ◆

مَیں نے بچشم خود دیکھا۔ کہ ان کا جنازہ آبادی کے باہر اکیلا چھوڑ دیا۔ اور ایک بھی اُس کے پاس نہ رہا۔ اس حالت میں آنحضرت نے دیر کے بعد نہیں فرمایا۔ کہ تمام شخصوں کو اجازت ہے۔ کہ جنازہ لیجا کر دفن کریں۔ اور مسمی بخش اور ابراہیم کو ہماری خدمت کے لئے یہاں چھوڑ جائیں ◆

پھر آپ کے حکم کے موافق انہوں نے جنازہ اٹھا۔ اور قبرستان میں جا کر دفن کیا آپ رات وہیں ٹھہرے۔ بخدا! معلوم نہیں ہوتا تھا۔ کہ یہاں ماتم ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے گھروں کے باشندے آنحضرت کی تشریف آوری پر اس طرح خوش تھے۔ جیسے عید کے موقعہ پر ہوتے ہیں۔ تمام زن و مرد نہایت خوشی سے آپ کی خاطر و مدارات کرنے لگے۔ یہ سب کچھ آپ کے تصرف و یمن کے سبب تھا ◆

آنحضرت کے صدق وعدہ کے بیان میں

آپ وعدہ کے اس قدر سچے تھے۔ کہ ایک دفعہ ایک طالبعلم جندوڈا قوم باڑہ نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے وعدہ کیا۔ کہ اس سال موسم سرما کا لباس ہم دیں گے۔ جب جاڑے کا موسم آیا۔ تو آپ انتظار کرتے رہے۔ آخر پتہ لگا۔ کہ شہر لیہ کے قریب قاضی صاحب کے گاؤں میں علم حاصل کرتا ہے۔ آپ اُس کی پوشاک معہ کمبل لے کر اتنا فاصلہ طے کر کے اس گاؤں میں پہنچے۔ اور اُسے کپڑے پہنائے۔ گاؤں والے جو اہل فضل و دول تھے۔ یہ بات دیکھ کر متعجب رہے۔ کہ حضرت صاحب نے باوجود اس قدر حشمت اور تمکنت اور سجادہ نشینی کی عزت کے اکیلے ایک درویش کی خاطر بذات خود اتنی تکلیف اٹھائی ہے۔ آپ اُسے لباس پہنا کر پھر تکلیف اُٹھائے واپس تشریف لائے +

آپ کے بذات خود جانے کا مطلب یہ تھا۔ کہ اپنے ہاتھ سے پہنا کر زیادہ ثواب حاصل کریں۔ یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے۔ کہ شاید وعدہ کرتے وقت آپ نے فرمایا ہو۔ کہ ہم خود تمہیں پہنچائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اولیاء اللہ کے کام سراسر بھید ہوتے ہیں +

آنحضرت جنوب کا سفر کرتے ہوئے بہاولپور داؤدپوترہ کے علاقہ کے شہر خیر پور ٹانویں میں تھے۔ گوڑ قائم رئیس کے گردونواح سے مُرید حاضر ہوئے۔ اور چند روز رہ کر جاتی دفعہ آپ سے اقرار کر لیا۔ کہ لوٹتے وقت اِدھر تشریف لائیں۔ خیرپور کے محبّوں کی دعوتوں میں بہت دن صرف ہو گئے۔ اور جاتی دفعہ وہ وعدہ بھول گئے۔ دور رسیدہ سے نکل گئے +

جب ملتان اور خیرپور کے درمیان پہنچے۔ تو اُن محبّوں کا وعدہ یاد آیا۔ آپ وہیں سے لوٹے۔ اور پھر دریائے نیلی سے مشرق کی طرف دو تین منزلیں طے کر کے منزل مقصود پر پہنچے۔ وعدہ پورا کرنے اور محبّوں کو راضی کرنے کے بعد پھر واپس تشریف لائے۔ اور دریائے مذکور سے مغرب کی طرف عبور کر کے ملتان کی طرف روانہ ہوئے +

جب میری شادی کے لئے آپ برات ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی طرف لے گئے اور سات

منزلیں طے کر کے منزل مقصود کے قریب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مرید حضرت شاہ مراد علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں پہنچے۔ تو آپ نے مستورات کے کجاووں اور ہودوں کے اُترنے کا حکم دیا۔ مستورات نے وہاں ستر سرائے میں چند گھڑی آرام کیا۔ اور اسباب وغیرہ کے لدے ہوئے اونٹ اور برادری کے سارے سوار اور معتبر سب پیادہ منتظر کھڑے رہے۔ آپ نے کسی کو آگے جانے کا حکم نہ دیا۔

جب مَیں نے بارہا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ وقت تنگ ہو جائے گا۔ اور لوگ گھبرا جائیں گے۔ تو آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ اس وقت ستر سرائے کی لونڈیوں سے کانوں میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے اور مستورات کا ایما لیتے۔ اور کسی کو اس حال کی خبر نہ تھی۔ آخر اپنی اور مستورات کی مرضی سے تیاری اور سواری کا حکم دیا۔ وقت بے وقت ہو گیا تھا۔ اس لئے سواریوں اور اور لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ مجھے فرمایا۔ بیٹا! پہلے روز برات کی روانگی کے وقت مستورات نے مجھ سے اقرار لیا تھا۔ کہ جب ہم بفضل خدا منزل مقصود پر پہنچیں گی۔ تو ہمیں دو تین گھڑی اتر کر لباس بدلنے۔ زیور وغیرہ پہننے اور سفر و راہ کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے دو تین گھڑی اترنے کی اجازت دینا۔ تاکہ ہم اپنے عزیزوں کے گھر بن سنور کر جائیں۔ سو مَیں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ اس لئے یہاں اتنی دیر ٹھیرنا پڑا۔ اور دیر ہو گئی آپ نے میرے سوا کسی کو یہ بھید نہ بتایا۔

ایک روز کسی تقریب سے سید مسمی زندہ شاہ بھاکری اوچ معظم والہ قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ایک سفید ریش سادہ لوح سید مسمی زندہ شاہ ولد سید خیر شاہ نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک دفعہ میں نے آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ غلام باہو صاحب کی خدمت میں سوال کیا۔ اس وقت جوار کا غلّہ لنگر شریف میں برتا جا رہا تھا۔ آپ نے مجھے وہی غلّہ دینا چاہا۔ مَیں نے قبول نہ کیا۔ اور ناراض ہو کر چلا آیا۔ شائد اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور شاید آپ نے دل میں اقرار کر لیا ہو گا۔ کہ جب نقدی مل جائے گی۔ فوراً سید صاحب کی خدمت میں پہنچاؤں گا۔ عصر یا شام کے قریب آپ کے پاس ایک روپیہ نقد بطور نذر پہنچا۔ آپ اسی وقت سوار ہوئے اور ایک خادم ساتھ لیا۔ اور چھ سات میل کے فاصلہ پر عنایت شاہ کے گاؤں میں جہاں میرا گھر تھا۔ جا پہنچے۔ بہت دیر ہو گئی تھی۔ لوگ سوئے پڑے تھے۔ آپ خالی مسجد میں یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ اور درویش کے ہاتھ میں گھوڑا تھا۔ دیوار سے لگا رہا۔ کیونکہ پوس اور ماگھ کے

دن تھے۔ صبح میاں امام بخش علما مسجد میں آیا۔ تو اُس نے آپ کو ایک گوشے میں شاغل دیکھ کر تشریف آوری کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ یہاں کچھ کام تھا۔ اُس نے پوچھا۔ کہ آپ نے کسی کو اطلاع نہ کی۔ فرمایا۔ دیر ہو گئی تھی اور سب سوئے پڑے تھے +

بعد ازاں اس سے پوچھا کہ کیا یہاں سید زندہ شاہ ہیں۔ عرض کیا۔ ہیں۔ فرمایا انہیں بلالاؤ +

پس میاں امام بخش نے میرے گھر آ کر میرا نام لے کر آواز دی۔ مَیں اُٹھ کر دروازے پر آیا۔ وہ میاں صاحب مجھے مسجد میں لے گئے۔ آنحضرت مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت تواضع سے وہ روپیہ پوشیدہ طور پر میرے ہاتھ میں دیا۔ اور سوار ہو کر چلے گئے +

یہ سب کچھ اس واسطے تھا۔ کہ آپ نے نور محمدی سے پرورش پائی تھی۔ اور آپ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلام تھے +

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کی سچائی ہیں۔ آنحضرت صلعم نے کسی کے ہاتھ ایک چیز بھیجی۔ خریدار کے پاس پوری قیمت نہ تھی۔ جو موجود تھی وہ دی اور باقی کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میرے آنے تک آپ یہیں تشریف رکھیں۔ مَیں گھر سے روپیہ لے آؤں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اچھا۔ وہ گھر جا کر کسی اور کام میں مشغول ہو گیا۔ اور اُسے وعدہ یاد نہ رہا +

دو دن رات بعد جب اُسے یاد آیا۔ تو کہنے لگا کہ آنحضرت وعدے کے سچے ہیں۔ ایسا نہ ہو وہیں منتظر بیٹھے ہوں۔ جب آیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی مقام پر بیٹھے پایا آپؐ نے فرمایا۔ اے فلاں! تم نے مجھے بڑی تکلیف دی +

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے۔ تو اخلاق محمدی سے متخلق اولیاء اللہ ظاہر و باطن میں کیوں ایسے نہ ہوں +

حضرت شیخ سلطان غلام باہو فقر محمدی میں یگانۂ آفاق تھے۔ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ نور محمدیؐ کے پرورش یافتہ تھے۔ حقیقت محمدی میں محو تھے۔ ظاہر و باطن میں اوصاف و اخلاق محمدیؐ سے متصف اور متخلق تھے۔ آنحضرت کے اتباع کے بغیر آپ سے کوئی صفت یا خلق ظہور میں نہ آیا ہو۔ جو عمل خصلت اور وصف آپ سے ظاہر ہوتا۔ یا

وقوع میں آتا وہ عین اتباع محمدی ہوتا +

آپ عالم عاقل صاحب انصاف صاحب اعتقاد اور علم احادیث اور آنحضرتؐ کے احوال سے کماحقہ بہرہ مند تھے۔ آپ کو ہر معاملہ کی اطلاع ہو جاتی۔ اس بیچارے گنہگار (سلطان حامد مصنفؒ) کو آپ کے احوال فیض مآل کی بابت آپ کی توجہ کے بغیر کیا علم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حدیث قدسی ہے۔ ان اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی۔ میرے دوست میری قبا تلے ہیں۔ انہیں میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا +

آپ اس درجہ تارک الدنیا تھے۔ کہ تحریر میں نہیں آ سکتا آٹھویں باب میں سجادہ نشینوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے حالات میں کہ آپ چوتھے سجادہ نشین تھے۔ کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس موقعہ پر بھی مجمل طور پر کچھ لکھا جاتا ہے۔ تاکہ پکے دوستوں اور سچے طالبوں کے لئے باعث ہدایت ہو +

آنحضرت نے فقر اور ترک اس درجہ اختیار کر رکھے تھے۔ کہ آخر ان کے بیان سے عجز کا معترف ہونا پڑتا ہے۔ آپ بدرجہ غایت تعلق دار۔ کثیر العیال۔ جہانداری۔ اسم و رسم والے اور مہمان نواز تھے۔ لیکن پھر بھی اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ فقرا کا قاعدہ ہے کہ صبح کی چیز صبح خرچ کر دیتے۔ اور شام کی شام۔ آپ صبح بھی لنگر کے واسطے کچھ نہ رکھتے تازہ بتازہ سائلین کو دیا کرتے +

چنانچہ ایک روز ایک مرید بہت سی نقدی بطور نذر لایا۔ آنحضرت وہ نقدی راہ خدا میں صرف کر رہے تھے۔ میں اس وقت حاضر خدمت تھا۔ لنگر اور گھر میں فاقہ اور ناغہ تھا میں منتظر اور امیدوار تھا۔ کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا۔ آپ نے توجہ تک نہ کی۔ آخر میں نے دیکھا کہ اب تھوڑا سا روپیہ باقی ہے۔ خیال کیا کہ خود ہی ہاتھ بڑھا کر اسے لے لوں۔ تاکہ آج کا خرچ تو چلے۔ ابھی میں ہاتھ بڑھانے نہیں پایا تھا۔ کہ آپ نے وہ روپیہ اٹھا کر اور کسی مستحق کی طرف پھینک دیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ فقط ہم بدستور فاقہ رہے اور اپنی کارسازی کے لئے قرضہ لیا +

آپ کے فضائل ہی اس قسم کے تھے۔ کہ جن کی تاثیر سے فقر و فاقہ زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ اور انہیں خصلتوں پر آپ کاربند رہتے۔ چنانچہ جمعہ آپ مٹاتے جو دنیا میں باعث

فقر ہے۔ اور آخرت میں باعث ترقی درجات ہے۔ تہجد کے وقت ہر ہر رکعت میں سورہ اخلاص ایک ایک مرتبہ کم کرتے جاتے تھے۔ اور درویشوں کو فرماتے تھے کہ اس طرح کرنا دُنیاوی معیشت کی کمی اور دین کی ترقی کا باعث ہے۔ اگر تم ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ زیادہ کرو تو دنیا کے کام میں زیادتی ہو جائے گی۔ آگے تمہارا اختیار ہے۔ ایک روز مجھے فرمایا بیٹا میں چار پائی پر روٹی کھاتا ہوں۔ اس لئے میری عمر فاقے میں گذری۔ تم نے ایسا نہیں کرنا۔ میں نے آپ کے فرمان کی تاثیر سے اب تک چارپائی پر روٹی نہیں کھائی۔ اس لئے عزت و توقیر اور معیشت بھی دن بدن ترقی پر ہے +

آپ کا معمول تھا۔ کہ جہاں آپ مغرب کی نماز ادا کرتے عشاء تک وہیں نوافل اور وظائف میں مشغول رہتے اور احیاء العشائین کا شغل ضرور کرتے +

حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص احیاء العشائین نہیں کرتا اُسے تہجد کی توفیق حاصل نہیں ہوتی +

مَیں نے (مصنف رح) توریت میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ہر ایک نبی نے احیاءالعشائین اور سحر خیزی کو قائم رکھا۔ مَیں سات آٹھ سال کی عمر سے لیکر تیس سال کی عمر تک آپ کی خدمت میں رہا۔ آپ کے ظاہری معمول اکثر ملحوظ تھے +

ایک روز مَیں نے آپ کو ماہ رمضان المبارک میں احیاء العشائین کے وقت معمول سے زیادہ نفل ادا کرتے دیکھ کر وجہ پوچھی۔ تو بار بار کے اصرار پر فرمایا۔ بیٹا! مجھے قضا شدہ نمازوں کی فکر بہت رہا کرتی تھی۔ کسی نے مجھے اسرار میں کہا۔ کہ تجھے ہر وقت قضا شدہ نمازوں کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ اس ماہ مبارک رمضان میں نماز فریضہ کے بعد ایک اور نماز ادا کر لیا کرو۔ تم نے بہرحال ایک لاکھ نماز قضا نہ کی ہوگی۔ اس واسطے مَیں ہر ایک فریضہ کے بعد اور ایک نماز ادا کر لیا کرتا ہوں۔ بنظر تعمق دیکھا تو معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں سے کہیں بڑھ کر آپ نمازوں کا اعادہ کرتے ہیں۔ مَیں نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ بیٹا! یہ اس واسطے ہے۔ کہ جب مجھے خیال آتا ہے۔ کہ میں نے جو فریضہ نماز فوت کی ہے۔ اگر وہ نہ کرتا۔ تو اُس کے ساتھ اس قدر سنتیں اور نفل بھی ادا کرتا۔ اس خیال کے آتے ہی مَیں انہیں معہ سُنت و نوافل ادا کرتا ہوں +

جب رمضان المبارک گذر گیا۔ تو پھر بھی آپ کو اسی طرح شاغل پایا۔ مَیں نے پوچھا

ابا جان! اب رمضان گذر گیا - اب بدستور فوت شدہ نمازیں ادا کرتے ہیں - فرمایا - بیٹا! رمضان شریف کے بعد خیال آیا - کہ چالیس دن تو پورے کروں - جب چالیس دن پورے ہو گئے تو خیال آیا کہ بزرگان دین کا قول ہے - کہ جو شغل اور عبادت چالیس دن تک کیا جائے - اگر پھر چھوڑ دیں - تو رجعت میں پڑ جاتے ہیں - اب میں رجعت کے خوف سے ترک نہیں کرتا - میں سنکر خاموش ہو رہا - آنحضرت کو دوسرے ماہ رمضان تک یعنی برابر ایک سال تک مذکورہ بالا شغل میں مشغول پایا - اور علاوہ بریں ایک اور شغل شروع کیا - وہ یہ کہ عشاء - تراویح - وظائف اور معمولی فوت شدہ نمازوں سے فارغ ہو کر مصلے پر کھڑے ہو کر تمام رات نماز ادا کرنے میں مشغول رہتے - پھر تہجد کی نماز معہ اوراد معمولی ادا کرتے - بعد ازاں صبح کی نماز ادا کر کے اشراق تک مشغول رہتے - پھر اپنی کچہری میں فیضان کی مسند پر بیٹھکر مہمان نوازی - غریب نوازی - درویشوں کے خرچ برداشت کرتے - زخمی دلوں کی دلداری اور چارہ سازی اور درویشوں - سائلوں - اور محتاجوں کی امداد کے لئے دوپہر تک بیٹھے رہتے - اگر دوپہر تک مذکورہ بالا کاموں سے فارغ نہ ہوتے - تو دوپہر کو سونے کا وقت کا انہیں کاموں میں خرچ کر دیتے اس کے بعد آپ چند سال دُنیا میں رہے - بدستور اسی طرح کرتے رہے مرتے دم تک رات کو سونا مطلق چھوڑ دیا - مردانِ خدا اور شہواران مجاہد میدان وفا کا کیا کہنا - بوڑھے جن کو دیکھ کر جوان بھی رشک کھائیں - زہے صاحبان استقامت کہ ہر وقت اور ہر دم اللہ تعالےٰ میں شاغل ہیں - کیا ہی صاحب ریاضات و مجاہدات اور بے ریا عبادت کرنے والے ہیں - کہ بشریت سے بھی گذر کر فرشتوں کے مقام پر پہنچتے ہیں - اور تجلیات اور مشاہدات سے مشرف ہوتے ہیں - اور تصفیہ اور تزکیہ سے اجسام میں روح کی سی لطافت پیدا کر دی - جہاد اکبر کے کردہ غازی ہیں - کہ قد رجعنا من جهاد الاصغر الی جهاد الاکبر، واقعی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹتے ہیں، کی تلوار سے موتوا قبل ان تموتوا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مقام پر پہنچکر دائمی زندگی حاصل کی ہے - حدیث - قد رجعنا ...... الخ اس شخص کا قول ہے - جس کی شان میں وما ینطق عن الهوٰی ان هو الا وحی یوحی (تا وقتیکہ اُسے وحی نہ ہو وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، آیا ہے - پس تنزیل کے موافق یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (جو لوگ راہ خدا میں قتل ہوئے

ہیں۔ انہیں مردہ نہ کہو۔ وہ زندہ ہیں۔ تم اسباب کو سمجھ نہیں سکتے، کے زمرہ میں جا ملے ہوں۔ اور ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموا تا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتٰھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ جو لوگ راہ خدا میں قتل ہوئے ان کو مردے نہ خیال کرو۔ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اور جو کچھ اللہ تعالےٰ فضل وکرم انہیں عنایت کرتا ہے۔ اس پر خوش رہتے ہیں۔ اور اُن کو ان سے پیچھے آنے والوں کی خوشخبری دیتے ہیں۔ انہیں نہ کسی قسم کا ڈر ہے اور نہ غم، کے قریب ہوں۔ اللہ تعالےٰ صاحب فضل عظیم ہے ⁂

ایک روز آپ نے مجھے اشراق کی اجازت عنایت فرمائی۔ نیز یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر تم با ترتیب نہیں کر سکتے۔ تو فجر کی نماز فریضہ کے بعد اتنی دیر بیٹھو کہ سورج ایک دو نیزے نکل آئے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کرو۔ بعد ازاں تمہارا اختیار ہے۔ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو جاؤ۔ ایسا کرنے سے اجر عظیم حاصل ہوتا ہے +

آپ کو ظاہری علم چنداں نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو لدنی علم عطا کیا ہوا تھا۔ چنانچہ بعد میں مَیں نے حدیث صحیح میں دیکھا۔ کہ جو شخص نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ اسے حج مبرورہ اور عمرہ تامہ کا ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں حجۃ مبرورۃ وعمرۃ تامۃ کو تین دفعہ دہرایا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ عباد اللہ الصالحین

درانی پٹھانوں کے صاحب اقتدار خانوادہ سے مائی رودداد خاتون نہایت پارسا اور سخی عورت تھی۔ کسی اور خاندان کی بیعت شدہ تھی۔ لیکن حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ اور حضرت سلطان غلام باہو کی بڑی معتقدہ تھی۔ اور اکثر زیارت شریف کے لئے آیا کرتی تھی۔ آخری دفعہ جب زیارت کے لئے آئی تو آپ اسے رخصت کرنے اس کے ہودج گئے۔ اور بہشتی دروازہ کے باہر جب وہ ہودج میں بیٹھی تو باطن پر اُس پر توجہ کی اور ظاہر میں اس کے مرشد کا نام لے کر یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے کہ وہ صاحب دُنیا تھے۔ اور سلطان صاحب عشق خدا ہیں۔ اسی وقت مائی مذکورہ

ہودج میں بیہوش ہوکر گر پڑی - اور اُس کا چہرہ عرق آلودہ ہوگیا - اور زرد پڑ گیا۔ وہ کجاوہ میں بیہوشی کی حالت میں چلی گئی - منزل پر پہنچکر ایک دو دفعہ پانی مانگا - اور اُس کا مکان خانقاہ مقدس سے ایک سو پچیس میل تھا - جب مکان پر پہنچی - تو اپنا سارا مال و اسباب خدا کی راہ میں دیا - لونڈیوں کو آزاد کیا - اور مکان کے اندر ایک گوشے میں ہر وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہنے لگی - اسی طرح زندگی بسر کردی - اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوا

آپ کے ظاہری شغل اور ورد مثلاً تہجد - اشراق - اور احیاء العشائین کا مجملاً ذکر ہو چکا ہے - پوشیدہ نہ رہے - کہ آپ کا ظاہر شغل یہ ہے - کہ دو پہر کی نیند لیکر جب اُٹھتے - تو فوراً وضو کرتے اور تسبیح لے کر مسجد میں یا جائے نماز پر چلے جاتے اور نماز باجماعت ادا کرتے - ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر دو رکعت نفل اس طرح ادا کرتے - کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی - اور دُوسری میں فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکافرون پڑھتے - اور اُس کا ثواب امیر المومنین وُلدُل سوار مشکل کشا شیر خدا مولانا حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہٗ کی رُوح پُر فتوح کو بخشتے - کیونکہ اس کا پڑھنے والا ہمیشہ عمدہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے - بعد ازاں عصر تک کچہری میں اجلاس فرماتے - پھر عصر کی نماز کے لئے بڑی مسجد میں جاتے اگر تازہ وضو کرتے - تو پہلے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا کرتے - ہر وضو کے بعد اگر کافی وقت ہوتا - تو تحیۃ الوضو ادا کرتے - پھر عصر کی نماز فریضہ سے پہلے چار سنتیں بلا ناغہ ادا کرتے عصر کی نماز کے بعد مغرب تک کبھی اُسی جگہ بیٹھے رہتے - کبھی گھر چلے جاتے - لیکن جہاں مغرب کی نماز باجماعت ادا کرتے وہیں بیٹھکر احیاء العشائین کے شغل میں مشغول رہتے - کہ مغرب کی سنتوں کے بعد دو نفل زائد معمولی ادا کرتے ؛

بعد ازاں دو رکعت نفل اس طرح ادا کرتے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ اور دوسری رکعت فاتحہ کے بعد الم نشرح لک صدرک پڑھتے - اور اس کا ثواب جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح مُبارک کو بخشتے ؛

بعد ازاں دو رکعت نماز نفل اس طرح ادا کرتے - کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ درود شریف پڑھتے - اور اس کا ثواب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی رُوح پُر فتوح کو بخشتے - اس کی ایک خاصیت یہ ہے - کہ اس کے پڑھنے والے کو دانت

ورد نہیں ہوتا ۔

بعد ازاں چھ رکعت نماز دو دو کرکے اس طرح ادا کرتے۔ کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھتے۔ اس کا پڑھنے والا ثواب عظیم حاصل کرتا ہے۔ قولہ تعالیٰ کان للاوابین غفورا ۔

بعد ازاں دو رکعت نفل اس طرح ادا کرتے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھتے۔ اور اس کا ثواب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح پرفتوح کو بخشتے ۔

بعد ازاں اٹھ کر سات قدم عراق یعنی بغداد شریف کی طرف چلتے۔ ان قدموں کا طریقہ ہے۔ کہ اٹھ کر دست بستہ عراق کی طرف یعنی شمال مغرب کی طرف پہلے دایاں پاؤں اٹھائے پھر بایاں۔ اسی طرح باری باری قدم اٹھاتا جائے۔ حتیٰ کہ ساتویں یا گیارھویں قدم پر دونوں قدم برابر ہو جائیں گے۔ پھر دائیں پاؤں کے انگوٹھے کو بائیں پاؤں کے انگوٹھے پر رکھے۔ پھر ایک مرتبہ اسم مبارک ویا شیخ عبد القادر جیلانی غیثاً اللہ امدونی فی سبیل اللہ پڑھتے اور ہر مرتبہ اپنی دینی یا دنیاوی مراد کا خیال کرتے۔ اللہ تعالیٰ اس اسم شریف کے یمن و برکت سے مراد پوری کرتا، حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ العزیز کا بھی قول ہے۔ کہ میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے۔ اسی جگہ کھڑے ہو کر ایک دفعہ قصیدہ غوثیہ شریف پڑھتے ۔

بعد ازاں کھڑے کھڑے ہمارے جد امجد حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کی بنائی ہوئی مناجات ایک مرتبہ پڑھتے۔ یہ مناجات آنحضرت کی مؤلفہ کتاب کلید التوحید کلاں میں مندرج ہے۔ لیکن طالبوں کی سہولیت کے لئے یہاں بھی لکھی جاتی ہے۔ وہ مناجات یہ ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

شفیع امت سرور بود آں شاہ جیلانی ۔۔۔ تعالیٰ اللہ چہا قدرت خدائش داد ارزانی
سکندر میکند دعویٰ کہ ہستم چاکر آں شاہ ۔۔۔ فلاطوں پیش علم تو نفر آمد بنادانی
گدا زادانِ ایں عالم گدایان گدائے تو ۔۔۔ ترا زیبد ترا زیبد کلاہ دارے سلطانی
گدا سازی اگر خواہی بیکدم بادشاہاں را ۔۔۔ گداں را دہی شاہی بیک لحظہ بآسانی

گدائے درگہت خاقاں غلامِ حضرتت قیصر
بایں عظمت بایں حشمت بایں قدرت بایں شوکت
چہ ناسوت و چہ ملکوت و چہ جبروت و چہ لاہوت
حقیقت از تو روشن شد طریقت از تو گلشن شد
ولاگشتی مرید او ببیں لطف مزید او
زباں را شستہ شو باید بآبِ جنت الکوثر
بزرگ و خورد و مرد و زن مریدت شد ہمہ عالم
تو شاہِ اولیاؤ اولیا محتاج درگاہت
مطیع حکمِ تو دیوان ملائک چوں پری بندہ
تو عبدالقادری قدرت چنیں دادی کہ یک لحظہ
بدنیا در عدن بخشی بہ عقبےٰ جنت الماوےٰ
ملاذ او دستگیری تو معاذ او پسندیری تو
مرا بجز آستانت نیست گردانی و گر خوانی

چہ عالیشان سُلطانی الا اے غوث ربانی
نبود ست و نخواہد بود الحق مثلِ تو ثانی
ہمہ در زیر پایتو چہ عالیشان سُلطانی
سپہر شرع را ماہی نہے خورشید نورانی
چہ او صافِ حمیدِ او گہ و بے گاہ میخوانی
وزاں بس نام محی الدین بپاکی بر زباں رانی
خطاپوشی عطابخشی و دیں بخشی جہانبانی
مشائخ را سزد بردہ گہت از فخر دربانی
شہنشاہ شہنشاہاں امامِ انس و روحانی
برآری آشکارا از کرم حاجاتِ پنہانی
برحمت بحرالطافی بہ شفقت کانِ احسانی
بلطفِ خود رہائی دہ زگرداب پریشانی

ندارم اندریں عالم بجز دردِ دلِ شیدا
منم سائل بجز تو نیست غمخوارم کہ گیرد دست
سگِ درگہِ میراں شو چوں خواہی قرب ربانی
مدد یا شاہ جیلانی مدد یا غوثِ صمدانی

خلاصی دہ ازیں دردم کہ دردم را دوا دانی
نظر رحمت کنی برمن توئی مختار سُبحانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہ جیلانی
مدد یا شاہ جیلانی مدد محبوب سُبحانی

یا شاہ میراں تو مشکل کشاء مدد یا محمدؐ بنامِ خدا
یا شاہ میراں تو مشکل کشاء مدد یا محمدؐ بنام خدا

پھر بغداد کی طرف سلام کر کے اُلٹے پاؤں جائے نماز پر آجاتے۔ اور اوراد میں مشغول ہوتے اور عشاء کی نماز تک احیاء العشائین میں مشغول رہتے۔ کبھی وہیں نماز عشاء باجماعت ادا کر کے اُٹھ بیٹھتے۔ اور کبھی عشا کی نماز ادا کئے بغیر اپنے مقام پر آجاتے۔ اور کھانا کھا کر بنظاہر بستر پر نیند کے لئے دراز ہو جاتے اور باوضو ذکر کرتے ہوئے سبحٰنک ربی دضعت جنبی فاغفرلی ذنبی وا ستغفر اللہ الذی لا الہ الا ھوالحی القیوم واتوب الیہ دائیں پہلو پر قبلہ رُخ سو جاتے +

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ قبر اور لحد کی طرح قبلہ رُخ لیٹنا چاہیئے۔ ہمارے جدامجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ اپنی تصنیفات میں لکھتے ہیں۔ کہ جب رات ہو تو درویش کو چاہیئے کہ اکیلا ہو جائے۔ اور قبر کی طرح ذات حق کو اپنا انیس بنائے۔ اور جب دن ہو۔ تو اُسے روز حشر کی طرح سمجھے اور محاسبہ نفس میں مشغول رہے۔ آرام کرتے وقت ایک گھڑی دونوں کندھوں کو دبواتے +

آپ کی عادت تھی۔ کہ اگر آپ کی چار پائی کے تلے بلی بھی گذرتی۔ تو اسی وقت آپ آنکھیں کھول لیتے۔ اور فرماتے کون ہے؟ مصرعہ

دلش بیدار چشمش در شکر خواب

اس کا دل جاگتا ہے اور اس کی آنکھیں سوتی ہیں

پھر آدھی رات کے وقت لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتے ہوئے اٹھتے اور ساتھ ہی غفلت اور سستی دور کرنے کے لئے کلمہ توحید پڑھتے۔ خواہ بدن ناپاک ہی ہوتا تاہم اس وقت کلمہ توحید بہت دفعہ پڑھنا چاہیئے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علٰی کل شئ قدیر تاکہ سستی اور غفلت دور ہو جائے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ اس کے پڑھنے سے غفلت بدن میں سے اس طرح نکلتی ہے۔ گویا چیونٹیاں بدن میں سے پاؤں کی طرف چلتی ہیں +

پھر آپ اُٹھ کر باترتیب معہ ادعیہ ماثورہ وضو کرتے جیسا کہ وضو کی فصل میں لکھا گیا ہے۔ پھر مصلے پر آکر دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھتے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قل ہو اللّٰہ احد پڑھتے۔ سلام کے بعد دعائے حاجات پڑھتے۔ احادیث میں آیا ہے۔ کہ اللّٰہ تعالٰے فرماتا ہے۔ کہ جو شخص تحیۃ الوضو ادا کرکے دُعا نہ مانگے۔ تو اس کا ذمہ اگر وہ مانگے اور میں قبول نہ کروں۔ تو میرے ذمہ۔ فقط +

بعد ازاں جس طرح تہجد کی فصل میں لکھا گیا ہے۔ اس ترتیب سے بارہ رکعت نماز تہجد ادا کرتے۔ پھر شکرانہ توفیق کے دو نفل ادا کرتے۔ جن میں فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھتے۔ بعد ازاں اوراد میں مشغول رہتے۔ جب معمولہ اوراد سے فارغ ہو چکتے

تو پھر اپنے فوت شدہ بزرگوں - رشتہ داروں - اولاد - دوستوں - ہمسایوں - آشناؤں مسکینوں - فقیروں - اور درویشوں میں سے ہر ایک کا نام لے کر صبح تک زار زار روتے رہتے۔ بعد ازاں حجرہ سے مسجد شریف میں جاکر فجر کی نماز باجماعت ادا کرتے - پھر اپنے جدامجد کی خانقاہ مقدس اور باقی مزارات کی زیارت کر کے دائرہ دولت میں تشریف فرما ہوتے - اگر سفر میں ہوتے تو مسجد شریف سے اُٹھ کر سیدھے اپنے ڈیرے پر رونق بخش ہوتے۔ اور اشراق کی نماز ادا کر کے مہمانوں - مسکینوں - سائلوں اور حاجت مندوں کی ساخت و پرداخت میں مشغول ہوتے - اور اصطبل کے گھوڑوں کی طرف متوجہ ہوتے - حتیٰ کہ دوپہر ہو جاتی - پھر فارغ ہو کر گھر تشریف لے جاتے - اور کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر خواب قیلولہ (دوپہر کا سونا) فرماتے - والسلام ؛

آنحضرت قدس سرہٗ کے ظاہری اشغال و اوراد میں

آپ نماز فریضہ - نماز موکدات - زوائد اور نوافل معمولہ ظہر کے بعد بظاہر دو سَو مرتبہ اسم اعظم اللہ الصمد اور دو سَو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھ کر تسبیح جیب میں پوشیدہ رکھتے - اور عصر کے وقت پہلے چار سنتیں بلا ناغہ ادا کرتے - اور عصر کی نماز فریضہ کے بعد دو سَو مرتبہ اسم اعظم اللہ الصمد اور دو سَو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھتے - اور نماز مغرب کے فرضوں - سنتوں اور زوائد کے بعد صرف دو سو مرتبہ اسم اعظم اللہ الصمد اور دو سَو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھا کرتے تھے - بعد ازاں احیاء العشائینؒ کے بعد ہی ادا کر لیتے اور پھر جن اوراد کا ذکر آئے گا ان میں مشغول رہتے - پھر دولت خانہ میں تشریف لیجا کر کھانا تناول فرماتے - اور آرام کرتے - جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے - دوسرا یہ کہ اگر اس وقت عشا کی نماز نہ ادا کرتے تو سونے کے بعد حافظ صالح محمد کو امام بنا کر باقاعدہ باجماعت اس طرح ادا کرتے - کہ پہلے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا کرتے - پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور دوسری میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھتے اور دعائے حاجات مانگ کر نماز باجماعت ادا کرتے - پھر سنتیں اور زوائد ادا کر کے وتر باقی رہنے دیتے اور پانسو مرتبہ دعوت اسمائے الٰہی یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم - یا قیوم ، پڑھتے - یہ محض ذات حق کے نور کی خاطر۔

بعد ازاں وتر ادا کر کے دو رکعت نماز نفل ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روح پاک کو ثواب پہنچانے کی خاطر پڑھتے۔ بعد ازاں دو سو مرتبہ اللہ الصمد اللہ الصمد۔ دو سو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھکر بدستور نماز تہجد ادا کرتے۔ بعد ازاں دو رکعت شکرانہ توفیق اس طرح ادا کرتے۔ کہ ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھتے۔ اغلب ہے کہ اس کے بعد دو سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھتے اللھم صلے علےٰ سیدنا محمد وعلےٰ آل سیدنا محمدٍ وبارک وسلم اور شائد ہزار مرتبہ ہی پڑھتے ہوں۔ کیونکہ مجھے ہزار مرتبہ پڑھنے کی اجازت عنایت فرمائی تھی۔ پھر دو سو مرتبہ استغفر اللہ پھر ایک مرتبہ قصیدہ بردہ شریف اور اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام اور بعد ازاں حضرت فریدالدین عطار قدس سرہٗ کی مناجات پڑھا کرتے تھے۔

مناجات

بادشاہا جرم ما را درگذار	ما گنہگاریم تو آمرزگار
تو نکوکاری و ما بد کردہ ایم	جرم بے اندازہ بیحد کردہ ایم
سالہا در فسق عصیاں ماندہ ایم	ہمقرین نفس و شیطاں ماندہ ایم
بیگنہ نگذشت بر ما ساعتے	با حضور دل نہ کردم طاعتے
بر در آمد بندۂ بگریختہ	آبروئے خود ز عصیاں ریختہ
مغفرت دارم امید از لطف تو	زانکہ خود فرمودہ لا تقنطوا
بحر الطاف تو بے پایاں بود	ناامید از رحمتت شیطاں بود
نفس و شیطاں زد کریما راہ من	رحمتت باشد شفاعت خواہ من
چشم دارم کز گنہ پاکم کنی	پیش زاں کاندر لحد خاکم کنی
بر امید رحمت آں کردگار	میکنم ہر دم گناہ بے شمار
جان جانم راز لطف آگاہ کن	ہم نہ خویشم ہمدم و ہمراز کن

یا غیاث المستغیثین یا کریم
رب اغفر ذنوبی یا رحیم

علاوہ ازیں حسب ذیل شعر بھی پڑھتے ؎

یارب تو چناں کن کہ پریشاں نشوم — محتاج براداراں و خویشاں نشوم
بے منتِ مخلوق بمن روزی دہ — تا جز درِ تو بر درِ ایشاں نروم

؎

اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول
الٰہی بحق بنی فاطمہ رضہ — کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

بعد ازاں سورہ فاتحہ شریف کا ہفت روزہ وظیفہ پڑھتے۔ جس کی ترتیب یہ ہے کہ ہفتہ کے روز تین پہر رات گذرنے کے بعد سے شروع کر کے طلوع آفتاب تک اور بعد ازاں دو پہر تک۔ بصورت قضائے فوائت روزمرہ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی ہفتے کے روز ستر مرتبہ بلا تسمیہ پڑھ کر پہلے مشرق کی طرف پھونکتے۔ پھر ستر مرتبہ پڑھ کر شمال کی طرف۔ پھر ستر مرتبہ جنوب کی طرف، اتوار کے روز ساٹھ مرتبہ پڑھ کر پہلے مشرق کی طرف پھر مغرب کی طرف پھر شمال کی طرف پھر جنوب کی طرف۔ سوموار کے روز پچاس پچاس مرتبہ پہلے مشرق کی طرف پھر مغرب کی طرف پھر جنوب کی طرف۔ منگل کے روز چالیس چالیس مرتبہ علی الترتیب مشرق۔ مغرب۔ شمال اور جنوب کی طرف۔ بدھ کے روز تیس تیس مرتبہ پڑھ کر علی الترتیب مشرق۔ مغرب اور جنوب کی طرف۔ جمعرات کے روز بیس بیس دفعہ پڑھ کر علی الترتیب مشرق۔ مغرب۔ شمال اور جنوب کی طرف۔ اور جمعہ کے روز دس دس مرتبہ پڑھکر علی الترتیب مشرق۔ مغرب۔ شمال جنوب کی طرف دم کرتے اور ہفتہ کے روز پھر ستر ستر مرتبہ پڑھتے۔ علی القیاس ہفتہ۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ جمعرات اور جمعہ کو ستر و شاٹھ و پچاس و چالیس و تیس و بیس اور دس دس مرتبہ پڑھ کر دم کرتے۔ مطلب یہ کہ اس ترتیب سے پڑھا کرتے تھے +

نیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر صبح سے پہلے پڑھے تو سونے کا سا۔ اگر صبح کے بعد سورج نکلنے سے پہلے تک پڑھے تو چاندی کا سا۔ اگر سورج نکلنے سے ادھے پہر تک۔ یا زیادہ سے زیادہ دوپہر تک پڑھے تو تانبے کا سا فائدہ ہوگا۔ بہر حال ناغہ نہ کرے۔ کیونکہ دونوں جہان کی حاجت براری کے لئے از بس مفید ہے +

بعد ازاں ایک سو مرتبہ سورہ لایلاف قریش پڑھا کرتے تھے۔ پہلی دفعہ معہ تسمیہ

باقی مرتبہ بلا تسمیہ۔ مگر پہلے سات مرتبہ یہ دُعا پڑھ کر اپنے گرد حصار کی طرح دم کر لیتے۔ بعد سورہ مذکور پڑھا کرتے تھے۔ وہ دُعا یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بسم اللہ علیٰ اھلی و مالی بسم اللہ علیٰ ما اعطانی ربی اللہ عز وجل مما اخاف واحذر۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ومن شر کل جبار عنید فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ٭

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ وظیفہ ہر آفت و مصیبت۔ دشمن۔ اور مالی و جانی نقصان سے بچاؤ کے لئے بمنزلہ حرز ہے۔ آپ تاکید کیا کرتے تھے۔ کہ سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا چاہیئے۔ اگر نہ ہو سکے تو قضا کے طور پر آدھ پہر دن نکلنے تک۔ مگر بہر حال ترک نہ کرے ٭

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ساری عمر میں صرف دو دفعہ ناغہ ہوا۔ ایک مرتبہ مالی نقصان ہوا اور دوسری مرتبہ جانی۔ اگر ناغہ نہ ہوتا۔ تو اُمید کامل تھی۔ کہ یہ نقصان بھی نہ ہوتے۔ تقادیر نے پہلے ناغہ کرایا۔ پھر نقصان کیا ٭

اِن وظائف سے فارغ ہو کر مصلےٰ سے اُٹھ کر مسجد منور میں داخل ہوتے اور فجر کی سُنتیں ادا کر کے یہ دُعا پڑھتے :۔

اللھم رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل و محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اعوذبک من النار ومن عذاب القبر اللھم رب یاحی یا قیوم یا حنان یا منان یا بدیع السمٰوٰت والارض اسئلک ان تحیے قلبی بنور معرفتک یا اللہ یا اللہ یا اللہ تین مرتبہ پڑھ کر دائیں ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ سینے پر ملتے۔ بعد ازاں ایک سو مرتبہ اسم اعظم یا حافظ یا حافظ پڑھ کر صبح کی نماز فریضہ با جماعت ادا کرتے بعد ازاں کلمہ شریف کا ذکر جہر کرتے اور اس کے اختتام پر افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و اللھم اجعل ایمانی بقول لا الٰہ الا اللہ و اللھم اجعل اٰخر کلامی بالتصدیق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ چند مرتبہ کہتے۔ پھر کلمہ شہادت۔ کلمہ توحید۔ کلمہ تمجید پڑھتے۔ بعد ازاں حسب معمول دو سو مرتبہ اللہ الصمد اللہ الصمد اور دو سو مرتبہ استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھتے۔

پھر ستر مرتبہ آیت کریمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم واللہ المستعان علیٰ ما تصفون پڑھتے ۔ بعد ازاں تنتیس مرتبہ سبحان اللہ ۔ تنتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے ۔ جیسا کہ حدیثوں میں اس کی تاکید ہے ۔ ہر فریضہ کے بعد یہ دُعا پڑھتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا سمیع یا قریب یا مجیب الدعوات یا لطیف لما یشاءُ نور بصری واحفظنی من الآفات وعافنی فاکشفتی فبصرک الیوم حدید اس دُعا کو سات مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیوں پر دم کر کے انگلیاں اپنی آنکھوں پر ملتے ۔ فقط +

نیز گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر آنکھوں پر ملتے اور ہر فریضہ نماز کے بعد ایسا ہی کرتے ۔ اس وظیفہ کی برکت سے آپ کی نگاہ بدستور رہی

نیز آپ کا معمول تھا ۔ کہ سورہ ملک عشاء کے وقت چارپائی پر دراز ہونے سے پہلے ایک مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب انبیاء اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام مسلمان حقداروں اور مستحقوں کے ارواح کو بخشا کرتے ۔ بعد ازاں بستر پر دراز ہوتے +

فصل ششم

بھائی شیخ حافظ صالح محمد صاحب مدظلہ کا آنحضرت سے بیعت حاصل کرنا

جن دنوں اپنے جانی دوست بارگاہ سُبحانی کے مقبول حکومت خاں کو گھوڑے دینے کے لئے آنحضرت نے اپنی باطنی تصرف سے ایک ہی ہفتے میں گھوڑوں کو ان کے مالکوں سمیت جمع کر لیا ۔ اور ہر ایک سے عمدہ گھوڑا قیمتاً لے کر آپ ملتان تشریف لے جا رہے تھے ۔ کہ پہلی منزل پر جنڈوالہ کنوئیں پر اُترے ۔ تو اس مبارک وقت میں آپ کا فیض منزل دل جوش زن ہوا ۔ آپ نے میرے بھائی یعنی اپنے فرزند ارجمند ۔ حافظ صالح محمد ولی عہد کو خود بخود فیضان کی طرف کھینچا ۔ اور خلوت میں توجہ اور رحم سے فرمایا کہ بیٹا ! آؤ تمہیں بیعت کریں ۔ پھر بیعت اور تلقین کے شرف سے بہرہ یاب فرمایا +

فصل ہفتم

مجھ مسکین سلطان حامد مصنّف رح کے مشرف اور فیضیاب ہونے کے بیان میں

شروع حال میں میاں خیر محمدؒ مغفور قوم ارائیں جو آنحضرت کا خادم اور خاص مرید تھا مجھے کہنے لگا۔ صاحبزادے! دیکھئے اللہ تعالےٰ نے ایسی بڑی نعمت آپ کے گھر میں عنایت کر رکھی ہے۔ فوراً ارادت کی سعادت حاصل کریں۔ اور اپنے والد بزرگوار کی خدمت سے بیعت کے شرف سے مشرف ہوں۔ اور دونوں جہان کی یہ سعادت حاصل کریں۔ موقعہ ہاتھ سے نہ دیں۔ پس اُس کی رہبری اور خصوصاً حافظ عمر کی رہنمائی سے جو کہ واصل حق دن رات اشغال الٰہی میں مستغرق اور حجرہ کے گوشہ میں رُو بقبلہ مراقبہ میں بحالت استغراق رہا کرتے تھے۔ میں حضرت کا مرید بنا۔ اور اپنے والد بزرگوار کو اپنا مرشد بنایا۔ اور آپ کی صحبت اور توجہ کے شرف سے بہرہ یاب ہوا۔ کچھ عرصہ بعد خود بخود میرے دل میں مرید ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ پھر میں آنحضرت کی خدمت میں ملتمس ہوا۔ کہ مجھے بیعت سے سرفراز فرمائیں۔ آپ نے از راہ شفقت نہایت مہربانی سے مجھے از سرِ نو مرید کیا۔ اور ارشاد سے سرافراز فرمایا۔ الحمدُ للہِ علیٰ ذالک ✦

فصل ہشتم

مجھ مسکین سلطان حامد (مصنف) کے مجمل حالات کے بیان میں جو آنحضرت کے حضور میں گذرے

مَیں چار سال چار مہینے اور چار دن کا تھا۔ کہ آنحضرت نے مجھے حدیث شریف کے بموجب مسجد میں بھیجا۔ چونکہ اُستاد صاحب جو میرے بھائی کو قرآن شریف حفظ کرایا کرتے تھے۔ اُسے مار پیٹ کیا کرتے تھے۔ اس لئے مَیں ڈر گیا۔ گھر میں آکر بیٹھ گیا اور کھیل کے طور پر خود بخود باتیں کر رہا تھا۔ کہ اگر مجھے خواہ ماریں خواہ ہلاک کریں مَیں مسجد میں تو نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ اُستاد بہت مار پیٹ کرتا ہے۔ مَیں خوف کے مارے گھر کے اندر ہی رہا کرتا تھا۔ باہر صحن میں بھی نہیں آتا تھا +

جب آنحضرت کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو میرے بھائیوں کو بُلا کر فرمایا۔ کہ اپنا اپنا سبق سُناؤ۔ انہوں نے آیات پڑھنی شروع کیں۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی مجھے دیکر فرمایا۔ ہاں بچہ تمہارے بھائیوں نے یہاں غلطی کی ہے۔ انہیں مار آپ بار بار یونہی فرماتے۔ حتیٰ کہ میں دلیر ہوگیا۔ پھر فرمایا سلطان حامد! تم اُن کے اُستاد ہو۔ پھر حکم دیا۔ کہ چونکہ یہ لڑکا بہت ڈر گیا ہے۔ اس لئے اسے پھر مسجد میں نہ بھیجنا چاہیئے۔ مُدت تک میں سترسرائے سے نہ نکلا +

مطلب یہ کہ چھ سات سال کا تھا کہ آپ مجھے سفر میں اپنے ساتھ لے گئے اور فارسی قاعدہ یاد کرانا شروع کیا۔ ایک روز چولستان میں ابراہیم والے کنوئیں پر آپ کا مقام تھا۔ مجھے فرمایا۔ کہ محمود نامہ کے اس شعر

جہالت راہزاراں صاحب تاج
بیک دیدن بجاں گشتند محتاج

کے دونوں مصرعوں کو الگ الگ سَو سَو مرتبہ اور پھر دونوں کو ملا کر سَو مرتبہ کہو اور یاد

کرو۔ آپ دو تین میل کے فاصلہ پر بہادر گڑھ کی سیر کو نقرئی گھوڑی پر سوار ہو کر چلے گئے جب آپ واپس آئے تو جس جگہ بٹھا گئے تھے وہیں بیٹھا یاد کر رہا تھا۔ سبق کو تین سو مرتبہ کہہ چکا تھا۔ آپ ابھی گھوڑی پر تھے کہ مجھ سے پوچھا۔ سبق یاد کر لیا۔ سناؤ۔ چونکہ مجھے بخوبی یاد تھا۔ اس لیئے اٹھ کر آپ کے روبرو سنانے لگا۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت مجھے ایک حرف بھی نہ آیا۔ آپ نے گھوڑی سے اتر اس کا شکار بند جو پرانی لگام تھی۔ اس کے سرے پر گرہ دیکر زین کے پیچھے فتراک سے بندھا تھا۔ وہاں سے کھول دو تہ کر کے ایک ہاتھ میں میرے بال اور دوسرے میں وہ رسی پکڑ کر مجھے مارنا شروع کیا۔ آپ چونکہ قوی قامت تھے اور میں کمزور اور نازک۔ رسی اور اس کی گرہ کی ضرب سے میرے بدن پر نشان پڑ گئے۔ جو زخموں کی طرح سوج گئے۔ "نعوذ باللہ من غضب الحلیم" وحلیم کے غصہ سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں، کے موافق حاضرین آہ وزاری کرنے لگے۔ تب آپ نے ہاتھ اٹھایا۔ وہ وقت عصر کا تھا۔ جب رات ہوئی۔ تو حاضرین میں سے کسی نے کچھ نہ کھایا۔ اور میں تکلیف کے سبب کچھ نہ کھا سکا۔ چونکہ سردی کا موسم تھا۔ اس لیئے آپ نے از راہ ترحم مجھے اپنے بستر پر سلایا۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت صاحب نے رات کو میرا سر چوما۔ اور اس قدر روئے کہ میرے سر کے بال تر ہو گئے۔ صبح مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! تجھے جھڑک کر میں بہت ملول اور پریشان ہوا ہوں۔ میں تمہیں میاں قبول درویش کے ساتھ واپس گھر بھیجتا ہوں۔ میں نے کہا۔ نہیں میں آپکی خدمت میں رہوں گا ؎

آپ میری اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ اور حاضرین کو فرمانے لگے کہ یہ جوانمرد ہے۔ اس نے استقامت سے کام لیا ہے۔ اس وقت آنحضرت کی شفقت کے سبب میری یہ حالت ہوئی کہ تھوڑی محنت سے میں کتاب کے ایک ایک دو دو ورق یاد کر لیتا۔ حتیٰ کہ بہاولپور کے نزدیک رمضان خاں داؤد پوترہ کے مکان پر اس کے باغ میں اترے ہوئے تھے۔ آپ نے دوپہر کو آرام کیا۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! کریما کے نسخہ کے ساتھ رحیما کا نسخہ بھی ہے۔ میرے بیدار ہونے تک رحیما یاد کر لو۔ میں نے آنحضرت کے یمن سے تھوڑے وقت میں یاد کر لیا۔ اور آپ کے بیدار ہونے سے پہلے باغ میں تیر کمان کھیل رہا تھا ؎

جب آپ فارغ ہوئے تو پوچھا۔ کہو بیٹا! کیا حال ہے؟ عرض کیا۔ ابا جان مَیں نے آپ کے حکم مطابق یاد کر لیا ہے۔ آپ نے کتاب ہاتھ میں لی اور مَیں نے حرف بحرف سنادی حتیٰ کہ مجھ سے ذیل کی کتابیں یاد کرائیں۔ آمدنامہ۔ یار سنبھال۔ مسئلہ بداں۔ نام حق۔ کریما معہ رحیما۔ پندنامہ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ۔ نجات المومنین۔ انشائے ہرکرن دیباچہ کتاب گلستان شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور اُس کے اخیر کی حکمتیں اور اُس کے تمام شعر۔ علاوہ ازیں میری طبع آزمائی کے لئے ان پڑھی کتاب کا ایک صفحہ میرے روبرو ایک دفعہ پڑھتے۔ تو سُنتے ہی مجھے یاد ہو جاتا۔ یہ سب کچھ آپ کی توجہ کے طفیل تھا۔

مجھے آپ نے تحصیل علم کے لئے ملتان میں بھیجا۔ اور اوپر کی چھت پر میری جگہ مقرر کر دی اور مریدوں کو تاکید کی۔ کہ خبردار یہ بلاضرورت نیچے نہ اُترنے پائے۔ جب مَیں کسی ضرورت یا سیر کے لئے نیچے آتا۔ تو آپ کے مرید میرے ساتھ جاتے۔ اور اُستاد قاضی فیض محمد صاحب علیہ الرحمۃ ہر روز تشریف لا کر اسی مقام پر مجھے سبق دیتے تھے۔ جب آپ نے تجویز کی کہ مجھے ملتان میں رہنے دیا جائے۔ اور خود جدامجد کی خانقاہ مقدس میں واپس تشریف لیجائیں تو بہت سے مرید اور خصوصاً میرے بھائی آپ کے ساتھ جا رہے تھے۔ آپ نے فرط شفقت سے پوشیدہ طور پر مجھ پر توجہ فرمائی۔ مَیں بیہوش ہو گیا۔ اور مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ میرے بھائی محمد زبیر علیہ الرحمۃ نے عرض کیا۔ کہ سلطان حامد خورد سال ہے۔ اس لئے سفر اور جدائی سے ملول ہو کر اس کی یہ حالت ہوئی ہے۔ آپ بھی فرط شفقت سے آنکھوں میں آنسو بھر لائے فرمایا جوانمرد ہے۔ سفر سے گھبراتا نہیں۔ جب آپ نے باطنی توجہ دی اسی وقت میرے دل میں عشق الٰہی کی آگ بھڑک اُٹھی۔ آپ سوار تھے۔ مَیں نے وداع کے لئے عرض کیا۔ پھر ایک ایک کر کے مجھ سے وداع ہوئے۔ اس وقت عشق الٰہی کے سبب آپ کی نظر کیمیا اثر اور تاثیر توجہ کے بارے میں نور الٰہی کے حصول کے لئے میری زبان سے نکلا۔ کہ یا حضرت! اب آپ تو بخیریت تشریف لے جا رہے ہیں۔ اجل کی بابت معلوم نہیں کہ کب آجائے برائے خدا میری توجہ فرمائیں۔ تاکہ میری دلی مراد پوری ہو۔ اور نور الٰہی سے میرا سینہ کھلے۔

میرے بھائی محمد زبیر کو ان احوال کی پرواہ نہ تھی۔ شاید میں سال کے قریب ملتان میں رہا

آنحضرت کی توجہ سے علم سے بہرہ ور ہوا۔ بعد ازاں بذات خود تشریف فرما ہو کر مجھے ملتان سے گھر لے گئے ٭

فصل نہم

آنحضرت کی وفات کے واقعات اور بعض رُوحانی احوال کے بیان میں

آپ نے سوموار کے روز عصر کے وقت رحلت فرمائی۔ جیسا کہ آٹھویں باب میں سجادہ نشینوں کے ذکر میں مندرج ہو چکا ہے۔ تمام رات ستر سرائے میں حاضرین کے ساتھ اسم اللہ ذات اور کلمہ طیب کا ذکر جہر جاری رہا۔ وہ ساری رات ذکر اور شکر میں رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٭

مَیں جب آپ کے قدموں پر گرا تو میری یہ حالت ہو گئی۔ کہ رُوح بدن سے نکل گئی ہے۔ مَیں غش کھا کر بیہوش گر پڑا۔ حاضرین نے مجھے ملنا ہانا شروع کیا۔ مَیں دفعتہً حکمت الٰہی سے ہوش میں آیا۔ تو آنحضرت کی رُوحانیت سے مجھے ارشاد ہوا۔ کہ کونے میں جا کر ماتم نامے لکھو۔ مَیں فی الفور مستعد ہو کر راتوں رات ماتم ناموں کے لکھنے سے فارغ ہو گیا اور صبح سے پہلے پھر حضرت صاحب کی تجہیز و تکفین کے لئے حاضر خدمت ہو گیا۔ غسل کے بعد آپ خانقاہ مقدس میں لائے گئے۔ جنازے پر اس قدر خلقت جمع ہوئی۔ کہ سرائے مبارک کے دروازوں تک کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ آخر لوگ دیوار سے کُود کُود اندر آنے لگے۔ اور نماز جنازہ اور زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ نماز جنازہ کے بعد آنحضرت کی نعش مبارک خانقاہ مقدس میں لائی۔ تمام نے زیارت کی خواہش کی۔ جب آپ کے چہرہ مبارک پر سے نقاب اُٹھائی گئی۔ تو ایسا نور چمک رہا تھا۔ کہ آپ کی زیارت کرتے ہی خلقت وجد میں آ گئی۔ اور نور کے شعلے ایسے نکلتے تھے۔ کہ چارپائی خلقت کے چہرے اور بدن اور درو دیوار پر تجلیات ہوتی تھیں۔ بار بار نقاب اُٹھانے سے مختلف رنگ کے انوار دکھائی

دیتے تھے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہ کہ بیان سے۔ ایک پہر دن چڑھے آپ کا جنازہ جنازہ گاہ سے خانقاہ مقدس کے دروازے تک جو بیس قدم کا فاصلہ تھا۔ پہنچا خلقت کی بھیڑ کے سبب بمشکل تمام دو پہر کو جنازہ خانقاہ مقدس کے اندر داخل ہوا۔ اور آپ اپنی ارامگاہ میں داخل ہوئے +

جب پہلی رات ہوئی اور میں آپ کے مزار پر جاکر درد فراق کے سبب رو دیا۔ اور آپ کے مزار شریف کی پائنتی پر گرا۔ جب مجھے نیند آگئی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مزار شریف سے اٹھ کر از راہ شفقت میرا ہاتھ پکڑا اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی پائنتی کی طرف لے گئے۔ اور وہاں عرض کیا۔ کہ یا جدی آپ سلطان حامد کو خود بیعت کریں۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین نے فی الفور اپنے دونوں ہاتھ نکال کر اس مسکین کو بیعت کیا۔ بعد ازاں میں فوراً بیدار ہوا۔ پھر تو میری یہ حالت ہوگئی۔ کہ پہلے ابا جان کی جدائی سے میرے دل کو جو جلن تھی۔ اور آنکھوں سے زار قطار آنسو جاری تھے وہ سب بند ہو گئے۔ اور اس کے عوض حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا ذوق و شوق پیدا ہوگیا۔ حالت بالکل بدل گئی۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے جذب و کشش نے میرے دل کو سراسر گھیر لیا۔ حتیٰ کہ ابا جان نے مجھے بالکل سلطان العارفین قدس سرہٗ کے سپرد کر دیا۔ یہ سب کچھ آپ نے اپنے جد امجد کے پاس ادب کے لئے کیا۔ والسلام +

بعد ازاں پھر میرے دل کو اپنے ابا جان کا اس قدر جذبہ اور حضور جاری رہا۔ کہ کئی سال تک یہ حالت رہی۔ کہ جب میں سوتا اپنے آپ کو مجلس میں پاتا۔ پھر قساوت قلبی کے سبب صرف ضرورت کے وقت اور زیارت کے خیال سے ارشاد ہوتا۔ کبھی کبھی توجہات سے بھی مستفیض ہوتا۔ یا اللہ سے زیادہ کیجو نہ کم۔ آمین +

میرے بھائی شیخ حافظ صالح محمد مدظلہ سے میں نے سنا۔ کہ انہیں بھی ہمارے والد بزرگوار قدس سرہٗ کی طرف سے پہلی رات یہ ارشاد ہوا۔ کہ اے صالح محمد! تو نے دیکھا کہ لوگوں نے جو میرے پاؤں پکڑے اور مجھے تکلیف دی۔ میرے پاؤں درد کرتے ہیں۔ اس کے دو سبب تھے۔ ایک یہ کہ جب حرم سلطانیہ کے اندر آپ نزع کی حالت میں تھے۔ لوگ پائے مبارک پکڑ کر چومتے تھے۔ دوسرے یہ کہ پہلی رات مزار مبارک کے پاؤں کو پکڑ کر روتے تھے۔ بہر حال آپ نے اس بات سے منع فرمایا۔ کہ مستورات اور عورتیں جو اس وقت وہاں

موجود تھیں۔ انہیں غیر مشروع رونے دھونے اور واویلا کرنے کی جرأت نہ رہی۔ بلکہ تمام کو ذکر الٰہی کے جذبات۔ وجد۔ رقت اور ذوق شوق نے گھیر لیا +

میرے چچا میاں نور کلال مغفور نے ایک روز اپنے فرزندوں کو کہا۔ کہ میں نے عمر کا بہت حصہ حضرت غلام باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں بسر کیا ہے۔ میں ان کی شان تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ جوانی کے وقت نہایت خوبصورت اور فرشتہ صفت تھے۔ میں بڑے حضرت صاحب کے فرمان کے مطابق ہر وقت سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک نوجوان خوبصورت کنواری عورت جنت نامی آپ پر فریفتہ تھی۔ ہر وقت بیقرار رہتی تھی۔ مجبوراً خواہ مخواہ آپ کے آگے پیچھے پھرتی رہتی۔ اور آپ کے نور جمال کے گرد پروانہ کی طرح پھرتی تھی۔ موقعہ کی تاڑ میں رہتی تھی +

ایک روز آپ قضائے حاجت کے لئے جنگل میں گئے۔ اور میں پردہ پیچھے چھپا ہوا منتظر تھا۔ میں نے دیکھا وہ عورت شاہین کی طرح شکار کی طلب میں عین اس مقام پر جا پہنچی جہاں آپ قضائے حاجت کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ موقعہ اور فرصت پاکر آپ سے مراد کی طالب ہوئی۔ آپ اُسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس بیباک عورت نے دونوں ہاتھوں سے آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنا مدعا ظاہر کیا۔ میں بھی درخت سے لپٹا ہوا اور اُس کے پتوں میں گھسا ہوا دیکھ رہا تھا +

آپ نے کہا۔ او خدا سے نہ ڈرنے والی عورت! تو اپنی راہ لے۔ میں فقیر مسکین ہوں یہ سُنکر وہ شور شر کرنے لگی۔ اور کہنے لگی۔ اگر تو میری مراد پوری نہ کرے گا۔ تو میں شور مچاؤنگی اور تجھے رسوا کروں گی +

آپ نے فرمایا۔ مجھے چھوڑ دے۔ میرا پردہ ہی رہنے دے۔ کیونکہ میں تیرے کام کے لائق نہیں۔ عورت نے پوچھا۔ کیوں میرے کام کے لائق نہیں۔ آپ نے جوش میں آکر اپنا تہ بند کھولکر دکھایا۔ اُس عورت نے غور سے دیکھا۔ تو عضو تناسل ندارد تھا۔ وہ عورت دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئی اور واپس چلی گئی +

پھر میں بھی جا پہنچا میں نے عرض کیا کہ یہ حالت کیا ہے۔ آپ نے ظاہر کیا ہے فرمایا۔ بھائی! یہ آسان کام ہے۔ اگر میرا بدن ناپاک نہ ہوتا۔ تو میں اس کے ہاتھوں ہوا میں اڑ جاتا۔ اور فوراً اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا +

حافظ چوغطہ اپنے جد بزرگوار میاں نور علیہ الرحمۃ کی زبانی جو میرے (سلطان حامدؒ) والد بزرگوار کے خاص مرید تھے۔ بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت میاں نور علیہ الرحمۃ کو بھائی کہا کرتے تھے اور انہیں ہمارے جد بزرگوار کی طرف سے اجازت تھی۔ کہ وہ جوانی کے وقت دن رات بلکہ ہر وقت ہمارے والد بزرگوار کے ساتھ رہیں۔ آپ کے اتالیق تھے۔ اور ہمارے والد صاحب کی توجہات سے فیضیاب تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کے والد بزرگوار کے ساتھ شکار کے ارادہ سے ماہ ساون میں تیر کر دریا پار جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بھائی نور آج اگر بٹیر کا شکار ہاتھ آجائے۔ تو عین مراد ہے اللہ تعالےٰ کی حکمت سے جنگل میں پھرتے پھرتے جانور مذکور ملا۔ میں نے تیر سے شکار کیا۔ ذبح کیا آپ خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ بھائی نور شکار کو مشک کے فتراک سے باندھو۔ اور میرے کپڑے اور مشک کو بھی لے جاؤ۔ میں صرف بازوؤں کی طاقت سے تیروں گا۔ میں نے کہا حضرت! یہ مجھے بالکل منظور نہیں۔ اور نہ میں ایسا کرنے دونگا۔ پس میں نے جبراً آنحضرت کے پاؤں میں مشک دی اور اپنے کپڑے بھی آپ نے بدستور باندھے۔ اور اللہ تعالےٰ کے بھروسے دریا میں تیرنے لگے +

ایک بار آہستہ آہستہ فرمایا۔ کہ اچھا ہم سیر تو ضرور کریں گے۔ جب عین وسط میں پہنچے۔ اور آپ میرے ساتھ آرہے تھے۔ جب مجھے آپ کے تیرنے کی آواز نہ آئی۔ تو میں نے بہتیرا ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن نہ پایا۔ میں روتا دھوتا کنارے تک پہنچا۔ اور شکار اور اپنے کپڑے کنارے پر رکھے۔ کنارے پر ادھر ادھر چیختا چلاتا پھرا۔ لیکن آپ کو نہ پایا۔ اسی تشویش میں پھر رہا تھا۔ کہ ناگاہ دیکھا کہ آپ خیریت سے صحیح و سالم مشک پر سوار زور بازو سے دریا پر تیرتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ اللہ میں اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لایا۔ اور حیران رہ گیا۔ میں نے ادب کے مارے حقیقت نہ پوچھی۔ کیونکہ یہ رازِ الٰہی تھا۔ آپ نے مجھے دور ہی سے فرمایا۔ کہ بھائی نور! کیوں روتا تھا۔ اور کیوں دوڑتا تھا۔ میں تو سلامت ہوں + جب آپ خیریت سے دریا کنارے پہنچے۔ میں نے دیکھا۔ کہ آپ سر پر جو سلمان اور کپڑے بندھے ہوئے تھے۔ وہ بدستور خشک تھے۔ فقط +

دینی بھائیو اور یقینی یارو! اس بات کو بنظر غور و تعمق دیکھنا چاہیے۔ کہ جب آپ نے اپنے ساتھی اور اتالیق میاں نور کو فرمایا۔ کہ مجھے اسباب اور مشک بغیر تیرنے دے۔ اس

میں ایک راز تھا۔ وہ یہ کہ آپ کو دریا کے ابدالوں کی ملاقات کا شوق تھا۔ جیساکہ سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ لکھا ہوا ہے۔ وہ بھی حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے دریا کی تہ پر پہنچے۔ واذ قال موسیٰ لفتٰہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا ÷ فلما بلغا مجمع بینہما نسیا حوتہما فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا ÷ فلما جاوزا قال لفتٰہ اتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا ÷ قال ارءیت اذ اوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت وما انسٰنیہ الا الشیطان ان اذکرہ واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا قال ذالک ما کنا نبغ فارتدا علٰی اثارہما قصصا فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما ÷ اتالیق موصوف چونکہ اللہ تعالیٰ کے واصلوں اور عارفوں کے کام سے چنداں واقف نہ تھا۔ اس لئے اُس نے محض ظاہر بینی کے سبب محافظت اور خیر اندیشی کے خیال سے آپ کے فرمان کو قبول نہ کیا۔ اور آپ سے مشک اور سامان نہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے درویشوں اور واصلوں کی ہمت سے کچھ بعید نہ تھا۔ کیونکہ سامان مذکور آپ کو اہل باطن کی سیر اور ملاقات سے روک نہیں سکتا۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ آپ سیر فی اللہ میں گئے ہوں۔ اور سامان کو صحیح و سالم لے گئے ہوں۔ اور پھر اپنے ساتھ لے آئے ہوں ÷

مائی غلام مریم ادخانی علیہا الرحمۃ جو اپنے وقت کی پارسا نیکدامن اور طالب اللہ تھیں۔ ایک سردار کی لڑکی تھیں۔ اور آنحضرت کی مرید تھیں۔ جب آنحضرت نے وفات پائی تو مائی مذکورا اپنے گھر میں جو خانقاہ سے ایک سو میل کے فاصلہ پر تھا۔ گھبرا کر رونے لگیں۔ اور دل میں کہنے لگیں۔ کہ اب میرے مرشد فوت ہو گئے ہیں۔ اور آپ نے مجھے مراد تک نہیں پہنچایا خالی چھوڑ گئے ہیں۔ اسی رات خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت صاحب تشریف لاکر فرماتے ہیں کہ اے غلام مریم! تم اندیشہ ناک ہو۔ میرے جبہ کا دامن منہ میں لے کر چوسو اور لعاب نگل جاؤ۔ تجھے یہ حالات باطن سے منکشف ہوں گے کسی سے راز نہ کہنا۔ تاکہ ساری مرادیں برآئیں۔ اور جذبہ کے سبب جو تجھے جسمانی تکلیف پہنچے۔ اُس کا غم نہ کرنا ÷

اس نے حسب الارشاد جبہ کا دامن منہ میں لے کر چوسا اور لعاب نگل گئی۔ اُسی وقت اس کا مطلب حاصل ہو گیا۔ اس نے اپنے جسم کو جذبات کی آگ میں دبایا۔ اور

حد سے زیادہ تکلیف دیکھی۔ آنحضرت کے ارشاد کے مطابق اس پر اسرار الٰہی منکشف ہوئے جب اُس نے یہ بات ظاہر کر دی۔ تو جسمانی تکلیف سے آرام پایا۔ اور صاحب خارق عادات وکرامات ہو گئی۔ اُس نے دُنیاوی شغل بالکل ترک کر دیئے۔ اور آخری دم تک یادِ الٰہی میں مشغول رہی ؎

بحدیث سرِ زلفش نکشد عمر وفا
قصۂ دُور و دراز است چہ مے باید کرد

عمر تو اُس کی زلف کے سرے کی بات کے لیئے بھی نہیں۔ یہ بڑا لمبا چوڑا قصہ ہے کیا کرنا چاہیئے +

فصل دہم

میری جدّہ ماجدہ کے بعض فضائل کے بیان میں

روزِ ازل ہی سے آپ کی سرشت میں یہ بات داخل کر دی گئی تھی۔ کہ آپ اکثر ہر وقت کلام اللہ شریف کی تلاوت میں بسر کریں۔ ستر سرائے کے صحن کی اس درجہ محافظت کی جاتی کہ کتے تک اندر نہ آنے پاتا۔ اگر اتفاقاً کوئی کتا آجاتا۔ تو اسی وقت نکال دیا جاتا۔ اور صحن میں پانی چھڑکوایا جاتا +

ایک روز آپ حسب معمول تلاوت قرآن شریف میں مشغول تھیں۔ کہ اچانک ایک کتا آیا۔ اُسے نکالنے کے بعد خدمتگاروں کو حکم دیا۔ کہ کورہ کوزہ پانی سے بھر کر لاؤ۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کلام اللہ شریف کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر جب قرآن شریف رحل پر رکھا۔ تو اُس کا کوئی حرف بھی زائل نہ ہوا تھا۔ دایہ ہر روز سفید کپڑے سی کر آپ کے لیئے لاتیں +

اور جب میرے والد بزرگوار یعنی آپ کے فرزند ارجمند آپ کی زیارت کے لیئے ستر سرائے میں جاتے۔ آپ انہیں فرماتیں۔ بیٹا! دُور ہی رہ کر مجھے اپنا مُنہ دکھاؤ۔ ہمارے پاس نہ آنا۔ کیونکہ تم مردوں اور ان کے لباس سے چھوتے ہو۔ اس بارے میں اپنے

فرزند کو بھی پاس نہیں آنے دیتی تھیں +
ورع ایک ایسی نعمت ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں کو عنایت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ جنات نعیم میں سفید رنگ کے پرندے اڑتے ہیں۔ جن پہ روز جزا کو متورع آدمی سوار ہونگے۔ وہ ورع ہی ان پاک پرندوں کی صورت اختیار کرے گی۔ فقط +
نیز مستورات۔ خدمتگاروں کی اولاد وغیرہ اور بچوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیتی تھیں۔ آپ کے لباس کو چھونے کا حکم کسی کو نہ تھا + فقط
آپ کے فضائل بہت تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم مبارک بھی سلطان حامد تھا جو ابن مسکین (مصنفؒ) کے ہم نام تھے۔ آپ ولی اللہ۔ فاضل۔ عالم۔ کلام اللہ شریف کے کاتب۔ خوشخطی میں فرد زمانہ۔ عالم باعمل۔ تمام اوصاف حمیدہ سے متصف اور ہر شریف فن میں کامل اور صاحب احوال عالی تھے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ لیکن مَیں نے مختصر بیان کئے ہیں +

فصل یازدہم
میری والدہ محترمہ کے فضائل اور نعمت ازلی کے بیان میں

میری والدہ محترمہ کا حقیقی بھائی کوئی نہ تھا۔ آپ کے والدین مادرزاد پاکباز اور نیک دمن تھے۔ جب آپ میں بولنے کی طاقت ہوئی۔ تو سب سے پہلے آپ کی زبان مبارک "اللہ ہو سلطان باہو" نکلا +
چونکہ آپ کا وطن شمالی بلوچستان میں تھا۔ اور خود بھی قوم کے بلوچ تھے۔ اس وقت آپ کے والدین کو ہمارے جدامجد حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے اسم مبارک کی

واقفیت نہ تھی۔ انہیں تحقیق کے بعد معلوم ہوا۔ کہ سلطان باہو ایک ولی اللہ کا نام ہے۔ جن کا مزار شریف ملک چناب میں ہے ؛

جب آپ میں چلنے کی طاقت ہوئی۔ تو آپ ملک چناب کی طرف قدم بقدم آتیں۔ اور ریت کے ٹیلے پر خانقاہ مقدس کی طرف رُخ کر کے بیٹھتیں۔ پھر جب کچھ شعور حاصل ہوا۔ تو والدین سے تقاضا شروع کیا۔ کہ زیارت شریف کے لئے چلنا چاہئے۔ قبیلہ والوں نے کجاوے وغیرہ تیار کر لئے۔ اور منزل بمنزل خانقاہ مقدس کی زیارت سے آمشرف ہوئے ؛

جب ہمارے جدامجد حضرت شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے اِن کے قبیلے کی عورتوں سے پوچھا۔ کہ تم میں سے وہ کون ہے جسے پہلے پہل زیارت شریف کی کشش ہوئی۔ انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا۔ کہ حضرت ہم نہ تو سُلطان باہو کے نام سے واقف تھے۔ نہ مزار شریف سے کہ کہاں ہے۔ یہ معصومہ جو خدمت میں بیٹھی ہے۔ جب اس نے پہلے روز بولنا سیکھا۔ تو پہلے ہی حضرت قدس سرہٗ کا اسم مبارک لیا۔ اور جب اس میں چلنے کی طاقت کچھ ہوئی۔ تو خود بخود خانقاہ کی طرف دَوڑتی تھی۔ اب جبکہ کچھ سیانی ہوئی۔ تو زیارت شریف کے لئے تقاضا شروع کیا۔ پھر ایسی مشتاق ہوئی۔ کہ زیارت شریف کے اشتیاق میں کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اور زار زار رونا شروع کیا۔ اس لئے ہم سب اس کے ساتھ روانہ ہوئے ہم رستے سے ناواقف تھے۔ اور رستہ خطرناک تھا۔ ہم سب اس کے طفیل زیارت سے مشرف ہوئے ؛

یہ ماجرا سُنکر ہمارے جدامجد پر رقت طاری ہوئی۔ میری والدہ صاحبہ فرماتی ہیں۔ کہ جب ہم نے دیکھا کہ آپ پر رقت طاری ہوئی ہے۔ تو آپ نے اللہ کا نام لیا اور دست مبارک اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ اور کہنی گھٹنے پر۔ مَیں نے بچشم خود دیکھا کہ آنحضرت کے آنسو کہنی سے گذر فرش پر گرنے لگے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا۔ کہ اس سے پہلے بھی قبیلہ بلوچ کی ایک معصومہ کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ سے اسی طرح فیضان حاصل ہوا تھا۔ پھر فرمایا مائیو! جب اس معصومہ کو ہمارے حضرت صاحب کی زیارت کا اس قدر شوق ہے۔ تو اسے ہمارے پاس ہی چھوڑ جاؤ۔ وہ بلوچ عورتیں زار زار

رونے لگیں۔ اور کہنے لگیں۔ کہ اے حضرت! یہ معصومہ ہے۔ اس کے والدین کی اور کوئی اولاد نہیں۔ نہ لڑکا ہے نہ لڑکی۔ بس لے دے کر یہی ایک لڑکی ہے۔ آپ نے ہماری نسبت یہ کیا فرمایا۔ ہم غریبوں کے حق میں آپ دعا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ پس حضرت والدہ ماجدہ اللہ تعالٰے کے حکم سے مدت مقررہ بعد وقت معینہ پر اس عارف ربانی کے اشارہ سے آپ کی وفات کے بعد ہزار کرامت اور قدرت الٰہی سے میرے والد بزرگوار کے نکاح میں آئیں +

باب دسواں

حضرت ممدوح قدس سرہ کے سلسلہ کے بعض نیک فقیر اور درویش لوگوں کے حالات میں

واضح رہے کہ اس سے پہلے جہاں کہیں خلیفوں اور فقیروں کا ذکر ہوا ہے۔ وہاں ان کے حالات اور خوارق عادات کا بھی ذکر ہوا ہے۔ مگر بعض ہم صحبت درویشوں کے حالات اور فضائل لکھنے ابھی باقی ہیں۔ اس واسطے اپنے اشتیاق منزل دل کے جذبہ کے مطابق اس باب میں مذکورہ بالا حالات مندرج کرتا ہوں۔ گذشتہ خلفاء مثلاً سلطان نورنگ علیہ الرحمۃ۔ شاہ مراد لوسدی والہ۔ حضرت سید موسن شاہ علیہما الرحمۃ۔ مائی فاطمہ ستوئی اور ملا معالی وغیرہ کا جہاں کہیں ذکر ہوا ہے۔ اپنے معلومات کے موافق بلاکم و کاست لکھدیا ہے۔ اور جس قدر درویشوں کے حالات ملتوی رہے ہیں۔ اب اللہ تعالٰے کے فضل وکرم سے اس باب میں لکھے جاتے ہیں۔ وہی توفیق دینے والا ہے اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں +

برادران دینی اور اصحاب یقینی کی خدمت میں عرض پرداز ہوں۔ کہ خلیفہ قائم بر طعی

خلیفہ میاں فقیر جلاہا۔ اور خلیفہ حاجی کے حالات بھی پہلے لکھے جا چکے ہیں۔ اب میں ہمعصر خلیفہ خیر محمد خلیفہ الہ داد۔ خلیفہ صدیق اور ان کے والد۔ خلیفہ راضی۔ خلیفہ سجادل۔ اور مست کے حالات لکھتا ہوں۔ تاکہ فروگذاشت نہ ہو جائے۔ خلیفہ خیر محمد وزیر آبادی اور فقیر زبردست کے حالات لکھتا ہوں ⁂

فصل اوّل

خلیفہ خیر محمد علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ ذات کے راجپوت صاحب حشمت تھے۔ انہیں اور فقیر زبردست دونوں کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت نے کشش کی۔ اِن میں سے زبردست کا ذکر تو اوپر ہو چکا ہے۔ خلیفہ خیر محمد ہمارے زمانے تک زندہ رہے۔ ان کے حالات نہایت عجیب ہیں۔ آپ بے پرواہ صاحب حشمت۔ صاحب وقار۔ پُر درد۔ صاحب ذوق و شوق تھے۔ آپ کی آنکھیں ہر وقت سُرخ رہتی تھیں۔ اور آنسوں جاری رہتے تھے۔ گویا خون برساتی تھیں۔ بے اختیار منہ سے اسم اللہ ذات کے نعرے نکلتے تھے۔ اپنے خیال اور فکر میں مست رہتے۔ آپ کبھی اِدھر اُدھر یا دائیں بائیں نہیں دیکھتے تھے۔ ہر دم حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے مزار شریف کی خدمات میں رہتے۔ چنانچہ جھاڑو دینا۔ پھول اور گلدستے مہیا کرنا آپ کے سپرد تھا۔ دن رات حضوری باغیچہ میں پھولوں کے پودوں کی خدمت گذاری میں رہتے۔ ان خدمات کے وقت مزار شریف کو دیکھ دیکھ کر زار زار آنسو بہاتے۔ اور بے اختیار اسم اللہ ذات دل و جان سے آپ کی زبان سے جاری رہتا ⁂

جب معمولی خدمات سے فارغ ہوتے۔ تو باقی وقت باغ اور پھلواڑی کی خدمت اور حویلیوں کے احاطوں میں جھاڑو دینے کا کام کرتے۔ ایک یا آدھی روٹی ملتی تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے درویشوں کو بانٹ دیتے ⁂

ایک روز مجھ مسکیں کو فرمایا۔ کہ صاحبزادے! ایک دفعہ پھول کے پودوں میں کلیاں

لگیں۔ اور اُن کے کھلنے کا موسم قریب آ پہنچا۔ مَیں خوشی خوشی پھرتا تھا۔ کہ یہ غنچہ پھُولوں سے پہلے کھلے گا۔ اور میں تمام آدمیوں سے پہلے اسے حضور انور میں بطور تحفہ پیش کروں گا۔ مجھے اس خوشی اور محبت میں نیند بھی نہ آتی تھی۔ مَیں وقت بیوقت اس شگوفے کے گرد پھرتا تھا۔ ایک دفعہ جو مَیں سو گیا۔ تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک بکری باغیچہ کی دیوار پر سے کُود اندر آئی۔ اور باغیچہ میں گھُس کر دوڑی دوڑی گئی اور اس باغیچہ کو کھا گئی یہ خوفناک نظارہ دیکھ کر مَیں اُٹھا۔ اور دوڑ کر وہاں پہنچا۔ تو دیکھا کہ میرے پہنچنے سے پہلے اُس نے شگوفہ کو کھا لیا۔ مَیں حیران اور پریشان روتا ہوا نکل آیا۔ صاحبزادے تقدیر کا معاملہ ٹل نہیں سکتا +

ایک روز مَیں نے (سلطان حامد مصنفؔ) خلوت میں خلیفہ خیر محمد کو کہا کہ خلیفہ صاحب میرے حق میں دُعا کریں۔ کہ میرا مقدر اچھا ہو جائے۔ کہا۔ صاحبزادے ایک روز مَیں نے حالات کی بُرائی اور بشریت کی غفلت سے تنگ آ کر اپنے ہادی سلطان العارفین قدس سرہٗ کے حضور میں فریاد کی۔ تو فرمایا۔ اے خیر محمد! تقدیر نہیں بدل سکتی۔ ہم تمہاری عاقبت کے ذمہ وار ہیں۔ فقط +

خلیفہ خیر محمد علیہ الرحمۃ کے حالات نہایت عجیب تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک رات تیل کی کمی کے سبب رات کے آخری حصہ میں خانقاہ مقدس کا چراغ گل ہو گیا۔ صبح ڈیرہ پر میرے پاس آئے۔ اس وقت درد بھری آہیں بھرتے تھے۔ اور آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو جاری تھے۔ چونکہ عمر بھر خانقاہ مقدس کے احاطہ سے باہر نہ گئے تھے۔ اور آپ کی یہ عادت بھی تھی۔ بلکہ حضور انور سے بھی آپ کو تجدید وضو کے سوا باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ چونکہ آپ کا آنا غیر معمولی تھا۔ اس لیئے مَیں حیران رہ گیا۔ تعظیم کے بعد کہا۔ خلیفہ صاحب صبر کریں۔ بے قراری جانے دیں۔ یہ تو فرمائیں کہ آپ کی کیا حالت ہوئی۔ آپ نے پُر درد آواز سے فرمایا۔ صاحبزادے۔ حق تعالےٰ نے میرے ہادی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد کا چراغ تو بہت روشن کیا ہے۔ لیکن حضور کا چراغ بحال نہیں رہتا۔ اتنا فرما کر پھر متفکر ہو گئے +

میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ مقدس میں لے گیا۔ اور مَیں نے دوسرے خلیفہ کو جس کے متعلق ملازموں کا جمع کرنا اور خدمات کا بجا لانا تھا۔ بُلا کر کہا۔ یہ کیسی غفلت اور بد خدمتی ہے

کہ آج رات حضور کا چراغ تیل کی کمی کے سبب گل ہو گیا۔ اور تمہیں خبر نہ ہوئی۔ اگر آئندہ تم سے ایسی غفلت ہوئی۔ تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہو گا۔ جس قدر تیل ہو وہ سب آئندہ خلیفہ خیر محمد کے پاس رہنا چاہیئے۔ تاکہ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکے ۔

فصل دُوم

خلیفہ الہ داد علیہ الرحمت کے حالات میں

آپ کوہستان مغربی کے دامن کے رہنے والے اہل علم و عمل اور نیک خانوادہ سے تھے۔ حضرت قدس سرہٗ کی رُوحانی توجہ کے جذبہ کا اثر اور فیضان اس طرح ہوتا ہے۔ کہ انسان خود بخود کھچا چلا آتا ہے۔ اسی طرح آپ کو بھی جب کشش ہوئی۔ تو وطن۔ مال اور عیال سے قطع تعلق کر کے تن تنہا خانقاہِ مقدس میں آ حاضر ہوئے۔ اور عمر کا بہت سا حصہ حضور اقدس میں تجرید و تفرید کی حالت میں بسر کیا۔ آخری عمر میں آپ کو اجازت ہوئی۔ کہ حضرت قدس سرہٗ کے قرب و جوار کے ایک گاؤں میں نور نامی گھمار کے گھر میں رہنا اختیار کرو۔ جب آپ نے وہاں رہنا اختیار کیا۔ تو آپ کی تشریف آوری کے یمن سے اللہ تعالےٰ نے نور گھمار کے گھر ہر طرح کی نعمت اور برکت عطا فرمائی۔ پھر اس گاؤں کے باہر ویران مقام پر ایک مسجد اور حجرہ بنا کر اس میں بہت عرصہ رہے۔ چونکہ بے نصیب ہم وطن نقیروں اور نبیوں کی گستاخی اور بے ادبی کے سبب فیضان سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ اس لئے اسی طرح مذکورہ بالا گاؤں کے باشندے بھی حضرت قدس سرہٗ گستاخی اور بے ادبی کرنے لگے۔ حضرت قدس سرہٗ کے حضور سے فقیر الہ داد کو حکم ہوا کہ تم اس گاؤں سے نکل کر کسی اور گاؤں میں ٹھکانا کرو۔ کیونکہ اس گاؤں میں قہر الہٰی نازل ہونے والا ہے۔ جب آپ اس گاؤں سے چلے گئے۔ تو قادر قیوم کی قدرت سے تھوڑے ہی عرصہ میں اس گاؤں کے بڑے بڑے آدمی مرنے شروع ہوئے۔ اب تک ان کے خاندان میں بے برکتی اور مفلسی باقی ہے۔ ان پر تقدیر نے سخت حملہ کیا۔ پھر بھی وہ بداعتقادی اور گستاخی سے باز نہ آئے۔ اس لئے ان کے

پس ماندوں نے اپنی زمینیں حضرت قدس سرہٗ کی اولاد کے ہاتھ فروخت کیں۔ اور ان میں سے اکثر جلا وطن اور آوارہ ہو گئے +

فقیر الہ داد نے اس گاؤں سے نکل دوسرے گاؤں کے باہر ایک کھجور کے درخت تلے ڈیرا جمایا۔ اور آپ کا کھانا عظیم نام چدھڑ کے گھر مقرر ہوا +

عظیم مذکور خلیفہ الہ داد کے آنے سے پہلے مقروض اور مفلس تھا۔ پھر تھوڑے دنوں میں دولت مند ہو گیا۔ اور وہ سارا خاندان حضرت قدس سرہٗ کا معتقد ہو گیا۔ اب تک اُس کے خاندان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے +

خلیفہ الہ داد جس مقام پر ٹکا کرتے چاروں طرف سے خلقت آپ کی زیارت کو آتی مسخرات حد سے زیادہ تھا۔ آپ تمام نذر نیاز میں سے اپنے لئے تھوڑا رکھ کر باقی پوشیدہ طور حضرت قدس سرہٗ کی اولاد کے سپرد کر دیتے +

آپ کی یہ عادت تھی۔ کہ جن دنوں آپ خانقاہ مقدس میں معتکف تھے۔ بلا ضرورت وضو ایک قدم بھی احاطہ کے باہر نہ رکھتے۔ اور یہی حالت ان تمام معتکفوں کی ہے۔ جنہیں حضرت قدس سرہٗ کی رُوحانیت خود کشش کرتی ہے۔ کہ وہ خانقاہ مقدس کے احاطہ سے باہر نہیں نکلتے۔ اس کے اندر ہی عمر بسر کر دیتے ہیں۔ چونکہ وہیں رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے ننگے پاؤں رہتے ہیں۔ اور ہر وقت یادالٰہی میں اپنے اپنے حجروں میں سر جھکائے مراقبہ میں رہتے ہیں +

خلیفہ الہ داد کی بھی یہی حالت تھی۔ لیکن کبھی کبھی حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے ان کے ڈیرے پر آتے تھے۔ اور جب خانقاہ مقدس سے بھی آپ کو معافی ہوئی۔ تو پھر اپنی گوشہ نشینی سے اُٹھ کر کہیں نہ جاتے +

آپ صاحب ذوق و شوق وجد تھے۔ ہر وقت آپ کا بدن۔ لباس اور مکان پاکیزہ رہتا۔ ظاہری عبادت میں بھی اس طرح مشغول رہتے۔ کہ ہر وقت باوضو رہتے۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے +

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میں ملک بہاول پور میں خیر پور کھرانی کے سفر کو گیا ہوا تھا کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ خلیفہ الہ داد کی قبر حضوری دروازہ کے باہر تیار کی گئی ہے۔ اور گرد و نواح کے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آ کر اس کے گرد حلقہ باندھے

ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ ایک نے کہا یہ خلیفہ الہ داد کی قبر ہے۔ پھر میں نے پُوچھا۔ لوگ کیوں جمع ہیں۔ کہا یہ قبر زندہ ہے۔ اور لوگ زیارت کے آتے ہیں۔ اور نذریں لاتے ہیں۔ جب صبح بیدار ہُوا۔ تو تاریخ لکھ لی۔ جب میں خانقاہ مقدس میں آیا۔ تو دیکھا۔ کہ ٹھیک اسی مقام پر خلیفہ الہ داد کی قبر ہے۔ جہاں میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور کچھ نذریں بھی لاتے ہیں۔ والسلام +

فصل سوم

خلیفہ صدّیق اور آپ کے والد بزرگوار خلیفہ عثمان کے فضائل کے بیان میں

آپ اور آپ کے والد بزرگوار کوہستان مغربی کے دامن سے آنحضرت قدس سرہٗ کی رُوحانیت کے جذبہ کی کشش سے خانقاہ مقدس میں مشرف ہوئے۔ چونکہ دیانت دار نظر آئے۔ اس لئے میرے (مصنفؒ) والد بزرگوار نے خانقاہ مقدس کی تمام نذورات انہیں کے ذمے کر دیں +

آپ بہت ہی مسکین طبع۔ تارک۔ فارغ۔ خاکسار۔ صاحب ذوق و شوق۔ بے نفس اور صاحب تجرید و تفرید تھے۔ مُدت تک حضور اقدس کی خدمات بجا لاتے رہے۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ اور خاموشی اور صبر سے گذارا کرتے +

ایک دفعہ مَیں نے (سلطان حامد مصنفؒ) خلیفہ عثمان اور ان کے والد بزرگوار کو حضور مقدس کی خدمات کے لئے چھوڑا۔ اور خود خلیفہ صدیق کو ساتھ لے مغرب کی طرف سفر کے ارادہ سے روانہ ہُوا +

جب ہم ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پہنچے اور اس ملک کے ناظم اور امراء نے دعوتیں کیں۔ چند روز وہاں رہے۔ میرے رفیق درویش عشاء سے سحر تک سوتے رہتے۔ ایک رات

عشاکی نماز کے بعد مَیں نے درویشوں کو ملامت کی۔ کہ درویشو! تم امیروں کے مرغن لطیف کھانے کھاکر ساری رات مردہ کی طرح پڑے رہتے ہو۔ میں نے کبھی نہ دیکھا نہ سُنا کہ تم میں سے کوئی بھی پہلی یا پچھلی رات ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہو۔ تمام خاموش ہو گئے۔ آخر خلیفہ صدیق کو متوجہ کرکے کہا۔ کہ صدیق! تُو تو درویش آدمی تھا۔ تجھ پر بھی امیروں کے کھانے کا اثر ہو گیا۔ اور تیرا دل سخت ہو گیا۔ اور ذکر الٰہی سے غافل اور سرد ہو گیا۔ خبردار! ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔ خلیفہ مذکور باوضو تھا۔ اُس نے فوراً ذکر جہر شروع کر دیا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس قدر جوش میں آیا۔ کہ میں نے بغل میں لے لیا۔ اور اس قدر جذبہ میں آیا۔ کہ پاس پڑوس والوں کا آرام اور خواب ناگوار کر دیا۔ اکثر آدمی بیدار اور بے قرار ہو گئے۔ اور چاروں طرف سے ہمارے مکان کے گرد لوگ جوش خروش کرتے تھے۔ میں پشیمان تھا۔ کہ مَیں نے یہ کیا کیا۔ اس طرح درویشوں کو مشہور کیا۔ اور ریاکاری کے خطرے میں پڑا القصہ میں کلام اور درود شریف پڑھ کر دم کرتا۔ اور سرد پانی دیتا۔ لیکن تقریباً ساری رات خلیفہ صدیق حالت جذبہ میں رہا +

اگر کسی نفسانی آدمی پر ایک گھڑی وہ حالت رہتی تو یا وہ مرجاتا یا اس کے اعضا ٹوٹ جاتے۔ ہم رات بھر حیران پریشان اسی کی خاطر تواضع میں سرگردان رہے۔ صبح بدستور میری خدمات کے لئے تمام درویشوں سے چست و چالاک تھا۔ سب سے پہلے میری خدمت کرتا۔ پھر مَیں نے اُسے نصیحت کی۔ کہ خلیفہ صدیق جب نماز فریضہ کے بعد ذکر جہر کا حلقہ کرتا ہے۔ اُسے سُننے وقت اپنے آپ کو ذکر جہر سے بچانا۔ اگر نہیں بچا سکتے۔ تو بامر مجبوری حلقہ سے اُٹھ جانا۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں ایسا نہ ہو۔ ہمیں کسی قسم کا نقصان پہنچے پس خلیفہ صدیق پہلی طرح رہنے لگا اور جب ذکر جہر کا حلقہ ہوتا۔ وہ باہر چلا جاتا۔ مدت بعد دونوں بھائی اپنے والد بزرگوار سمیت خانقاہ سے پوشیدہ طور پر کہیں چلے گئے۔ اور کسی کو اطلاع نہ دی۔ کہ کہاں ہیں۔ چند سال بعد خبر لگی۔ کہ کعبۃ اللہ حرمین شریفین سے ہوکر بغداد شریف میں آئے ہیں۔ اور وہیں معتکف ہیں والسلام اللھم اجعلنا منھم +

فصل چہارم

خلیفہ میاں راضی کے حالات میں

آپ نحیف البدن - دراز قد - لطیف - خوش شکل - خوش زو اور کم گو تھے۔ چولستان شمالی نور پور کے گرد و نواح کے رہنے والے تھے۔ آپ وہاں سے زیارت مقدس کے لئے آئے اور زیارت شریف کی شرف یابی کے بعد میرے والد بزرگوار حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت پر عظمت میں ڈیرے پر حاضر ہوئے۔ اور بیٹھ گئے۔ ہمارے حضرت صاحب کا سلسلہ چونکہ بظاہر امراء کا سا تھا۔ یعنی گھوڑے مہمان۔ مہمان نوازی اور کرم و سخاوت سے زیادہ رکھتے تھے۔ ہر قسم کے سائل اور مہمان گروہا گروہ آتے تھے۔ وہاں کاموں کی بڑی کثرت تھی۔ حضرت صاحب ہر درویش کو جو حاضر خدمت ہوتا۔ کوئی نہ کوئی خدمت سپرد کرتے۔ جب آپ کسی کو حکم دینا چاہتے میاں راضی فوراً سب سے پہلے وہ خدمت بجالاتے۔ اور مدت تک حاضر خدمت رہے +

آپ بدرجہ غایت صاحب استقامت - صابر - نفس پر قادر - صاحب سکوت کریم الخلق - حلیم طبع - رات کو جاگنے والے . . . . جفاکش - صاحب ذوق و شوق اور کامل الاعتقاد تھے۔ مدت تک گھوڑوں کی خدمت پر مامور رہے +

بعد ازاں جب والد بزرگوار کو آپ کی واقف کاری اور اعتبار کا تجربہ ہو چکا۔ تو آنحضرت آپ کو اطراف میں پاپیادہ بعض خدمات کی سرانجام دہی کے لئے بھیجنے لگے۔ آپ شہسواروں کی طرح منزلیں طے کر کے ہوشمندی سے کام سرانجام کرتے۔ بعد ازاں جب تجربہ کار معتمد ہو گئے۔ تو آنحضرت نے آپ کو فرط شفقت اور اعتبار کے سبب خانقاہ مقدس کی خلافت کا کام سپرد کیا۔ آپ مدت تک یہ کام کرتے رہے۔ دن کو آپ مقررہ کام سرانجام دیتے۔ اللہ تعالےٰ خود اس حال کا شاہد اور اس بات کا گواہ ہے۔ کہ اس مرد خدا کو

جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی سی صورت دے رکھی تھی۔ اسی طرح فرشتوں کی سی خصلت بھی عنایت کی تھی۔ اور خانقاہ مقدس کی طرف سے جو وظیفہ یا روٹی لنگر سے ملتی۔ وہ میں نے بچشم خود دیکھی ہے۔ کہ پوشیدہ طور پر آپ کسی مستحق دوست کو دیدیتے ✦

واللہ اعلم وہ فرشتہ سیرت ایسی بیخوابی اور بیخورشی میں کیونکر اپنی جسمانیت قائم رکھتا ہوگا۔ شاید یہ حالت ' بیت عند ربی یطعمنی و یسقینی' میں رات اپنے پروردگار کے پاس رہتا ہوں۔ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے ؛ والا معاملہ ہو۔ اس مقام اور اس حالت کی مفصل حقیقت انشاء اللہ اپنے والد بزرگوار کے ملفوظات کے بیان میں لکھوں گا۔ اور آپ کی زبان سے تلقین۔ ارشاد وعظ و نصیحت اور معرفت الٰہی کے سوا اور کچھ نہ نکلتا۔ حالانکہ آپ بالکل ان پڑھ تھے۔ اللّٰھم اجعلنی منھم ✦

آپ ہمارے حق میں دعا کیا کرتے۔ و اس دعا کا اثر ہم دیکھتے تھے۔ آخری عمر میں جب آپ خانقاہ مقدس کی خلافت پر مامور تھے۔ تو مجھ مسکین (سلطان حامد مصنفؒ) سے اجازت کی درخواست کی۔ کہ صاحبزادے! مجھے حضرت شیخ غلام باہو کی زیارت کا شوق یہانتک غالب ہے۔ کہ اب صبر و قرار باقی نہیں۔ مجھے اجازت دیں۔ کہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پہنچکر زیارت سے مشرف ہوں ✦

چونکہ آنحضرت ان دنوں ڈیرہ اسمٰعیل خاں تشریف لے گئے تھے۔ ہم نے بھی اجازت دی۔ آپ فوراً ذوق شوق کے بازوؤں سے پرواز کرکے بھکر کے گردونواح میں پہنچ گئے قضا نے وہیں بیمار کر دیا۔ اور چوہنی گاؤں میں شیخ فرید اور شیخ علی محمد قریشی کے قبرستان میں مدفون ہوئے ✦

شیخ فرید اور شیخ علی محمد قریشی حضرت قدس سرہٗ کے سلسلہ سے ہیں۔ من مات فی حب اللہ فقد مات شھیدا جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں مرا وہ شہید ہوکر دنیا سے گیا ✦

فصل پنجم

خلیفہ سجاول کے احوال میں

آپ جوان عمر میں دریائے چناب کے شمالی کنارے کے گاؤں چندروٹ سے آئے خانقاہ مقدس کی زیارت فیض بشارت سے شرفیاب ہونے کے بعد حضرت غلام باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر رہے۔ گھوڑوں کی خدمت کما حقہ بجا لاتے۔ آپ مستعد۔ سخی اور دلیر تھے۔ بعد ازاں آپ کو مَیں نے اپنی خدمت کے لئے پسند کیا +

والد بزرگوار قدس سرہٗ کی وفات کے بعد مخدومی مخدوم الانام اخی مخدوم حافظ صالح محمد صاحب سجادہ نشین مدظلہم کی یہ مرضی ہوئی۔ کہ خانقاہ مقدس کی خلافت اور خانقاہ شریف کی عمارت کی خدمات آپ کے سپرد کیں +

کچھ مدت آپ نے بڑی اچھی طرح یہ خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں شامت اعمال کے سبب نفسانی رعونت اور اغوا سے سرکار انگریزی کی شروع عملداری میں سجادہ نشین صاحب ممدوح کی خدمت سے منحرف ہو گئے۔ اس لئے درگاہ سے رد ہو گئے +

اسی اثنا میں مہلک مرض میں مبتلا ہو کر سخت تنگ ہوئے۔ اس حالت میں موقع پا کر ایک روز جبکہ میں خانقاہ منور کے آستانہ مقدس کے باہر حضور شریف میں غلام گردش پر قبلہ رُخ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھا۔ کہ ایک قرآن شریف دونوں ہاتھوں پر رکھے ہوئے آئے۔ اور کہنے لگے۔ صاحبزادے! مَیں نے اپنے کئے کی سزا پالی۔ اب میں نادم ہو کر آیا ہوں۔ اور اس قرآن شریف اور اس مکان مقدس کو وسیلہ لایا ہوں۔ اب میرے قصوروں سے درگذر فرما کر میرا عذر قبول فرما دیں +

جب مَیں نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ تو دیکھتے ہی تمام غصہ میرے دل سے جاتا رہا۔ اور بجائے غصہ کے رحم آیا۔ اس حالت میں جب آپ کو بغور دیکھا۔ تو مرض استسقا میں مبتلا پایا۔ بہت لاغر اور سقیم الحال تھے۔ مَیں نے کہا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اب آپ خدمات کے لائق

نہیں۔ اچھا آپ کو دائرہ میں جگہ دلائے دیتا ہوں۔ اور لنگر شریف کا مختار بنوا دیتا ہوں۔ پھر میں نے ہر طرح سے آپ کو تسلی کی۔ آپ نے بخوشی قبول کیا۔

پھر مَیں نے دائرہ میں چارپائی۔ فرش بستر وغیرہ آپ کے سپرد کیا۔ اور آپ کو لنگر شریف کا مختار کر دیا۔ اور حتی الامکان آپ کا علاج شروع کیا۔ آپ نے چندماہ بعد وفات پائی۔ اور خانقاہ مقدس کے قرب وجوار میں جگہ پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہم گنہگاروں کے احوال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور جناب سُلطان العارفین قدس سرہٗ کی شفقت ہے۔ کہ جناب خلیفہ سجاول اپنی شامت اعمال کے سبب عاجز آ گئے۔ تو پھر اُسے اسی عاجزی۔ ذلت اور خواری کی حالت میں قبول کر لیا۔ اور اُسے جان کو تازہ کرنیوالی خوشخبری دی۔ کہ پہلے اُسے اپنی درگاہ کے بندوں سے قبول کرایا۔ پھر اپنے قرب وجوار میں جگہ عنایت کی۔ اور اس بات پر منحصر رکھا۔ کہ اپنے گھر کے قدیمی غلاموں کے غلام یعنی سجادہ نشین کو سرافراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ یہ الستی خوشخبری ہم سب دامن پکڑنے والوں کے لئے ہے۔ کہ خواہ ان کے غلام کتنے ہی پُرگناہ ہوں۔ پھر بھی ان کا خیال نہیں چھوڑتے۔ اور ہر ایک غلام کے خاتمہ کی طرف خیال رکھتے۔ چنانچہ اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں " کامل مرشد کا طالب اوّل تو خطا نہیں کرتا۔ اور اگر کرے تو مردود نہیں ہوجاتا۔ والسلام۔

فصل ششم

خلیفہ مست کے احوال میں

آپ شروع حال میں جوانی کے وقت مزدوری کے ارادہ سے پہلے لاہور آئے اور پھر ہندوستان میں حضرت شاہ شرف ابو قلندر علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے گئے۔ آپ کے دل سے دنیا کا خیال جاتا رہا۔ اور اس کی بجائے فقیروں کی زیارت اور ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ کرنال کے گرد ونواح کے ایک گاؤں میں غلام علی شاہ اور ان کے خلیفہ مردان شاہ کی خدمت میں فیض حاصل کرنے کے ارادہ سے حاضر ہوئے۔ کیونکہ انہیں شاہ شرف

ابو قلندر سے رُوحانی فیض حاصل تھا۔ اور ظاہر میں طریقہ چشتیہ صابریہ کے مرید تھے۔ اِن کی صحبت کے یمُن سے خلیفہ مست کے احوال بدل گئے۔ چنانچہ آپ کے دل میں اللہ تعالےٰ کا ذوق شوق پیدا ہوُا۔ اسی سے آپ صاحب احوال ہو گئے اور سیاہ کمبل پہننا شروع کیا پھر ہندوستان میں مستی کی حالت میں فقیروں اور مزارات کی زیارت کرتے پھرے۔ یہاں تک کہ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی ولی اللہ قدس سرہٗ کے روضہ منورہ کی زیارت کی۔ اور دہلی میں حضرت خواجہ قطب العالم قدس سرہٗ وغیرہ کی زیارت کی۔ سہارنپور کے قریب پیران کلیر میں قطب الاقطاب حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج چشتی قدس سرہٗ کے داماد حضرت شیخ مخدوم علی صابر چشتی قدس سرہٗ کی زیارت کی۔ اور ریاست پٹیالہ میں بنگہ شریف میں حضرت میراں سید بھیکہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے +

آخر قدرت الٰہی سے آپ کے مستانہ حالات جاتے رہے۔ اور پھر اپنے وطن اعوان کار کے گاؤں بدہراڑ کے میں آ گئے۔ اور پیر کرم شاہ صاحب قریشی علیہ الرحمۃ کھاریوالہ اور میاں خدابخش جھولی والہ کی خدمت میں بمقام لواں کوٹ تخت ہزاریوالہ مشرف ہوئے۔ میاں خدابخش جھولی والے نے جو صاحب کشف اور مجذوب تھے۔ آپ کو آپ کے گذشتہ احوال کا پتہ دیا۔ آپ مستی کی حالت میں بکھرے بالوں والے اور خستہ حال تھے۔ لیکن اپنے وطن میں ملک نواب نام اعوان کے ہاں جو مدہڑار گاؤں کا نمبردار تھا۔ منسوب تھے۔ اس لئے میاں خدابخش نے آپ کو فرمایا۔ کہ اے مست! فقیروں نے تمہاری حالت فقیری کو سلب کر لیا ہے۔ اگر ہمارے مرید بن جاؤ۔ تو وطن جا کر اپنی منسوبہ سے نکاح کرو۔ مَیں دو تین روپیہ روزانہ بھی تمہارے لئے منظور کرا لوں گا۔ فقیروں کے لئے بیوی کا ہونا کوئی عیب نہیں۔ میں نے خود بڑھاپے اور اس فقیری حال میں دو عورتوں سے نکاح کیا ہے +

آپ فقیر خدابخش کی صحبت سے ملول ہو کر پھر پنڈ دادن خاں میں گئے۔ وہاں سے ایک فقیر اسلام دہنی وال نام حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ کی زیارت کے لئے آ رہا تھا۔ آپ نے اُس سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا خانقاہ مقدس کی زیارت کرنے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسہ شریف والوں کے خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین چشتی سیالانوالہ کا مکان رستے میں ہے۔ میرا ارادہ ہے۔

کہ وہاں تک تمہارے ساتھ چلوں۔ درویش نے کہا۔ بڑے شوق سے۔ جب سیالاں میں آئے۔ تو حضرت شمس الدین اس وقت آرام میں تھے۔ آپ نے پوچھا۔ کہ حضرت صاحب کب باہر تشریف لائینگے۔ کسی مرید نے کہا۔ تم حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں جاؤ۔ جو صاحب زور وقوت ہے۔ تم یہاں مت بیٹھو۔ آگے زیارت کے لئے جاؤ۔

میں چارو ناچار اسلام فقیر کے ساتھ چند قدم جنوب کی طرف چلا۔ جب میں آبادی سے باہر نکلا۔ تو پھر خیال آیا۔ کہ میرا ارادہ تو حضرت شمس الدین کی زیارت کا تھا۔ نہ کہ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی زیارت کا۔ میرا آگے جانے کا کیا مطلب۔ اسی خیال میں پھر چند قدم واپس آیا۔ پھر جنوب کی طرف کشش ہوئی۔ پھر خیال کیا کہ میرا جنوب کی طرف کیا کام ہے۔ پھر شمال کی طرف روانہ ہوا۔ پھر جنوب کی طرف کشش ہوئی۔ اسی طرح کشمکش میں چند مرتبہ اِدھر اُدھر گیا۔ آخر جنوب کی کشش غالب آئی۔ اور اسی اسلام فقیر کے ساتھ خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک خوش منظر نورانی چہرہ بزرگ مزار مقدس کے تخت شریف پر دراز ہیں۔ اور میں جذبہ ارادت سے آپ کے سر پر چوری ہلا رہا ہوں۔

آپ کے حضور میں ایک شخص قیدیوں کی طرح واویلا مچاکر رخصت کی درخواست کرتا ہے لیکن آپ اُسے رخصت نہیں دیتے۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ تو گاڈی گل چاہتا ہے۔ اس وقت فقیر ولی داد وغیرہ آنحضرت کے گرد حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ انہوں نے بھی نہ سمجھا کہ گاڈی گل سے کیا مراد ہے۔

پس مصنف کتاب یہ تعبیر کرتا ہے کہ گاڈی گل سے مراد پھولوں کی کاشت ہے یعنی حضور کی خدمت گلکاری۔ اور لطافت اور پاکیزگی ہے۔ اور اس شغل کے سبب طالب کے قالب کے سبزہ زار میں قلب کے لطائف کے شگوفے کھلکر اذکار۔ افکار اور انوار الٰہی کے اسرار کے پھول کھلتے ہیں۔ پس مست مذکور اس رمز و کرشمہ سے خانقاہ مقدس کے معتقد ہوئے۔ چونکہ ان دنوں خلیفہ سجاول اپنے اعمال کے سبب دور و مہجور ہو گئے تھے۔ اس لئے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی جناب نے اس مست کے اختیار کی باگ میرے ہاتھ میں دی۔ اور میں نے اُسے خلافت کے عہدہ پر مامور کیا۔

بعدازاں خلیفہ مست کی والدہ محترمہ مسمات رانی بی بی جس کے بال سفید ہو چکے تھے۔

اور جو دیندار معلوم ہوتی تھی۔ شمالی کوہستان سے اپنے بیٹے کی تلاش میں یہاں آنکلی ۔ زیارت شریف سے مشرف ہونے کے بعد مجھ سے ملتمس ہوئی ۔ کہ یہ مست میرا بیٹا ہے ۔ مَیں نے اِسے اچھے گھرانے میں منسوب کیا تھا ۔ آپ اجازت دیں ۔ تاکہ اسے وطن لیجا کر اِس کا نکاح کیا جائے ۔

چونکہ اِس بارے میں ہمارا کوئی اختیار نہ تھا ۔ اس لئے خاموش رہے ۔ تھوڑے دنوں بعد اُسے حضرت قدس سرہٗ کی روحانیت سے ایسا جذبہ ہوا ۔ کہ اپنے بیٹے کی طرح مست ہوگئی ۔ اور ہر وقت ذکر و فکر الٰہی میں مستغرق ہوگئی ۔ دُنیا و مافیہا سے فارغ ہوگئی ۔ اور مدت تک خانقاہ مقدس کے حضور میں رہی ۔ بعدازاں اُسے رُخصت عنایت ہوئی چونکہ وہ فقیرانہ طور پر وطن واپس گئی ۔ اس لئے چودہری نواب نے جس کی لڑکی مست مذکور سے منسوب تھی ۔ صورت حال دیکھ کر خود بخود اپنی لڑکی مسمات بی بی رانی کا نکاح مست مذکور کے چھوٹے بھائی شیر دست سے کردیا ۔ جب یہ شادی ہوچکی تو پھر بی بی رانی الٰہی ذوق و شوق کے جذبات سے خانقاہ مقدس کی زیارت فیض بشارت کے لئے آئی ۔ اور کچھ مدت یہاں رہ کر پھر وطن گئی ۔ تو وہیں وفات پائی ۔

اور خلیفہ مذکور اس وقت یعنی ۱۲۹۶ھ سے متواتر ہر دم حضور مقدس میں حاضر خدمت رہے ۔ اور ایسے صاحب استقامت تھے ۔ کہ صبح سے شام تک سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں کھڑے رہتے ۔

آپ میں کسی قسم کی دنیاوی آلائش بالکل نہ تھی ۔ آپ کا دل ذکر و فکر سے بیدار تھا ۔ آپ ہر اُس سے فارغ ۔ خاموش ۔ صابر ۔ خوش وقت ۔ متحمل ۔ محنت کش ۔ صاحب تجرید و تفرید ۔ بے طمع ۔ بے ریا ۔ صاحب فضل خدا ۔ محض مست دیدار تھے ۔

دنیاوی مال اسباب کی فکر نہ تھی ۔ رات کو آرام کرنے کے لئے کوئی مکان مقرر نہ تھا اور نہ لحاف تھا نہ سرہانہ ۔ نہ جوتا ۔ نہ روٹی پکانے کی جگہ تھی ۔ نہ کوئی برتن ہی روٹی پکانے والا تھا ۔

اگر عشا کے بعد رات کو آپ ذکر میں مشغول ہوتے ۔ تو آپ بالکل ڈھونڈھے نہ ملتے کیونکہ آپ کا نہ کوئی مکان تھا ۔ نہ کوئی پتا ۔ اگر آپ کی تلاش منظور ہوتی ۔ تو معتکف درویشوں کو کہا جاتا ۔ وہ کسی کونے ۔ قبرستان یا مسجد کے کونوں سے تلاش کر کے لے آتے ۔

آپ کے چہرہ پر محنت و خدمت سے ملال کے آثار کبھی ظاہر نہ ہوتے اور آپ کے وسیع دِل میں تنگی کا خیال تک نہ آتا تھا۔ کیونکہ آپ کا دل نور سے پُر اور آپ کا وقت ذکر الٰہی سے معمور تھا۔

اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز دیتا۔ تو ضرور لنگر شریف کے بیت المال میں دیدیتے کھدر کی ایک چادر اور ایک تہ بند خاکی رنگ کر پہنتے۔ اگر نئی چادر پہنتے تو پرانی خود بخود پرانی درویشوں کی گدڑی پر سیتے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

یارو! جن خلفاء کا مجھے علم تھا۔ اُن کے حالات مجمل طور پر میں لکھ دیئے ہیں۔ فقیروں کے حالات خلیفوں کے حالات کے بعد اس واسطے لکھے۔ کہ خلفاء کو خانقاہ مقدس کی جناب قدس کا قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ اب بفضل خدا فقیروں۔ نیک لوگوں اور درویشوں کے ذکر سے اپنی پژمردہ زبان اور بجھے ہوئے دل کو منور اور تازہ کروں گا۔

فصل ہفتم

حاجی خلیفہ علیہ الرحمتہ کے حالات میں

آپ مدت تک میرے ہم مجلس رہے۔ جب تشریف لائے۔ تو آپ ضعیف العمر تھے۔ اُن دنوں میں عاقل بالغ یا قریباً بالغ تھا۔ ایک روز میں نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ کیونکر خانقاہ مقدس سے مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قوم کا درک ور کوں کی بار کا رہنے والا تھا۔ جو شہر لاہور کے شمال مغرب میں ایک علاقہ اسی نام سے مشہور ہے۔ ایک رات میں کھیتی کی نگہبانی کے لئے بلونے[1] پر بیٹھا ہوا تھا۔ اِن دنوں خونخوار بھیڑیئے بکثرت تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ نادر شاہ احمد کے حملوں سے لاہور اور دہلی کے مضافات میں بے شمار آدمی قتل ہوئے۔ جن کی لاشیں بے کفن و دفن رہنے کے سبب بھیڑیوں نے

[1] کسی درخت کے ٹہنوں میں موٹے رسے کو چارپائی کی طرح بنتے ہیں۔ یا چار لکڑیاں زمین میں گاڑ کر ان پر بیٹھنے کے لئے جگہ بناتے ہیں۔ اس کے دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ سارا کھیت بآسانی نظر آتا ہے۔ دوسرے موذی درندوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ مترجم۔

کھائیں۔ اس لئے وہ مردم خوار ہو گئے تھے۔ اور اس قدر دلیر ہو گئے تھے۔ کہ سواروں کو گھوڑوں پر سے اتار پھاڑ ڈالتے تھے۔ اس لئے زراعت پیشہ لوگ بلوں پر بیٹھ کر کھیتی کی حفاظت کرتے تھے۔ وہ رات چاندنی تھی۔ جب آدھی رات کا وقت ہؤا۔ تو مجھے نیند آ گئی۔ مَیں سونے کے لئے بلوں سے اتر کر گھر کی طرف روانہ ہؤا۔ جب مَیں رستے میں جس کے دائیں بائیں دیواریں تھیں۔ ان دیواروں کے درمیان رستہ جاتا تھا۔ جس سے مال مویشی گذر کر گاؤں میں پہنچتے تھے۔ مَیں نے دیکھا۔ کہ دو آدم خور بھیڑیئے ایک پیچھے اور ایک سامنے سے آ رہا ہے۔ جب انہوں نے مجھے گھیرا۔ تو مَیں ناامید ہو گیا۔ کیونکہ ایسی کئی وارداتیں پہلے ہو چکی تھیں۔ جب دونوں نے یکبارگی حملہ کیا۔ عین تھلکہ کے وقت مَیں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھی۔ یعنی ایک بھیڑیا چیختا ہؤا دیوار سے باہر جا گرا۔ اور دوسرا دوسری دیوار پر سے باہر جا پڑا۔ اور مَیں بخیریت گھر پہنچا۔

مدت بعد مجھے کعبہ شریف کے حج کا شوق دامنگیر ہؤا۔ میں روانہ ہوا۔ جب ہم جہاز میں سوار ہوئے۔ تو تقدیر الٰہی سے مخالف ہوا کے سبب جہاز ٹوٹ گیا۔ غرق ہونے کو تھا۔ کہ صحیح سلامت کنارے پر جا پہنچا۔ جب ہم حج سے آ کر پنجاب میں پہنچے۔ تو پھر مجھے کسی کامل کی ملازمت کا شوق ہؤا۔ میں جا بجا تلاش کرتا تھا۔ کسی جگہ میرے دل کو قرار نہیں آتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ مجھے ایک کامل ولی اللہ کی زیارت ہوئی۔ جس نے مجھے فرمایا۔ کہ بیٹا! ہماری طرف آؤ۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت آپ کون ہیں فرمایا۔ مَیں سلطان باہو ہوں۔ مَیں نے پوچھا آپ کا مکان؟ فرمایا دریائے چناب کے کنارے۔ میں دریائے چناب کے کنارے کنارے پوچھتا پوچھتا خانقاہ مقدس میں آیا بہت دن معتکف رہ کر پھر وطن کا ارادہ کیا۔ تو مجھے فرمایا۔ حاجی! تم ہم سے جدا ہونا چاہتے ہو۔ تمہیں اجازت نہیں۔ تم بہت عرصہ ہمارے پاس رہو گے۔ تمہیں یہ خیال نہیں رکھنا چاہیئے۔ کہ تم کعبہ کا حج کر آئے ہو۔ ہم اسی روز سے تمہارے نگہبان رہ کر جا بجا تمہاری حفاظت کرتے آئے ہیں۔ جس رات تمہیں دو بھیڑیوں نے آگے پیچھے سے گھیر لیا تھا۔ ان میں ایک کو ایک دیوار پر سے اور دوسرے کو دوسری دیوار پر سے باہر پھینک دیا۔ اور تمہاری خاطر ٹوٹے ہوئے جہاز کو صحیح سلامت کنارے پر پہنچایا۔ اور تمہاری رہبری کر کے تمہیں یہاں تک پہنچایا۔ ہم پہلے ہی روز سے تمہاری محافظت کرتے

آ ئے ہیں ۔

خلیفہ موصوف کو اپنے مرشد کامل کی حضوری ہر وقت حاصل تھی ۔ جس وقت چاہتے حضور سے سوال کر کے جواب باصواب حاصل کر لیتے ۔ سائلوں کو فوراً جواب دیتے ۔

ہم دونوں بھائی یعنی مخدوم حافظ صالح محمد اور یہ مسکین سلطان حامد قادری جوانی کے دنوں میں خلیفہ موصوف سے سوال پوچھتے ۔ جن کا مناسب جواب تھوڑی دیر تامل و مراقبہ کے بعد دیتے ۔ سینکڑوں آدمی آپ سے سوال جواب کیا کرتے تھے ۔ آخر یہیں وفات پائی ۔

فصل ششم

فقیر دائم کے حالات میں

آپ قوم کے چانڈ بلوچ ہیں ۔ آپ کا اصلی وطن چولستان میں بہادر گڑھ المعروف مونڈا چاہ براہیم والہ ہے ۔ آپ نیک صاحب باطن تھے ۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے تھے ۔ آپ نے میرے جد امجد حضرت شیخ حافظ محمد صاحب اور میرے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہما کی صحبت کا شرف حاصل کیا تھا ۔ آپ تارک الدنیا ۔ عارف باللہ ۔ آزاد ۔ فارغ اور بلند ہمت تھے ۔

ایک روز میرے والد بزرگوار نے سادات عظام کے ادب کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے مجھے فرمایا ۔ کہ حاجی غازی شہید حضرت نواب مظفر خاں علیہ الرحمۃ کی کمر میں درد تھا ۔ خواجہ صاحب خواجہ حسن اور خواجہ قاسم جو حکیم حاذق تھے ۔ اور ملتان کے اور طبیب بھی علاج سے عاجز آ گئے ۔ نواب صاحب موصوف فقیر محمد دائم کے بڑے معتقد اور مرید تھے ۔ چنانچہ آپ کو اپنے گھر بلا کر اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا کرتے تھے ۔

ایک روز نواب صاحب نے طبیبوں کے علاج سے ناامید ہو کر فقیر موصوف کی خدمت میں عرض کیا ۔ یا حضرت درد کمر کی شدت سے بہت لاچار ہوں ۔ آپ دعا کریں تاکہ اللہ تعالےٰ شفا بخشے ۔

فقیر موصوف نے حسب عادت ایک گھڑی مراقبہ کر کے فرمایا۔ کہ نواب صاحب! جب کوئی سیّد بھی آپ کے پاس آئے۔ آپ اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوا کریں۔ نواب صاحب نے کہا بہتر۔ چنانچہ نواب صاحب نے ملازموں کو حکم دیا۔ کہ جو سیّد صاحب آئیں۔ انہیں روکا نہ جائے +

جب ایک سیّد صاحب نواب موصوب کے سلام کے لئے آئے۔ نواب صاحب نے نوکروں کو حکم دیا۔ کہ مجھے ان کی تعظیم کے لئے کھڑا کرو۔ پہلی دفعہ کے اُٹھنے سے ہی انتا پرانا درد کافور ہوگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی +

فقیر موصوف اپنے مرشد کامل کے اس درجہ معتقد اور خدمتگذار تھے۔ کہ جو دنیاوی مال آپ کے پاس تھا۔ اس میں سے اکثر بلکہ سب کا سب میرے جد امجد اور میرے والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کر دیا +

علاوہ ازیں اپنے چوتھے بیٹے مسمی سُلطان خاں کو اُس کے بچپن ہی میں میرے والد ماجد کی خدمت میں حاضر کر کے نذر کیا۔ چنانچہ اُس نے حضرت والد صاحب کی خدمت میں ادب و فوائد اور تعلیم حاصل کی۔ اور آخر آپ ہی کی خدمت میں فوت بھی ہوا +

اب تک فقیر دائم علیہ الرحمۃ کی اولاد میں اعتقاد کا اثر اسی طرح باقی ہے۔ فقیر موصوف کو اس کی وصیت کے مطابق اس کے ہادی کامل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کے پڑوس میں جگہ ملی۔ میں (سلطان حامد مصنف) نے بچپن ہی میں اس کی صحبت کی ملازمت ولی حضور سے پائی۔ والسلام +

فصل نہم

سید بگھو شاہ بخاری سرسوی کے حالات و ملاقات کے بیان میں

علاوہ ازیں

میرے وہاں جانے اور اسی اثناء میں والد ماجد سے توجہات پانے کے بیان میں

چونکہ مجھے پہلے دن ہی سے مشائخ کرام کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان سے توجہ حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اور میں غلبہ اشتیاق سے بے قرار رہا کرتا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ میرے والد ماجد مجھے ظاہری خدمات میں مصروف رکھتے ہیں۔ اور توجہ سے میری باطنی مراد پوری نہیں کرتے۔ اس لئے مجھے کسی شیخ کی خدمت میں جاکر اس کی توجہ سے دلی مراد پوری کرنی چاہیئے۔ اسی جستجو میں تھا۔ کہ ایک درویش میاں ستانہ جسے میاں جہاج (جہاز) بھی کہتے تھے۔ جس کا مزار اب سرسہ کے قریب موضع جنڈی والا میں ہے۔ خانقاہ مقدس کے حضور پرنور سے مشرف ہوا۔ حافظ سلطان صالح محمد صاحب دام حیاتہم نے مجھے ازراہ شفقت فرمایا کہ سلطان حامد! سید بگھو شاہ کے مریدوں میں سے ایک ہندوستانی درویش خانقاہ مقدس میں آیا ہے۔ کیا اسے دیکھا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا۔ عجب درویش ہے۔ اسے دیکھنا چاہیئے۔ میں اسی وقت خانقاہ میں آیا۔ اور اسے مشرقی دروازہ کے باہر زبردست فقیر کو درخت تلے کھڑا پایا۔ میں دیر تک کھڑا رہا۔ اور منتظر رہا لیکن وہ مست الست اپنے احوال میں بے خود تھا۔ دو دفعہ کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا۔ مگر متوجہ نہ ہوا۔ اس کی مبارک پیشانی اور احوال دیکھ کر اس کے مرشد سید بگھو شاہ کی ملاقات کا بہت شوق ہوا۔ اس سے پہلے بھی جو درویش سید بگھو شاہ کی ملاقات کی طرف مائل رہتا تھا۔ خاصکر میاں ستانہ کو دیکھ کر سید صاحب مذکور کی ملازمت کے شوق کی چنگاری میرے دل میں بھڑک اٹھی۔ اس روز میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اعتقاد کو پختہ کرے

کے لئے مَیں نے اپنے والد ماجد سے پُوچھا - ابا جان! بگھو شاہ کی طرف سے اچھے اچھے درویش آتے ہیں - فرمایا بیٹا! بگھو شاہ تمہارے جدامجد سے بہت بڑی نعمت لے گئے ہیں - چونکہ میری عرض پسندیدہ تھی - اس لئے آپ نے بھی پسند فرمائی - آپ کے فرمانے سے میرا اعتقاد بہت پختہ ہوگیا - میں نے یہ راز دل میں چھپائے رکھا - کہ ایسا نہ ہو آنحضرت کو اُس کی اطلاع ہو جائے اور مجھے منع فرمائیں - اس کا حیلہ میں نے یہ سوچا - کہ آپ کی خدمت میں عرض کیا - کہ ابا جان! لنگر شریف میں ایک درویش ہے - اگر اجازت ہو - تو کچھ عرصہ کے لئے ملک راوی کی سیر کو چلا جاؤں - اور وہاں سے کچھ جمع کر لاؤں - آپ نے تکلیف سے فرمایا - بیٹا! تمہاری مرضی - میں نے فوراً تیاری کر لی - اور تین سوار اپنے ساتھ لئے - مَیں رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوا - تو آپ نے فرمایا بیٹا! میرے لئے بھی گھوڑی پر زین ڈالو - تاکہ میں بھی تمہارے ساتھ کچھ فاصلہ جاؤں +

مَیں نے حسب الحکم گھوڑا تیار کیا - ایک دو میل طے کرنے کے بعد مَیں نے عرض کیا - کہ اب آپ تشریف لے جائیں - پھر دو تین میل اور چل کر عرض کیا - کہ آپ واپس تشریف لے جائیں - فرمایا - آ گے - یہاں تک کہ آفتاب زرد ہونے لگا - پھر مَیں نے عرض کیا - حضرت بیوقت ہے - سورج ڈوبنے کو ہے - ہم منزل پر اور آپ دولتخانہ پر پہنچ جائیں گے - آپ نے فرمایا - مَیں چاہتا ہوں - کہ آج رات ایک جگہ ہی رہیں - جب ہم احمد پور سیال میں پہنچے - تو مجھے خیال آیا - کہ آپ غیر معمولی طور پر میرے ساتھ یہاں تک تشریف لائے ہیں - ظاہر ہے - کہ آپ میرے ارادہ سے واقف ہو گئے ہوں گے - اگر رات میں آنحضرت کی خدمت رہا - تو ضرور موقع پاکر مجھے منع فرمائیں - اس واسطے مَیں نے ایک اور حیلہ سوچ کر عرض کیا - کہ ابا جان اس گاؤں میں گھوڑوں کا گذارہ نہیں ہوگا - اگر آپ فرمائیں تو آگے چندیر گاؤں میں چل کر رات بسر کریں - آپ نے چار و ناچار فرمایا - تمہاری مرضی - فوراً ہم سوار ہو کر رات کو مکان مذکور میں آئے - اور نہایت آرام پایا +

جب آپ تہجد کے لئے اُٹھے - تو مَیں گہری نیند سے روتا ہوا اُٹھا - اور بیقرار ہوگیا - آنحضرت کے اشتیاق دیدار کے نائرہ آتش کے جذبے میرا مرغ دل خفقان میں آکر پروانہ کی طرح آنحضرت کے جمال کی شمع کے گرد پھرتا تھا - جو وصل چاہتا تھا +

مطلب یہ کہ جب آنحضرت نے مجھے لمبے چوڑے سفر کا ارادہ کرنے والا دیکھا تو از راہ شفقت قلبی آپ منزل مذکور تک میرے ساتھ تشریف لائے۔ کہ آو رات ایک ہی جگہ گذاریں۔ یہ سب کچھ اس واسطے تھا۔ کہ آپ کا فیض مقاطر دل اس مسکین کے حق توجہات خرچ کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ قدیمی دشمن یعنی شیطان رجیم کہ "ان الشیطان للانسان عدو مبین" شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ کو معلوم ہوا کہ ہادی مہدی یعنی اس کا مرشد اُسے فیضان اور توجہ دینا چاہتا ہے۔ اب حیلہ یہ ہے۔ کہ اسے وسوسوں میں ڈال کر آنحضرت کی صحبت سے محروم رکھوں۔ اور خدمت سے دُور رکھوں۔ اس لئے میرے دل میں وسوسہ ڈالا۔ کہ حضرت نہ مجھ پر خود توجہ کرتے ہیں۔ اور نہ کسی اور شیخ کی خدمت جانے دیتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مجھے گھوڑوں کی رات گذارنے کے حیلہ سے شرف صحبت سے دُور پھینکنا چاہا۔ اور اپنی دانست میں اُس نے اس نعمت عظمیٰ کے حصُول سے محروم کر دیا۔ اگرچہ بظاہر میری خاطرداری کے لئے دوسرے مکان میں رات گذارنے کی اجازت دی۔ لیکن اصلی مطلب ہاتھ سے نہ دیا۔ یعنی خاص وقت اور موقع پر باطنی توجہ کے جذبات سے اپنی طرف کھینچا۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے ساتھی دایہ چوغطہ کو جگایا۔ اور لباس پہنایا اور کہا۔ اے دایہ! میرے گھوڑے پر جلدی زین ڈالو۔ اور اس پر غاشیہ ڈالو۔ تاکہ میں سوار ہوؤں +

جب اس دشمن لعین نے دیکھا۔ کہ میرا حیلہ کارگر نہیں ہوا۔ اور یہ شخص اپنے ہادی کی خدمت میں ضروری جا رہا ہے۔ تو پھر میرے دل میں یہ وسوسہ ڈالا۔ کہ تم جو اپنے حضرت صاحب کی خدمت میں جا رہے ہو۔ محض اس خیال سے جا رہے ہو۔ کہ تمہارے حق میں دُعا کریں یہ بات تو صرف دایہ مذکور کو خدمت اقدس میں بھیجنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسے بھیجکر دُعا منگالو۔ اور خود سردی کی تکلیف سے بچ جاؤ۔ اور آرام سے نماز اور وظیفہ ادا کرو۔ پھر میں نے دھوکہ کھایا۔ چنانچہ مَیں نے مذکورہ بالا بات سمجھا کر دایہ مذکور کو تیار کیا۔ اور خود نرم اور گرم بستر پر آرام سے بیٹھا رہا۔ لیکن میری آنکھوں سے بدستور آنسو جاری تھے۔ اور دل بیقرار تھا۔ دایہ چلا گیا۔ ایک گھڑی بعد گھوڑے کے سموں کی آواز آئی۔ مَیں نے پوچھا کون ہے۔ کہا میں ہوں چوغطہ۔ مَیں نے پوچھا کیوں جلدی واپس آئے۔ کہا آپ کو یاد فرماتے ہیں۔ وہ گھوڑا باندھ کر اندر آیا۔ اور انگیٹھی پر آ بیٹھا۔ اور ماجرا

بیان کیا کہ صاحب ہیں جارہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ رستے میں ایک شخص تنکوں کو جلاکر تاپ رہا ہے
میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا حضرت صاحب کا فلاں خادم۔ مَیں نے کہا یہاں کیوں بیٹھے ہو؟
کہا۔ مجھے سردی نے ستایا ہے۔ میں چل نہیں سکتا۔ اس لئے آگ لاکر جلاکر تاپ رہا ہوں۔
مجھے حضرت صاحب نے صاحبزادہ سلطان حامد کو بلانے بھیجا ہے۔ تیرا جانا منظور نہیں۔
واپس چلا جا۔ صاحبزادے کو بھیج۔ وہ درویش بھی چلا گیا ہے۔ اور میں واپس آیا ہوں +

چونکہ مَیں تیار بیٹھا تھا۔ اس لئے سوار ہوگیا۔ اور صبح کے وقت وہاں پہنچکر دروازہ والی مسجد میں اذان دی۔ بعد ازاں اس حویلی کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں حضرت صاحب نے مقام کیا ہوا تھا۔ مَیں نے جاکر دیکھا۔ کہ حضرت صاحب کا مرید میاں احمد رنگریز دالان کے اندر ایک کوٹھڑی میں ہے۔ اور دوسرا خادم انگیٹھی کے نزدیک ہے اور آنحضرت کا مصلےٰ جس پر آپ نے نماز ادا کی تھی۔ ہاتھوں میں لئے کھڑا ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ احمد! لا۔ میں ہاتھ دھولوں۔ میاں احمد نے مجھے دیکھ کر عرض کیا۔ حضرت! صاحبزادہ سلطان حامد آگئے ہیں۔ احمد نے مجھے کہا۔ کہ صاحبزادہ یہ لطیف کھانا حضرت صاحب نے صبح سے پہلے آپ کے تیار کرا رکھا تھا۔ اور آپ کے انتظار میں بیٹھے رہے +

چونکہ میرا باطن آنحضرت کے جذبۂ توجہ سے مالا مال تھا۔ اس لئے لقمہ حلق سے اترتا نہیں تھا۔ مَیں طوعاً کرہاً حلق سے اتارتا تھا +

بعد ازاں میں زانوں کے بل باادب بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ کی مجلس میں خاموشی تھی جب سورج نکل آیا۔ تو جذبہ کے غلبات کے سبب میرے دل میں التماس جوش مار رہے تھے۔ جنہیں میں روک نہیں سکتا تھا۔ آخر میں نے عرض کیا۔ کہ ابا جان! مَیں چند ایک باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مسجد منور میں انہیں سُن لیں +

آپ اُٹھے اور مَیں بھی ساتھ گیا۔ اور آپ کے سامنے تمہید باندھی۔ کہ ابا جان! میرا دل چاہتا ہے۔ کہ مَیں کم کھاؤں اور مجاہدہ کروں۔ لیکن میرا بدن کم کھانے نعمت کو چھوڑنے اور مقام کرنے کو نہیں مانتا۔ اور برداشت نہیں کرسکتا۔ اس وقت آپ کی توجہات کے سبب میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور میرا بدن حضرت کی تجلیات سے عشق کی آگ میں برف کی طرح پگھل رہا تھا +

آپ نے فرمایا۔ بیٹا! حضرت بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک دفعہ

ایسی حالت تھی۔ کہ ایک گائے کا سارا گوشت اور ایک من آٹے کی روٹیاں ایک وقت میں کھا جاتے تھے۔ اور جب چالیس دن گذرے۔ تو آپ صرف ایک دفعہ رفع حاجت کے لئے جنگل گئے۔ اور آپ کے شکم سے جو فضلہ نکلا۔ وہ پتھر کے گولے کی طرح تھا۔ خادموں نے ہتھوڑوں سے توڑنا چاہا۔ لیکن نہ ٹوٹا۔ جو کچھ بھی کھاؤ گے۔ وہ عشق کی آگ سے جل جائے گا +

پھر میں نے عرض کیا۔ ابا جان! نہیں معلوم پھر زندگی میں آپ کی زیارت نصیب ہو یا نہ ہو۔ چونکہ میرے گناہ حد سے گذر گئے ہیں میں کیا کروں۔ فرمایا سُنو۔ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اگر باشد دو صد عصیاں گناہم   توانی شستن از چشم پُر آبم

اگر میرے دو سو گناہ ہوں تو بھی تُو میری آنسوؤں بھری آنکھ سے دھو سکتا ہے ؎

اگر باشد دو صد خرمن گناہم   توانی سوختن از برق آہم

اگر میرے گناہوں کے دو سو خرمن ہوں۔ تو تُو میری آہ کی بجلی سے جلا سکتا ہے +

بعد ازاں خاموش ہو رہا۔ اور گفتگو بند ہو گئی۔ کچھ دیر مجھ پر نظر توجہ فرمائی۔ جس سے مَیں حالت استغراق میں رہا۔ اور جو کچھ گذری سو گذری

پھر سفر کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجھے رخصت فرمایا۔ اور میرے چھپے ارادہ کا اظہار تک نہ کیا۔ جو کچھ کرنے کے قابل تھا۔ خود ہی کر دیا۔ اور بظاہر مجھے اِدھر جانے سے نہ روکا۔ کیونکہ میں طلب خدا کے لئے جا رہا تھا +

چنانچہ مَیں راوی کی راہ پاک پٹن شریف سرسہ اور وہاں سے گذر کر سید بگھو شاہ صاحب کی خدمت میں دریائے ستلج کے کنارے پر پہنچا۔ سید صاحب کی قبولیت اور برکت کے آثار بکثرت دیکھے۔ کہ آپ کی نظر کی تاثیر سے کئی ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کے بہت سے درویشوں اور مریدوں کو کیا مرد کیا عورت ذکر اور فکر کے جذبات اور مستی میں پایا۔ آخر آپ کی زیارت کی +

آپ ضعیف العمر تھے۔ اور اکثر استغراق اور سُکر میں رہتے تھے۔ مستوں کی طرح

کلام کرتے تھے۔ ظاہراً نماز ادا کرتے۔ کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ہوش کی حالت میں سنتیں اور نفل بھی ادا کرتے تھے +

جب میں آپ کی مجلس میں بیٹھتا۔ تو سید بگھو شاہ کا شوق و اشتیاق بالکل دل سے جاتا رہا۔ حالانکہ میں نے سید موصوف کے حالات پوچھے۔ لیکن التماس و آرزو کی پرواہ نہ رہی +

القصہ میں نے شروع سے لے کر اخیر تک سارے حالات پوچھے۔ آپ نے فرمایا اے میرے مرشد زادے! جب میں اپنے عیال و اطفال کو ملک راوی اور بہاولپور میں چھوڑ کر آپ کے جد امجد کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے جذبہ سے گیا۔ اور مشرف ہوا۔ تو مدت تک وہیں رہا۔ دن کے وقت آپ کے والد ماجد کی خدمات بجا لاتا۔ اور رات کو خانقاہ مقدس کے حضور میں رہتا +

ایک روز حضور پُر نور سے ارشاد ہوا۔ کہ بگھو شاہ تم رات کو سو رہتے ہو۔ غازی لوہار سے ہر روز آٹھ سیر گیہوں لا کر رات کو پیس کر روٹیاں پکا کر درویشوں کو کھلایا کرو۔ صبح میں نے گاؤں میں جا کر میاں غازی لوہار کی تلاش کی۔ اور حضور کا ارشاد سُنایا۔ تو میاں غازی نے بڑی خوشی سے اپنی بیوی کو حکم دیا۔ کہ روزمرہ بگھو شاہ آئے تو اسے بلاناغہ آٹھ سیر گیہوں دینا۔ پھر مجھے کہا۔ کہ بگھو شاہ! مجھے حضرت قدس سرہٗ نے پہلے ہی ارشاد فرمایا تھا۔ جب تک میں خانقاہ میں رہا۔ صبح گیہوں لاتا رات کو پیس کر دلیا پکا درویشوں کو دیتا +

جب حضرت قدس سرہٗ نے مجھے رخصت کیا۔ تو اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول ہوا۔ ایک روز بھینسوں کے لئے گھانس کا گٹھا سر پر اٹھائے دریائے راوی کے کنارے پہنچا۔ گٹھا سر سے اُتار کر عصر کی نماز کے لئے وضو کر رہا تھا۔ کہ دریا میں ایک قبہ تیرتا ہوا آیا۔ جس میں ایک مزار تھا۔ اس مزار میں سے ایک شخص نے نکل کر مجھے فرمایا۔ کہ بگھو شاہ! اب تم ہمارے پاس آؤ۔ میں نے پوچھا۔ حضرت آپ کون ہیں فرمایا میں شیخ جاولی ہوں۔ پھر میں نے نماز ادا کی۔ بعد ازاں مجھے ایسا جذبہ ہوا۔ کہ گھانس کا گٹھا بھی وہیں چھوڑا۔ اور جنگل کی طرف رُخ کر کے شیخ ممدوح کے روضہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچکر معتکف ہوا +

آپ کی خانقاہ ویرانہ میں تھی۔ یہ معمول تھا۔ کہ لوگ دن کے وقت وہاں رہتے۔ رات کو کنارہ کر جاتے۔ یہ بات عام طور پر مشہور تھی۔ کہ آپ کسی کو خانقاہ پر رات نہیں رہنے دیتے۔ میں جب رات کو وہاں بیٹھا رہا۔ تو اچانک آپ شیر کی شکل میں مزار مبارک سے نکلے اور حملہ آور ہوئے۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے اپنے مزار سے نکل منع کیا۔ اور فرمایا۔ شیخ صاحب پہلے خود ہی بلایا۔ اب خود ہی ڈراتے ہو۔ پھر میں ایک سال تک وہاں بیٹھا رہا۔ بعد ازاں مجھے میرے مرشد حضرت سلطان العارفین نے فرمایا۔ بکھوشاہ جاؤ۔ توکل اختیار کرو۔ وہ یہ تھا۔ کہ جس مسجد میں رات بسر کرتا صبح سے پہلے وہاں سے نکل جاتا۔ اور تمام روز سیر کرتا رہتا۔ پھر عشا کے وقت کسی اور شہر یا گاؤں کی مسجد میں جا گھستا۔ اور صبح سے پہلے نکل جاتا۔ اور اپنی راہ لیتا۔

آپ کا حکم تھا۔ کہ جس مسجد میں ایک رات بسر کرو وہاں دوسری رات نہ رہنا۔ اسی طرح میں بارہ سال پھرتا رہا۔

بعد ازاں فرمایا۔ اے بکھوشاہ! خواجہ صاحب کی خدمت میں جاؤ۔ میں سمجھا۔ شائد آپ کی مراد خواجہ معین الدین قدس سرہ سے ہے۔ میں نے اجمیر کی راہ لی۔ جب سرسہ سے گزرا تو حضرت خواجہ ابو شکور محمد قدس سرہٗ نے فرمایا۔ بکھوشاہ ہماری طرف آؤ۔ تمہارے مرشد نے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ میں سرسہ سے لوٹ آیا۔ اور روضہ شریف پر پورے سات سال ایک ہی مصلے پر بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں ہل گئے اور سست ہو گئے۔ بعد ازاں مجھے میرے مرشد صاحب نے فرمایا۔ کہ ملک سوتر کے گاؤں والہ میں بود و باش اختیار کرو اور خلقِ خدا کو ارشاد اور تلقین کرو۔ فقط۔

گو میں (فقیر سلطان حامد مصنف) نے بکھوشاہ کو نہایت صاحب تاثیر اور کامل درویش پایا۔ لیکن چونکہ میرے والد ماجد نے باطن میں میرے دل کو اپنی طرف پورے طور پر کھینچ لیا تھا۔ اور بظاہر سید بکھوشاہ کی زیارت اور سفر سے منع فرمایا۔ اس لئے میرا دل آپ کی طرف سے ایسا سرد ہوا۔ کہ میں نے آپ کو خیال میں بھی نہ لایا۔ بلکہ آپ مجھے ایک معمولی مرید نظر آنے لگے۔ میں صرف آپ کے حالات دریافت کر کے واپس چلا آیا۔ آپ سے نور نیاز لی حالانکہ سید موصوف مستر اد اور جسیم تھے۔ میرے روانہ ہوتے وقت میرے آگے آگے دوڑتے تھے۔ اور آپ کو راہ کی نشیب و فراز کی کوئی سُدھ بُدھ نہ تھی۔ اور عاشقانہ تعظیمات

حد سے زیادہ بیان کرتے تھے۔اور معتقدانہ الفاظ اس قسم کے بولتے تھے۔جن کے بیان سے سوء ادب لازم آتا ہے۔آپ کے مرید جو بڑے بڑے حضرات چشتیات تھے۔وہ بھی دوڑتے تھے۔آخر میں نے بہت فاصلے پر جاکر سید بکھو شاہ اور آپ کے مریدوں کو جبراً روانہ کیا۔اور بہاولپور کی ریاست سے ہوتا ہوا ملتان شریف پہنچا۔اور خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوکر اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی قدمبوسی کی +

جب میں نے اپنی والدہ محترمہ کی زیارت کی۔تو آپ نے میری ساری سر گذشت کا خلاصہ بیان کیا۔ فقط +

میرے سفر کے باقی حالات یہ ہیں۔کہ جب میں سید بکھو شاہ کی تلاش میں ملک سوتڑ میں پہنچا۔اور اس کے باپ کے گھر سے پتہ پوچھا۔تو اس وقت آپ ملک دریائے نیل یعنی ستلج میں گئے ہوئے تھے۔میں آپ کے پیچھے بنگلہ فاضل کی طرف روانہ ہوا اور ملک سوتڑ مذکور سے مدرسہ جارہا تھا۔کہ آپ فتح آباد ہانسی حصار میں اپنے ایک مرید سے میرا پتہ لیکر میرے پیچھے روانہ ہوئے۔اور یابو پر سوار ہوکر مجھے آملے۔اس وقت شورش عشق اور جذبہ سے روتے ہوئے تھے۔میں نے کہا اے درویش! ہم تو رداور واپس جارہے ہیں۔اچھا ہوا آگئے۔کہا۔حضرت! میں دیدار کئے بغیر کیونکر واپس جاسکتا تھا +

یارو! آپ کے وجود میں اللہ تعالےٰ کے جلال اور عشق کے جو انوار پائے وہ میں تحریر میں نہیں لاسکتا۔گویا آپ کا نور سے بھرا ہوا سینہ تپتا ہوا تنور تھا۔ جو عشق الہٰی کی آگ اور گرمی سے گرم تھا۔آپ کی مجلس سے نصیبہ کے موافق دل پاک اور پُر نور ہوتے تھے۔چونکہ ایک پاؤں سے لنگڑے اور نحیف البدن بوڑھے تھے۔اس لئے میں نے آپ کو پہلی ہی منزل پر سے رخصت کردیا۔آپ کی کرامات بہت ہیں۔سید بکھو شاہ کی کرامتیں بے شمار تھیں۔مگر مشتے نمونہ از خروارے بیان کرتا ہوں +

آپ کا ایک مرید جنگل میں جارہا تھا۔ایک عورت بھی اس کے ساتھ ہولی۔جب اس سے بدفعلی کا مرتکب ہونے لگا۔تو سانپ نے اس پر حملہ کیا۔فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُس عورت کے ساتھ روانہ ہوا۔تھوڑی دُور چلکر پھر اس کی نیت بدلی۔تو پھر سانپ

نے حملہ کیا۔ پھر روانہ ہوا۔ تیسری مرتبہ جب نیت بدلی۔ تو غیب سے اس کے سینے میں چوٹ لگی۔ جس سے مُردوں کی طرح زمین پر گر پڑا۔ عورت اس کا یہ حال دیکھ حیران ہو کر چلدی۔ اور اُس نے جاکر اس کے آدمیوں کو اطلاع دی کہ تمہارا فلاں عزیز فلاں جنگل میں پڑا ہے۔ مجھے معلوم نہیں اُسے کیا ہوا+

اس کے وارثوں نے جاکر دیکھا۔ تو اس میں حس و حرکت نہ پائی۔ چونکہ اس کے رشتہ دار بھی سید کھبو شاہ رح کے مرید تھے۔ اس لئے اُسے سید صاحب موصوف کی خدمت میں لے گئے آپ اُسے دیکھتے ہی سخت ناراض ہو کر فرمانے لگے۔ اسے میرے سامنے سے لے جاؤ انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم دعا اور امداد کے لئے اسے آپ کی خدمت میں لائے ہیں۔ یہ بیچارہ آپ کا مرید ہے۔ اور حضور اس طرح فرماتے ہیں۔ بار بار کے اصرار۔ عرض معروض اور اظہار انکسار کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ اس نے بہت نافرمانی کی ہے۔ اشارے اور کرشمات کے سبب یہ فساد سے باز نہیں آیا۔ آخر تیسری مرتبہ اس نے مجھے تکلیف دی۔ آئندہ میں ایسے نالائق شخصوں کو مرید نہیں بناؤں گا +

القصہ بہت عجز و زاری کے بعد اس پر رحم کیا۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی تو وہ ہوش میں آیا۔ اور صحیح سالم اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور قدمبوس ہوا +

جب اس کے وارثوں نے اُس سے پُوچھا۔ تو اس نے اپنی سرگذشت مفصل بیان کی۔ جس سے شاہ صاحب کی کرامت ظاہر ہوئی +

مَیں (سلطان حامد مصنف رح) نے شاہ صاحب کو دیکھا ہے۔ آپ اکثر سکر کی حالت میں رہا کرتے تھے۔ اگرچہ خلقت آپ کو اتباع سُنت اور نماز کے سبب عالم صحو میں خیال کرتی تھی +

نیز مَیں نے یہ بھی دریافت کیا۔ کہ آپ کے اکثر مرید جب زیارت کے لئے آتے۔ تو بظاہر انہیں نہ پہچانتے۔ بلکہ مرید خود ہی عرض کرتے۔ کہ مَیں فلاں شخص ہوں +

اِن لوگوں کے حالات بھی عجیب ہی ہوتے ہیں۔ کہ ظاہر میں مست اور سوئے ہوئے اور باطن میں بیدار اور ہوشیار۔ بلکہ آئینہ جہان نما۔ اور دونوں جہان سے واقف ہوتے ہیں۔ والسَّلامُ علیٰ مَنِ اتبعَ الھُدیٰ +

شاہ صاحب کا مزار مبارک ضلع سرسہ میں بنگلہ فاضل کے قریب دریائے ستلج کے کنارے پر ہے۔ وہ جگہ بکھوشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ مزار کا نام بھی بکھوشاہ کا مزار ہے آپ کے فقیر مرید اور آپ کی اولاد بکثرت وہاں موجود ہے۔ آپ کے مزار میں یمن و برکت بہت ہے۔ آپ کا مزار پر انوار ہے۔ آپ نے شجرہ وسلسلہ مبارک خود ہی تصنیف کیا ہے۔ اور آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہاں موجود ہے۔ جو بجنسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در ماندہ اعانت مے طلبم — یا حضرت تو بہر مددے
یادت بدلم نامت بلبم — بطفیل رسول رساں مددے
اے آنکہ محمدؐ قرب اللہ — شد قاب قوسین معراج اللہ
او ادنیٰ ثانی وصل اللہ — در کفر اسلام مفصل اللہ
برار ربع خمسہ جفت اللہ — بر امت فضل رساں مددے
اے جدم شاہ حسینؓ شدہ — کل امت قرۃ عین شدہ
گوئندہ ہر دو عین شدہ — زاں روشن حسنؓ و حسینؓ شدہ
چوں ہر دو چشم بہ بینندہ — یک چشم ز خود بنما مددے
اے خلفا از تو چیلہ شدہ — کل امت را غمخوار شدہ
زاں خلفا وقع ہم چار شدہ — زاں الف و لام عیاں شدہ
از پاک رسول فیضان شدہ — در ہر دو جہاں نگہبان شدہ
ہم ہو مارا برساں مددے
اے شاہنشاہ امیر توئی — امداد دم حق خبر توئی
از پاک رسول وزیر توئی — ہر چہاردہ شد امیر توئی
بر کل مریداں رہبر توئی — مقصود مرا برساں مددے
اے شاہ علی ولی اللہ — ہم شیر خدا قوی اللہ
بر بد نفساں شد سیف اللہ — در ذات بقا برساں مددے
اے شاہ حسینؓ ساحر توئی — یا حضرت نبی عینین توئی

در قرب اللہ خوشہ چین توئی — محبوب اللہ برساں مدد دے
اے زین العابد پیر مرا — در قرب الٰہی شد ہمراہ
محبوب اللہ از نزد درگاہ — مقصود مرا برساں مدد دے
اے شاہ محمد باقر شاہ — معشوق اللہ ہم شاکر شاہ
محبوب اللہ شد من ہمراہ — ہم ذات لقا برساں مدد دے
اے موسیٰ کاظم حب اللہ — معشوق الٰہی قرب اللہ
شفقت بکنی عنداللہ — مقصود مرا برساں مدد دے
اے پیر مرا شد شیخ اللہ — معروف ولایت کرخ اللہ
با نفس کنندہ چرخ اللہ — موجود مرا برساں مدد دے
اے بوالحسن ہم پیر شدہ — در سقط ولایت قرب اللہ
محبوب الٰہی بخش اللہ — مطلوب مرا برساں مدد دے
اے شیخ معظم حمد اللہ — جنید لقب ہم رمز اللہ
در وحدت حق شد حب اللہ — در فقر بقا برساں مدد دے
اے شاہ تو شبلی شاہنشاہ — در قرب الٰہی شد ہمراہ
محبوب اللہ شد قرب اللہ — در ذات لقا برساں مدد دے
اے یمن ما پیر توئی — از حق درگاہ عنبر یہ توئی
در ہر راہ مشکل رہبر توئی — مقصود مرا برساں مدد دے
اے بوالفضل ہم پیر توئی — در حق رسول وکیل توئی
زاں راضی حق جلیل توئی — مقصود مرا برساں مدد دے
اے شاہ ابوالفرح طرسوس شدہ — در راہِ خدا گوشندہ راہ
بر کل مریداں شد ہمراہ — ہم وصل مرا برساں مدد دے
اے شاہ حسن ہنکار وطن — ہم قرب الٰہی شد در تن
در ہر دم شو تو ہم در من — خود عشق مرا برساں مدد دے
اے شاہ شہا نرا پیر توئی — با قرب محمد میم توئی
اے علی ولی وزیر توئی — ہم اسمت ابو سعید توئی

مخدومی ہم مشہور توئی　　در عشق اللہ برساں مدد ے
اے شاہ کہ محی الدین توئی　　با صدق و صفا یقین توئی
محبوب اللہ سلطان توئی　　او ادنیٰ رمز رسان توئی
اے شاہ عبدالرزاق توئی　　در قرب اللہ شطاق توئی
مجوب اللہ مبارک توئی　　یکسذرہ زخود بنما مدد ے
اے عبداللہ ستار توئی　　ہم بندہ رب غفار توئی
بر من کن رحم نثار توئی　　مقبول مرا بکشا مدد ے
اے شہ عبد جبار توئی　　بر تو شد کرم ستار توئی
شفقت یکتا ز غفار توئی　　محبوب مرا برساں مدد ے
اے پیر محمد صادق شد　　بر من عاجز عاشق شد
بر ہر دو جہان صادق شد　　موجود مرا برساں مدد ے
اے پیر مرا نجم الدین　　محبوب الٰہی فخر الدین
شفقت بکنی باصدق یقین　　محبوب اللہ برساں مدد ے
اے شاہنشاہ عبدالفتاح　　معشوق اللہ در قرب اللہ
شب روز شدہ ہم وحدت خواہ　　محبوب مرا برساں مدد ے
اے بندۂ رب ستار توئی　　معشوق اللہ ز غفار توئی
ہم اسمت عبدالستار توئی　　مقصود مرا برساں مدد ے
اے شاہ عبد بقا توئی　　در ہم وحدت خواہ توئی
بر من کرم نگاہ توئی　　محبوب مرا برساں مدد ے
اے شہ عبدالرحمٰن توئی　　محبوب اللہ سبحان توئی
دافع نفس شیطان توئی　　مقصود مرا برساں مدد ے
اے شاہنشاہ سلطان توئی　　در ہر دو جہان اماں توئی
بر من شو ہم نگہبان توئی　　او ادنیٰ قرب رساں مدد ے
اے نور محمد نور توئی　　شب روز نبی حضور توئی
ہم علی ولی وزیر توئی　　محبوب مرا برساں مدد ے

اے شاہنشاہ شدشان توئی — محبُوب اللہ ہمدان توئی
ہم موسن شاہ شدنام توئی — مقصود مرا برساں مددے
اے شاہ عبدالرحیم توئی — در فقر بقا فہیم توئی
مقبول درگہ رحیسم توئی — محبُوب مرا برساں مددے
اے نکھو شاہ ہم نام شدہ — زاں دافع نفس شیطان شدہ
در وحدت حق نگہبان شدہ — از محی الدین شہ فیضان شدہ
مقصود مرا برساں مددے
زبانم را ہم یاری کن — بہ کلمہ طیب جاری کن
مطلوب مرا برساں مددے

بحق لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

فصل دہم

پیر مُبارک شاہ صاحب ولد پیر عبدالقادر صاحب ملک وچن والہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے حالات ہیں

چونکہ آپ کے والد بزرگوار حضرت پیر عبدالقادر خود صاحب ارشاد تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے فرزند کو آخری وقت میں توجہ اور وصیت فرمائی۔ اور پوچھا کہ میرا چھوٹا فرزند مبارک شاہ کہاں ہے۔ انہوں نے عرض کیا شرح ملا کا سبق پڑھنے گیا ہے۔ فرمایا اچھا اُسے رہنے دو۔ وہ اپنی جگہ سے فیض حاصل کرلیگا +

آخر سید مبارک شاہ صاحب خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے ایک روز آپ لمبی لنگی باندھ کر خانقاہ مقدس کے گرد پھر رہے تھے۔ اور لُنگی کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے آپ کو اسرار باطن میں فرمایا۔ کہ اے مُبارک شاہ!

کیا ہمیں تو اپنی لمبی لنگی کی آواز سُنا تا ہے۔ اسی وقت آپ نے لنگی اُتار ایک چھوٹا سا تہ بند جو موٹی پنڈلی تک پہنچتا تھا پہنا۔ پھر آپ نے ساری عمر لمبی لنگی نہیں باندھی۔ اور اسی طرح کے تہ بند میں عمر بسر کر دی +

ایک روز پیر سید مبارک شاہ صاحب دریائے راوی کے کنارے سے جہاں آپ کا ایک مکان تھا۔ اپنے والد ماجد حضرت پیر سید عبدالقادر شاہ کی زیارت کے لئے ملک وچن سدھانہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ آپ نے اپنے مریدوں اور محبوں کو فرمایا کہ آج ہم تمام رات سفر کرتے رہیں گے۔ کیونکہ کل قیامت یعنی میری وفات کا دن ہے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ کہ ساری رات چلتے رہے۔ اور صبح اپنے والد صاحب کی خانقاہ میں دن کے پہلے حصّہ میں وفات پائی۔ اور اپنے والد ماجد کے مقبرہ ہی میں مدفون ہوئے رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی +

منقول ہے۔ کہ آپ دریائے چناب کے مشرقی کنارہ پر چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے جہاں آپ کے ایک مرید کے گھر سے رونے دھونے کی آواز آئی۔ مرد۔ عورت سبھی رو رو رہے تھے۔ آپ نے پوچھا۔ کون ہے۔ اور کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ کا فلاں مرید یا آشنا فوت ہوگیا ہے۔ آپ نے اندر جا کر مردہ کو دیکھا۔ اور لوگوں کو باہر نکال دیا۔ اور آپ ایک گھڑی وہاں بیٹھے۔ وہ خدا کے حکم سے زندہ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اتنے سال اور زندہ رہے گا۔ کہ اسے بارگاہ الٰہی سے اتنے سال کی مہلت مل گئی ہے چنانچہ وہ اتنے سال زندہ رہکر پھر فوت ہوا +

آپ کے اور مناقب بھی ہیں۔ لیکن اس قدر کافی ہیں۔ کہ آپ نے تفسیر حسینی اور تمام قرآن شریف کو فارسی میں تصنیف کیا۔ تفسیر کا نام تفسیر مبارک رکھا۔ جو آپ کے خاندان میں موجود ہے +

فصل یازدہم

حافظ خیر محمد صاحب کوہستان سون سکیسر شہرانگہ والہ کے حالات میں

حافظ صاحب موصوف علیہ الرحمۃ پہلے فقیر صاحب ڈانوچہ والہ کے مرید تھے۔ اور اِن کی خدمت میں بکثرت آیا جایا کرتے تھے۔ فقیر صاحب موصوف کے خوارق عادات بہت بیان کیے جاتے ہیں +

مَیں نے ایک بزرگ کی زبانی سُنا ہے۔ کہ ایک روز فقیر صاحب ڈانوچہ والے ایک درخت تلے سوئے ہوئے تھے۔ اس درخت کی چوٹی پر ایک پرندہ اپنا گھونسلہ بنا رہا تھا۔ کہ ایک تنکا گھونسلہ میں سے آپ کے سینے پر گرا۔ آپ نے اوپر کی طرف دیکھا۔ تو فی الفور گھونسلہ میں آگ بھڑک اٹھی۔ حاضرین نے کہا۔ فقیر صاحب یہ کیا کیا۔ فرمایا۔ میں نے جان بوجھکر نہیں کیا۔ صرف مَیں نے نظر کراہت سے دیکھا۔ کہ یہ تنکا کہاں سے آیا۔ اِتنے میں آگ لگ گئی +

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حافظ صاحب علیہ الرحمۃ فقیر صاحب کی زیارت کے لئے گھر سے روانہ ہوئے۔ جب کوہستان کے پاس پہنچے۔ تو رستے میں سلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت سے ارشاد ہوا۔ کہ حافظ کہاں جا رہے ہو؟ ہماری طرف آؤ۔ حافظ صاحب بے اختیار اس رستے کو چھوڑ خانقاہ مقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی رُوحانیت نے اپنی طرف کھینچ لیا +

حافظ صاحب ورد حد سے زیادہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن رات میں ایک سو چالیس مرتبہ قصیدہ غوثیہ۔ ایک سو مرتبہ۔ سورہ مزمل۔ ستر یا اسی مرتبہ۔ سورہ یٰسین ایک ختم کلام اللہ شریف۔ کئی ہزار مرتبہ درود شریف۔ اور علاوہ ازیں اور بھی ورد کیا کرتے تھے۔ جن کی تفصیل میں بھول گیا ہوں +

الغرض جب حافظ صاحب خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ حافظ صاحب! خانقاہ مقدس کے اندر کھڑے ہو کر ہر روز اتنے سو مرتبہ قصیدہ غوثیہ پڑھا کرو۔ حافظ صاحب نے حسب الارشاد شروع کیا۔ زیادہ دیر کھڑا رہنے کے باعث پاؤں درد کرنے لگے۔ چونکہ آپ کو خانقاہ کے اندر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ اس واسطے چاہا کہ باہر جا کر ایک گھڑی بیٹھ آئیں۔ اور آرام کر لیں۔ ابھی بیرونی دروازہ سے قدم باہر نہ رکھا تھا۔ کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے مزار شریف سے نکلکر پیچھے سے کمر میں ایسی لات رسید کی۔ کہ حافظ صاحب کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور زمین پر گر پڑے۔ مڑ کر نگاہ کی تو دیکھا کہ خود حضرت صاحب نے مٹی کا برتن (ٹھنڈ) دست مبارک میں لئے ہوئے مزار شریف سے ہاتھ نکالا۔ اور حافظ صاحب موصوف کو فرمایا۔ حافظ! اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ نہیں کر سکتے۔ تو یہ لو برتن اسے ہاتھ میں لے کر در بدر بھیک مانگا کرو۔ حافظ صاحب نے آہ سرد بھر کر تجدید وضو کے ارادہ سے باہر جانا چاہا۔ لیکن کھڑے نہ ہو سکے۔ کیونکہ کمر کے مہرے ٹوٹ گئے تھے۔ آخر بچوں کی طرح رینگتے ہوئے گھٹنوں اور ہتھیلیوں کے بل باہر جا کر تجدید وضو کر کے پھر خانقاہ مقدس میں داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہی کمر درست ہو گئی۔ اور دن رات کھڑے رہکر پڑھنے کی توفیق بھی حاصل ہو گئی۔ کسی قسم کی تھکان یا تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی۔ اور نہ سستی اور غفلت ہی باقی رہی *

پھر جب تجدید وضو کے لئے باہر جانا چاہا۔ تو پھر وہی حالت یعنی کمر کو ٹوٹا ہوا پایا۔ آخر پھر گھٹنوں اور ہتھیلیوں کے بل باہر جا کر تجدید وضو کے بعد اندر داخل ہوئے۔ تو پھر تندرست۔ اسی طرح ایک چلہ بھر رہے۔ یعنی جب باہر جاتے تو کمر ٹوٹ جاتی اور جب اندر آتے تو تندرست ہو جاتی *

جب اسی طرح پورے چالیس دن گذر گئے۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے علانیہ مزار شریف سے نکل کر حافظ صاحب سے مصافحہ کر کے رخصت فرمایا۔ اور یہ وصیت کی کہ حافظ صاحب! میں تم سے ضرور بغلگیر ہوتا۔ لیکن اس قدر شرعی پردہ بھی ضروری ہے۔ آئندہ صرف سوا سیپارہ کلام اللہ شریف پڑھ لیا کرنا۔ اس سے زیادہ تکلیف نہ کرنا۔ کیونکہ تم نے بہت محنت کی۔ اور بہت کچھ زبان گھسائی ہے۔ جاؤ جا کر اپنے وطن جا کر رہو۔ تمہیں اجازت ہے" *

جب حافظ صاحب اپنے وطن پہنچے۔ تو پہلے پہل شہر نو شہرہ سون میں آئے۔ وہاں

قاضی کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے متقی تھے۔ آپ سے نہایت شوق سے ملاقات کی اور کہا۔ حافظ صاحب! آپ تو زمانہ کے پرہیزگار اور متورع آدمی تھے۔ آپ نے یہ کیا کیا کہ ایک روحانی مزار اور قبر پر جاکر اس کے معتقد ہوئے۔ آپ نے کیا کچھ دیکھا۔ کہ زندہ مرشد کو چھوڑ کر روحانی کی خدمت میں گئے۔ آپ نے مفصل حالات بیان کئے +

اس وقت قاضی کلیم اللہ صاحب کے ہاتھ میں تفسیر شریف تھی۔ کہا۔ حافظ صاحب آپ متقی اور زاہد ہیں۔ آپ کے کہنے کا مجھے پورا یقین ہے۔ کیونکہ وہ سند ہے۔ آپ نے جو کچھ بیان کیا۔ میں اُسے حرف بحرف اسی تفسیر کے صفحہ پر لکھنا چاہتا ہوں۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ قاضی صاحب! یہ سارے معاملات مَیں نے سر کی ظاہری آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ آپ بے شک لکھیں۔ پس قاضی صاحب نے یہ سارا ماجرا تفسیر پر لکھ لیا۔ رحمہم اللہ +

منقول ہے کہ جب حافظ خیر محمد صاحب اپنے گھر پہنچے۔ تو دنیاوی کلام قطعاً چھوڑ دیا۔ آپ مسجد شریف میں معتکف ہوئے۔ جو شخص دعائے خیر کے لئے یا کسی اور اور حاجت کے لئے حاضرِ خدمت ہوتا۔ آپ "اللّٰھُمَّ صلی علیٰ محمّدٍ وّعلیٰ آلِ محمّدٍ وبارک وسلّم" بولتے آپ اگر کسی کلام کے لئے اشارہ بھی کرتے تو اسی سے کرتے +

آپ کے پاؤں زیادہ بیٹھنے کے سبب سُست ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ ست نہیں چل سکتے تھے۔ آپ کے فرزند آپ کو چارپائی پر اُٹھا کسی گاؤں میں کسی کام کے لئے لیجا رہے تھے۔ آفتاب غروب ہوگیا۔ راہزن گھات میں تھے۔ ناگاہ گھات سے نکل آپکے فرزندوں کو تلوار سے زخمی کیا۔ وہ بیچارے زخمی ہوکر زمین پر گرے۔ چونکہ درویش تھے اس لئے چوروں کو مال و متاع ہاتھ نہ آیا۔ وہ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ جب لوگوں کو اِس بات کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ کے زخمی فرزندوں کو چارپائیوں پر ڈال اُٹھا لے گئے۔ چونکہ رات کا وقت تھا۔ اور ناگاہ زخمی ہوئے تھے۔ اس لئے وہ چوروں کو پہچان نہیں سکتے۔ حافظ صاحب چونکہ صحیح سالم تھے۔ اُنہوں نے چوروں کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ جب بڑے بڑے آدمیوں نے آکر حافظ صاحب سے بارہا پوچھا۔ کہ چور کون تھے۔ تو آپ اللّٰھُمَّ صلی علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آلِ محمّدٍ وبارک وسلّم کے سوائے اور کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ آخر لوگ نا اُمید ہو کر چلے گئے +

چاروں سے پہلے پہلے وہ چاروں چور کوڑہی ہو گئے اور اپنے گھر بار سے الگ ہو گئے۔ کوئی انہیں پاس نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ اس واسطے وہ حیران و پشیمان ہو کر شہر آنگہ میں حافظ صاحب کی خدمت میں آئے۔ اور معافی مانگی۔ لیکن بیسود۔ وہ چور ڈاکو کوہ سون سکیسر کے باشندے تھے +

حافظ صاحب نے آخری دم تک اللھم صلے علے محمد و علے ال محمد و بارك و سلم کے سوا کوئی بات لوگوں سے نہ کی۔ آپ پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو +

فصل دوازدہم

حافظ جام صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ شروع جوانی میں قرآن شریف حفظ کرنے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت قدس سرہٗ کی روحانیت کے جذبہ سے خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ حضوری مسجد منورہ کے امام اور کلام اللہ شریف کے مدرس تھے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی اولاد (جو ان دنوں ابھی بچے تھے) کے اُستاد تھے +

ایک روز حافظ صاحب نے میرے بھائی حافظ صالح محمد صاحب کو جو اس وقت آپ سے قرآن شریف حفظ کیا کرتے تھے۔ سبق بھول جانے کے سبب یا سبق کی طرف توجہ نہ دینے کے باعث غیر مہذب کلمات کہے یا دھپڑ مارا۔ جب رات ہوئی۔ تو حافظ صاحب کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کے حضور سے عتاب ہوا کہ او حافظ! تو ہماری اولاد کی گستاخی کرتا ہے۔ اس سے حافظ صاحب کے حالات بند ہو گئے +

صبح مَیں نے حافظ صاحب کو دیکھا۔ کہ آپ کا چہرہ بدلا ہوا تھا۔ اور آپ اِدھر اُدھر دیوانوں کی طرح دوڑتے تھے۔ آپ ننگے سر تھے اور ٹوپی ہاتھ میں لئے ہوئے تھے

اور ہر خاص و عام کو کہتے پھرتے تھے۔ کہ برائے خدا میری ٹوپی میں جوتو کو۔ میری سزا یہی ہے کیونکہ میں نے تعلیم کے وقت صاحبزادوں کی گستاخی کی ہے +

یہ معاملہ مجھ مسکین (سلطان حامد مصنف) کو بھی یاد ہے میں ابھی بالکل بچہ تھا۔ میں نے حافظ صاحب کے حالات بچشم خود دیکھے ہیں۔ دوسرے روز حافظ صاحب کو کچھ افاقہ ہوا کیونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے پھر آپ پر مہربانی کر کے حالات عنایت فرمائے تھے +

حافظ صاحب کے باقی حالات بھی مَیں نے بچشم خود دیکھے ہیں۔ جن دنوں میں جوان تھا ایک روز میرے والد ماجد اپنی دولت سرائے میں گھر کے کسی معاملہ کے بارے میں اپنے ہی آدمیوں سے مشورہ کر رہے تھے۔ مَیں بھی حاضر مجلس تھا۔ کیونکہ مجھے بھی وہاں بلایا تھا گفتگو یہاں تک پہنچی۔ کہ میری والدہ محترمہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ کہ حافظ جام کی رائے بھی اس معاملہ میں یہی ہے۔ اور وہ بات حضرت والد ماجد کی رائے کے برخلاف تھی۔ آنحضرت نے سنتے ہی فرمایا۔ کہ حافظ جام جس طرح ظاہر آنکھوں کا اندھا ہے اسی طرح اس کے دل کی آنکھیں بھی اندھی ہیں۔ اس میں عقل نہیں۔ آپ کا چہرہ مبارک غصے کے مارے سرخ ہو گیا۔ مجھے بھی اس مجلس میں بلایا گیا تھا۔ مَیں ڈرتا تھا۔ کہ حافظ صاحب مسکین اور متبرک آدمی ہیں۔ ایسا نہ ہو یہ سخت الفاظ جو آپ کے حق میں حضرت والد ماجد صاحب نے فرمائے ہیں۔ سن لیں۔ یا خود حضرت صاحب جو باہر تشریف لیجانے کو تھے آپ کو ملکر بالمواجہ رنجش آمیز کلمات کہیں۔ اس لئے میں نے والدہ محترمہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یہ باتیں حافظ صاحب پر ظاہر نہ کی جائیں۔ کیونکہ وہ مسکین ہیں۔ ایسا نہ ہو شکستہ دل ہو جائیں۔ پس حضرت والد ماجد صاحب نے فرمایا۔ ہم اُسے کچھ نہیں کہیں گے۔ لیکن ہاں اتنا جانتے ہیں۔ کہ وہ بیوقوف آدمی ہے۔ اور ہمارا بدخواہ ہے۔ وہ کبھی ہمارے غم سے غمگین اور ہماری خوشی سے خوش نہیں ہوا۔ اس خاندانی معاملہ میں جو اس نے یہ بات کہی ہے۔ یہ بھی ہماری خیر خواہی کی نہیں کی +

مَیں نے عرض کیا۔ ابا جان! آخر حافظ جام صاحبزادوں اور معصومات کے اُستاد اور خانقاہ مقدس کے درس کے مدرس ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا! یہاں سفید حروف کی تعلیم ہے۔ یہاں سیاہ حروف کے درس کی ضرورت نہیں۔ آپ ناراضگی کی حالت میں اٹھ کر

چلے گئے۔ قرب وجوار کے آشناؤں کی طرف سے ایک شخص آپ کو لینے آیا تھا۔ کیونکہ اِن کی برادری میں بھی کسی بات کا جھگڑا تھا۔ اِس کے تصفیہ کے لئے آپ کو اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا آپ کے لئے سواری بالکل تیار کھڑی تھی۔ مَیں بھی ساتھ تھا۔ حضرت صاحب سوار ہو کر اوپر ہی اوپر اِن شخصوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مَیں بطور محافظ حافظ آپ کی خدمت میں رہا۔ جب تک کہ آپ سوار نہ ہو گئے۔ کیونکہ مجھے حافظ صاحب کی رعایت بدرجہ غایت منظور تھی۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ حافظ جام صاحب کو جھڑکیں +

جب آپ تشریف لے گئے تو مَیں گھر آیا۔ اِن دنوں ہم بھی خانقاہ مقدس ہی میں رہتے تھے۔ ایک گھڑی کے بعد مَیں نے دیکھا کہ حافظ جام حیران پریشان ننگے سر جنوب کی طرف جدھر حضرت صاحب تشریف لے گئے تھے روانہ ہوئے۔ آپ اکیلے گرتے پڑتے دوڑے جا رہے تھے۔ پیچھے سے آپ کا شاگرد ایک درویش مسمی میاں محمدؐ آپ کا جوتا۔ کلاہ اور چادر لے کر دوڑا۔ اِس نے جا کر آپ کا ہاتھ پکڑا۔ حافظ صاحب واویلا مچاتے اور اسے کہتے۔ کہ تیز تیز دوڑ۔ حافظ صاحب کا جسم نہایت لطیف اور نازک تھا۔ آپ امیروں کی طرح فرش سے کبھی پاؤں نیچے نہ رکھتے تھے۔ اور عمر کا ایک حصہ اعتکاف میں بسر کیا تھا۔ اور وضو کے لئے احاطہ شریف سے باہر جانے کی ضرورت ہوتی۔ تو شاگرد آپ کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ لے جاتے۔ اور دائیں بائیں درو دیوار سے بچا کر لے جاتے کیونکہ آپ کی طبیعت معمولی اندھوں کی طرح نہ تھی۔ کہ بے محابا سیدھے چلے جاتے ہیں۔ مَیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ حضرت صاحب کی ناراضگی کا انہیں علم ہؤا تو کیونکر ہؤا۔ کیونکہ میں نگہداشت کر رہا تھا۔ نہ کسی نے آپ کو اطلاع دی۔ نہ خود حضرت صاحب اِدھر تشریف فرما ہوئے معلوم ہؤا کہ یہ باطنی معاملہ ہے +

القصہ گرمی کا موسم بیساکھ کا مہینہ ڈیڑھ پہر دن یا اس سے کچھ زیادہ تھا۔ کہ حافظ صاحب [illegible] ننگے [illegible] دوڑے دوڑے چار پانچ میل کے فاصلہ پر چھوہن نام گاؤں میں جا حاضر خدمت ہوئے۔ مکمل جذبہ سے نہایت جوش خروش کے ساتھ بلند آواز سے پوچھتے تھے۔ کہ حضرت صاحب کہاں ہیں۔ لوگ یہ حالت دیکھ کر اُٹھے۔ انہوں نے حافظ صاحب کا ہاتھ پکڑا۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ ہٹو ہٹو۔ حضرت صاحب کے پاؤں مبارک کہاں ہیں۔ حتیٰ کہ حافظ صاحب آپ کے قدموں پر آگرے۔ جب آپ کے ہاتھ حضرت

صاحب کے قدموں تک پہنچے۔ تو آپ وجد میں آئے۔ اور آپ کی زبان سے اسم اللہ ذات بے اختیار نکلنا شروع ہوا۔ اور ایسے جذبے میں آئے۔ اچھل اچھل کر زمین سے گرتے تھے۔ حاضرین مجلس بلکہ درویشوں کے حال کے منکر آدمیوں کی زبان سے جو اس وقت حاضر تھے۔ میں نے سُنا۔ کہ اس وقت حافظ صاحب کی یہ حالت تھی۔ کہ آپ تقریباً نیزہ بھر اوپر اُچھلتے اور زمین پر گرتے۔ لیکن آپ کو ضرر نہ پہنچا +

ایک گھڑی بعد آنحضرت خاموش ہوئے۔ اور فرمایا۔ درویشو! حافظ صاحب کو اچھی طرح پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ جب آپ لائے گئے۔ تو حضرت صاحب نے اپنا دست مبارک حافظ صاحب کے سینے پر ملا۔ ایک گھڑی بعد حافظ صاحب ہوش میں آئے ٹوپی اور چادر دی۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ نے اسی وقت ایک چھوٹا گھوڑا منگا درویشوں کو مقرر کیا۔ کہ حافظ صاحب کو آہستہ آہستہ لیجاکر خانقاہ میں پہنچاؤ۔ تاکہ ظہر کی نماز کی اذان خانقاہ مقدس میں پہنچکر دیں۔ اور نماز باجماعت ادا کریں۔ میں نے دیکھا کہ حافظ صاحب کو آپ کے فرمان کے مطابق وقت مقررہ پر خانقاہ مقدس میں پہنچایا گیا۔ دربار مقدس کے فقیر اور اور لوگ حافظ صاحب کو اِدھر اُدھر ڈھونڈھ رہے تھے۔ کیونکہ کسی کو اس بات کی اطلاع نہ تھی۔ حافظ صاحب آئے تو حالات معلوم ہوئے والسلام +

حافظ صاحب پاکدامن۔ متقی۔ فقیہ۔ علم تفسیر کے عالم۔ قاری لاثانی حافظ۔ عابد۔ ساری رات جاگنے والے۔ صاحب مراقبہ۔ صاحب اسرار الٰہی۔ صاحب آگاہ اور صاحب صفائے حضور یعنی صاحب تجرید تھے +

منقول ہے۔ کہ جب حافظ صاحب نے خبر سُنی کہ آپ کے اُستاد جن سے آپ نے قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ فوت ہو گئے ہیں۔ تو مُدت تک ایک مرتبہ دن کو اور ایک مرتبہ رات قرآن شریف پڑھ کر اُس کا ثواب اپنے اُستاد کی رُوح کو بخشتے رہے۔

فصل سیزدہم

پیر خیر شاہ لسکانی والہ کے حالات میں

آپ سید عبدالرزاق علیہ الرحمۃ کے فرزند ہیں۔ جو پیر غیاث الدین تیغ بران عادل پیر کی اولاد سے ہیں۔ آپ چھوٹی عمر ہی میں مسکینی اور بے نوائی کی حالت میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں آئے۔ اور آنحضرت کی روحانیت سے فیضیاب ہوئے۔ پھر آپ کو ملک سندھ میں یعنی دریائے اٹک سے مغرب کی طرف جانے کا حکم ہوا +

آپ نے خشکی اور تری میں بہت بہت مجاہدے کئے۔ اور ذکر و فکر کے شغل کو بدرجہ کمال پہنچایا +

بعدازاں آپ کو سید مراد شاہ علیہ الرحمۃ کی روحانیت کے سپرد کیا۔ جن کا مزار ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے قریب موضع لونڈا میں ہے۔ سید مراد شاہ علیہ الرحمۃ حضرت سلطان نورنگ کھتران علیہ الرحمۃ کی زندگی میں ان کے خلیفہ ہوئے۔ میں نے پیر سید شاہ صاحب کو بڑھاپے کی حالت میں دیکھا ہے۔ جبکہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں تھا۔ لیکن مجھے بخوبی یاد ہے۔ کہ پیر سید خیر شاہ علیہ الرحمۃ اس طرح کے صاحب نورانیت تھے۔ کہ نگاہ آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے سیر نہیں ہوتی تھی +

آپ کا جلال اس قسم کا تھا۔ کہ جب تک کسی کو خود نہ بلاتے کسی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی جرأت نہ ہوتی۔ ہر شخص ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑا رہتا۔ میں نے یہ باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں +

پیر سید خیر شاہ علیہ الرحمۃ صاحب لنگر تھے۔ گو صاحب جاہ و حشمت تھے۔ لیکن آپ ایک آزاد فقیر کی طرح زندگی بسر کرتے۔ اور سلوک۔ احیائے سنت۔ نوافل۔ تلاوت

قرآن شریف۔ تہجد اور رات کے جاگنے میں بڑے مستعد تھے۔ ہر وقت تنہا بیٹھے رہتے اور درویش کسی دیوار یا درخت کے پیچھے بیٹھتے تھے۔ جسے یاد فرماتے فوراً حاضر خدمت ہو جاتا سینکڑوں آدمی آپ کے مرید تھے۔ ان میں سے اکثر کو صاحب تاثیر پایا +

شاہ صاحب کی کرامتیں حد سے زیادہ ہیں۔ آپ صاحب مکاشفات تھے۔ میں صرف آپ کی ایک حاجت کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ شاہ صاحب حضرت قدس سرہٗ کی محبت اور جذبہ سے کبھی کبھی اپنے پیر مکمل حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آتے۔ اور آپ کے ساتھ درویش اور مرید بھی ہوتے۔ جتنا عرصہ خانقاہ مقدس میں رہتے رات کے وقت زیارت کرنے جاتے +

آپ کو مزار مقدس سے علانیہ سوال وجواب ہوتے۔ آنکھ بند کرنے یا مراقبہ کی حاجت نہ تھی۔ آپ کا یہ معاملہ اس وقت ظاہر وروشن تھا +

جب آخری مرتبہ آپ خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آئے تو اپنے تمام فرزندوں کو بھی ساتھ لائے۔ قدم بوسی کی۔ اور وداع ہوئے۔ گھر پہنچکر وفات پائی +

آپ کی خانقاہ حضرت مخدوم پیر سید حامد محمود۔ پیر محمدؒ راجن قدس سرہٗ کے قرب جوار میں مشرق کی طرف ایک علیحدہ منور اور معمور خانقاہ ہے۔ فقط +

آپ کے بڑے فرزند پیر سید جلال محمد کو میں نے دیکھا۔ آپ کا چہرہ مبارک نہایت منور تھا۔ آپ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دم بھی آپ کی زبان یاد حق سے غافل نہ ہوتی +

صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح آپ کی زبان آپ کے دل کے موافق تھی۔ کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی زبان موچھوں کے بال کترا تے وقت بھی ذکر الٰہی سے باز نہ رہتی تھی۔ آپ کی خصلتیں بھی اس طرح قیاس کر لو +

پیر سید جلال محمدؒ نے اپنے والد بزرگوار کی ایک حالت مجھے سُنائی۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرے والد ماجد رات کو آرام کرتے۔ تو میں بلاناغہ آپ کے پاؤں دبایا کرتا تھا۔ جب میرے دل میں اُٹھنے کا ارادہ ہوتا۔ تو والد ماجد گو بظاہر سوئے ہوتے اسی وقت اپنا پاؤں سکیڑ لیتے۔ اور میرے ہاتھ سے چھڑا لیتے۔ فقط +

پیر سید جلال محمد بھی عبادت اور ریاضت میں فرد زمانہ تھے۔ رحمہم اللہ +

فصل چہاردہم

میاں محمود مستانہ بلوچ چانڈیہ کے حالات میں

آپ ڈہانڈلہ گاؤں سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ سید محسن شاہ صاحب کے فیض کی خبر سُنکر جسے گھوٹکی بھی کہتے ہیں میں گئے۔ اس وقت سید محسن شاہ علیہ الرحمۃ کشتی میں سوار ہو کر دوآبہ میں جا رہے تھے۔ سید صاحب نے آپ کے آنے سے پہلے براہ کشف کشتی کو ٹھہرا کر فرمایا۔ کہ ایک مسافر تلاش کے لئے آ رہا تھا۔ اتنے میں آپ (میاں محمود مستانہ) آ نکلے۔ آپ کشتی میں جا کر شوق کے سبب سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ کے پاؤں پڑے اور عرض کیا۔ کہ میرے دین و ایمان کو خدا اور اس کے رسولؐ کے سپرد کریں حضرت موسن شاہ نے فرمایا۔ اے درویش! پھر کہ۔ پھر اسی طرح کہا۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! اپنے الفاظ دہراؤ۔ پھر اسی طرح کہا۔ تو حضرت موسن شاہ نے جوش میں آکر توجہ کی۔ کشتی میں جتنے آدمی سوار تھے۔ سب کے سب جذبہ مستی اور سُکر میں آ گئے سید موسن شاہ علیہ الرحمۃ نے خلفاء کو حکم دیا۔ کہ درود شریف پڑھ کر ان کے سینوں پر دم کرو۔ دم کرنے سے وہ ہوش میں آ گئے +

میاں محمودؒ کو بدستور مستی اور گھبراہٹ میں چھوڑا۔ وہ کچھ عرصے بعد خود بخود ہوش میں آئے۔ یعنی فیض کی نعمت نے آپ کے سینہ میں قرار کیا +

پس سید محسن شاہ علیہ الرحمۃ نے میاں محمود مستانہ کو فرمایا۔ اے محمود شاہ! یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ تمہاری بیوی مائی جادو کی بد دعا سے مجھے ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا یاد ہے۔ تم جلدی گھر پہنچو +

آپ رخصت کا شرف حاصل کر کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ ہر وقت مستی کی حالت میں رہتے۔ اگر آپ کو روٹی کا ٹکڑا دیا جاتا۔ تو لے لیتے۔ ورنہ سوال نہ کرتے +

ایک مقام پر جب آپ پہنچے۔ تو ایک عورت نے آپ کو دعوت کے لئے اپنے گھر بلایا۔ اور اچھا کھانا کھلایا۔ بعد ازاں مکان کا دروازہ بند کر کے اندر سے قفل لگا دیا۔ اور بد نیتی پر آمادہ ہوئی۔ آپ نے (محمود شاہ) بہت کچھ عذر کئے۔ منت و سماجت کی۔ لیکن وہ باز نہ آئی۔ حتیٰ کہ وہ عورت خود ننگی ہوئی اور آپ کے تہ بند پر ہاتھ ڈالا۔ آپ نے فرمایا۔ خدا سے ڈر۔ اُس نے کہا۔ میں نے تجھے کھانا اسی واسطے تو کھلایا تھا۔ میری کوئی اور غرض نہ تھی۔ توُں ہٹاکٹا ہے۔ تجھ سے یہ کام کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی مراد لیئے بغیر تجھے کب چھوڑتی ہوں۔ آپ نے اُسے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ میں بھی تمہاری طرح عورت ہوں۔ وہ پھر بھی باز نہ آئی۔ اس نے آپ کا تہ بند دور کیا۔ تو دیکھا کہ آپ کا اندام مخصوص بالکل عورتوں کے اندام نہانی کی طرح تھا۔ تب وہ عورت باز آئی۔ اور آپ کو گالی دیکر باہر نکال دیا *

پھر آپ نے کسی گاؤں کا رُخ نہ کیا۔ فقر و فاقہ سے بسر کرتے تھے۔ آپ منزل بمنزل اپنے گھر موضع ڈہانڈلہ میں پہنچے۔ آپ کی بیوی مائی جادو نہایت نیک۔ خدا یاد۔ دلائل الخیرات۔ اور درود شریف کی وظیفہ خواں تھی۔ دونوں رل کر سینے سے لگے۔ آپ کا لقب محمود مستانہ ہو گیا۔ جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا تھا۔ اسی طرح ہو جاتا تھا۔ بہت سے آدمی آپ کے معتقد۔ اور نذر گذار تھے۔ لیکن آپ نے نہ کسی کو تلقین کی نہ سلسلہ جاری کیا *

دریا کے نقصان پہنچانے کے سبب آپ کا مزار مبارک تین مرتبہ منتقل ہوُا۔ پہلے ڈہانڈلہ گاؤں کی مسجد میں تھا۔ جو شخص مسجد مذکور میں آپ کی قبر پر کسی مراد کے لیئے جاتا اور مدد طلب کرتا۔ اللہ تعالےٰ اس کی مراد پوری کرتا *

وہاں سے جب منتقل ہوُا۔ تو جنازہ کا صندوق بستور ملا اور سکندر مرحوم کے قبرستان میں مدفون ہوُا۔ اور وہاں سے تیسری مرتبہ منتقل ہو کر شیخ عمرو نے

کنویں کے گورستان میں اپنے پوتے حافظ عیسیٰ کے مزار کے قریب جگہ پائی +

میاں محمود مستانہ ولد میاں نہال

میاں غلام محمد	میاں فقیر
میاں حیات	نور احمد
میاں نہال	حافظ عیسےٰ
حافظ غلام محمدؒ	حافظ عبداللہ

آپ کی اولاد اگرچہ بہ ظاہر دوسری طرف مرید تھی۔ لیکن درحقیقت انہیں فیض باطنی حضرت قدس سرہ‘ سے حاصل تھا۔ چنانچہ میاں حافظ عیسےٰ عاشق طاں موسیٰ زئی والہ کے مزار کا معتقد و مرید تھا۔ مگر حقیقت میں باطنی فیض اسے سلسلہ قادریہ میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ‘ سے حاصل ہے۔ اور میاں حیات والا میاں شیر جانڈیہ جو میاں محمود مستانہ کے خانوادہ سے تھے۔ جذبہ اور کشش سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ‘ کے مزار مقدس پر سات سال ننگے سر لنگر شریف کا پانی ڈھوتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ پر عشق الٰہی کے جذبات اور ذات پاک کے انوار متجلّی ہوئے۔ اور آپ ایک ولی اللہ ہو گئے +

فصل پانزدہم

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی طرف سے خانقاہ مقدس کے بہشتی دروازہ کے ایماء کے بیان میں

نقل بالکل صحیح ہے۔ کہ حافظ خیر محمدؒ صاحب اور حافظ جام علیہما الرحمۃ دونوں نے آپس میں اپنے پیشوائے مکمل حضرت سلطان العارفین کی خانقاہ مقدس پر پختہ وعدہ کیا کہ تہجد کی نماز کے بعد اجودھن یعنی پاک پٹن کی طرف روانہ ہو نگے۔ اور وہاں قطب الاقطاب حضرت خواجہ شیخ فرید شکر گنج فاروقی اجودھنوی قدس سرہٗ کے مزار شریف کی زیارت کر کے بہشتی دروازہ میں داخل ہوں گے۔ جو روضہ مبارک کے جنوب کی طرف ہے۔ اور جو فلاں تاریخ کھل کر فلاں تاریخ بند ہوتا ہے۔ اور پھر دوسرے سال مقررہ تاریخ پر کھلتا ہے +

جب رات ہوئی تو دونوں صاحبوں کو علیحدہ علیحدہ اشارہ ہوا۔ کہ پاک پٹن شریف کا بہشتی دروازہ سال بھر میں صرف ایک دن کے لئے فلاں تاریخ پر کھلتا ہے۔ لیکن خانقاہ مقدس کے احاطہ کا جنوبی دروازہ جو مسجد جامع حضوری کے ساتھ ہے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ وہ خاص ایک دن کے لئے صرف مردوں کے واسطے ہے۔ اور یہ ہمیشہ دن رات مردوں عورتوں سبھی کے لئے کھلا ہے۔ کیا تمہیں اس بات پر تشفی نہیں اس اشارہ سے دونوں صاحبوں کا ارادہ بدل گیا۔ بلکہ اس بات کا خیال بالکل جاتا رہا۔ صبح جب دونوں نے مسجد حضوری میں نماز باجماعت ادا کی۔ تو ایک دوسرے کے کلام کے منتظر ہوئے۔ آخر ایک دوسرے سے پوچھا۔ تو دونوں نے ایک ہی بھید بتایا +

یہ بات قابلِ تعجب ہے۔ کہ حضرت قدس سرہٗ کے کسی مرید یا کسی صاحبزادے نے کسی مقام پر کسی وقت یہ بات ظاہر نہیں کی۔ اور نہ اس بارے میں کبھی فخر کا اظہار کیا ہے

بلکہ یہ بات خود بخود اطراف عالم میں مشتہر ہو گئی۔ کہ ہزارہا آدمی مختلف علاقوں سے آتے ہیں۔ اور زیارت کے بعد بہشتی دروازہ کی بابت پوچھتے ہیں۔ تو خلیفوں اور مجاوروں سے کوئی شخص بھی مسئلہ شریعت کے پاس کے سبب یہ نہیں بتاتا۔ کہ یہ بہشتی دروازہ ہے۔ لوگ دیکھا دیکھی واقف کاروں کی اطلاع کے بموجب خود بخود اس میں داخل ہوتے ہیں جو لوگ پہلے کبھی نہیں آئے وہ بھی گروہ در گروہ زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب +

فصل شانزدہم

میاں احمد کلاسر کے حالات میں

آپ صاحب احوالات اور مستغرق مراقبہ تھے۔ کہ دن رات حجرہ کی خلوت میں مراقبہ میں کوزے کی طرح بیٹھے رہتے۔ دم تک نہ لیتے۔ کسی پر راز ظاہر نہ کرتے لیکن صرف مجھ سے۔ کہ میں اول عمر میں درویشوں کی صحبت کا متلاشی تھا۔ از راہِ شفقت راز افشا فرمایا کرتے تھے۔ میں آپ کی ایک بات بیان کرتا ہوں۔ جسے مشتے نمونہ از خروارے سمجھ لو +

مجھے فرمایا کہ صاحبزادے! جب میں وطن سے آیا۔ اور حضرت قدس سرہٗ نے مجھے مقیم و مقید فرمایا۔ تو ایک روز چشمہ حضوری والے کنوئیں پر میں بیٹھا تھا کہ ایک زیارت کرنے والی عورت آئی۔ اس کے پاس چھوٹا سا بچہ تھا۔ اُس نے مجھے کہا فقیر صاحب! اگر مروت کرو تو ایک لحظہ کے لئے میرا یہ لڑکا رکھو۔ میں کھڑی کھڑی زیارت کر آؤں۔ مَیں نے وہ بچہ اس کے ہاتھ سے لیا۔ جب اس بچے کا چہرہ دیکھا تو مجھے خیال آ گیا۔ کہ جب میں گھر سے جدا ہوا تھا۔ تو میں نے اسی عمر کا اپنا ایک لڑکا گھر میں چھوڑ آیا تھا۔ اُس عورت نے فوراً واپس آ کر اپنا بچہ لے لیا۔ اور چلی گئی +

جب میں رات کو سویا۔ تو حضرت قدس سرّہٗ نے مجھے جھڑکا۔ کہ اے احمد! ابھی تیرا نفس اپنی خواہشات کے تعلق سے بری نہیں ہوا۔ کہ تو نے بیگانہ لڑکا دیکھ کر اپنا لڑکا یاد کیا۔ تیرے سر میں نفسانیت باقی ہے۔ اور تیرے دل میں وطن کے تعلقات ہیں +

بعد ازاں میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی۔ کہ یا اللہ میری زندگی میں میری اولاد میں سے کوئی بھی یہاں نہ آئے۔ تاکہ پھر مجھے ایسا واقعہ پیش نہ آئے +

مجھے (فقیر سلطان حامدؒ) یاد ہے۔ کہ فقیر موصوف اس بیان کے بعد کئی سال زندہ رہے۔ لیکن آپ کے تصرف سے آپ کی اولاد میں سے کسی کو خانقاہ مقدس میں آنے کی توفیق نہ ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند نہایت ذوق و شوق سے زیارت شریف سے مشرف ہوئے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ہمارے نصیب میں اپنے والد ماجد میاں احمد کی زیارت نہ تھی۔ جب ان کا وصال ہو گیا۔ تو ہمیں خانقاہ مقدس میں آنا نصیب ہوا۔ اب تک ہم نہ آ سکے۔ گو دل میں ذوق و شوق بہت تھا۔ لیکن خاص خاص رکاوٹیں پیش آتی رہیں +

فقیر میاں احمد صاحب چالیسؔ سے کچھ اوپر تک خانقاہ مقدس میں معتکف رہے اس عرصہ میں آپ کی اولاد میں سے کوئی بھی خانقاہ مقدس میں نہ آیا +

جب آپ کی اولاد یہاں آئی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ان میں سے بعض کے ڈاڑھی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ +

فصل ہفدہم

میاں علی فقیر کے حالات میں

میرے مرشد و سردار یعنی میرے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرّہٗ فرماتے تھے۔ کہ جن دنوں نواب ولی محمد خاں خاکوانی ملتان کے ناظم تھے۔ میاں علی فقیر مجذوبانہ طور پر مستوں کی طرح رہتے تھے۔ لیکن اصل میں ہوشیار تھے۔ نواب موصوف بھی

میاں کے بڑے معتقد تھے۔ وہ ہر سال فقیر موصوف کے ساتھ خانقاہ مقدس کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ ان دنوں ان پر عجب حالت طاری تھی ٭

ہمارے حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب نواب موصوف پہلی مرتبہ خانقاہ مقدس میں آئے۔ تو لنگر شریف کے تمام اخراجات پائی پائی تک گن میرے والد ماجد حضرت شیخ حافظ محمد صاحب سجادہ نشین یعنی میرے (سلطان حامد مصنف رحمۃ) جد امجد کے سپرد کیا۔ اور لنگر شریف کا پہلا قرض بھی ادا کیا۔ جب دوسرے سال زیارت شریف کے لئے آئے۔ تو پھر دیکھا کہ قرضہ بدستور ہے۔ نواب موصوف نے پھر قرضہ ادا کیا۔ اور سال آئندہ کا خرچ دیا۔ نواب موصوف نے ایسا ہی کیا ٭

بعد ازاں جناب والد ماجد نے نواب موصوف کو فرمایا۔ کہ نواب صاحب! آپ اپنا مال و دولت بے فائدہ خرچ نہ کریں۔ کیونکہ معاملہ فقر محمدی کا ہے۔ لنگر شریف پر قرض ضرور رہتا ہے۔ بعد ازاں آنحضرت نے نواب موصوف سے کچھ نہ لیا۔ آخری عمر میں بادشاہ کابل تیمور شاہ درانی کی طرف سے نواب موصوف کو خوف پیدا ہوا۔ تو خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آکر حضرت شیخ حافظ محمدؒ قدس سرہٗ سے استمداد کیا۔ تو آنحضرت نے دستار مبارک لاکر خانقاہ مقدس کے دروازہ میں کھڑے ہو کر نواب موصوف کو عنایت کر کے رخصت کرنا چاہا۔ چونکہ اس کی قضا آئی ہوئی تھی۔ اس کی زبان سے نکلا۔ مجھے کھدر کا کپڑ دے کر خوشنود کرتے ہیں۔ مجھے اور ہی تسلی درکار ہے ٭

امرالٰہی سے یہ بات سن کر آنحضرت کی طبیعت طیش میں گئی۔ اور نواب صاحب موصوف سے پگڑی لے کر خانقاہ مقدس کے خلیفہ کے سپرد کی۔ اور فرمایا۔ نواب صاحب! ہمارے پاس تو یہی ظاہری کپڑا ہے۔ آپ باطنی مدد اہل باطن سے طلب کریں ٭

بعد ازاں نواب صاحب موصوف نے بہتیری منت و سماجت کی۔ لیکن بے فائدہ الغرض آنحضرت نے پگڑی نہ دی۔ اور اپنے عبادت خانہ میں چلے گئے ٭

جب نواب صاحب موصوف ملتان پہنچا۔ تو اسی سال تیمور شاہ بادشاہ نے ملتان پر چڑھائی کی اور نواب موصوف کو قتل کرایا ٭

ملی فقیر کے خوارق عادات و کرامات بہت ہیں۔ آپ کی قبر ملتان سے مغرب کی طرف

دو تین میل کے فاصلہ پر ایک ویرانہ میں ہے جہاں آپ رہا کرتے تھے۔ اسی کٹیا میں مدفون ہوئے۔ وہی کٹیا پھر زیارت گاہ بن گئی۔ اب انگریزی عملداری کے وقت وہ جگہ چھاونی میں آگئی ہے۔ اب بھی وہ خانقاہ اور مزار ہے۔ والسّلام +

فصل ہشتدہم

خاکی شاہ قلندر کے حالات میں

حضرت سید عثمان مروندی یعنی حضرت لعل شہباز قلندر قدس سرہٗ کے فقیر تھے میں نے فقیر موصوف کو چند مرتبہ دیکھا ہے۔ کہ خانہ بدوش نٹوں کے ساتھ خانقاہ میں آئے تھے۔ آپ کا سر منڈا ہوا۔ ڈاڑھی سفید اور چہرہ منور تھا۔ اُن کی جھونپڑیوں سے الگ روبقبلہ بیٹھے ہوئے کچھ دنوں بعد آپ اکیلے آئے۔ مگر ایک عمر رسیدہ اور بکھرے بالوں والی عورت درویشی کی حالت میں آپ کے ساتھ تھی۔ کچھ دن یہاں رہے۔ جب میں اُن کے پاس سے گذرتا۔ خاکی شاہ صاحب کو پرانی گوڈری کے مصلے پر سر اور کندھوں سے ننگا بیٹھے ہوئے پاتا۔ صرف دو تین گز کھدر کا ایک ٹکڑا دائیں کندھے اور بائیں بغل میں آڑے بندھا ہوا تھا۔ اور روبقبلہ ہو کر مراقبہ میں سر جھکا ہوا ہوتا +

بی بی سوکھاں مذکورہ بھیک مانگ لاتی۔ خود بھی کھاتی اور شاہ صاحب کو بھی کھلاتی

ایک روز ولی داد فقیر کو جو صاحب حال تھا۔ اور مدت سے خانقاہ مقدس میں رہتا تھا خاکی شاہ کی مجلس سے اٹھ کر آتے دیکھا۔ چونکہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کسی کے پاس نہ جاتا تھا۔ میں نے اُسے پوچھا۔ کہ تم خلاف عادت کیونکر آئے۔ کہا۔ صاحبزادے! خاکی شاہ کے پاس بھی بیٹھو۔ نہایت زندہ دل درویش ہے +

چونکہ خاکی شاہ بیرونی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ اس لئے دوسرے روز میں وہاں آپ کی خدمت میں ایک گھڑی بیٹھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ بدستور مراقبہ میں دم بخود بیٹھے ہیں۔ اور بی بی سکھاں بھی آپ کے پیچھے مراقبہ میں بیٹھی ہیں۔ مسماۃ مذکورہ نے سر اٹھایا ہی تھا۔ کہ اسی وقت فقیر صاحب نے بنگاہ کرشمہ دیکھا۔ دیکھتے ہی مسمات مذکورہ کی یہ

حالت ہوئی کہ دوہری ہوگئی سر سینے سے جا لگا۔ اور بیہوش ہوگئی۔ فقیر صاحب پھر اسی طرح مراقب ہوگئے۔ فقط

آپ اشراق۔ ضحیٰ اور زوال وغیرہ نمازیں اسی مصلے پر کھڑے ہوکر وقت پر ادا کرتے تھے۔ اور ہر وقت باوضو قبلہ رُخ بیٹھے رہتے۔ السلام

فصل نہ دہم

حاجی مولوی شیخ حبیب اللہ یارقندی رحمۃ اللہ کے شرف مجلس کے بیان میں

جب شیخ موصوف حج سے واپس آئے۔ تو آپ کی خدمت میں ایک فرزند اور دو خادم تھے۔ ظہر کے وقت خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ میں بھی وہاں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بلند قد۔ سفید ریش۔ نحیف البدن منور سفید پشمینہ کا لباس پہنے ہوئے حضور انور میں آیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے جاکر پوچھا۔ تو فرمایا۔ ہمارا ملک چین ہے۔ اور ہم یارقند کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے خالی مکان طلب کیا میں نے دیا اور باقی ضروریات بھی بہم پہنچائیں۔ پھر میں گھر آیا۔ جب میں احاطہ شریف کے باہر نکلا۔ تو واویلا کی آواز سنی۔ شیخ کے خادم جو گھوڑے کو چرا رہے تھے۔ خلوت کی طرف دوڑے۔ میں نے بھی آدمیوں کو دوڑایا۔ انہوں نے آکر خبر دی۔ کہ شیخ واویلا کر رہا ہے۔ میں جھٹ خدمت میں پہنچا۔ دیکھا۔ کہ درویش شیخ صاحب کو خلوت کی طرف کھینچتے ہیں۔ اور شیخ صاحب زمین پر گرے ہوئے۔ فریاد و پکار کرتے ہیں۔ اور خلوت کے اندر نہیں جاتے۔

میں درویشوں کو ہٹا کر آپ کی خدمت میں بیٹھا۔ اور حال پوچھا۔ فرمایا۔ ہم کسی

درخت تلے رات بسر کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت کسی اور حجرہ میں گذارہ کریں۔ فرمایا ہم نہیں کریں گے +

اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ اس حجرے میں ایک درویش رہتا تھا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ حجرہ خالی ہونا چاہیئے۔ وہ درویش نکلا۔ شیخ صاحب خود آئے۔ درویشوں نے اس فقیر کو اگرچہ نکال دیا تھا۔ مگر شیخ صاحب اندر نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ احاطہ شریف کے دروازے کے باہر بیر کے درخت تلے چبوترہ پر ڈیرا کیا۔ اور ایندھن جمع کر کے آگ جلاتے رہے۔ اور عشا تک میں آپ کی خدمت رہا۔ اور باتیں ہوتی رہیں۔ آپ نے اپنی سرگذشت یوں بیان فرمائی۔ کہ میں نے سفر حجاز کا ارادہ یارقند سے کیا۔ اور ملک خطا سے نکلکر سمرقند میں پورا ایک سال رہا۔ سال بعد میرے فرزند آئے۔ اور ہم روانہ ہوئے۔ میں نے پوچھا۔ حضرت آپ سمرقند میں سال بھر کیوں رہے ؟ فرمایا مجھے شوق غالب تھا۔ میں چوکی کے محافظوں کی منت و سماجت کر کے ملک ماچین سے نکل آیا۔ اور سمرقند میں بیٹھا رہا۔ چونکہ خاقان چین کی اجازت بغیر کوئی شخص ممالک محروسہ سے باہر نہیں جاسکتا۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے فرزند آپ کے ساتھ سمرقند کیوں نہ آئے۔ فرمایا میں اکیلا تھا چلا آیا۔ میرے بیٹے خاقان چین کی اجازت حاصل کرنے کے لئے وہیں رہے۔ اجازت بھی چین سے پورے سال کے بعد آتی ہے۔ میرے لڑکے سال بعد اجازت لے کر آئے۔ میں نے پوچھا۔ آپ کی خدمت میں تو صرف ایک فرزند ہے۔ فرمایا میرا دوسرا بیٹا مولوی فاضل شاہ حافظ قرآن لوٹتے وقت ملک سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں قضاالٰہی سے فوت ہو گیا۔ اسے اسی شہر کی بڑی مسجد کے احاطہ میں دفن کیا۔ میں نے کہا۔ حضرت آپ شاید اسی واسطے تنگدل ہیں۔ اور خلوت میں نہیں جاتے۔ فرمایا نہیں نہیں۔ مجھے اس بات کا غم نہیں۔ یہ امر واقعی ہے۔ کہ اس سے مجھے فائدہ ہوا۔ میں نے کہا اللہ اللہ۔ فرمایا آپ تعجب نہ کریں۔ جو کچھ مجھے پہلے نصیب تھا۔ اس میں کمی آگئی۔ اور میرے عمل میں نقصان پہنچا ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا۔ میں سات سال کی عمر میں ایک دفعہ ایک ہمسائے کے گھر گیا۔ انہوں نے مجھے چند اخروٹ کھلائے جب میں گھر آیا۔ تو میری ماں نے پوچھا۔ تو کہاں تھا۔ اور کیا کر رہا تھا۔ میں نے کہا ہمسایہ کے گھر میں تھا۔ میں نے وہاں سے چند اخروٹ کھائے ہیں۔ پھر میری ماں نے مجھے بڑی

طرح جھڑکا۔ اور فرمایا۔ کہ آئندہ کسی کے گھر سے کوئی چیز نہ کھانا۔ اس روز سے لیکر جتنی مدت میں گھر میں رہا۔ کسی کے گھر کی کوئی چیز نہ کھائی +

اب میری حالت اس واسطے ابتر ہوگئی ہے کہ ملک بہ ملک پھرتا ہوں۔ اور گھر بہ گھر مشتبہ چیزیں کھاتا ہوں۔ جو دولت تھی۔ وہ میرے ہاتھ سے جاتی رہی ہے +

میں پھر صبح بھی حاضر خدمت ہوا۔ اور اشراق کی نماز تک وہیں بیٹھا رہا۔ شیخ صاحب مسافر تھے۔ آپ کی ہمنشینی سے میرے دل کو کشش ہوئی۔ وداع ہوتے وقت میری آنکھوں میں آنسوں ڈبڈبا آئے۔ میں آپ کے دیدار کے لئے مجذوبانہ وارخان وہاں سے دل برداشتہ ہوکر پاپیادہ آپ کے ساتھ جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ خانقاہ مقدس کے حضور سے مجھ پر توجہ ہوئی۔ اور میرے دل کی باگ اپنی طرف پھیر لی۔ تب میں شیخ صاحب کے ساتھ جانے سے باز آیا۔ اور ایک گھڑی وہیں مدہوش کھڑا رہا۔ بعد ازاں خانقاہ مقدس میں آیا اور زیارت سے مشرف ہوا۔ اور حالت آہستہ آہستہ میرے دل سے زائل ہوئی۔ پھر میرا دل بالکل خانقاہ مقدس کی طرف مائل ہوا۔ والسلام +

فصل بستم

میاں قاسم فقیر کے حالات

آپ مولوی صاحب سندھی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ دن رات وجد میں رہتے تھے۔ خواہ قوالی ہوتی یا نہ ہوتی۔ تو سماع کے وقت آپ کی یہ حالت ہوتی کہ آپ وجد کرتے ورنہ خود بخود عشقیہ شعر اور غزلیں پڑھ کر جذبات میں آتے اور اس طرح کے پیچ و تاب کھاتے۔ کہ انسان کی مجال نہ تھی۔ کہ ان کی برداشت کر سکے گویا وجد کے وقت اپنے جسم اور ہڈیوں کو توڑ ڈالتے۔ اور حاضرین کو خیال ہوتا۔ کہ آپ کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہونگی۔ دن رات آپ اسی حالت رہتے۔ اور وجد کے وقت بلند آواز سے

اللہ اللہ کہتے۔ کئی دن رات ایک ہی حالت میں گرتے پڑتے اپنے دونوں ہاتھوں سے سر اور سینہ کوٹتے رہتے۔ گویا اپنے آپ کو ڈھیر بناتے تھے۔ کھانے پینے اور سایہ دھوپ کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ درویش ان پر رحم کھاکر اپنے ہاتھوں سے قدرے کھلاتے۔ اور سایہ میں لاتے۔ بظاہر آپ کا جسم وجثہ سالم تھا۔ اور آپ تنومند اور منور چہرہ تھے۔

فصل بست ویکم

میاں عبدالحکیم کھگہ اویسی کے مجمل حالات میں

آپ متقی۔ صاحب زہد باکمال۔ عابد۔ صاحب تجرید و تفرید۔ عالم۔ فقیہ اور صوفی درویش تھے۔ آپ نے عمر کا اکثر حصہ شہر چند روٹ کی شاہی مسجد میں گذارا۔ آپ کے معتقد بہت تھے۔ آپ صاحب کرامات وخوارق عادات تھے۔

میں نے آپ کے مریدوں سے سُنا ہے۔ کہ وہ تیرتے وقت مہلک بھنور میں پھنس گئے۔ اُن کی مشکیں بھی پھٹ گئیں۔ مرنے کی ٹھان لی۔ چند روٹ کے بہت سے آدمی بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ فقیر موصوف اُس وقت شاہی مسجد میں تھے فوراً اُٹھ کر دریائے مذکور کی طرف رُخ کر کے چند مرتبہ یہ کلمات دہرائے۔ کہ اے فلاں فلاں دریا کے کنارے پر آجاؤ۔ دریا کے کنارے پر آجاؤ۔ پھر خاموش ہو کر مسجد میں بیٹھ گئے۔ حاضرین نے وجہ پوچھی تو آپ نے بھید ظاہر نہ کیا۔ جب وہ مرید آپ کی خدمت میں آئے۔ اور انہوں نے دریا کی مصیبت کا ماجرا سُنایا۔ کہ ہم بھنور میں غوطے کھاکر ڈوب گئے۔ کہ اچانک حکم خدا سے پانی کی سطح پر آئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ہم دریا کے کنارے پر ہیں۔ پھر ہم صحیح سلامت معہ اسباب خشکی پر آئے۔

اُس وقت حاضرین مجلس نے وہ تاریخ اور وقت مریدوں سے پُوچھا۔ تو ٹھیک وہی وقت تھا۔ جس وقت آپ نے آواز دی تھی۔ تب یہ بھید کھُلا۔

فصل بست و دوم

میاں قبول فقیر کے مجمل حالات میں

آپ میرے جد بزرگوار شیخ حافظ سلطان محمد قدس سرہٗ کے خادم بھی رہے۔ اور پھر میرے والد ماجد قدس سرہٗ کے بھی خدمت گذار رہے۔ مَیں نے بھی بچپن میں آپ کی زیارت کی ہے۔ آپ عشق الٰہی میں مجنوں کی طرح سُوکھ کر لکڑی ہو گئے تھے۔ رات بھی عشق الٰہی میں گذار دیتے تھے۔ اور نہایت باریک آواز میں عاشقوں کے قصّے بیان کیا کرتے تھے۔ آپ عشق الٰہی کو تیز کر کے دِل کو موم کی طرح پگھلاتے تھے۔ بلکہ آپ کا بدن مبارک کباب کی طرح خشک ہو گیا تھا ۔

آپ ستر سرائے کے بھی خادم تھے۔ آپ نے بہت بڑی عمر پائی۔ مجھے بھی سات سال کی عمر میں آپ کی دعا توجہ نصیب ہوئی۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ آپ کا انتقال ہُوا۔ تو خانقاہ مقدس کے باہر دفن ہونے کا شرف حاصل کیا ۔

فصل بست و سوم

میاں قادر بخش پٹیالہ والہ کے حالات میں

مجھے یاد ہے۔ کہ آپ ایک دفعہ آخری عمر میں خانقاہ مقدّس سے مشرف ہوئے اور وداع ہو کر واپس چلے گئے۔ آپ کے حالات نہایت اعلےٰ درجہ کے تھے۔ آپ کا مزار مبارک ریاست پٹیالہ میں ہے ۔

فصل بست و چہارم

میاں احمد ٹھیہ کے مختصر حالات میں

آپ بدن کے لاغر اور کمزور تھے۔ مَیں نے کوٹ شاکر میں آپ کو بڑھاپے میں دیکھا ہے۔ اِس وقت آپ کاشتکاری کے شغل میں تھے۔ ان دِنوں میں جوان تھا مجھے آپ کے حالات کی اِطلاع میاں بہاؤالدین علیہ الرحمۃ نے دی تھی +

جب میں آدھا پہر دن نکلے شاکر کے گرد و نواح میں بوٹہ کوٹ کے نزدیک پہنچا اور پھر آپ کا مکان پوچھ کر وہاں پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کے کنوئیں کی چکلی ٹوٹی ہوئی ہے۔ اور آپ کے مکان پر سرکنڈوں کی چھت تھی۔ وہ زمین پر گری ہوئی تھی۔ ایک طرف اِس چھت کے نیچے تھونی دے رکھی تھی اور آمد و رفت کے لئے تھوڑی راہ بنا رکھی تھی۔ یعنی ایک طرف سے ایک دیوار پر تھی اور دوسری طرف سے اس تھونی سہارے تھی۔ اس میں تھوڑا سا اسباب اور چند مٹی کے برتن رکھے تھے۔ جن میں آٹا دانہ تھا۔ آپ درخت تلے مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے میری جان پہچان نہ تھی۔ ہم نے خود ہی پوچھا۔ میاں احمد کہاں ہیں۔ نرم آواز سے کہا مجھے ہی احمد کہتے ہیں ہی آپ کا غلام ہوں۔ اتنا کہہ کر اُٹھے اور میرے پاؤں پر گرے۔ اور میرے گھوڑے کی باگ پکڑلی۔ گھوڑوں کو ہم نے سایہ میں باندھا۔ میرے واسطے بمشکل تمام ایک چارپائی لائی گئی +

میں نے جو آپ کی لطافت طبع اور آپ کا شغل دیکھا۔ تو میرے دل میں آپ کی عظمت گھر کر گئی۔ میری ضیافت کے لئے ایک لڑکی کو بلایا۔ وہ اس وقت بیلوں کو چرا رہی تھی۔ جب وہ لڑکی آئی تو مَیں نے اُسے دیکھا۔ جو نہایت نازک بدن اور خوش رنگ تھی۔ لیکن فاقے کے مارے اس کے بال بکھرے ہوئے نمدے کی طرح ہو رہے تھے۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ اور بدن نہایت

لاغر ہو رہا تھا۔ جب وہ بیلوں کو مکان پر لائی۔ جن کی تعداد چار پانچ تھی۔ لیکن لاغری کے سبب وہ چل نہیں سکتے تھے۔ ان پر کوّے منڈلاتے رہتے تھے۔ تو آپ نے بیلوں کو خود باندھا۔ اور اُس لڑکی کو فرمایا کہ جناب صاحبزادہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ بیٹی! ان کی ضیافت کا کچھ بندوبست کرو۔ میں نے بہتیری معافی مانگی۔ لیکن آپ نے نہ مانا۔ وہ لڑکی چند خشک روٹیاں پکا کر مٹی کے طباق میں رکھ کر لائی۔ ہم نے کھائیں +

جب میں نے آپ کے فقر کی حالت دیکھی۔ تو دل میں کہا۔ کہ واقعی آپ سچے درویش ہیں۔ کہ آپ کا ظاہر بالکل خراب ہے۔ اور باطن زیادہ آباد ہے۔ گھوڑوں کو اپنی گرہ سے خوراک دی اور آرام کیا +

ظہر کی نماز کے بعد ہم نے اپنے حالات آپ سے عرض کئے۔ تو مراقبہ میں جا کر خاموش رہ کر ہمارے ہر ایک سوال کا جواب باصواب دیا۔ بخدا! جو جو جواب آپ نے دیئے ٹھیک اسی طرح وقوع میں آئے +

جب اسرار باطنی کے بارے میں سوال کیا۔ تو مراقبہ کر کے ایک لمحہ کے بعد فرمایا صاحب! اس بارے میں آپ کے جد امجد حضرت سلطان العارفین بذات خود آپ پر توجہ فرما کر آپ کی تسلی کریں گے۔ فقط +

رات ہم وہیں رہے۔ وہ جمعہ کی رات تھی۔ اور شاید ماہ رمضان کی پہلی رات تھی۔ عشا کے وقت مجھے نیند آ گئی۔ میں نے ساتھیوں کو کہا۔ کہ تم عشا کی نماز ادا کر لو۔ ایک لڑکے کو میں نے کہا۔ کہ تم نہ ادا کرو۔ انشاء اللہ رات کے آخری حصہ میں اُٹھ کر ادا کریں گے تم میرے مقتدی بننا تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے۔ رات کے آخری حصہ میں میں بیدار ہوا۔ آپ کا کنواں درست نہ تھا۔ میں نے چاہا کہ وضو معہ غسل کروں۔ میں چلتے کنوئیں کی آواز سُن اس طرف گیا۔ چونکہ رات تاریک تھی۔ میں گرتا پڑتا۔ اس طرف دوڑا۔ اور آخر بدقت وہاں پہنچا۔ زمین کی ہمواری کے سبب مجھے بہت تکلیف ہوئی کئی دفعہ میں گھٹنوں کے بل گرا۔ آخر غسل اور وضو کر کے پھر مقام پر آیا۔ اور نماز شروع کی نماز فریضہ سے فارغ ہو کر نفل ادا کئے۔ میں وتر ادا کر رہا تھا۔ کہ آخری رکعت اور آخری سجود کے وقت ایسی شعاع نکلی۔ جس سے زمین و آسمان منور ہو گئے۔ میں نے جلدی سر اُٹھا۔ اور التحیات سے فارغ ہو کر دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے۔ ابھی وہ شعاع نورانی قائم

تھی۔ مَیں نے تین مرتبہ کہا اللھمّ انک عفو تحب العفو فاعف عنی ابھی اس کلمہ کا آخری حصہ میری زبان پر تھا۔ کہ پھر رات بدستور ہوگئی۔ یہ سب کچھ اس مرد فقیر کی فکر و توجہ کے یمن سے ہوا ؎

فصل بست و پنجم

حضرت میاں محبت اور آپ کی اہلیہ محترمہ مائی نوربی بی کے حالات میں

میاں محبت قوم بھٹی ایک عالم۔ فقیہ۔ پارسا۔ صاحب ورع و تقویٰ۔ رات کے جاگنے والے۔ صاحب ذوق و شوق۔ شاغل باللہ اور متوکل علی اللہ تھے۔ محض اللہ تعالےٰ کی خاطر لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ اور مسجد کی خدمت کیا کرتے تھے۔ میرے والد ماجد نے میرے بچپن کے زمانہ میں مجھے آپ کا شاگرد بنایا۔ مَیں تقریبًا چھ مہینے وساوا گاؤں میں آپ کے گھر رہا۔ اور کتاب بوستان پڑھا کرتا تھا۔ پھر مجھے والد ماجد نے واپس بلا لیا۔ جو برکات و یمن مَیں نے آپ کے گھر میں دیکھے ہیں۔ وہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں مطلب یہ کہ آپ کو اور آپ کی اہلیہ محترمہ کو ہمارے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی رُوحانیت سے ایسا فیض اور جذبہ الہٰی حاصل تھا۔ کہ جب انہیں حضرت قدس سرہٗ کی زیارت کا شوق ہوتا۔ تو دونوں پاپیادہ خانقاہ مقدس میں حاضر ہوتے۔ آخری مرتبہ جب زیارت کے لئے آئے۔ تو وطن۔ مکان اور مال اسباب کو ترک کرکے آئے۔ اور ففروا الی اللہ، اللہ تعالیٰ طرف بھاگو، پر عمل کیا۔ اور اولاد وغیرہ سے فارغ ہوکر دونوں خانقاہ میں معتکف ہوئے۔ اور مسکینی کی حالت میں وفات پائی۔ اور "اللھمّ احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین" اے بار خدایا! مجھے بحالت مسکینی زندہ رکھ۔ بحالت مسکینی جان لے۔ اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر کرنا؎

کی مراد پائی۔ اور مکان شریف کے احاطہ کے اندر خانقاہ مقدس کے پاس مدفون ہوئے ان کے حالات کی بابت میں کیا لکھوں میں چھوٹی عمر میں اپنے والد ماجد کی خدمت پُر عظمت اور حضور پُر نور میں ملک بہاولپور کی سیر کرتے ہوئے دار الخلافہ احمد پور میں پہنچا۔ تو خانقاہ مقدس سے صاحبزادوں کی طرف سے آنحضرت کی خدمت میں نیاز نامے موصول ہوئے۔ جن میں سے ایک میں شاید خود میاں محبت کے ہاتھ کا شعر لکھا ہوا تھا ؎

محبت کے رود گر استخوانم توتیا گردد
کہ از سائیدن صندل چہ نقصان میبود بورا

اگر میری ہڈیاں سُرمہ بھی ہو جائیں تو میری محبت کب جا سکتی ہے۔ کیونکہ صندل کو گھسانے سے بُو میں کچھ فرق نہیں آتا +

ان دنوں میں بالکل چھوٹا تھا۔ اور حضرت والد ماجد سے کریما اور نام حق پڑھا کرتا تھا۔ یہ شعر مجھے اس وقت سے اچھی طرح یاد ہے +

آپ کے فضائل بہت ہیں۔ لیکن یہاں صرف ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ قصبہ گڑھ مہاراجہ جو حضرت قدس سرہٗ کے قرب وجوار میں ہے مسمی جان محمد پراچہ کی شادی مسماۃ بخت بھری سے کی جا رہی تھی۔ وہ پراچہ چونکہ جناب ممدوح کا مرید تھا۔ میں ان دنوں چھوٹا۔ مگر سیانا تھا۔ پراچہ لوگوں نے خانقاہ مقدس میں رہنے والے درویشوں کو مع میاں محبت علیہ الرحمۃ مدعو کیا۔ اس وقت سکھوں کی عملداری تھی۔ حاکم وقت نے ہنسی مخول کے طور پر فتو نام جولاہ نقال کو کہا۔ کہ تم دیوانے کتے کی شکل اختیار کر کے اِدھر اُدھر دوڑو۔ اور ناواقف لوگوں کو جو قلعہ میں داخل ہونے والے ہوں ڈراؤ +

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ ناواقف لوگ ڈر کر روتے اور بھاگتے تھے۔ اسی اثناء میں میاں محبت علیہ الرحمۃ آئے۔ آپ کی ڈاڑھی سفید۔ اور سر منڈا ہوا تھا۔ اور سر پر عالمانہ بڑی پگڑی تھی۔ نیز آپ پست قد تھے۔ آپ پراچوں کی مسجد سے ظہر کی نماز کے وضو کے ارادہ سے لوٹا لیکر نکلے۔ اور وضو کرکے پانی کا بھرا ہوا کوزہ ہاتھ میں لئے پھر قلعہ کے دروازے میں آئے۔ تو سکھوں نے سفید ریش درویش کو دیکھ کر تمسخر کے لئے اسی مسخرہ کو اشارہ کیا۔ وہ میاں محبت علیہ الرحمۃ کے پیچھے ہولیا۔ آپ کے پیچھے دوڑتا تھا۔ اور منہ سے جھاگ اور تھوک

نکالتا تھا۔ آپ ڈر کر ایک گلی میں گھس گئے۔ وہ نقال بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ نہایت خوف کے سبب زمین پر اوندھے گرے۔ اور اس مسخرہ نے اپنے دانتوں سے آپ کے کندھوں کو کاٹا۔ ڈر کے مارے آپ کی دستار کہیں جا پڑی۔ اور آپ کہیں گر سے ؛

سکھ اس واقعہ کو دیکھ کر قہقہے لگاتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ او فقیر! یہ دیوانہ کتا نہیں۔ بلکہ نقال اور مسخرہ ہے۔ اُٹھ تو کیوں اتنا ڈر گیا ہے۔ میاں محبت علیہ الرحمۃ نے اُٹھ کر دیکھا۔ تو واقعی نقال ہے۔ خالی کوزہ اور پگڑی اُٹھائی۔ اور سخت ناراض ہو کر فرمایا۔ اور ہنسنے والو! اس شخص کو مضبوط پکڑو۔ اور قید کرو۔ یہ دیوانہ اور باؤلا ہے۔ انہوں نے کہا۔ اے نادان درویش! یہ باؤلا نہیں۔ یہ مسخرہ نقال ہے فرمایا نہیں نہیں پکڑو اور قید کرو۔ یہ باؤلا ہے۔ انہوں نے پھر اصرار کیا۔ کہ یہ باؤلا نہیں بالکل درست ہے۔ تو انجان پنے سے ڈرا ہے۔ آپ نے جذبہ سے فرمایا۔ او نادانو! یہ ضرور باؤلا ہے۔ اگر یہ باؤلا نہیں۔ تو سمجھ لو کہ میرے ہادی و مرشد یعنی حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ بھی اپنے مزار میں نہیں ؛

تب حاضرین کو اس بات کی فکر ہوئی۔ دیکھا تو واقعی فتو مذکور دیوانہ اور باؤلا تھا۔ اور ہر خاص و عام کے پیچھے دوڑتا اور انہیں کاٹتا تھا۔ انہوں نے اُسے حراست میں لیکر اسی کے گھر میں قید کیا۔ وہ نالائق کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ اور جھاگ جو تمسخر کے وقت منہ سے نکالتا تھا۔ وہ واقعی زیادہ ہو گئی۔ خشک نہ ہوئی۔ دو تین دن تک اسکی یہی حالت رہی یہ حق تعالیٰ کی قدرت اور ولی اللہ برحق کی کرامت کے سبب سے ہوا۔ وہ کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ اس کے مُنہ سے جھاگ نکلتی تھی۔ اور لوگ قدرت الٰہی کا تماشا دیکھنے کے لئے اس کے پاس آتے تھے۔ لوگ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کرتے۔ تین دن بعد اسی حالت میں مر گیا ؛

جب میاں محبت رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ مقدس میں مسکینی و غربت کی حالت میں فوت ہوئے۔ تو آپ کی اہلیہ محترمہ مائی نور بھری علیہما الرحمۃ بجائے آہ و فریاد اور رونے دھونے کے فوراً اسم اللہ ذات کے ذکر میں مست ہو گئیں۔ اور انہیں دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ رہی۔ جو عورتیں وہاں موجود تھیں۔ مائی موصوفہ کی نگہداشت میں مشغول ہوئیں ایک دن رات یہی حالت رہی۔ مدت بعد ہوش میں آئیں۔ اور پھر بدستور ذوق و شوق

سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئیں +
بخدا! مائی موصوفہ کو کسی نے اس واقعہ پر روتے دھوتے واویلا کرتے نہ دیکھا
نہ سُنا۔ ذات ربانی کے ذکر و فکر کے سوا اور کوئی شغل نہ تھا۔ بلکہ عین مصیبت کے وقت ذکر
زیادہ کر کے مست ہو جاتیں۔ باقی زندگی خانقاہ مقدس میں یاد الٰہی میں بسر کی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن +

فصل بست و ششم

حضرت مولوی محمد روشن علیہ الرحمۃ کے حالات میں

علاوہ ازیں

اُن حالات میں جو آپ کی مجلس سے طاری ہوئے

یہ ظاہر ہے۔ کہ آپ حاجی سپاہی علیہ الرحمۃ کے بھانجے تھے۔ آپ ڈیرہ غازیخاں کے علاقہ میں جامپور کے قریب کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ مولوی صاحب نصیبہ ازلی کے جذبہ کے سبب بچپن میں وطن مالوف اور گھر بار کو چھوڑ تحصیل علوم و فضائل کے لئے نکل گئے۔ آپ نے علم طب بچپن میں حضرت قاضی نور احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے حاصل کیا۔ جن کے حالات انشاء اللہ دسویں باب میں حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کے ذکر میں لکھے جائیں گے +

آپ بحالت بلوغت مدت تک حضرت ممدوح کی خدمت رہے۔ بعد ازاں علم عربی حاصل کرنے کے لئے کسی اور جگہ رہے۔ وہاں سے علم حاصل کر کے رام پور ہندوستان میں علم حدیث حاصل کرنے گئے۔ وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر علم فقہ و اصول پشاور میں حاصل کئے وہاں سے کوہستان شمالی کی راہ علمائے علم ظاہر اور علمائے علم باطن کی صحبت اور زیارت کے فضائل حاصل کئے۔ اور علم قرأت علاقہ اعوان کار کے ملک سون میں حاصل کر کے علم باطنی کی جستجو میں پھرنا شروع کیا۔ اور فقیروں اور

درویشوں کو دیکھتے پھرتے تھے۔ کہ ہادیٔ مطلق کی ہدایت اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی رُوحانیت کے جذبہ سے خانقاہ مقدس سے مشرف ہوئے۔ اور وہاں سے بہرہ مند اور فیضیاب ہوکر بارگاہ الٰہی کے خاص بندے اور صاحب حضوری ہو گئے مدت تک ملک کچھی بھکر کے کوٹلہ جام میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ بعدازاں ملک کچھی داؤد پوترہ والئے بہاولپور میں گئے۔ اور حضرت سلطان عظمت قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں معتکف ہوئے ؛

آپ کی عادت تھی۔ کہ پانچوں وقت اذان کہکر خود امامت کرتے۔ اور امامت میں کلام اللہ شریف بغیر لحن والحان ایسی عمدگی سے کرتے کہ میرے والد ماجد شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کے سوا اور کسی سے ادانہ ہوتا۔ میرے والد ماجد نے مجھے لڑکپن میں احمد پور داؤد پوترہ میں حضرت سلطان عظمت قدس سرہٗ کی خانقاہ پر مولوی صاحب کی خدمت میں تبرکًا شاگرد بنایا۔ چنانچہ میں نے خلاصہ کیدانی آپ سے پڑھا۔ پھر اتفاق حسنہ سے کئی دفعہ مولوی صاحب کی ملاقات نصیب ہوئی۔ مختصر یہ کہ جب والد ماجد کی زندگی میں مجھے مولوی صاحب کی ملاقات کا شرف حاصل ہُوا۔ میں نے اپنے حالات عرض کئے۔ اس وقت مجھے ازحد شوق تھا۔ میں عمومًا صبح سے شام اور شام سے صبح تک آپ کی خدمت میں بیٹھا رہتا۔ اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری رہتے۔ مولوی صاحب بظاہر توجہ اور دلداری نہ فرماتے۔ خاموش رہتے ؛

آخر میں نے ایک دن اسرار میں دیکھا۔ کہ ایک اونچے مقام پہ بارگاہ ہے جس کے گرد قنات نصب ہے۔ اس پردہ سرا کے اندر ایک کچہری ہے۔ اس کے دروازے پہ میرے والد ماجد کو بستہ نکارو بار میں سرگرم کبھی اندر جاتے ہیں۔ اور کبھی باہر آتے ہیں۔ اور حضرت مولوی صاحب علیہ الرحمۃ بارگاہ کے بیرونی دروازہ پر منشی یا دفتری کی طرح فرش پہ بیٹھے ہیں۔ اور وہاں ٹھٹ کے ٹھٹ التماس کے لئے کھڑے ہیں۔ اس مقام معلیٰ کا ایک دروازہ شمال کی طرف اور دوسرا جنوب کی طرف ہے۔ مولوی صاحب شمالی دروازہ میں نہایت رعب و داب اور تمکنت سے بیٹھے ہیں بھی اسی شوق میں ہاتھ باندھے مولوی صاحب کی خدمت میں ملتمس کھڑا ہوں۔

کرا تھنے میں میرے والد ماجد حضرت غلام باہو قدس سرہٗ نے شمالی دروازہ سے باہر نکل ایک لحظہ کھڑے ہوکر مولوی صاحب کو فرمایا۔ مولوی صاحب اس پر نظر کریں۔ یعنی توجہ کریں۔ صرف یہی ایک بات کر کے واپس اندر چلے گئے۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کے ہاتھ میں ایک جام ہے۔ جس میں صاف پانی بھرا ہوا ہے۔ آپ نے ایک گھونٹ کے سوا باقی سارا جام نوش کر لیا۔ جو باقی رہ گیا۔ وہ مجھے دے کر فرمایا۔ پی جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت حضور سے تو توجہ کی اجازت ہوئی تھی۔ آپ مجھے ایک گھونٹ عطا فرماتے ہیں۔ فرمایا پی جاؤ۔ اب اسی کا وقت ہے۔ پھر مجھے عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی کھڑے کھڑے میں نے وہ گھونٹ پی لیا +

یہ معاملہ احمد پور مذکور میں حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کی خانقاہ مقدس میں رات کے وقت خواب میں گذرا تھا۔ اسی وقت میں جاگا۔ تو اپنے آپ کو شوریدہ حال اور مخمور پایا۔ میرے سر میں درد شروع ہو گیا۔ صبح مولوی صاحب کی خدمت میں حالات عرض کئے آپ نے مجھے رخصت عنایت کر کے وصیت فرمائی۔ کہ توکل بخدا سوار ہوکر اپنے گھر جاؤ۔ دن کو روٹی نہ کھانا۔ میں اسی وقت وہاں سے روانہ ہوا۔ اور روزہ کی کوئی نیت نہ کی۔ جب دوپہر کے وقت ایک مقام پر پہنچا۔ تو میری دعوت کی گئی۔ جب تر و تازہ کھانا لایا گیا۔ تو میں نے کھانے کے ارادہ سے ہاتھ بڑھایا طعام کو دیکھتے ہی میرا دل متنفر ہو گیا۔ پھر رات کو کچھ کھانا کھایا۔ دو سال یا اس سے کم و بیش اسی حالت میں رہا۔ اور درد سر بھی بدستور رہا +

مدت بعد میرے بدن پر نہایت خشکی کے سبب جو دن کو بالکل نہ کھانے اور رات کو بھی مرتب غذا نہ کھانے کے سبب ہو گئی تھی۔ مچھلی کے چھلکوں کی طرح پیدا ہو گئے۔ اور لاغر ایسا ہو گیا۔ کہ باوجود نو عمری کے بوڑھا معلوم ہوتا تھا +

جب میں اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو پاکیزہ لباس پہن سُرمہ لگا کنگھا کر ان چھلکوں پر روغن مل کر جاتا۔ اور آپ کی مختلف خدمات بجا لاتا۔ جب اپنی جگہ آتا۔ تو پھر وہی حالت ہوتی۔ یعنی میرے دل اور سر میں درد ہوتا۔ نہ رات کو نیند آتی نہ دن کو چین پڑتا۔ اسی طرح زندگی کے دن کاٹ رہا تھا۔ جو حالات مجھ پر گذرتے تھے۔ وہ بیان نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ معاملہ حال کا ہے نہ قال کا۔ فقط +

ایک روز اپنے والد ماجد کی خدمت پُر عظمت میں لیہ کمال خاں کے علاقہ کے گاؤں دین پور ستیاں میں جب کہ آپ اپنے بڑے صاحبزادوں سمیت ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی طرف تشریف لیجا رہے تھے۔ رات بسر کی۔ صبح فجر کی نماز کے بعد اشراق ادا کرنے سے پہلے ابھی آپ مصلّے پر بیٹھے تھے۔ کہ جدامجد حضرت سلطان قدس سرہٗ کے نہایت ہی خاص مرید سید صاحب کے گھر سے سویوں کا ایک تھال رومال سے ڈھکا ہوا آپکی خدمت میں لایا گیا۔ یہ کھانا لوگ عموماً عید الفطر کو پکاتے ہیں۔ آنحضرت نے خادم کو فرمایا۔ کہ کوزہ لاکر ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔ خادم حکم بجالایا۔ اسی اثناء میں میرے بھائی میاں برخوردار علیہ الرحمۃ کھانا کھانے کی امید میں اُٹھے لیکن میں بدستور بیٹھا رہا۔ کیونکہ مدت سے دن کے وقت کھانا کھانے کی عادت نہ تھی۔ میرے پاس ہی میرے بھائی محمد زبیر صاحب بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی اس کھانے کی چنداں پرواہ نہ کی۔ اور تمکین و وقار سے بدستور بیٹھے رہے +

جب میرے بھائی برخوردار علیہ الرحمۃ ہاتھ دھو کر آنحضرت کے مصلّے پر کھانا کھانے کے ارادے سے سامنے ہو بیٹھے۔ تو ان کے بیٹھتے ہی آنحضرت نے فرمایا۔ بیٹا! اس کھانے میں تیرا حِصّہ نہیں۔ جس کے لئے آیا ہے۔ وہی کھائے گا۔ میرے بھائی صاحب آنحضرت کے سامنے سے اُٹھ آئے اور ناراض ہو کر کہا۔ دیکھو آنے جانے میں کیا خاطر ہوئی +

بعدازاں آنحضرت نے فرمایا۔ سُلطان حامد تو آ۔ میں اُٹھ کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جا اور ہاتھ دھو۔ طعام پر سے رومال اُٹھایا۔ اور فرمایا۔ بیٹا! میرے ساتھ ملکر کھاؤ۔ میں نے ادب کی نگاہ سے آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھا۔ اس واسطے تاکہ اپنی عادت کا اظہار کروں۔ یعنی دن کے وقت میں بالکل نہیں کھا سکتا۔ مجھے دن کے وقت کھانے سے نفرت آتی ہے۔ میرے دیکھتے ہی آنحضرت نے ازراہ لطف و کرم فرمایا۔ بیٹا! تجھے اجازت ہے۔ کہ اب دن کے وقت کھا لیا کرو۔ آ ہاتھ دھو کر میرے ساتھ کھا۔ آپ کے فرماتے ہی وہ کراہت جو دن کے وقت کھانے سے مجھے ہوا کرتی تھی۔ نہ ہوئی۔ بلکہ میرا دل مائل ہوا۔ اور میں نے آنحضرت سے ملکر کھانا کھایا۔ اس کے بعد میں نے دن کو کھانا کھانا شروع کیا۔ والسلام +

مولوی صاحب علیہ الرحمۃ کی یہ حالت تھی۔ کہ جب ستی میں آتے۔ تو اسرار بیان کرتے

اور براہ شفقت مجھے بہت کچھ راز کی باتیں بتایا کرتے ۔ آپ ملکی معاملات کی نسبت بطور پیشین گوئی ۔ جو کچھ فرماتے وہ بجنسہٖ ظہور میں آتا ۔ آئندہ واقعات کی نسبت قبل از وقت جو کچھ آپ فرماتے ۔ ہو بہو اسی طرح وقوع میں ۔ اگر انہیں اس مختصر میں درج کروں تو ایک بڑی ضخیم کتاب بن جانے کا اندیشہ ہے +

آپ پاکباز ۔ صاحب تقویٰ وورع اور صاحب تجرید و تفرید تھے ۔ آپ علم قرأت ۔ اصول ۔ فروع ۔ معقولات ۔ حکمت ۔ طب ۔ ہیئت اور حدیث میں اپنے زمانے کے فاضل اجل تھے ۔ صاحب توکل و ترک ۔ اہل ذوق و شوق اور صاحب مکاشفات تھے پانی کا ایک بڑا کوزہ دریا کے پانی سے پُر کر کے لائے اور دن رات اُسی سے وضو کرتے اسی سے خورد و نوش کا سامان تیار کرتے ۔ روٹی بغیر گھی اور سالن محض خشک ہوتا ۔ کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کرتے یا محمد ہاشم نام درویش تیار کرتا ۔ جب سیاہ تہ بند مطلوب ہوتا ۔ تو رنگریز کے ہاں سے نہ رنگواتے ۔ کیونکہ دکان کی ناپاکی کا خیال تھا ۔ آپ اُسے نیل اور مہندی سے رنگ کر اور پھر دھو کر استعمال کرتے +

آپ کے بدن کو چھونے کی اجازت نہ تھی ۔ اگر کسی سے مصافحہ بھی کرتے تو ہاتھ پر چادر کا دامن ڈال کر +

میں اس بحر عرفان کے سیاح کا صرف ایک مکاشفہ بیان کرتا ہوں ۔ وہ یہ کہ بہاول خاں ثالث جو حضرت خواجہ سلیمان صاحب تونسوی قدس سرہٗ کا مرید تھا ۔ چند مرتبہ مولوی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں دعائے خیر کے لئے آیا ۔ کہ آپ دعا کریں تاکہ رنجیت سنگھ میرے موروثہ ملک پر غلبہ نہ کرے ۔ مولوی صاحب نے دعا کے لئے بالکل ہاتھ نہ اُٹھائے ۔ بہاول خاں جس طرح آتا ۔ اسی طرح واپس چلا جاتا +

جب میں اتفاق سے مولوی صاحب کی خدمت سے مشرف ہوا ۔ تو عرض کیا ۔ کہ حضرت ! جو شخص میرے والد ماجد کی خدمت میں آتا ہے ۔ آپ اسی کے حق میں دعائے خیر کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں ۔ کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے ۔ آپ نے بہاول خاں کے لئے کیوں دعا نہیں کی ۔ فرمایا صاحبزادے ۔ میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا ۔ کہ ملک داؤد پوترہ کا مقدمہ پیش ہوا ۔ میں داؤد پوترہ کا حامی بنا ۔ اور فلاں فلاں ولی اللہ نے میری تائید کی ۔ لیکن فلاں فلاں حامی نہ بنے ۔ آخر دونوں نے اپنی اپنی عرضی

لکھ کر حضور میں پیش کی۔ آنحضرتؒ نے داؤد پوترہ والی چھٹی کو پھاڑ ڈالا۔ اور رنجیت سنگھ کی چھٹی پر مُہر لگائی۔ جب داؤد پوترہ کی چھٹی پھاڑی گئی ہے۔ تو میں کیونکر بہاول خاں کے حق میں دُعا کر سکتا ہوں۔ صاحبزادے! آپ داؤد پوترہ کے مغربی ملک کی سفارش کرتے ہیں حالانکہ اس سے مشرقی ملک بھی لیا جائے گا۔ اور داؤد پوترہ والوں کو شرمندگی ہوگی +

مُدت بعد مغربی ملک رنجیت سنگھ نے دبا لیا۔ اور پھر کچھ عرصے بعد مشرقی ملک سرکار انگریزی کے قبضے میں آیا +

مولوی صاحب کی وفات کے بعد بچشم خود دیکھا۔ کہ یہ معاملہ بالکل آپ کے فرمان کے مطابق وقوع میں آیا۔ اسی طرح اور بہت سے معاملات ہیں۔ آپ کا مزار میرے جد بزرگوار حضرت سلطان عظمت علیہ الرحمۃ کے پاس مسجد کے پہلو میں ہے +

فصل بست و ہفتم

فقیر حاجی سپاہی کے حالات میں

آپ قوم کے ہانس علاقہ جامپور متعلقہ ڈیرہ غازیخاں کے رہنے والے تھے۔ آپ سالک مجذوب تھے۔ ایک سیاہ کمبل میں سر پاؤں سے ننگے رہتے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کمان رہتی۔ جس میں اپنے ہاتھ کی بٹی ہوئی رسی ہوتی۔ اور تیر بغیر نوک اور سر کے ہوتے۔ جیسا کہ بچوں کے کھیلنے کے ہوتے ہیں۔ ایک ڈھال اور ایک لکڑی کی تلوار پاس رکھتے۔ جب آپ کے پاس کوئی مدد کے لئے آتا۔ تو آپ اُس کی طرف سے اس کے مخالف کا غنیم بنکر اپنے مکان پر آتے۔ اور اس مخالف کی طرف مٹی کی بندوق سر کرتے اور آواز دیتے کہ ہم نے مار لیا اور قلعہ توڑ ڈالا۔ ہاں اے فلاں خبر دار ہو۔ عموماً ذکر الٰہی کے جذبہ میں مستوں کی طرح رہتے۔ آپ متاہل تھے۔ آپ کی اولاد بھی تھی۔ آپ کے مال مویشی جب یاغستانی لوگ چرا لیجاتے۔ تو آپ ان کا پیچھا نہ کرتے۔

اسی وقت اپنے مرشد کمل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس میں آکر زیادہ کرتے۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ جب خانقاہ مقدس میں حاضر ہوتے تو بیہوش اور مست ہو جاتے اور کئی دن رات خانقاہ مقدس کی پائنتی کی رَود پر پڑے رہتے حکیم مطلق کی حکمت اور قادر مطلق کی قدرت سے آپ کا مال لوٹنے والے خود ہی واپس لے آتے ÷

آپ سے حد سے زیادہ کرامات ظاہر ہوئیں۔ اگر ہر ایک کو بیان کروں۔ تو طوالت کا خوف ہے۔ آپ سے اس قسم کے خوارق عادات اور کرامات ظہور میں آتے کہ اگر انہیں بیان کیا جائے۔ تو ناممکن خیال کئے جائیں ÷

مَیں نے صرف بچپن میں آپ کو دیکھا۔ بعد میں آپ کی ملاقات کا اتفاق نہ ہوا۔ مَیں نے اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی زبانی سُنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ بیٹا! مَیں غلام باہو جام پور اور علاقہ ڈیرہ غازیخاں کی طرف اس ملک کے تمندار بلوچوں کے اونٹ لوٹانے کے لیئے جا رہا تھا۔ میں نے اس سفر میں دو عجیب باتیں دیکھیں۔ ایک یہ کہ جب ہم دریائے سندھ کے گھاٹ پر پہنچے۔ تو گذرنے کا وقت گذر چکا تھا۔ اس لیے رات اُسی جگہ گذارنی پڑی۔ کیونکہ کشتی نہ مل سکی۔ ایک کنوئیں پر اُترے جس پر چند مکان تھے سردی کے مارے میرے ساتھیوں کو نیند نہ آئی۔ مَیں جب سحر کے وقت اٹھا۔ تو پانی اور سبزہ زار کو یخ بستہ پایا۔ تمام رات گویوں کی آواز آتی رہی۔ فجر کی نماز وہاں کے باشندوں سے پوچھا کہ ساری رات راگ رنگ ہوتا رہا ہے۔ یہ آواز کیوں اور کہاں سے آئی۔ لوگوں نے کہا۔ صاحب ہلاک۔ خور لوگ غلہ کے نہ ملنے اور قحط کے سبب چند روز سے فاقہ میں مُبتلا تھے۔ آج عشاء کے وقت ایک موٹی گائے مر گئی۔ وہ وقت اس کا چمڑا اُتارنے کا نہ تھا۔ اسی طرح پڑی رہی۔ ہلاک خوروں نے دیکھا کہ ایک موٹی گائے مری پڑی ہے۔ صبح اُسے چیر پھاڑ گھر میں لائیں گے۔ اور کھائیں گے۔ اسی خوشی میں وہ تمام رات گاتے بجاتے رہے ہیں ÷

بیٹا! مَیں ان کے توکل پر حیران تھا۔ کہ مراد کے حاصل ہونے سے پہلے صرف اُس کے قُربِ حصُول کی خوشی میں مست تھے۔ واقعی طالب کو ایسا ہونا چاہئے ÷

دوسرے یہ کہ فقیر حاجی سپاہی باوجود بڑھاپے۔ کمزوری۔ سفید ریشی اور لاغری کے

سردی کے موسم بارش کے وقت سرد ہوا چلتے ہوئے میرے گھوڑے کے آگے آگے اس قدر تیز دوڑتے تھے۔ کہ میرا گھوڑا حالانکہ بہت تیز رفتار تھا۔ لیکن اُس کی گرد کو نہ پہنچ سکتا تھا۔ فقیر موصوف صرف ایک سیاہ کملی پہنے ہوئے تھا۔ سر پاؤں سے ننگا تھا میری سواری کے وقت اسم اللہ ذات کی صرف ایک دو ضربیں لگا کر میرے گھوڑے کے آگے آگے دوڑنا شروع کیا۔ اور اس قدر تیز دوڑا کہ میرا گھوڑا باوجود تیز قدم ہونے کے اُس کی گرد کو نہ پہنچ سکا۔ اُس فقیر نے آدھی کملی کمر پر لپیٹی ہوئی تھی۔ اور دوسری آدھی ایک کندھے پر رکھی ہوئی تھی۔ اور اُس کے بدن سے پسینہ بہ رہا تھا۔ اور اسم ذات کے ذکر میں مست ہو کر دوڑا جا رہا تھا۔ قولہ تعالےٰ یھدی اللہ لنورہ من یشاء اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف اس کی راہنمائی کرتا ہے۔

فصل بست وہشتم

حافظ عمر علیہ الرحمۃ کے حالات میں

آپ ملک جنوب کے رہنے والے تھے۔ آپ نے عمر بہت لمبی پائی تھی۔ مُدت تک میرے جد امجد حضرت شیخ حافظ محمد قدس سرہٗ کی خدمت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ آپ پاکباز۔ صاحب تجرید و تفرید۔ صاحب توکل و صبر۔ اور تارک و فارغ تھے۔ ہر وقت بلکہ ہر دم خلوت میں مراقبہ کئے یادالٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کا وتیرہ یہ تھا۔ کہ صبح سے پہلے کوزہ ہاتھ میں لیکر سرائے مبارک کے احاطہ سے باہر جاتے اور فارغ ہو کر وضو اور غسل کرتے۔ پھر خانقاہ کی سرائے حضوری کے احاطہ کے اندر جا کر اپنا مصلےٰ جس پر سوتے بھی تھے۔ اُٹھا کر حجرہ حضوری میں جنوب مغربی کونے میں یعنی قبلہ رخ بچھا کر حجرے کا دروازہ بند کر لیتے۔ اور مراقبہ اور ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے۔ تصور اور مراقبہ سے آپ کا کام مکاشفات تک پہنچا ہوا تھا۔ استغراق کی یہ کیفیت تھی۔ کہ سارا دن مراقبہ سے سر نہ اُٹھاتے۔ اور کسی سے بات نہ کرتے۔ نہ کسی سے متوجہ ہوتے

حتیٰ کہ سونے اور کھانے کا بھی خیال نہ رہتا +

جب عشاء کے بعد اندھیرا ہو جاتا۔ تو پھر مصلّےٰ اُٹھا کر حجرہ شریف کے باہر حجرہ کے دروازے کے پاس بیر کے درخت تلے بچھاتے۔ شاید پھر اس وقت تجدید وضو کرتے۔ شام کو لنگر شریف سے جو وظیفہ ملتا اسی سے افطار کرتے۔ دن کو کوئی چیز نہ کھاتے۔ جیسا کہ خانقاہ مقدس کے اکثر درویش کرتے ہیں +

حافظ صاحب موصوف کو میں نے دیکھا ہے۔ آپ بدن کے نحیف۔ راست رفتار تھے۔ بہت کم مگر لطیف گفتگو کیا کرتے تھے۔ کسی کو اپنے لئے کوئی خدمت سپُرد نہ کرتے۔ دن رات تنہائی میں یادِ خدا میں مشغول رہتے۔ کوئی شخص آپ کے رُعب کے سبب آپ کے وقت میں خلل انداز نہ ہو سکتا تھا۔ ہم چونکہ بچے تھے۔ اس لئے کبھی کبھی اس بات کی دلیری کرکے دیدار اور مجلس کی خاطر آہستہ آہستہ چلتے۔ جب ہم نزدیک پہنچتے تو کبھی کبھی آپ کو باتیں کرتے ہوئے پاتے آپ نرم نرم باتیں کرتے تھے۔ جو ہماری سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب +

ایسا اتفاق ہوا۔ کہ میں آپ کے حجرہ کے ساتھ کے حجرہ میں چند روز گوشہ نشین رہا اور ایک شغل میں مشغول رہا۔ لیکن کام کی کشادگی نصیب نہ ہوئی +

ایک دفعہ حافظ صاحب سے میں نے اپنے احوال کی شکایت کی۔ تو فرمایا۔ صاحبزادے آپ اِدھر اُدھر تلاش میں ہیں۔ اور خدا اپنے گھر میں ہے۔ آپ کیوں اِدھر اُدھر سرگردان رہتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو صاحب بڑے کامل مرد خدا عارف اور رہنما ہیں۔ آپ اپنے والد صاحب خدمت سے فیض حاصل کریں۔ میں نے پوچھا۔ حافظ صاحب! میرے والد ماجد تو مجھے دنیاوی کاموں میں مشغول رکھتے ہیں۔ کبھی نظر رحمت و فیضان نہیں فرماتے۔ میں نظر و نگاہ کا طالب ہوں۔ چونکہ حافظ صاحب عارف باللہ اور مقبول بارگاہ تھے۔ میرے عقیدہ کے قصُور سے واقف ہو گئے۔ فرمایا۔ صاحبزادے! آپ کے والد اِس درجہ کامل فقیر اور صاحب نگاہ ہیں۔ کہ انہوں نے ایک ہی نظر میں سیّد یاسین شاہ ملتانی کو ذات کی تجلیات اور مکاشفات کا مست الست بنا دیا۔ جس سے ہزاروں خوارق عادات اور کرامات ظہور میں آئیں +

ایک روز میرے والد ماجد حضرت غلام باہو صاحب نے مسجد منور کے دروازے پر فرمایا۔ کہ بعض معتکف فقیر مسجد معظم میں جماعت کے وقت حاضر نہیں ہوتے۔ جو شخص آیندہ شامل نہ ہوگا۔ اس سے سخت سلوک کیا جائے گا۔ مثلاً میاں کلا سرہ میاں احمد اور ہر بچہ وغیرہ جو ہر وقت اپنے حجروں کے گوشوں میں مستغرق رہتے تھے۔ اور اکثر ریاضت سے سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے۔ تمام وقت پر حاضر ہونے لگے۔ بعض زبان دراز شخصوں نے عرض کیا۔ کہ آپ کے حکم کے مطابق اور تو سب حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن حافظ عمر جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔ میرے والد ماجد سنکر خاموش رہے۔ اور اس کے کہنے کی پرواہ نہ کی۔ اور اس بات سے درگذر کی۔ میں عموماً گستاخانہ عرض کر دیا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ابا جان! حافظ عمر جماعت کے وقت نہیں آتے۔ حالانکہ آپ نے تاکید کی تھی۔ فرمایا۔ بیٹا! ہر وقت نماز اور استغراق یعنی سکر میں رہتے ہیں۔ اور یہ بات شریعت کے مخالف نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب +

فصل بست ونہم

میاں گوہر فقیر داؤد پوترہ علیہ الرحمہ کے حالات میں

آپ صاحب تجرید و تفرید تھے۔ ملک کچھی بہاولپور سے جوان عمر میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی روحانیت کے جذبہ وکشش سے خانقاہ مقدس میں آئے۔ چونکہ صاحبزادگی کے خو پر وردہ تھے۔ اس لئے آپ کی پوشاک بھی داؤد پوترہ کی وضع کی تھی۔ یعنی کمر بستہ اور کمر میں پیش قبض اور غلیل ہاتھ میں۔ پھول پگڑی میں جو مختلف رنگ کی ہوتی۔ اگر اور کہیں سے پھول ہاتھ نہ آتے۔ تو گل زہوک (آک کا پھول) وغیرہ ہی پگڑی میں رکھ لیتے۔ دن کو روزہ رکھتے۔ صرف رات کو کھاتے۔ آپ کو حقہ نوشی کی لت تھی۔ لیکن نہایت چھپا کر ایک کوٹھڑی کے اندر جو تہ خانہ کی طرح تھی۔

افطار کے وقت دروازہ بند کر کے پیتے۔ پانچوں وقت کی نماز اور نماز تہجد بلاناغہ اور بائیس ہزار مرتبہ کلمہ طیب آپ کا ہر روزہ وظیفہ تھا +

آپ کی عادت تھی۔ کہ اپنے مقرر کردہ اوقات پر اسم مبارک دستگیر شیخ عبد القادر جیلانی کا نعرہ ایسا مارتے۔ کہ چاروں طرف دو دو کوس کے فاصلہ پر صحیح سنائی دیتا۔ مغرب کے وقت اپنے مرشد مکمل حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کی زیارت کو آتے۔ تو نہایت حشمت و وقار کے ساتھ جیسے کوئی امیر شاہی دربار میں آتے۔ پھر سلام آداب باتواضع و قانون بجا کر بغل میں سے چوری نکال سر مبارک۔ کی طرف مزار مبارک کے چہرہ کی طرف کھڑے ہوتے۔ پہلے نعرہ غوثیہ مارتے۔ بعد ازاں قصیدہ غوثیہ بطرز وجدیہ مشتاقانہ بلند آواز سے اس طرح پڑھتے۔ کہ ایک ایک حرف الگ الگ سنائی دیتا۔ اور چوری کر کے وظیفہ ادا کرتے۔ بعد ازاں سلطان نور محمد موچی کی مناجات جس کی مخمس یہ ہے +

اللہ محمد پیر نواز یا تو صاحب سلطان

اے سلطان صاحب! آپ کی نوازش اللہ تعالےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور پیر نے فرمائی ہے +

نہایت شائستہ طرز سے بہ آداب و تواضع پڑھتے +

بعد ازاں ایک گھڑی خاموش کھڑے کھڑے خفی وظیفہ کرتے۔ عشاء کی نماز تک چوری کرتے رہتے۔ اور حضور میں کھڑے رہتے۔ بعد ازاں سلام کر کے اپنے مکان میں جاتے۔ آپ نے ایک مکان تیار کیا ہوا تھا۔ جس کی مکانیت یہ تھی۔ ایک احاطہ جس میں دو تین کوٹھریاں۔ ایک بالاخانہ اس احاطہ میں باغیچہ کی شکل کا ایک قطعہ الگ تھا۔ جس میں سبزہ اور درخت لگائے ہوئے تھے +

آپ پاکباز۔ مجرد۔ صاحب تقویٰ و ورع۔ لمبے قد۔ خوبصورت۔ خوش وضع اور آزاد تھے۔ جمعہ کے روز دو تین گاؤں میں بطور بھکاری گشت کرتے۔ لیکن بھیک نہ مانگتے۔ جو شخص پیچھے سے دوڑ کر چیز دیتا تو لے لیتے۔ بہت سے مرد عورت آپ کے آگے دوڑتے۔ چھ دن اپنے مقام پر رہتے۔ ان دونوں میں بہت لوگ آپ کی زیارت اور ملاقات کو آتے۔ آپ کو ہر قسم کی فتوح ہوئی۔ افطار کے وقت ہانڈی

خود پکاتے۔ اور لذیذ اور مرتب کھانا تیار کر کے کھاتے۔ آپ بے قید۔ آزاد۔ فارغ۔ وجیہ سرو قامت اور لطیف البدن تھے ٭

اتفاقاً آخری عمر میں آپ بیمار ہوئے۔ آپ کی پنڈلی میں ٹخنے کے اوپر ایک ورم کے برابر کوئی آزار ہوا۔ جس سے سخت درد میں مبتلا ہوئے۔ یہاں تک کہ چلنے کی طاقت نہ رہی۔ جس روز آپ میں چلنے کی طاقت نہ رہی۔ اسی رات خواب میں مجھے جدامجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہ سے ارشاد ہوا کہ اے سلطان حامد! گوہر فقیر تمہاری غیر حاضری میں تمہیں وسیلہ بناکر حضور میں سفارش چاہتا ہے۔ تمہارے لئے لازم ہے کہ گوہر کی خدمت بجالاؤ۔ میں اس روز سے شام کے وقت دو روٹیاں مع سالن اپنے والد ماجد حضرت غلام باہو سجادہ نشین صاحب کے گھر سے بھجوا دیا کرتا۔ ان دنوں میں ابھی چھوٹا ہی تھا۔ اور ابھی میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ تقریباً سال بھر میاں گوہر اپنے بالاخانے میں بیٹھے رہے۔ آپ میں چلنے کی طاقت نہ تھی۔ نہ کسی علاج سے کچھ فائدہ ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں آپ کا کھانا بدستور ہمارے گھر سے پہنچتا رہا۔ جو بلاناغہ وقت پر بھیج دیا جاتا ٭

ایک روز اللہ تعالےٰ نے آپ کو شفا بخشی۔ اسی روز آپ کی روٹی لنگر پکانے والوں کو یاد نہ رہی۔ حتیٰ کہ میں نے کئی مرتبہ کوشش بھی کی۔ لیکن لنگر فیض اثر سے آپ کا وظیفہ جاری نہ ہوا۔ پھر آپ نے اپنی کوشش بھی کی۔ حتیٰ کہ آپ خانقاہ مقدس ہی میں فوت ہوئے۔ والسلام ٭

فصل ۳۰ سیم

میاں غلام محمد فقیر رام رکھا کے مختصر حالات میں

آپ شروع میں ہندو تھے۔ آپ کا نام رام رکھا تھا۔ آپ نے خانقاہ مقدس کی زیارت کرتے ہی دین اسلام اختیار کیا۔ اور مدت تک خانقاہ مقدس میں معتکف رہے

مُدت بعد آپ کو منگیرہ کی اجازت ہوئی +

آپ تارک - فارغ - صابر - متوکل - آزاد - شاغل باللہ - صاحب مراقبہ و ذکر و فکر تھے ہر وقت کسی کونے یا چولستان کے بیابان میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے - حتیٰ کہ چولستان کے جنگل ہی میں تنہائی میں آپ نے وفات پائی - مدت بعد یاروں کو یاد آئے اور آپ کو تلاش کیا گیا - تو آپ کو کئی روز کا مرا ہوا پایا +

میاں ہدایت اللہ قریشی نے جو راہ خدا کے مرد - صاحب رازِ حق - فقیر باتاثیر اور حضرت سُلطان العارفین قدس سرہٗ کے آستان فیض نشان کے فیضیاب مرید تھے - مجھ مسکین سلطان حامد کو فرمایا - کہ جب ہم فقیروں نے غلام محمد کی لاش تلاش کی تو دیکھا کہ اُس کا جسم پراگندہ ہے - اُسے دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے - اور میرے دل پر داغ ہو گیا - رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا - کہ حضرت سُلطان العارفین قدس سرہٗ مجھے فرماتے ہیں - کہ ہدایت اللہ! غلام محمد فقیر کے جسم کی پراگندگی سے ملول نہ ہو - کیونکہ گو اُس کے جسم کو کتوں نے پھاڑ ڈالا ہے - لیکن وہ امان میں - یعنی روح سلامت ہے جس سے اسرارِ الٰہی کا تعلق ہوتا ہے - فقط والسّلام +

میاں ہدایت اور میاں الہٰبخش قریشی منگیرہ والے دونوں حقیقی بھائی اور ان کا تیسرا بھائی سُلطان محمود تینوں صاحب احوال - مخلص - اور شاغل بحق تھے - ان تینوں کو میرے جدامجد حضرت سُلطان العارفین قدس سرہٗ کی روحانیت کے دربار فیض آثار سے فیض حاصل ہوا تھا - اِن کے خاندان میں ابھی تک یادِ الٰہی کی شان موجود ہے +

فصل سی ویکم

میاں غلام محمد فقیر جوئیہ کے حالات میں

آپ چولستان کے رہنے والے علاقہ شکل چاہ گونار کے باشندہ تھے - اور منگیرہ اور نواں کوٹ کے درمیان مالدار آدمیوں کے زمرہ میں فقیرانہ اور عالمانہ زندگی

بسر کرتے تھے۔ کہ آپ کو خانقاہ مقدس کی رُوحانیت کا جذبہ ہُوا۔ اور وہاں سے بہرہ مند اور فیض یاب ہوئے۔ پہلے ہی روز آپ کے حالات اعلیٰ ہو گئے۔ اور آپ ایک موحد۔ صاحب تجرید و تفرید اور رلاؤ بالی ہو گئے۔ آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔ اگر سارے کے سارے قلمبند کروں تو ایک کتاب تیار ہوتی ہے +

القصہ میں (سُلطان حامد مصنف علیہ الرحمۃ) ابھی نابالغ تھا۔ لیکن کچھ سیانا تھا۔ کہ اکیلے دو تین درویشوں کو ساتھ لیکر چولستان کے سبزہ سیر کو نکلا۔ دوسری یا تیسری رات فقیر غلام محمدؐ جونہ کے پاس پہنچا۔ مَیں نے سُنا ہُوا تھا۔ کہ آپ (فقیر غلام محمد جونہ) نہ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور نہ زائرین کو خانقاہ مقدس میں جانے دیتے ہیں۔ بلکہ ان سے نذریں لے کر رستے ہی سے لوٹا دیتے ہیں +

جب مَیں وہاں پہنچا۔ تو دیکھا کہ آپ ایک پاکباز۔ موچھوں والے۔ منور چہرہ تنومند اور نورانی بدن ہیں۔ کوئی نوجوان بھی دیسا چاک چوبند اور منور چہرہ نظر نہیں آتا۔ ایک سفید۔ قادری کلاہ سر پر اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی آپ نہایت ادب سے میری تعظیم کے لئے اُٹھے۔ اور سرکنڈوں کی کٹیا میں مجھے اپنے پاس بٹھایا وہاں کے مرد و عورت سب دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ آپ کے بعض محب بھی وہاں تھے۔ آپ سے بطور مواخذہ میں نے پوچھا۔ آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ فرمایا۔ حضرت میں حاضر ہوں۔ فوراً اُٹھ کر وضو کیا۔ شام کا وقت قریب تھا۔ تمام مردوں کو نماز کے لئے بُلایا اور نماز باجماعت ادا کی۔ پھر مَیں نے پوچھا۔ کہ حضرت قدس سرہٗ کے مریدوں اور زیارت کرنے والوں کو کیوں لوٹا دیتے ہیں۔ فرمایا بندے کو کیا دلیری اور کہاں جرأت ہر وقت خدمت میں دست بستہ کھڑا ہے۔ آپ کے آزادانہ حالات۔ تجرید۔ تفرید۔ ترک توکل اور نورانی پیشانی دیکھ کر میرا غصہ فرو ہوا جو کچھ آپ سے ہو سکا۔ وہ بطور نذر میرے پیش کیا +

صبح تمام درویشوں اور وہاں کے اکثر باشندوں سمیت میرے ساتھ آئے۔ اور میرے گھوڑے کے آگے آگے دوڑنا شروع کیا۔ چونکہ آپ کا ادب ملحوظ تھا۔ اس لئے مَیں نے فوراً وداع کیا۔ اور تکلیف نہ دی +

آپ کا ایک مرید درویش میاں سلطان نامی صاحب احوال ہمارے ساتھ آیا۔ میں نے

فقیر غلام محمد صاحب موصوف کو چند مرتبہ دیکھا ہے۔ جبکہ آپ خانقاہ مقدس کی زیارت کے لئے آئے۔ پھر بھی آپ سے ملاقات ہوئی +

جو شخص آپ کا مرید ہوتا۔ اسی وقت دنیاوی تعلقات قطع کر دیتا۔ اور ایک چادر اور ٹوپی پہنتا۔ آنکھوں میں سُرمہ لگاتا۔ ہاتھ میں عصا لیتا۔ اور ہر وقت ذکر و فکر اور مراقبہ میں رہتا +

آپ کبھی کبھی جنگل کے اندر خلوت میں مجلس قائم کر کے عاشقانہ غزلیں بطور سماع سُنتے کیونکہ خود غزلیں کہہ لیا کرتے تھے۔ آپ ایسے راہ خدا کے عاشق جانباز اور صاحب اثر تھے کہ جو شخص آپ کے حلقۂ مجلس میں آتا اس کا دل بالکل دُنیا سے اُٹھ جاتا۔ اور اپنا بال بچہ اور مال و متاع چھوڑ کر عاشق اور صاحب تجرید و تفرید ہو جاتا +

آپ کے پاس میں نے اِن درویشوں کو دیکھا ہے۔ میاں سُلطان۔ میاں ببرو۔ میاں غلام حسین۔ میاں غلام علی۔ احمد یار۔ اور شیر فقیر جو سب کے سب صاحب تجرید و تفرید۔ صاحب ترک و توکل۔ صابر و شاکر۔ سیاح۔ عاشق پاکباز۔ بے طمع۔ بے ریا صاحب ذوق و شوق۔ صاحب ذکر و فکر و مراقبہ اور شاغل باللہ تھے۔ ان سب نے ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا ہوا تھا +

فقیر غلام محمد پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت کی شعاعیں ایسی پڑتی تھیں جنہوں نے آپ کی بشریت کا خرمن بالکل جلا دیا تھا۔ آپ ہر وقت جذبہ میں رہتے۔ اور وحدانیت کی آگ اور کوئلوں میں لوہے کی طرح پگھلتے۔ جو بھی آپ کرتے وہ پر تاثیر ہوتی +

اپنے حالات کی گرمی کے سبب جب جلال میں ہوتے۔ تو کسی جگہ آرام نہ کرتے دن رات ایک طرف دوسری طرف اور ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف دوڑتے پھرتے کہیں قرار نہ پکڑتے۔ آخر آپ کی یہ حالت ہوئی کہ ایک دفعہ ملتان کا ناظم دیوان ساون مل جھنگ مگھیانہ سے اپنی فوجوں سمیت کچھی بھکر اور لیہ کمال خاں کی طرف جا رہا تھا۔ اور راستے میں چولستان میں خیمہ لگائے بارگاہ آراستہ کئے بیٹھا تھا۔ کہ ایک فقیر بزرگ نووارد اُس کے سامنے جا کر کہنے لگا۔ او دیوان ساون مل! تو احکام زمانہ میں بلحاظ عدالت ممتاز ہے۔ میں تنگ آگیا ہوں۔ برائے خدا مجھے توپ سے اڑا کہ مجھے نجات مل جائے۔ دیوان نے حکم دیا۔ یہ دیوانہ ہے۔ اُسے بارگاہ سے نکال دو۔

دربانوں نے اُسے نکال دیا۔ اس وقت قریباً دوپہر تھی۔ پھر آپ (فقیر غلام محمد) وہاں سے دوڑے کنوئیں پر پہنچے۔ آپ کے بعض مرید بھی آپ کے تعاقب میں تھے رات کے پہلے حصہ میں ریت کے ایک ٹیلے پر آرام کیا۔ آپ رات کو ان میں سے نکل کہیں چلد یئے۔ صبح بہتیری تلاش کی گئی۔ لیکن کہیں پتہ نہ پایا۔ اور نہ سُراغ ملا۔ بعد میں بھی کہیں سے کوئی خبر نہ آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مصرعہ گم قبر گم جثہ گم نام ونشاں

اس کے بعد آپ کے مرید بھی اس دار فانی میں اسی طرح زندگی بسر کر گئے والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ +

فصل سی و دوم

جہان خاں فقیر منگل زئی کے مختصر حالات میں

آپ قوم کے پٹھان اور کوہستان مغربی کے دامن میں قصبہ چودھواں کے رہنے والے تھے۔ ابتدائے حال میں آپ کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی رُوحانیت کی کشش ہوئی تو زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور آپ کو اجازت ہوئی۔ کہ اپنے وطن جاکر اپنے گھر میں گوشہ گیری اختیار کرو۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ دن رات حجرے کا دروازہ بند کر لیتے اور کسی کو ملاقات کے لئے اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ آپ کا ایک ہمسایہ جمعہ نام وقت مقررہ پر آپ کے لئے پانی وغیرہ لاتا۔ اور پھر آپ دروازہ بند کر لیتے کم و بیش چالیس سال اسی طرح گذارے۔ بعد ازاں پھر حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ نے خانقاہ کی طرف کھینچا۔ مدت تک آپ خانقاہ مقدس [illegible] رہے +

میں (سلطان حامد مصنف رح) خانقاہ مقدس میں اپ کی مجلس سے مشرف ہوتا رہا۔ اور آپ کے فضائل سے کما حقہ واقف ہوا۔ مجاہدوں کے مارے آپ کے بدن کا چمڑا خشک ہو گیا تھا۔ صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں باقی تھیں۔ ہر وقت قبلہ رُخ ہو کر یادِ حضرت الٰہی

میں مشغول بیٹھے رہتے۔ آپ کے ذوق وشوق اور جذبات بیان سے باہر ہیں۔ آپ دن کو روزہ رکھتے۔ رات کو جاگتے۔ گوشہ نشین رہتے ÷

آپ عاشق جانباز تھے۔ چونکہ چالیس سال گوشہ نشین رہے۔ اس لئے آپ کے دونوں پاؤں کمر سے نیچے تمام بدن سست اور لنجا ہو گیا تھا۔ اور آپ کے اعضاء ریاضت اور مجاہدہ کی کثرت کے سبب لکڑی کی طرح ہو گئے تھے۔ شام کو جو روٹی آپ کے لئے آتی۔ اگر سالن ہوتا۔ تو معہ سالن تیسرا یا آدھا حصہ کسی مستحق کو دے دیتے۔ اور باقی دو ٹکڑے برتن پر اپنے سامنے رکھ چھوڑتے۔ میں آدھی آدھی رات تک آپ کی خدمت میں بیٹھا رہتا۔ روٹی کا وہ ٹکڑا بدستور پڑا رہتا۔ نہیں معلوم آپ کس وقت کھاتے تھے ÷

آپ کے خوارق عادات بہت تھے۔ آپ کا وطن اور مکان چودھوان میں تھا۔ جو پہاڑ کے دامن میں ہے۔ رات کے وقت پہاڑ پر سے کوئی بلا آتی اور آدمیوں کو باری باری چھت پر سے اٹھا کر لے جاتی۔ لیکن آپ کے محلہ میں خیریت گذری محلہ والوں کو آپ نے فرمایا۔ کہ تم بے کھٹکے رہو۔ جب مرض وبا کا زور ہوتا۔ تو بھی آپ کے محلہ میں امن چین رہتا ÷

ایک دفعہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا ناظم جو ایک جابر ہوتا تھا۔ اس شہر کے لوٹنے کے لئے آیا۔ اس نے شہر کا محاصرہ کیا۔ ان دنوں میرے بھائی صاحب حضرت حافظ صالح محمد جو ابھی صاحبزادگی میں تھے۔ سیر کرتے ہوئے اتفاقاً وہاں جا نکلے آپ نے ملاقات کے وقت فقیر جہان خاں کو کہا۔ جہان خاں! مسلمانوں کے شہر کو ایک جابر بندہ حاکم نے گھیر رکھا ہے۔ اور اس کا ارادہ ظلم کا ہے۔ یہ کیا حال ہے۔ کہا: صاحبزادے! آپ تسلی رکھیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہ کافر بہیں مردار ہو جائے گا۔ اور یہاں کے مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ محفوظ رکھیگا ÷

میرے بھائی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم دو تین راتیں وہیں رہے۔ پھر اس شہر سے رخصت ہو کر اس کے گرد و نواح ہی میں تھے۔ کہ دو تین دن بعد خبر آئی۔ کہ آج رات اس حاکم کے پیٹ میں درد ہوا۔ جس کا کچھ علاج نہ ہو سکا۔ آخر وہ اسی درد سے مرگیا اس کی فوج مایوس ہو کر لوٹ گئی۔ اللھم اغفر لی ولوالدی ولمن توالد ولجمیع المومنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات وصل علےٰ جمیع الانبیاء

والمرسلین و الملٰئکۃ المقربین و علیٰ عباد اللہ الصالحین +

فصل سی و سیوم

میاں محمد پناہ کلاچی والہ کے مختصر حالات میں

مَیں نے آپ کو بڑھاپے میں اپنے بزرگوار حضرت سُلطان العارفین قدس سرّہٗ کی خانقاہ مقدس میں دیکھا ہے۔ آپ زاہد۔ عابد تھے۔ اور رات کو جاگا کرتے تھے۔ بلکہ ہر وقت مسجد یا حجرہ میں عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ یا کلام اللہ شریف کی تلاوت کرتے۔ اور وظائف و نوافل میں مشغول رہتے۔ میں نے آپ کو کسی وقت بھی یادِ الٰہی سے خالی نہ پایا۔ بکثرت سجدہ کرنے کے سبب آپ کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں پر سیاہ خشک داغ اونٹ کے تلووں کی طرح پڑ گئے تھے۔ آپ گدھے پر سوار ہو کر کچھ خراسانی خشک میوہ اور ریشم کے ایک دو نمدے نذر کیا کرتے تھے۔ چند خادم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے +

مَیں نے آپ سے آپ کے وطن۔ اولاد۔ اور شاگردوں کی بابت پوچھا۔ فرمایا۔ مَیں مسلمانوں کی عملداری کے وقت جوان تھا۔ لیکن عمر میں آپ کے والد ماجد یعنی حضرت غلام باہو سے مَیں قدرے بڑا ہوں۔ وہ بھی ان دنوں جوان تھے۔ اتفاقاً ملک چناب میں قحط پڑا۔ اور آپ کے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ اونٹوں کی ایک قطار لیکر غلہ خریدنے اس ملک میں آئے۔ اور خاص کلاچی میں بطور مسافر وارد ہوئے۔ میں محمد پناہ نے سنا کہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ کے خاندان میں سے ایک جوان آیا ہے۔ جس کی پیشانی میں نورِ خدا چمکتا ہے اور یہ کہ وہ مرد خدا ہے۔ چونکہ میں اس راہ کا طالب تھا۔ اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں نے جا کر دیکھا تو واقعی آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا۔ جس سے نور اور لطافت ظاہر ہو رہے تھے۔ بظاہر ناز پروردہ۔ آزاد۔ صاحبزادہ امیرانہ طرز کے آدمی تھے مجھے خیال آیا کہ یہ نوجوان صاحبزادہ

ہے۔ میں طالب ہوں۔ مجھے شیخ کی تلاش ہے۔ اس بارے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگرچہ آپ کی مبارک پیشانی دلکش تھی۔ اور میرا دل آپ کی مریدی کے لئے جوش مار رہا تھا۔ لیکن جب تک پہلے باطن میں مجھے تلقین نہ فرمائیں گے میں بظاہر ان سے تلقین حاصل نہ کروں گا +

انہیں خیالات میں زیارت کر کے واپس چلا آیا۔ (جب رات کو اپنے گھر آرام کرنے آیا تو دیکھا کہ محمد پناہ حضرت شیخ غلام باہو کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ مجھے میاں محمد پناہ کی اسی قدر مجلس نصیب ہوئی) چند روز بعد آپ خانقاہ مقدس سے رخصت لیکر واپس چلے گئے اس اثناء میں میرے والد ماجد کسی طرف سفر کو گئے ہوئے تھے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو میں نے محمد پناہ کے احوال عرض کئے۔ اور شہر کلاچی میں اس کی تلقین کا ماجرا عرض کیا۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ بیٹا! تو نے مدت کے واقعہ کا پتہ دیا۔ چونکہ ہمارے حضرت صاحب کا مزاج ہمارے حق میں بہت معلّے تھا۔ آپ کا رُعب شاہی تھا۔ اور طبیعت درویشانہ تھی۔ میں محمد پناہ کے اور حالات عرض نہ کر سکا۔ حتیٰ کہ اس بات کو بہت عرصہ گذر گیا۔ اور اتفاق سے میں کلاچی پہنچا۔ اور محمد پناہ کے فضائل دیکھ کر واپس آکر آنحضرت کی خدمت میں ان سب فضائل کا ذکر کیا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ بیٹا! ہمارے حضرت صاحب کے مریدوں میں سے دو شخص اسرار الٰہی میں کامل ہیں۔ ایک گذر چکے ہیں۔ اور دوسرے محمد پناہ کہ وہ بھی ویسے ہی ہیں +

میں نے عرض کیا۔ ابا جان! وہ کون ہیں۔ جو گذر چکے ہیں۔ فرمایا میاں عبد اللہ فقیر کلال مگھیانہ والے +

محمد پناہ کے حالات اس قدر ہیں۔ کہ انہیں بیان کرنے میں طوالت کا خوف ہے آپ بسا اوقات نوافل یا وظیفہ کے وقت کھڑے ہوتے۔ تو مدہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے اور اتنی [illegible] کہ آپ کے ساتھی اور خدمت گذار آپ کی خبر لیتے +

جب مجھے آپ کی اس حالت کی اطلاع ہوئی۔ تو میں نے پوچھا۔ محمد پناہ! آپ کیوں بیہوش ہو جاتے ہیں۔ فرمایا۔ صاحبزادے! مجھے اس حال کی خبر نہیں۔ جب میں عالم ارواح کو یاد کرتا ہوں تو بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ اور فوراً زمین پر گر پڑتا ہوں۔ جب میں نے آپ کے خصائل و افعال کا مقابلہ کیا۔ تو ٹھیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

سے پائے ٭

مَیں نے آپ کو چار سال متواتر ایک ہی چادر میں دیکھا۔ اور آپ کی پگڑی معلوم نہیں کتنے سال سے آپ کے سر پر تھی۔ جب میں نے کپڑے دینا چاہتا تو آپ نہ لیتے ٭

شروع میں آپ کی یہ حالت تھی۔ کہ معصومی یتیمی مسکینی اور جلاوطنی میں پڑے۔ فقیر عزیز الدین لاہوری نے جو امیر کبیر اور سرکار لاہور کے وزیر تھے۔ اتفاق سے جا رہے تھے۔ کہ رستے میں آپ کو بے نوائی کی حالت میں دیکھ کر رحم آ گیا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور شیر شاہ کے ساتھ اور چند یتیموں کو جو شاہراہ پر بھوکے ننگے بیٹھے تھے اپنے مکان پر لائے۔ اور اُن کی پرورش شروع کی۔ باقی تو قحط دُور ہونے پر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ لیکن شیر شاہ کو فقیر صاحب نے کوئی بارہ سال خاص فقیروں کے زمرہ میں رکھا۔ چونکہ شیر شاہ قابل تھے۔ اس لئے ازلی نصیبہ اور ذات الٰہی کے شوق اور عشق نے آپ کو کھینچا۔ اور آپ نے فقیر صاحب کی خدمت میں اس بارے میں عرض کیا۔ فقیر صاحب نے آپ کو تلقین فرمائی۔ جب تسلی نہ ہوئی۔ تو کچھ عرصہ بعد پھر اپنے حالات فقیر صاحب کی خدمت عرض کئے۔ فقیر صاحب ممدوح نے ایک دعا اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی کہ اس کا وظیفہ کیا کرو ٭

شیر شاہ خود بیان کرتے ہیں۔ کہ جب فقیر صاحب نے مجھے وہ دُعا لکھ کر دی:- تو ایسی قدرت الٰہی ظاہر ہوئی۔ کہ اس کاغذ کے دیکھتے ہی اس درگاہ سے دل برداشتہ ہو گیا۔ حالانکہ سالہا سال سے میں نے وہاں پرورش پائی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ یہاں سے خدا کی راہ ہاتھ نہ آئے گی۔ پھر مَیں اُٹھ حضرت قطب المکملین غوث الغیوث حضرت سیّد علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہٗ کی خانقاہ میں گیا۔ اور رات وہاں رہا مَیں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت قدس سرہٗ سر منڈا رہے ہیں۔ اور مجھے اپنے وطن جانے کا اشارہ کرتے ہیں ٭

تب میرے دل میں حب وطن نے جوش مارا۔ میں نے وطن جاکر کلام اللہ پڑھنا شروع کیا۔ جب اس سے فراغت پائی۔ تو پھر باطنی اُستاد کی تلاش کا خیال آیا۔ ان دنوں مائی فتح بی بی صاحبہ کا جو قاضی محمد وارث گرد ڈ والہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ اور مرشد الطالبین ہادی السالکین فنافی اللہ تعالیٰ ہو عین ذات باہو حضرت سلطان العارفین

شیخ سلطان باہو قدس سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ کے مزار پُر انوار سے فیض یافتہ تھیں۔ شہرۂ فیض رسانی اور کشف باطنی کی تاثیر بہت مشہور تھی۔ مَیں میاں علاؤ الدین صاحب میانہ کی خدمت میں پہنچا۔ جو کوہستان سکیسر کے رہنے والے اور مائی صاحبہ ممدوحہ کے کامل مرید تھے۔ وہ مجھے اور مریدوں سمیت گروٹ میں مائی صاحبہ کی خدمت میں لے گئے۔ جب مائی صاحبہ نے مجھے دیکھا۔ تو دیکھتے ہی میرے تمام گذشتہ حالات بیان فرمائے۔ اور فرمایا شیرشاہ! تمہارا نصیبہ اس دربار فیض آثار میں ہے۔ تم ضرور اپنی مراد کو پہنچو گے +

جب مَیں وہاں سے رُخصت ہوا۔ تو حضرت سُلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ مقدس کی زیارت فیض بشارت نے میرا دل بے اختیار کر دیا۔ مَیں مجذوبوں کی طرح بے اختیار دَوڑتا ہُوا خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہُوا۔ پس مَیں نے دیکھا۔ جو کچھ دیکھا۔ میں اس بارگاہ کا ایک حلقہ بگوش غلام بنا +

مجھے (فقیر سلطان حامد مصنفؒ) اچھی طرح یاد ہے۔ کہ شیر شاہ صاحب مدت تک کبھی میاں علاؤ الدین صاحب کے ساتھ اور کبھی اکیلے خانقاہ مقدس میں آتے۔ اور خانقاہ مقدس کے حضور کے سوا نہ کسی کے آشنا بنتے نہ کسی سے محبت کرتے +

جب آپ کو یہاں سے رُخصت ملتی۔ تو چلے جاتے۔ ایک دفعہ میں کوہستان سون سکیسر کی سیر کو گیا۔ جب میں گھر گاؤں سے گذر رہا تھا۔ تو مجھے کہا گیا۔ کہ اس گاؤں میں شیرشاہ نام آپ کا مرید ایک خدا پرست بندہ ہے۔ آپ اسے بلا بھیجیں۔ مَیں نے ایک سوار کو آپ کی تلاش میں بھیجا۔ اس سوار نے کہا وہ نہیں ملے۔ کیونکہ وہ خلقت سے چھپے رہتے ہیں۔ دن کے وقت پہاڑ میں اور رات کے وقت کسی مسجد یا قبرستان میں چلے جاتے ہیں +

ہم اِدھر اُدھر کی سیر کرتے رہے۔ پھر ہم نے آپ کے حال کی تفتیش نہ کی۔ کیونکہ ہمارے ہادیٔ کامل اور مرشد مکمل یعنی ہمارے والد بزرگوار موجود تھے۔ ان دنوں مجھے کسی کی پرواہ نہ تھی +

ایک روز میں ڈیرے پر اپنے والد ماجد حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کی خدمت باعظمت میں بیٹھا ہُوا تھا۔ کہ اچانک ایک درویش دو زلفوں نورانی چہرہ اور مبارک پیشانی شخص آیا۔ اس وقت صرف یہ مسکین عاصی پُر عاصی المستغفر من الغفور الرحیم سلطان

حامد آنحضرت کے حضور پُر نور میں تھا۔ آنحضرت نے اس درویش کی طرف دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! یہ تو شیر شاہ اعوان کوہستان سون کا رہنے والا ہے۔ جو خانقاہ مقدس میں پوشیدہ ہی آتا ہے اور پوشیدہ ہی چلا جاتا ہے۔ شیر شاہ یہ سُنکر سر جھکا دُو زانو با ادب ہو بیٹھا۔ اور اس نے کوئی بات نہ کی۔ ایک لحہ بعد ایک دو پیسے کے بتاشے اپنی چادر کے دامن میں سے کھول کر آنحضرت کی نذر کیئے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ سر کیوں جھکایا ہے۔ عرض کیا۔ حضرت میں غلام ہونے آیا ہوں۔ آنحضرت نے اس کی طرف توجہ کی اور فرمایا۔ کہ کوئی حاجت نہیں۔ شیر شاہ پھر سر جھکا کر خاموش ہو رہا۔ آنحضرت نے بھی تھوڑی دیر سوچا۔ پھر فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر اُس کے دامن پر بتاشے لیئے۔ اور شیر شاہ کو عین خواہش اور رضا سے فرمایا۔ کہ شیر شاہ! آ۔ شیر شاہ اور آگے دو زانوں ہو بیٹھا۔ آنحضرت نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر تلقین فرمایا +

تلقین پانے کے بعد شیر شاہ نے زیتون کی ایک چھڑی بطور ہدیہ پیش کی۔ جب وہ اُٹھ کر چلا گیا۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ کہ بیٹا! جا کر لوہار سے اس چھڑی میں ایک لمبی نوک لگوا لاؤ۔ مَیں نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ نے اس قدر لمبی نوک کے لئے کیوں حکم دیا ہے۔ فرمایا۔ ہم اپنے قد کے مطابق بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یہ چھوٹی اور ٹوٹی ہوئی ہے۔ میں لمبی اور بے داغ لے آؤں۔ فرمایا۔ نہیں اِسی کو مرمت کرا لاؤ۔ کیونکہ یہ ایک اچھے آدمی کی دی ہوئی ہے۔ مَیں اسے اپنے ہاتھ میں رکھوں گا۔ مَیں اُٹھ کر حضور میں لے آیا۔ آنحضرت نے مُدت تک وہ اپنے ہاتھ میں رکھی۔ میں یہ حالات دیکھ کر شیر شاہ کا زیادہ معتقد ہو گیا۔ بعد ازاں وطن چلا گیا۔ پھر مجھے اُس کی ملاقات نصیب نہ ہوئی +

یہ معاملہ میرے والد بزرگوار شیخ غلام باہو کی وفات سے ایک سال پہلے کا ہے۔ دوسرے سال ۸۔ جمادی الاول ۱۲۶۳ھ ہجری کو آنحضرت کی وفات کے تیسرے دن فقیر شیر شاہ صاحب قل خوانی کے دن تن تنہا منزل بمنزل شمالی کوہستان سے فرش ماتم پر شریک ماتم ہوئے۔ چونکہ ہم دونوں بھائی اپنے والد بزرگوار کے مرید اور عاشق تھے۔ اس واسطے اس معرفت کے آسمان کے خورشید خاوری کے پردہ میں آجانے سے ہمارے اندوہ منزل دل دنیاوی تعلقات سے اُٹھ گئے۔ اس واسطے آنحضرت کے

بڑے دوستوں اور خصوصاً اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں کو جو سجادگی کا عہدہ لینا چاہتے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں یعنی مخدومی و مخدوم الانام اخویم مخدوم حافظ صالح محمد صاحب اور اس فقیر سلطان حامد نے ایک زبان ہو کر کہا۔ کہ جس کو شوق ہو اور جو مناسبت رکھتا ہو۔ یہ دنیاوی مال و اسباب جو لنگر خانہ میں ہے اس کے سپرد کر دو۔ کیونکہ ہم اس نورانی پیکر اور مہر سبحانی کی صورت کے چھپ جانے کے سبب دنیاوی کاروبار سے بالکل دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ ہم مع عیال و اطفال اپنے مکانوں سے نکل توکل بخدا اپنے والد ماجد کے قرب و جوار میں محض مجاور بنیں گے ✤

یہ بات سُنکر حاضریں میں سے ہر ایک آنسو بھر لایا۔ اور فریاد کرنے لگا۔ سب نے کہا۔ صاحبزادو! یہ کام وہی نباہیں گے جن کے سپرد کر گئے ہیں ✤

چونکہ ہمارے دلوں کے شیشے غموں کے پہاڑ سے ٹوٹے ہوئے تھے۔ اس لیے ہم نے اِن کے کہنے کو قبول نہ کیا۔ اور اپنی بات پر اڑے رہے۔ اسی اثنائے میں حضرت والد ماجد کے ہم صحبت اور معتمد مہر وہاب نے اُٹھ کر فرمایا۔ صاحبزادو! حضرت صاحب کے کئی حقوق تمہارے ذمے ہیں۔ تمہارے لیے نہایت لازمی ہے۔ کہ اپنے حضرت صاحب کے حقوق ادا کرو۔ اور قل خوانی۔ جمعرات کی خیرات۔ چلہ اور ماتم نشینی کما حقہ، بجا لاؤ۔ آئندہ تمہاری مرضی۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت سے اس کلام نے ہم پر بڑا گہرا اثر کیا۔ ہمارے مغموم دل قرار میں پڑے۔ اسی اثنا میں تیسرے روز حضرت شیر شاہ صاحب جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ آ پہنچے۔ انہیں بھی ہم نے یہی کہا۔ کہ ہم دنیاوی تعلقات سے دل برداشتہ ہیں۔ شیر شاہ سُن کر خاموش رہے اور بدستور خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک گھڑی بعد پھر ہماری طرف آئے اور ہم دونوں بھائیوں کو بُلا کر فرمایا۔ صاحبزادو! آپ نے اپنی دل شکستگی کی بابت جو کچھ فرمایا تھا۔ وہ حالات میرے دل میں تھے۔ جب میں خانقاہ مقدس میں زیارت کے لئے گیا۔ تو میرے بیٹھتے ہی حضرت قدس سرہٗ کے حضور فیضگنجور سے مجھے ارشاد ہوا کہ شیر شاہ! دونو صاحبزادوں حافظ صالح محمد اور سلطان حامد کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دو۔ کہ تم کہتے ہو ہم تعلقات سے دست بردار ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہم (یعنی تمہارے جدامجد سلطان باہوؒ) نے تمام اطراف عالم میں حافظ صالح محمد اور سلطان حامد کے نام کی مُنادی کر دی ہے۔

اس وقت کوئی پہردن نکلا تھا۔ کہ یہ پیغام شیر شاہ صاحب کی وساطت سے ہمیں پہنچا ہے۔ جس کے سنتے ہی وحشت اثر دلوں کو تسکین وتشفی ہوئی۔ اور وحشت اور تفرقہ جس نے ہمارے دلوں میں گھر کر رکھا تھا۔ آرام اور جمعیت سے بدل گیا ہے۔ ہماری اور شیر شاہ کی آنکھوں سے آنسوں جاری تھے۔ اس پیغام کے کلمات سے ہم دونوں بھائیوں کے دل حکمت الٰہی سے لنگر شریف کے کاروبار کے لئے مستعد اور مضبوط ہو گئے اور مجھ مسکین سلطان حامد کا دل شیر شاہ موصوف کے حالات پر بہت مائل ہوا۔

ایک روز میں نے اسی اثنا میں خلوت میں پوچھا۔ شیر شاہ صاحب! کیا آپ پر بھی ہمارا کوئی حق ہے۔ فرمایا۔ صاحبزادے۔ اگر آپ مجھے کئی مرتبہ بیچ ڈالیں۔ تو بھی آپ کا ادا نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا۔ اگر آپ ہمارا حق ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ تو باقی عمر ہمارے پاس ہی بسر کریں۔ شاید ہمارے غمزدہ دل جو والد ماجد قدس سرہٗ کی جدائی سے وحشت ناک ہو گئے ہیں۔ اب آپ کی صحبت کی تاثیر سے آرام قرار پکڑیں۔ فرمایا حضرت! بندہ کے لئے اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے۔ کہ میں سرد پہاڑ کا باشندہ ہوں۔ موسم گرما میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ باقی زندگی حاضر خدمت رہے گا۔ گو اس سے پہلے آپ کی یہ عادت تھی کہ کسی سے کوئی چیز نہ لیتے۔ اور کسی سے مجت نہیں کرتے تھے۔ روٹی اپنی بہن کے گھر سے کھاتے۔ دن رات پہاڑوں کی غاروں میں رہتے۔ اور رات مسجدوں کا پانی بھرتے۔ اور کبھی کبھی مسجدوں کے مسافروں کے لئے بھیک مانگ کر انہیں کھلاتے۔ لیکن مجھ مسکین سلطان حامد کی دعوت اگرچہ آپ کی عادت کے خلاف اور آپ کے لئے مخل اوقات تھی۔ دل و جان سے قبول فرمائی۔

اس کے بعد آپ سات سال زندہ رہے۔ آپ کا معمول تھا۔ کہ سردی کا موسم یہاں بسر کرتے اور گرمی کا موسم وطن میں۔ یعنی ماہ بساکھ میں یہاں سے رخصت ہوتے۔ اور ماہ اسوج میں پھر آجاتے۔

میرا (سلطان حامدؒ) ان دنوں یہ معمول تھا۔ کہ عام طور پر میں مشہور کرتا تھا۔ کہ میں سفر کے لئے جا رہا ہوں۔ لیکن اصل میں آپ کو لانے کی خاطر منزل بمنزل کوہستان مذکور میں ماہ مگھر میں پہنچ جاتا۔ اور آپ کو اپنے ساتھ لے آتا۔ اس سات سال کے

عرصے میں مجھے تجربہ ہو چکا تھا۔ کہ میں آپ کو لینے کے لئے جاتا۔ اور منزلیں طے کرتا ہوا اِس گردو نواح میں پہنچتا۔ تو آپ کبھی کسی طرف سے کبھی کسی جانب سے کبھی کسی راہ کبھی کسی راہ سے کبھی دن کو کبھی رات کو۔ آپ پہلے ہی عصا ہاتھ میں لئے ہوئے تسبیح پڑھتے جنگل یا پہاڑ میں کھڑے ہوتے۔ اگر رات کا وقت ہوتا۔ تو گھوڑے ہنہناتے اگر دن ہوتا۔ تو میں دُور سے پہچان لیتا +

ایک دفعہ حسب معمول جب ہم گئے۔ تو خلاف معمول آپ کو نہ پایا مجھے خیال آیا۔ کہ شاید شیر شاہ صاحب فوت ہو گئے ہیں +

جب ہم آپ کے گاؤں کے قریب پہنچے۔ تو ہم نے پہاڑ کے اوپر جانا چاہا۔ رستہ پیچدار تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر جا رہے تھے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ شہر کے باہر رستے کے اخیر پر ایک بڑے پتھر پر کوئی چیز بیٹھی ہے۔ چونکہ پہاڑ اونچا تھا۔ اس واسطے دُور سے کسی بڑے پرندے کا جسم معلوم ہوتا تھا۔ جب ہم قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی انسان ہے۔ اور نزدیک ہوئے تو دیکھا کہ یہ تو شیر شاہ ہیں۔ وہ دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی پڑ رہی تھی۔ لوگ گھروں میں آرام کئے ہوئے۔ جب بالکل پاس گئے۔ تو دیکھا۔ کہ آپ لنگڑاتے ہیں۔ اور آپ کے ایک پاؤں پر پھوڑا ہے بدقت وہاں تک آئے تھے۔ میں گھوڑے سے اتر گلے ملا۔ میں نے کہا۔ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ فرمایا میں مسجد میں پڑا تھا دل میں کہا۔ اگر زیادہ نہیں چل سکتا۔ تو کم از کم یہاں تک تو آؤں۔ تاکہ روسیاہی حاصل نہ ہو۔ خیر ہم مکان میں پہنچے۔ اور چند روز وہاں رہے۔ جب آپ تندرست ہوئے تو آپکو سوار کر کے لے آیا +

میں نے آپکے خوارق عادات اور فضائل اس سات سال کے عرصہ میں بہت دیکھے ہیں۔ ایک روز جنگل میں ہمیں رات ہو گئی۔ عمدہ عمدہ گھوڑے میرے ساتھ تھے۔ جو راتب کھایا کرتے تھے۔ نزدیک کوئی آبادی نہ تھی۔ چند ایک مفلسوں کے گھر تھے۔ یا اس جنگل کے چوروں کی حراست کے لئے سپاہیوں کی ایک چوکی تھی۔ سورج ڈوبنے کو تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا۔ کہ اگر اسباب میں غلہ ہو۔ تو آج رات خود ہی اپنے ہاتھ سے پیسکر روٹیاں پکا لو +

شیر شاہ صاحب میرے ساتھ گھوڑی پر سوار تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ صاحبزادے

آج کیوں اپنے ہاتھ سے پیسیں۔ کیا آپ نے اپنے خدا کو فراموش کر دیا ہے۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ آج پہلے سے بھی زیادہ ہمیں ملے گا۔ یہ ابھی کہہ ہی رہے تھے۔ کہ فوراً گھوڑی سے اتر ایک کلہاڑی اور ایک درانتی لی۔ اور اللہ اللہ کہتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے۔ اور فرمایا کہ میں گھوڑوں کے لئے گھانس لینے جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد اپنے ساتھی اور اپنے سر پر دو گٹھڑ گھانس کے اُٹھا کر لائے۔ اور گھوڑوں کو کھلایا۔ ابھی آپ گھوڑوں سے اتر کر گئے ہی تھے۔ کہ سرکاری سپاہی جو چوکی میں تھے۔ ہمارے مطیع ہوئے اور ہماری مہمانی کا اسباب حسب دلخواہ اپنے گھروں سے لا دیا۔ اتنی نعمتیں موجود ہوئیں کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہ رہی۔ شیر شاہ صاحب اللہ اللہ کہتے ہوئے نماز کے لئے نکل گئے۔ آپ ہمارے ڈیرے سے دور جا کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس واسطے ریا کا شک نہ ہو۔

دوسرے روز ایسا اتفاق ہوا۔ کہ کوہستان سون میں ہم نے سخت رستہ اختیار کیا۔ گھوڑوں کے پاؤں خون آلودہ ہو گئے۔ باربرداری کا ایک ٹٹو رستے میں بیتاب ہو گیا۔ ہم عمدہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ آخر ہم ہزار دقت و مصیبت سے پہاڑ سے اترے اور اس ٹٹو کو منزل کے شروع ہی میں رستے میں چھوڑ دیا۔ ایک صابر درویش اس ٹٹو کے ساتھ تھا۔ سورج غروب ہونے کے قریب ہوا۔ تو درہ کوہ سے نکلتے وقت میں نے کہا شیر شاہ صاحب ہم تو اس سخت پہاڑ سے سلامت نکل آئے ہیں۔ لیکن درویش اور ٹٹو دونوں سخت پہاڑ میں ہیں۔ بے راہ اور رستے کے ناواقف ہیں۔ وہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ شیر شاہ صاحب نے مجھے فرمایا۔ کہ صاحبزادہ صاحب! جمع خاطر رکھیں۔ ہمارا خدا انہیں ہم سے پہلے سلامتی سے پہنچا دے گا۔

جب ہم دامن کوہ کے ایک گاؤں میں رات گذارنے کیلئے ٹھہرے۔ تو دیکھا کہ وہ ٹٹو لدا لدایا صحیح سلامت معہ درویش ہم سے آگے رستے پر ہمارا منتظر کھڑا ہے۔

ایک روز ہم پیر کرم شاہ علیہ الرحمۃ کھاریوالہ کی زیارت کے ارادہ سے صبح سوار ہوئے دن بھر سورج ڈوبنے تک ہم چلتے رہے۔ شام کو ایک ریوڑ

چرانے والے کے پاس پہنچے۔ اس سے پانی لیکر عصر کی نماز ادا کی۔ دور سے پہاڑی ٹیلے پر آبادی دکھائی دیتی تھی۔ لیکن ہم میں وہاں پہنچنے کی طاقت نہ تھی۔ کیونکہ سخت پہاڑ کے سبب گھوڑے بیتاب ہو رہے تھے۔ وہ ریوڑ چرانے والا ہمارے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا معتقد تھا۔ اِس نے ہر طرح سے ہماری خدمت کی۔ صبح فجر کی نماز کے بعد فوراً ہی زیارت مذکور کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ شیر شاہ صاحب بھی سوار ہوئے۔ آپ نے مسکرا کر آہستہ آہستہ فرمایا کہ دیکھا چاہیئے۔ دیکھا چاہیئے۔ لیکن ہم نے آپ کی بات نہ سُنی۔ اور گھوڑوں کو منزل مقصود کی طرف چلایا۔ وہاں سے زیارت مذکورہ تین کوس کے فاصلہ پر تھی۔ جب ہم چند قدم چلے۔ تو مَیں عاجز ہو گیا۔ اور چلنے سے رہ گیا۔ اور کھڑا ہو گیا۔ سوچ میں پڑ گیا۔ اور میرا ارادہ بدل گیا۔ شیر شاہ صاحب نے فرمایا۔ حضرت! آپ کیوں کھڑے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ مَیں نے کہا آگے جا نہیں سکتا۔ اور میرا دل پیر کرم شاہ کی زیارت سے بالکل سرد ہو گیا ہے۔ مَیں تو واپس جاتا ہوں۔ حضرت شیر شاہ نے فرمایا۔ کہ حضرت! مَیں نے تو پہلے ہی دو تین مرتبہ عرض کیا تھا۔ جناب نے سُنا نہیں۔ آیئے بخیریت واپس چلیں +

جب ہم لوٹے تو میں نے کہا۔ صاحب! گھوڑوں کے پاؤں خون آلودہ ہو گئے ہیں۔ آج بیچارے گھوڑے اس پتھریلے رستے سے کیونکر گذریں گے۔ آپ نے فرمایا صاحب! ایک اور راہ صاف ہے۔ لیکن دُور کی ہے۔ ساتھیوں نے کہا۔ کہ کل نزدیک کی راہ صبح سے شام کو بہزار دقت پہنچے۔ دُور کی راہ ہم کیونکر پہنچیں گے حضرت شیر شاہ صاحب نے فرمایا۔ آؤ آؤ۔ ہمارا خدا ہمیں پہنچائے گا۔ خود جیب سے تسبیح نکال اپنی گھوڑی کو بطور رہبری آگے کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم کھیتوں میں پہنچے جنہیں لوگ کاٹ رہے تھے۔ اُن سے پوچھا کہ یہ کونسا گاؤں ہے۔ کہا جابہ۔ میں نے کہا سُبحان اللہ! یہ جابہ تو بہت فاصلے پر تھا۔ شیر شاہ صاحب نے فرمایا۔ حضرت آنے گا۔ اللہ تعالےٰ مہربان ہے۔ ہم باتیں کرتے آئے۔ اس واسطے ہمیں رستے کی سختی معلوم نہیں ہوئی +

ایک روز مذکورہ بالا پہاڑ میں حضرت شیر شاہ کی ہمشیرہ کے گھر شیر شاہ صاحب سے مل کر مَیں کھانا کھا رہا تھا۔ میرے ہمراہیوں میں سے ایک درویش کی عادت تھی۔

کہ میرا پس خوردہ کھایا کرتا تھا۔ جب میں کھایا کرتا تھا۔ تو میری طرف دیکھا کرتا تھا۔ کہ میرے واسطے کس قدر چھوڑتے ہیں۔ اس روز بھی حسب معمول وہ میری طرف دیکھتا رہا۔ لیکن شیر شاہ صاحب کو اس کی یہ عادت معلوم نہ تھی۔ گو میں کھانے سے ہاتھ اُٹھانا چاہتا تھا۔ لیکن شیر صاحب مجھے اور کھانے پر مجبور کرتے تھے۔ اور خود بھی کھاتے تھے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ شیر شاہ صاحب کھانے سے ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔ نہ مجھے چھوڑتے ہیں۔ آج درویش خالی چلا جائے گا مجھے یہ خیال آتے ہی حضرت شیر شاہ نے صاحب کھانے سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور فرمایا۔ کہ حضرت دے دو۔ لیکن آئندہ آپ ملکہ کھانے کے قابل نہیں +

ایک روز شیر شاہ صاحب کوہستان سون میں میرے ساتھ سوار ہو کر جا رہے تھے۔ ہم شہر بہ شہر پھرتے تھے۔ جس روز جس شہر میں ہمارا مقام تھا۔ وہاں سرکار انگریزی کے افسر کئی ہزار روپیہ مالیانہ کے واسطے جو اس شہر کے ذمے تھا۔ اس شہر کو لوٹ گھسوٹ رہے تھے۔ ہم اس شہر سے کوچ کر کے دوسرے شہر میں چلے گئے۔ وہاں کے مرد عورت دوڑے دوڑے آئے اور ہم سے پوچھنے لگے۔ کہ جس شہر سے آپ آتے ہیں۔ وہاں حاکموں نے کیا سلوک کیا۔ ہم نے کہا لوگ بھاگ گئے ہیں۔ اور حاکم سرکاری لگان کے عوض ان کے گھر لوٹ رہے ہیں۔ اس اثناء میں حضرت شیر شاہ صاحب نے جوش میں آکر اپنی گھوڑی آگے بڑھا کر فرمایا۔ حکام کا مقدور نہیں کہ ملک اعوان کار کو لوٹیں۔ اعوان کار کا لگان معاف کیا گیا ہے۔ آپ کی اس بات سے میں حیران رہ گیا۔ کیونکہ دار الخلافہ لاہور میں ملک اعوان کے لگان کی بابت پہلے فیصلہ ہو چکا تھا۔ زمینداروں نے بہتری عرضیاں دیں۔ لیکن کسی نے ایک نہ سُنی تھی۔ بلکہ حکم ہوا تھا۔ کہ فوج ساتھ لیکر اُن کی جائیداد لوٹ گھسوٹ لو۔ اور ہم نے یہ واقعات اپنی آنکھوں دیکھے تھے۔ میں نے حضرت شیر شاہ کو کہا۔ آپ نے ایسی دلیری کیوں کی۔ کہ سینکڑوں آدمیوں کے رُوبرو آپ نے علانیہ یہ کہا۔ اتنا کہکر میں خاموش ہو رہا۔ کیونکہ مجھے آپ پر اعتقاد تھا +

جب لوگوں کو تسلی ہوئی اور وہ شہر میں چلے گئے۔ تو شیر شاہ صاحب نے مجھے کہا۔ حضرت! ہزاروں آدمی یہ خبر سننے کے لئے منتظر تھے۔ آپ نے جو خبر سنائی۔ تو وہ شکستہ دل ہو گئے۔ میں نے ان کی دلداری کے لئے کہہ دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ خود رحم

کرے گا۔ چونکہ ہمیں کچھ دن اسی مُلک میں رہنا پڑا۔ ابھی ہم اسی مُلک تھے۔ کہ لاہور سے حاکموں کے نام حکم آیا۔ کہ تم اعوان کار کے شہروں کے مزاحم بالکل نہ ہونا۔ کیونکہ حکام بالادست نے زمینداروں کی عرضیاں منظور کرلی ہیں۔ اور انہیں لگان معاف کر دیا گیا ہے۔ شاید جس وقت شیر شاہ صاحب جوش میں آئے تھے۔ اس وقت وہ عرضیاں منظور ہوئی ہونگی۔ اسواسطے آپ نے جوش میں آکر یہ الفاظ فرمائے تھے۔ کہ حکام کا کیا مقدور ہے۔ کہ لگان لیں +

ایک روز مَیں نے خانقاہ مقدس میں حضرت شیر شاہ صاحب سے کہا کہ آپ میرے فلاں کام کے لئے حضور پُرنور میں امداد کے لئے عرض کریں۔ تاکہ وہ مہم آسان ہو جائے اور میری مشکل حل ہو جائے +

مَیں نے کچھ دن جواب کا منتظر رہکر تنہائی میں آپ سے پُوچھا کئی روز گذر گئے ہیں۔ اور ہمارا کام بگڑ رہا ہے۔ آپ مقبول بارگاہ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو حضور انور سے فوراً جواب باصواب ملتا ہے۔ آپ نے میرے کلام کی طرف کیوں توجہ نہیں فرمائی۔ آپ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ صاحبزادے! آپ کو حضرت صاحب یعنی اپنے والد بزرگوار کی دُعا کا خیال ہے۔ مجھے اور میرے جیسے سینکڑوں کو بھی مولینا کی سی ہمت نہیں۔ مجھے کئی روز سے دن رات سویا نہیں۔ ہاں میرے ہادی کو توفیق ہے۔ کہ بیداری کی حالت میں بھی جواب سے سرفراز کردے۔ لیکن اس اثناء میں بحالت بیداری بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ مَیں یہ سُنکر خاموش ہو رہا۔ اور زیادہ سوچ میں پڑگیا۔ کہ شاید میری عرض قبول نہیں ہوئی +

ایک گھڑی بعد حضرت شیر شاہ صاحب خانقاہ کے اندر سے دوڑے ہوئے آئے اور فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب! آپ کو مبارک ہو۔ آپ کا مدعا پورا ہوا۔ مَیں نے پُوچھا۔ کیونکر۔ فرمایا مَیں ہاتھ باندھے حضور پُرنور میں بیٹھا تھا۔ کہ حضرت قدس سرہٗ نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور فرمایا کہ سُلطان حامد کی حاجت کے لئے دُعا کرو۔ فوراً اسی روز حسب مدعا کام پُورا ہوا۔ اور میری مراد حاصل ہوگئی +

مَیں نے اس سات سال کے عرصہ میں شیر شاہ صاحب کے اوصاف اور خوارق عادات بکثرت دیکھے اور آزمائے۔ لیکن اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں +

چونکہ آپ کی عادت تھی۔ کہ موسم گرما میں سرد پہاڑ میں چلے جاتے تھے۔ جب آپ کے

ملک کے آدمی آتے تو ان کے ساتھ واپس وطن پہنچ جاتے ۔ اِس سال وہ لوگ انتظار کر کے واپس چلے گئے ۔ آپ اس سال ان کے ساتھ نہ گئے ۔ میں نے پوچھا ۔ صاحب ! گرمی کا موسم آگیا ہے ۔ اور گرمی دن بدن تیز ہو رہی ہے ۔ آپ وطن کیوں نہیں گئے ۔ اور ہموطنوں کی عرض کیوں قبول نہیں فرمائی ۔ آپ نے آہستہ آہستہ مجھے فرمایا ۔ کہ اس سال مجھے جانے نہیں دیتے ۔ مَیں آپ کی بات سمجھ نہ سکا ۔ میرا خیال تھا ۔ کہ شاید ساون شروع ہے ۔ برسات ہو رہی ہے ۔ اِس واسطے آپ نے یوں فرمایا ہے ۔

ایک روز مجھے فرمایا ۔ صاحبزادے ! مجھے قبر کے لئے جگہ عنایت کریں ۔ میں نے حیران ہو کر کہا ۔ صاحب ! یہ تمام جگہ آپ کی ملکیت ہے ۔ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ۔ مجھے آپ نے خانقاہ مقدس کی پائنتی کی طرف پنجرہ شریف سے باہر لے جا کر فرمایا ۔ کہ میری آرزو ہے ۔ کہ میری قبر یہاں ہو ۔ پھر میں نے کہا کہ یہ ساری جگہ آپ کی ہے ۔ خوش ہو کر مسکرائے اور فرمایا ۔ صاحبزادے ! مَیں نے حضرت قدس سرہٗ کے حضور پُر نور میں بھی عرض کیا تھا ۔ تو حضور فیضگنجور سے بھی بعینہٖ یہی جواب باصواب ملا تھا ۔ جو آپ نے فرمایا ہے ۔ وہ یہ کہ اے شیر شاہ ! یہ تمام جگہ تمہارے اختیار میں ہے ۔ جہاں چاہو اپنی قبر پسند کر لو ۔ میری دلی مراد بھی یہی تھی ۔ یہی جگہ حضور سے بھی عنایت ہوئی ۔ پھر آپ نے مجھے اپنی قبر کا مکان بتایا ۔ آپ اسی وقت ذوق و شوق سے غزل کہتے ہوئے ایک بیلچہ اور ایک طغار لے کر سے لا کر ایک پاک مکان سے مٹی سر پر اٹھا لائے ۔ اور اپنی قبر کے مقام پر ڈال کر پاؤں سے دبانے لگے ۔ اور ڈنڈوں وغیرہ سے کوٹنے لگے ۔ ہر روز جب بارش سے فرصت ملتی ۔ تو مٹی لا کر اُسے کوٹتے ۔ حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد آپ مرض اسہال میں مبتلا ہوئے چند روز آپ چارپائی پر رہے ۔ چونکہ میں آپ کا بڑا معتقد تھا ۔ ایک روز میں نے آپ سے پوچھا ۔ جناب اِس مرض سے اپنی شفایابی کی بابت مجھے کچھ اطلاع دیں ۔ فرمایا صاحبزادے ! میں خود مرض میں مبتلا ہوں مجھے اس بارے میں فرصت اور فراغت نہیں ۔ اللہ تعالےٰ خود آپ کو مطلع کر دے گا ۔ جب میں رات کو سویا ۔ تو انے آپ کو خانقاہ مقدس کے حضور پُر نور میں دیکھا ۔ کیا دیکھتا ہوں ۔ کہ شیر شاہ صاحب ذوق و شوق سے غزل پڑھتے ہوئے دروازہ فیض آوازہ پر آ کھڑے ہیں ۔ مَیں نے پوچھا ۔ جناب کیوں اس قدر مست ہیں ۔ اور ذوق میں کھڑے ہیں ۔ فرمایا ۔ صاحبزادے ! مَیں اپنی

زندگی کا اسباب اس جہان فانی سے باندھ کر دار جاودانی کی طرف جا رہا ہوں - اور مجھے ایک دفعہ اپنا وطن دیکھنے کی آرزو ہے ﴿

تینے پوچھا - کہ آپ جا کر وطن دیکھیں گے - فرمایا - صاحبزادے! آؤ ہم وطن یہیں سے دیکھ لیجئے - اور میں فارغ ہو جاؤں گا ﴿

چنانچہ مجھے پکڑ کر چند قدم آستانہ مبارک سے شمال کے رُخ غلام گرداں کو نے تک گئے وہاں سے شمال کی طرف غزل کہتے ہوئے - نگاہ کی - اللہ تعالےٰ کی حکمت سے پہاڑ اور مکان پر سے پردے اٹھ گئے - وہ ملک آپ کے گھر تک صاف صاف دکھائی دینے لگا - تمام شہر سون پٹنہ وغیرہ کوہستان ایک ایک دکھائی دینے لگا - پھر فرمایا - صاحبزادے آؤ چلیں - پھر ہم دونوں دروازہ فیض میں آئے - بعد ازاں آپ میری نظر سے غائب ہو گئے ﴿

پھر میں نے اپنے جدامجد حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کو دیکھا - کہ خانقاہ کے اندر کھڑے ہیں - اور مجھے فرماتے ہیں - کہ شیر شاہ فوت ہو گیا ہے - میں نے عرض کیا - چونکہ شیر شاہ مقبول خدا ہے - اس لئے حضرت خواجہ سلیمان کے مکان متبرک پر تونسہ شریف میں مسجد معظم میں سنگ مرمر کا بنا ہوا قبر کا تعویذ پڑا ہے - وہ لانا چاہیئے - فرمایا شیر شاہ شرعی فقیر تھا - اس کی قبر ایک گز شرعی کافی ہے - ہمارے حضور میں غلام گردان پر اُس کی قبر اسی شرعی گز کے موافق مٹی اور کیچڑ کی بناؤ - آپ نے اپنا دست مبارک اوپر اٹھا کر کہنی تک اشارہ فرمایا ﴿

صبح میں شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا - تو آپ نے پوچھا - صاحب! کیا اسرار باطنی سے میرے حال کی کچھ اطلاع ملی ہے - میں نے بلا کم و کاست سب کچھ عرض کیا - آپ سُنکر خاموش ہو رہے دوسرے دن فوت ہو گئے - اور اسی مقام میں مدفون ہوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون ﴿

فصل سی و چہارم

میاں دلیر مرالی کے مجمل حالات میں

آپ کا مشہور نام میاں دلیل تھا۔ آپ مولوی سندھی صاحب مولوی گل محمد علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں۔ آپ بچپن میں ملک چناب سے مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں آئے۔ اور آپ کی صحبت میں رہ کر زاہد زمانہ اور صاحب توکل وترک ہوئے دنیا و ما فیہا سے فراغت پاکر آرام کے گوشے میں بیٹھے۔ آپ فارغ۔ تارک۔ شاغل باللہ۔ لاقید۔ راغب۔ عاشق اور ولی اللہ تھے۔ تقریباً بیس سال رنگپور کھیڑہ کے نزدیک دریائے چناب کے کنارے علی پور میں ایک ہی جگہ بیٹھے رہے۔ اور سوائے وضو کے ایک قدم بھی کسی طرف نہ رکھا۔ آپ ہر وقت مراقبہ اور تصور میں مشغول رہتے +

کہتے ہیں۔ کہ جب آپ پر بھوک غالب آتی۔ تو تنہا پوشیدہ دریا کے کنارے سے جاکر دریا کی خالص مٹی کے ٹکڑے ٹکڑے ریت سے صاف کر کے ضرورت کے مطابق لیتے اور باقی لوٹے میں ڈال کر اپنے مکان پر لے آتے۔ اور کسی اور وقت کے لئے رکھ چھوڑتے۔ تاکہ فراغت کا موقعہ مل جائے۔ کئی مہینے آپ اسی طرح گذارہ کرتے +

جب وہاں آپ کا شہرہ ہو گیا۔ تو اس جگہ کو چھوڑ ملتان کا رُخ کیا۔ جب مسلمان آپ کے پاس آکر وقت ضائع کرنے لگے۔ تو آپ کو مسلمان ملنے۔ یہ تدبیر سوچی۔ کہ ملتان کے بالائی حصہ میں آ نپورہ دروازہ کے باہر سیوا پنتھی ہندوؤں کا دھرم شالہ تھا۔ اس کے ایک گوشے میں آکر بیٹھ گئے۔ اور خاموشی سے اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ اس لئے کہ جو ناواقف ہیں وہ خود ہی پرہیز کریں گے۔ اور جو واقف اور معتقد ہیں۔ وہ اس حالت کو دیکھ کر یا سن کر خود ہی بے اعتقاد ہو جائیں گے۔ کیونکہ آپ مسلمان ہو کر ہندوؤں کے دھرم سالہ میں بیٹھے۔ آپ نے ہندوؤں کی جائے عبادت کو پسند کیا۔ اس لئے آپ کو ملحد اور بیدین خیال کرنے لگے +

کئی سال اسی جگہ بیٹھے رہے۔ اللہ تعالےٰ نے وہ راز ظاہر کیا جو آپ کے اور خدا کے درمیان تھا۔ حتیٰ کہ لاکھوں ہندو مسلمان خاص و عام بڑے بڑے مولوی۔ حافظ۔ عالم و فاضل۔ امیر۔ دولت مند۔ حتیٰ کہ نواب غازی حاجی محمد مظفر خاں علیہ الرحمۃ تک بھی کبھی کبھی دھرمسالہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے +

بعد ازاں آپ شہر ملتان میں گئے۔ اور دولت دروازہ کے اندر کلالوں کے محلہ میں مولوی خدا بخش صاحب خیر پور والہ علیہ الرحمۃ کی مسجد کے پاس ایک مکان رہنے کے لئے اختیار کیا۔ اس جگہ ایک احاطہ بنوایا۔ جس میں دروازہ ایسا چھوٹا رکھا کہ آدمی جھک کر بمشکل داخل ہوتا۔ اس احاطہ میں دو حجرے اور ایک چبوترہ بیٹھنے کے لئے بنایا۔ آپ نے مدت تک اس مکان سے قدم باہر نہ رکھا۔ صرف ایک مرتبہ میرے والد ماجد قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے آئے۔ جس کا سبب انشاءاللہ آگے بیان کیا جائے گا۔ اور جن دنوں میں حصول علم کے لئے ملتان کا صوبہ دار اور مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی آپ کی زیارت کے لئے آتے +

آپ کی عادت تھی۔ کہ اس دروازے کے اندر سے تالا لگائے رکھتے۔ جب زیارت کرنے والے آتے اور باہر سے دستک دیتے۔ تو آپ خادم کو اشارہ کرتے وہ جاکر پوچھتا کون ہے۔ پھر آکر عرض کرتا۔ اگر آپ اجازت دیتے۔ تو دروازہ کھول دیا جاتا۔ ورنہ بدستور بند رہتا۔ اور زائرین مایوس ہو کر چلے جاتے +

ایک روز میں نے میاں دلیر کے ایک ہم مجلس اور محب سے پوچھا۔ کہ میاں دلیر صاحب کے کچھ فضائل و خوارق عادات بتاؤ۔ اس نے کہا۔ کہ ایک روز کرہ زمین کی بابت تذکرہ ہو رہا تھا۔ میاں دلیر نے علم ہیئت کے عالموں کو جو پنڈت اہل وید و شاستر تھے۔ اور آپ کے معتقد تھے۔ فرمایا۔ کہ اچھا زمین کی اصلی شکل کا نقشہ بنا لاؤ۔ انہوں نے لکڑی کا نمونہ بنا کر پیش کیا۔ آپ نے دیکھا۔ اور تشریح سنی۔ تو پسند فرمایا۔ اور حکم دیا۔ رکھو۔ اس خادم نے عرض کیا۔ حضرت! کیا یہ زمین گول ہے۔ اور کیا یہ گول کی طرح گردش کرتی ہے۔ ٹھہرتی نہیں فرمایا ٹھیک ہے زمین اسی طرح ہے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ حضرت! ہم زمین پر کیوں قائم ہیں۔ اور کس طرح ہمیں قرار حاصل ہے۔ جبکہ زمین جو ہمارے پاؤں تلے اور ہماری جائے قرار حرکت کر رہی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کہ وہ متحرک ہو۔ اور ہم حرکت

نہ کریں۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ فرمایا۔ کہ میرا حقہ تازہ کر لاؤ۔ جب میں حقہ تازہ کرنے بیٹھا۔ تو دیکھا میرے پاؤں تلے زمین گھوم رہی ہے۔ مجھے گرنے اور لڑھکنے کا اندیشہ ہوا۔ میں تمباکو ڈال آگ رکھ کر حقہ لے آیا۔ اور خاموش ہو رہا۔ رات بھی اسی طرح گذری۔ دوسرے دن بھی یہی حالت تھی۔ پس عاجز آگیا۔ اور میرا دماغ چکرا گیا۔ چلتے وقت میرے پاؤں ڈگمگاتے تھے۔ بیٹھتے وقت بھی گرنے کا ہی خوف رہتا تھا +

پھر میں نے دست بستہ عرض کیا۔ کہ حضرت دو تین دن سے میری یہی حالت ہی پھر میں نے زمین کا مسئلہ سمجھنے کا ذکر کیا۔ اب یہ حالت ہے۔ کہ میرا آرام جاتا رہا۔ فرمایا بھائی! چونکہ تم نے اپنا خیال پورے طور پر اس طرف لگا رکھا ہے۔ اس واسطے کرۂ زمین کی شکل و ہیئت اسی طرح تم پر ظاہر ہو رہی ہے۔ سمجھو تو انسان ہی فکر و خیال ہے۔ تم اپنا خیال اِدھر سے ہٹا لو۔ جب میں نے اپنا خیال اُدھر سے ہٹایا۔ تو وہ حالت فوراً جاتی رہی +

پھر میں (سلطان حامد مصنف) نے ایک روز خارق عادات کی بابت اُس سے پوچھا۔ کیونکہ وہ چودہ سال آپ کی خدمت میں رہا تھا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ ایک رات حجرے کا دروازہ جو صرف ایک ہی تھا۔ میں نے اندر سے بند کر دیا۔ اور آپ کی خدمت میں ہی سو گیا۔ میں سویا ہوا تھا کہ حجرے کے باہر سے فقیر صاحب آواز دے رہے ہیں۔ کہ فلاں فلاں اُٹھ اور دروازہ کھول۔ میں نے اُٹھ کر دروازے کو ٹٹولا۔ تو بدستور اندر سے بند تھا۔ میں نے کھولا آپ اندر آئے اور آرامگاہ پر لیٹ گئے۔ تو میں نے پوچھا۔ حضور! دروازہ تو اندر سے بدستور بند تھا۔ آپ باہر کیونکر چلے گئے۔ فرمایا مجھے بول کی سخت حاجت ہوئی۔ اس جلدی میں مکان اور دیوار کا خیال میرے دل سے جاتا رہا۔ اس لئے میں دیواروں سے نکل گیا۔ جب رفع حاجت سے فارغ ہوا۔ تو پھر در و دیوار کا خیال آیا۔ اس واسطے دروازہ کھلانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ سبحان اللہ و بحمدہ +

جن دنوں میں (سلطان حامد مصنف) ملتان چیچک کے مرض میں مبتلا تھا۔ میرے والد صاحب خانقاہ مقدس میں تھے۔ جب فقیر صاحب میاں دلیر نے میری بیماری کا حال سُنا۔ تو گو کئی سال ایک ہی جگہ بیٹھنے کے سبب آپ کے پاؤں سُست ہو گئے تھے۔ اور بڑھاپے کی وجہ سے جسم کپکپاتا تھا۔ اور سارے بدن مبارک میں رعشہ اثر کر گئے

ہوئے تھا۔ پھر بھی آپ نے فرزندوں۔ فقیروں۔ اور معتقد عورتوں کو فرمایا۔ کہ فوراً صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں پہنچو۔ اور ان کی صحت تک وہیں رہو +

مریدوں کو فرمایا۔ کہ جس شخص کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی رضامندی اور زیارت کا شوق ہو۔ وہ صاحبزادہ کی خدمت میں جائے۔ کیونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی ساری توجہ جناب صاحبزادہ صاحب کی طرف ہے۔ پھر فقیروں کو فرمایا۔ کہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے صاحبزادہ کی خدمت میں لیچلو +

میں پاک دروازہ کے اندر رہتا تھا۔ آپ دولت دروازہ سے آئے تھے۔ جو تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ ہے۔ آپ جب میرے سرہانے آ بیٹھے تو دیکھا۔ کہ آپ کانپ رہے ہیں +

نیز آپ نے سب کو حکم دیا۔ کہ خبردار! کوئی شخص بے وضو جناب صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں نہ جائے۔ پھر آپ نے اپنے فرزندوں۔ فقیروں اور بعض اپنی محب عورتوں کو میرے پاس چھوڑا۔ اور خود واپس چلے گئے۔ پھر میں بیہوش ہو گیا +

لوگ کہتے تھے۔ کہ فقیر صاحب کئی مرتبہ آئے تھے۔ ملتان کے لوگ حیران تھے۔ کہ یہ فقیر صاحب ملتان کے صوبہ دار کو تو اندر آنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اور تیس چالیس سال سے معتکف ہیں۔ رعشہ میں مبتلا ہیں۔ پھر بھی لوگوں کے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر اتنا فاصلہ طے کر کے آتے ہیں

ملتان میں میرے والد ماجد کی خدمت میں میاں دلیر کے آنے کا یہ سبب ہوا۔ جو مجھ سے حافظ صادق خاں نے اس طرح بیان کیا۔ کہ میں حضرت شیخ غلام باہو قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے خیال آیا۔ کہ حضرت صاحب ہمیشہ میاں دلیر کی طرف جاتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ حالانکہ وہ مرید ہیں۔ شاید میاں دلیر کا مرتبہ حضرت صاحب سے زیادہ ہے۔ میں عشا کے بعد دروازہ بند کیے آنحضرت کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ باہر سے آواز آئی۔ آنحضرت نے میری طرف دیکھا۔ کہ جا کر دروازہ کھولو۔ کون ہے۔ میں نے جا کر دیکھا۔ کہ فقیر صاحب میاں دلیر علیہ الرحمۃ سردی اور یخ کی کثرت سے کانپ رہے ہیں۔ میں فوراً اندر لے آیا۔ والسلام +

میاں دلیر صاحب محض اُمی تھے۔ کہ قاعدہ تک نہیں پڑھا تھا۔ آپ دیہاتی جنگل کے

رہنے والے تھے۔ اور لڑکپن ہی سے جذبہ حالات کے سبب درویشوں کی خدمت میں رہے لیکن آپ پر علوم منکشف تھے۔ کہ آپ کے اوپر ہر علم کی قیل وقال ہوتی تھی۔ آپ نے اپنے لئے بعض علوم کی جامع کتابیں مرتب کرائیں۔ آپ از حد لا قید اور مستغنی المزاج تھے۔ ہر وقت اپنے ہی خیال میں مگن رہتے تھے۔ مجھے آپ کی مجلسیں اچھی طرح یاد ہیں۔ جبکہ میں حضرت والد ماجد کی خدمت میں تھا۔ میں نے آپ سے بہت دفعہ ملاقات کی ۔

فصل سی وپنجم

حافظ محمد گوجر کے بھتیجے غلام مصطفےٰ خان کے صبر۔ توکل ترک اور عزلت کے حالات میں

حافظ محمد گوجر صاحب کے حالات لکھے جا چکے ہیں۔ فقیر غلام مصطفےٰ آزاد۔ مجرد۔ گوشہ نشین۔ خاموش۔ صابر۔ تارک۔ شاغل باللہ تھے۔ ایک دفعہ ملک ہند میں ایسا قحط پڑا۔ کہ لاکھوں آدمی بھوک کی نظر ہوئے۔ غلہ ڈھونڈے نہ ملتا تھا ۔

میں (فقیر سلطان حامد مصنف) ان دنوں اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں درویشوں اور مسافروں کی خبر گیری پر مامور تھا۔ ولی اللہ ممدوح کے تصرف سے درویشوں اور مسافروں کو بدستور کھانا مل جاتا تھا۔ ہر رات افطار کے وقت تمام درویشوں کو یاد کرتا۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت سے چند روز فقیر غلام مصطفےٰ میری یاد سے اُتر گئے۔ پھر جب یاد آئے اور حالات پوچھے۔ تو لوگوں نے کہا۔ ہم نے کئی روز سے نہیں دیکھا۔ آخر اس کی تلاش میں نکلا۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ باغیچہ میں فلاں غیر آباد حجرہ ہے۔ ایک روز اس میں گھستے دیکھا تھا۔ میں اس حجرے کے دروازے پر آیا۔ تو اس کا دروازہ کانٹے دار ٹہنیوں سے بند ہے۔ جو درویش میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے وہ ٹہنیاں ہٹائیں۔ اور میں نے غلام مصطفےٰ غلام مصطفےٰ کہکر پکارا۔ آواز

ندارد - آخر چراغ جلا کر دیکھا - تو گھانس تلے بیہوش پڑا ہُوا تھا - نہ بولنے کی طاقت تھی نہ چلنے کی - اُسے اُٹھا کر خانقاہ مقدس کے احاطہ میں لائے - کھانا پانی اس کے حلق میں سے نہیں گذرتا تھا - کئی وقت دودھ میں روٹی ملکر قطرہ قطرہ اس کے حلق میں ٹپکاتے رہے - چند روز بعد اُسے افاقہ ہُوا - اور بولنے اور کھانے کی طاقت ہوئی - تو مَیں نے پوچھا - غلام مصطفٰے! یہ تو نے کیا کیا - کہا صاحب مَیں نے ملک میں خلل دیکھ کر گوشہ گیری اختیار کی ۔

جب اس میں چلنے پھرنے کی طاقت ہوئی - تو ایک رات گم ہو گیا - پھر اس کا کوئی پتہ نہ ملا - کہ کہاں گیا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

فصل سی وششم

فقیر محمد صدیق صاحب حجرہ شاہ مقیم والہ کے مجمل حالات میں

ایک روز میں اپنے والد ماجد کی خدمت پُر عظمت میں تھا - کہ فقیر محمد صدیق عصمت سرائے حویلی کے دروازہ پر آیا - اور اُس نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کر بھیجی - آپ دروازے تک اسکی مُلاقات کو گئے - اور بوریا منگا کر اُسے بٹھایا - محمد صدیق فقیری اور درویشی کے حال سے موصوف تھا - آنحضرت نے پوچھا - کہو محمد صدیق کیا حال ہے؟ عرض کیا - اچھا تو نہیں - دو لڑکیاں ہیں جنکی شادی ابھی تک نہیں کی - پاس پیسہ نہیں کیا کروں - کوٹھے سے گر کر بازو ناکارہ ہو گئے ہیں آپ نے رحم میں آکر فرمایا - اشد البلاء علی الانبیاء ثم علی الاولیاء ثم علی الاتقیاء سب سے سخت بلا اوّل نبیوں پر پھر اولیاء پر اور پھر متقیوں پر نازل ہوتی ہے - محمد صدیق زیارت کے بعد خانقاہ مقدس میں آیا - وہاں اس سے مَیں نے آشنائی پیدا کی ۔

اس کے حالات ویسے تو بہت ہیں - لیکن مَیں بہت ہی مختصر بیان لکھتا ہوں - وہ یہ کہ جب کبھی وہ خانقاہ مقدس میں آکر مراقبہ کرتا - تو دونوں نتھنوں سے ایسا خون جاری ہوتا - کہ خود بخود بند نہ ہوتا - مَیں نے اُسے دیکھا کہ عین سردی میں ایک سفید کمبل پہنے رہتا ایک روز سُورج نکلنے وقت خانقاہ مقدس میں میاں رمضان کے حجرہ سے ننگے سر سر جھکائے

باہر نکلا۔ اس وقت اُس کے نتھنوں سے پرنالے کی طرح خون بہ رہا تھا۔ اسی حالت میں بیٹھ گیا۔ فقیر رمضان سے میں نے پوچھا۔ کیا۔ یہ فقیر محمد صدیق ہے۔ جب یہ مراقبہ کرتا ہے تبھی اس کے نتھنوں سے اس طرح خون بہتا ہے۔ میں دن رات سرد پانی اس کے سر پر ڈالتا رہتا ہوں۔ تب خون بند ہوتا ہے۔ اور یہ مراقبہ کے شغل سے باز نہیں رہ سکتا۔ فقط +

ایک روز میں نے فقیر محمد صدیق کو کہا۔ کہ میرا ارادہ لاہور جانے کا ہے۔ کیونکہ وہاں ملک نواب فتح خاں جناب کا محب ہے۔ شاید لنگر شریف کی جاگیروں کا کوئی چارہ کرے تم خانقاہ مقدس کے حضور میں سوال کرو۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ آیئے ابھی عرض کر لیتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ حضور مقدس میں گیا۔ اس وقت کوئی ڈیڑھ پہر دن تھا۔ فقیر موصوف ننگے سر اسی سفید کمبل میں مزار منور کی پائنتی سر جھکائے بیٹھ گیا۔ میں بھی اسی طرح بیٹھ گیا۔ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں بھی اس کے پیچھے باہر نکل آیا۔ حویلی سے نکل پیپل تلے مجھے کہا۔ صاحبزادہ صاحب! حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ اگلے مہینہ دیکھا جائے گا۔ سو یہ مہینہ اسی جگہ رہیں۔ اور اگلے مہینے لاہور تشریف لے جائیں۔ وہ پھاگن کا مہینہ تھا۔ چند روز میں گھر میں رہا۔ چونکہ لاہور سے ملک حاجی نواب فتح خاں موصوف نے پے در پے تاکید مراسلے بھیجے کہ آپ لاہور جلدی تشریف لائیں۔ میں یہاں سے تبدیل ہو کر مغربی ملک کا ناظم ہو کر جا رہا ہوں۔ اور آج کل میری تیاری ہے۔ آپ بہت جلدی لاہور تشریف لائیں۔ تاکہ جاگیرات کے متعلقہ امور کا فیصلہ حسب مُدعا سرکار سے رُوبرُو ہو جائے +

نئے مہینے میں لاہور جانے میں یہ حکمت تھی۔ کہ اس سے پہلے سلطنت لاہور میں کچھ بگاڑ تھا۔ جس کے سبب سرکار سے حسب مرضی فوائد حاصل ہونے ناممکن تھے۔ فقط +

یقینی یارو! اور دینی دوستو!! میں آپ کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب میں اس تصنیف کی تالیف میں مشغول ہوا۔ اگرچہ میں نے دیباچہ میں افراط اور مبالغہ حق کے سپرد کیا۔ مگر تاہم میرا دل بہت ڈرتا تھا۔ اور میں کانپتا تھا۔ کہ معلوم نہیں قیامت کے دن اسے کس پلڑے میں رکھائے۔ کیونکہ آخر میں بھی تو ایک انسان ہی ہوں۔

مجھے دن رات یہی فکر رہتی +

ایک رات مَیں نے اسرار میں دیکھا۔ کہ جناب جدّنا حضرت سُلطان العارفین قدس
کھڑے ہیں۔ اور مَیں بھی آنحضرت کے رُوبرُو دست بستہ کھڑا ہوں۔ جناب کے دس
میں۔ ایک نئی مجلد کتاب ہے۔ مَیں نے پوچھا۔ حضرت یہ بندہ کی نئی تصنیف
ہاں۔ پھر میرے ہاتھ میں وہ کتاب دے کر فرمایا۔ کہ اس کتاب میں ایک شعر ہمارا بھی ہ
مَیں نے پُوچھا۔ اس کتاب میں کس مقام پر ہے۔ کتاب میرے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے کھول
اور دست مبارک وہاں رکھا۔ مَیں نے وہ شعر پڑھا۔ جب میں جاگا۔ تو مجھے سج
چونکہ رات ابھی باقی تھی۔ مَیں سو گیا۔ صبح جب اُٹھا۔ تو پہلا مصرعہ بالکل بھُول گیا۔ د
مجھے یاد رہا۔ جو یہ ہے۔ مصرعہ

نیست ایں جز قبلۂ اہل یقیں

یہ خواب کا معاملہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔ ہاں اتنا معلوم ہے۔ کہ اس
وہ اندیشہ وہ وغدغہ اور وہ وسوسہ میرے دل سے بالکل جاتا رہا۔ اور میرا دل ا
آزاد ہو گیا۔ فقط +

مَیں نے اس کتاب کو دلی شوق سے محض اللہ تعالےٰ کی خاطر تالیف کیا ہے
جب نیک لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ مَیں اپ
سب بھائیوں کے کام اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور آپ کے لئے جو اس بارگا
آگاہ کے محب و مشتاق ہیں۔ یادگار چھوڑتا ہوں۔ زیادہ والسلام ؎

اے ہُدہُد صبا بہ سبا مے فرستمت — بنگر از کجا بہ کجا مے فرستمت
اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشینِ دل — میگویمت ثنا و دعا مے فرستمت

السلام علی من اتبع الهدیٰ وصلی الله علیٰ خیر خلقه محمد وآله واصحابه واهل ب
عترته وذریته وخدامه وازواجه المطهرات امهات المؤمنین ابدًا ابد اجد
خلق الله من شئ فی کل یوم مائته الف الف مرة وبعدد کل ذرة فی کل ساعة و
الف الف مرة وصل علی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی الملئکة المقربین وعلی
الصالحین وعلی عامة المسلمین مثل ذالك یارب العلمین ویاذوالجلال والاکرام
یا ارحم الراحمین +

شجرۂ عالیہ قادریہ منظوم پنجابی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خداوندا طفیل ذات اپنی | میری قسمت نصیب اپنا لقا کر
طفیل شاہ نبیاں مصطفےٰ دے | میرا ایمان کامل ستے بقا کر
طفیل پیر مرشد شاہ علیؑ دے | شفیع میرا محمدؐ مجتبےٰ کر
طفیل حسنؓ بصری پیر کامل | تمامی دور میں کھیں حرص چاکر
طفیل شاہ حبیب عجمیؓ مکمل | میرے آئینۂ دل نوں صفا کر
طفیل پیر حضرت شاہ داؤدؓ | شراب معرفت میری غذا کر
طفیل شیخ کرخیؓ پیر معروف | شریعت وچہ اساں نوں راہنما کر
طفیل شیخ عبداللہ سقطیؓ | اساں نوں راہ طریقت دا عطا کر
طفیل شاہ جنیدؓ پیر بغداد | حقیقت وچ میرے دل نوں ضیا کر
طفیل شیخ شبلیؓ پیشوا دے | مینوں وچہ صوفیاں دے اصفیا کر
طفیل عبد واحدؓ ابن فغمی | کرم بخشش کھیں مینوں مہتا کر
طفیل بوالفرح یوسفؓ ولی دے | عذاب النار تھیں مینوں جدا کر
طفیل بوالحسنؓ شیخ المشائخ | وجود ریش میرے نوں کیمیا کر
طفیل بوسعیدؓ پیراں میراں | عبادت وچہ میرا دل بے ریا کر
طفیل غوث اعظمؓ شاہ جیلاں | فنا فی اللہ دوچ مینوں فنا کر
طفیل پیرزادہ عبدؓ رزاق | بقا باللہ وچہ مینوں بقا کر
طفیل پیر حضرت عبد جبار | مینوں وسواس شیطان کھیں بچا کر
طفیل سید یحییٰ رہنما دے | سیاہی دور کر دل نوں جلا کر
طفیل نجمؒ دین برہان پوری | محبت شوق اپنے وچ فدا کر
طفیل عبد فتاح کاشف اسرار | مینوں وچہ دوستاں دے اپنا کر

طفیل راز دانا عبدؒ ستار — تمامی دُور رو ئیں بھتیں بلاکر
طفیل شاہ سید عبد البقا دے — ئیں بے قیمت نوں یا رب بہا کر
طفیل عبد الجلیل اللہ دے یا رب — میرے سر توں تمامی قرض ادا کر
طفیل عبد الرحمانؒ ستے پاک — ہمہ مرضاں تے دردوں بھتیں شفا کر
طفیل بادشاہ سُلطان باھو — شفاعت مصطفےٰ ؐ امین تے روا کر
طفیل شاہ زادہ ولی محمدؒ — چھپا ئیں عیب سارے رو خطا کر
طفیل رہنما محمد حسینؓ دے — اساڈی ما سوے اللہ رد ہیا کر
طفیل مولوی حافظ محمدؒ — مینوں وچہ صوفیاں دے اصفیا کر
طفیل شاہ غلام باہوؒ ولی دے — میری توں مستجاب ایہ کل دُعا کر
طفیل حضرتِ صالح محمدؒ — بہشت اندر اساڈے گھر بنا کر
طفیل حضرت سلطاں حامد — مینوں توں درد دل دا چا عطا کر
طفیل مظہر نور محمدؒ — تو عشق اپنا عاصی تے عطا کر
طفیل نور چانن نور احمدؒ — مینوں ہر حادثے بھتیں رکھ بچا کر
طفیل نور دیدہ نور سُلطان — کرم تے مہر دی مینوں نگاہ کر
طفیل شاہ زادہ امیر سُلطاں — مینوں حافظ کلام اللہ دا کر
طفیل نیک خوئے دوست محمدؒ — کرم کر رب میرے مجھ گدا پر
طفیل سلسلے اس قادری دے — اٹھائیں مومناں وچوں رلا کر
کریں سب مشکل اسدی حل ربا — دُنیا دیں کے غم سے رہا کر
تے کتاباں حضرت سلطان باہو — چھپایاں ترجمہ اُس نے کرا کر

خریدن سروری تے قادری جو
پڑھن اِنہاں نوں سارے دل لگا کر

تمام شد

عربی سے اردو ترجمہ کتاب

تذکرہ حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ

جس میں

حالات و کرامات حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی حضرت عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ کے بہ تفصیل تمام درج ہیں

مصنف علیہ الرحمۃ نے حضرت موصوف کے حالات جس خوبی اور شرح وبسط کے ساتھ لکھے ہیں دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں جس صحت اور تحقیق سے روایتاً تحریر فرمائے ہیں بےنظیر ہیں یہ وہ بابرکت کتاب ہے جو سب سے پہلے حضرت علیہ الرحمۃ کے حالات میں لکھی گئی تھی - یہ دعوے سے کہا جاتا ہے کہ جس قدر آج تک رسائل یا کتابیں آپ کے حالات میں ہیں، سب کا منبع یہی مبارک کتاب ہے - جس طرح احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابیں روایتاً وجود میں آئیں اسی طرح حضرت غوث پاک رح کے حالات میں یہ کتاب روایتاً لکھی گئی - چونکہ یہ گنجینہ اسرار عربی زبان میں تھی - اس لئے بپاس خاطر عاشقان دربار قادریہ بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر خوشخط صحت وصفائی کے ساتھ طبع کرائی گئی ہے - تاکہ دلدادگان سرکار عالیہ غوثیہ اس کے مطالعہ سے فیض باطنی حاصل کر کے دل کا شوق پورا کریں - اور ناشر کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں - قیمت . . غ۱۵ر مجلد عـ۱۱۵ر

مکتوبات غوثیہ

اس بابرکت رسالہ میں حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ کے مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ ہے، مکتوبات کیا ہیں پند و نصائح کے دفتر ہیں، طالب مولیٰ کے لئے ہدایت نامہ ہیں قیمت ۳ر

ملنے کا پتہ: اللہ والے کی قومی دکان بازار کشمیری لاہور

عربی سے اردو ترجمہ کتاب

فتح الربانی والفیض الرحمانی تحفۂ سبحانی

یعنی

مجموعہ خطبات و وعظ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جس کو حضرت قبلہ کے خلیفہ اعظم حضرت شیخ عفیف الدین ابن مبارک قادری قدس سرہ نے تالیف کیا تھا اس کتاب پر انوار میں حضرت غوث پاک کے باسٹھ وعظ ہیں جو باسٹھ قسموں کے نام نامزد کئے گئے ہیں۔ ہر ایک وعظ نہایت مؤثر اور بابرکت ہے۔ جس میں ہر ایک قسم کے نصائح درج ہیں۔ کیا بلحاظ سلاست اور کیا بلحاظ جامع ہونے کے نہایت پر لطف ہیں شریعت۔ طریقت اور حقیقت و معرفت کے دلچسپ کرشمے دکھلاتے ہیں۔ توحید الٰہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ راستی اور سلامت روی کے سبق دیتے ہیں۔ غرضیکہ ہر ایک لفظ نور علیٰ نور ہے۔ ان باسٹھ خطبوں اور وعظ کے علاوہ آخر میں حضرت اقدس نے بعض استفسارات کے نہایت دلچسپ اور پر از نصیحت جواب عطا فرمائے ہیں۔ جن کی نسبت بعض اکابر نے سوالات کئے ہیں۔ سوالات اس قدر دلفریب اور نصیحت بخش ہیں کہ جس سے ہر ایک طالب مولا عمدہ سبق حاصل کرسکتا ہے، اس کتاب کی ضخامت ۵۴۴ صفحہ ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ کی عمدگی قابل دید ہے۔ چونکہ یہ گنجینہ اسرار عربی زبان میں ہے ہم نے افادہ عام کی خاطر بصرف زر کثیر اردو ترجمہ کرادیا ہے۔ تاکہ ہر ایک ذی علم اصحاب اور بالخصوص عاشقان دربار قادریہ مطالعہ کرکے ارشادات سے مستفید ہوں، اس میں ہر وعظ حسنہ اس انداز سے بیان فرمائے گئے ہیں کہ ہر ایک معمولی استعداد والا بھی واعظ کامل بن سکتا ہے۔ قیمت:- سات روپے مجلد آٹھ روپے

المشتہر

اللہ والے کی قومی دکان رجسٹرڈ ملک چنن الدین تاجر کتب کشمیری بازار لاہور

بغیر مہر دکان ہٰذا مال مسروقہ تصور ہوگا۔ سنہ ۱۹۶۱ء